حسبی من الخیرات ما اعددتہ ۔ یوم القیامۃ فی رضا الرحمٰن
دین النبی محمّد خیر الوریٰ ۔ ثمّ اعتقادی مذہب النعمان

الحمد للہ کہ ماہ مبارک رمضان ۱۳۲۳ھ میں کتاب مستطاب

الاقوال الصحیحہ

فی جواب

الجرح علی ابی حنیفہ

مؤلفہ
مولانا مولوی محمّد نور بخش صاحب توکلی ایم۔ اے

مصنّف کی نظرِ ثانی کے بعد

انجمن نعمانیہ ہند لاہور کے لئے

صرف سرورق
گلزار ہند سٹیم پریس لاہور میں باہتمام شیخ گلزار محمّد پرنٹر چھپکر شائع ہوئی

فہرست مضامینِ اقوال صحیحہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ خالق الارض والسمٰوات العلیٰ۔ والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا ومولانا ووسیلتنا فی الدارین محمد ن المصطفیٰ۔ وعلیٰ اٰلہ الطیبین الطاھرین سفینۃ النجاۃ واصحابہ الغر الکرام نجوم الھدیٰ۔ وعلی الائمۃ المھدیین البالغین فی الاجتہاد الغایۃ القصویٰ۔ واولیائہ العظام کنوز الحقائق والمعارف الکبریٰ

اما بعد۔ ناظرین باتمکین کی خدمت میں گذارش ہے کہ ایک روز حسن اتفاق سے مسجد پٹولیاں لاہور میں ایک دوست سے میری ملاقات ہوئی۔ اثنائے گفتگو میں اُنہوں نے الجرح علی ابی حنیفہ کا ذکر کرتے ہوئے مجھ سے تحریری جواب کے لئے ارشاد فرمایا۔ لہذا حسب ایمائے آں کرمفرما باوجود کثرت اشغال یہہ مختصر جواب لکھا گیا۔ بصورت ضرورت انشاء اللہ پھر قلم اُٹھایا جائیگا۔

امام صاحب کو بُرا بھلا کہنا کچھ آج ہی نہیں بلکہ آپ کی زندگی ہی میں آپ کے بہت سے حاسد پیدا ہو گئے تھے جو ہر طرح آپ کی تنقیص میں کوشاں تھے۔ سچ ہے۔ ؎ بے خار حسد نیست گل فضل و ہنر۔ مگر آپ نے ہمیشہ صبر و تحمل سے کام لیا۔ جب حساد کی طرف سے آپ کو کوئی رنج پہنچا۔ تو یوں فرمایا کرتے ؎

ان یحسدونی فانی غیر لائمھم — قبلی من الناس اھل الفضل قد حسدوا
اگر وہ مجھ پر حسد کرتے ہیں تو میں انہیں ملامت نہیں کرتا — مجھ سے پہلے لوگوں میں سے اہل فضل محسود تھے

فدام لی ولھم مابی ومابھم — ومات اکثرنا غیظا بما یجدوا
پس میرے لئے محسود ہونا اور انکے لئے حاسد ہونا ہمیشہ رہے — اور ہم میں سے اکثر انکی بزرگی پر غصہ کے مارے مرگئے

لہذا میں بھی بنارسی کی گالی گلوچ کے جواب میں بہ تبعیت امام خود یہہ شعر پڑھ دیتا ہوں ؎

الا تا نخواہی بلا بر حسود — کہ آں بخت برگشتہ خود در بلاست

چہ حاجت کہ با وے کنی دشمنی ٭ کہ وَے راچناں دشمن اندر قفاست

غیر مقلدین ہمیشہ یہی کہا کرتے ہیں کہ امام صاحب کے حالات جو حنفیہ نے لکھے ہیں وہ غیر معتبر ہیں۔ نظر بریں اتمام حجّت کے لئے میں نے اس کتاب میں عموماً ائمہ و علمائے مذاہب ثلاثہ ہی کی شہادات نقل کی ہیں۔ اور حوالہ بقید مطبع وصفحہ دیا گیا ہے تاکہ طالب حق کو بصورت ضرورت اصل کی طرف رجوع کرنے میں سہولت ہو۔ جواب شروع کرنے سے پہلے اِس امر کا اظہار بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سعد بنارسی نے بہت سے اعتراضات سید حامد حسین رافضی کی کتاب استقصاء الافحام واستیفاء الانتقام سے لئے ہیں۔ لہٰذا اِس کتاب میں توضیح کی غرض سے مصنف کے قول کے بعد جا بجا صاحب استقصاء کا قول بھی نقل کیا جائے گا۔ مگر مصنف کا قول قال البنارسی سے اور صاحب استقصاء کا قول قال الرّافضی سے اور اُس کا جواب اقول سے شروع ہوگا۔ وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ عَلَيْہِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْہِ اُنِيْبُ

نور بخش توکلی ایم ۔ اے

قال البنارسی

الجرح علےابی حنیفہ

ناظرین آپ حیران ہونگے کہ یہہ کیا ؟ آپ مجھے معاف رکھیں۔اہل فقہ کی تحریر الجرح علی البخاری نے مجھکو اس تحریر پر مجبور کیا ہے۔آپ یہہ نہ سمجھیں کہ میری روش بھی وہی ہوگی۔ نہیں بلکہ اُس کے اڈیٹر نے اپنے بے سرو پا مضمون میں محض زیادتی اور غلط باتوں سے کام لیا ہے۔ہم آپ کے سامنے ایک سچا فوٹو حوالجات صحیحہ سے امام صاحب کا پیش کرتے ہیں۔آپ اس کو توہین پر مبنی نہ سمجھیں کیونکہ اڈیٹر اہل فقہ باوجود توہین امام بخاری کی کرنے کے یہی کہتا تھا کہ ہم توہین نہیں کرتے۔ ہم بھی یہہ نہیں کہتے کہ امام صاحب کے فضائل کچھ نہیں ہیں۔ مناقب امام صاحب کے بے شمار ہیں لیکن ویسے نہیں جیسا کہ حنفیہ نے ورق کے ورق لکھ کر بیجا رے عوام کالانعام کے دلوں میں اُن کی بہت ہیبت بٹھا دی ہے۔ نقطہ کو ایک دائرہ بنا کر دکھا دیا ہے۔ بلکہ اُسی قدر جتنے کہ سچے ہوں۔ لیکن ہمراہ اُس کے یہہ حالات بھی ہیں جن کو میں آپ کے سامنے مختصراً پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اُمید کہ اس بارے میں بوجہ قاعدۂ اصول کہ جرح تعدیل پر مقدم ہے کسی قدر آپ مجھے معذور تصور فرمائیں گے۔ کیونکہ میں صرف ناقل ہوں۔ والعلم عند اللہ ؎

دل ہی تو ہے نہ سنگ وخشت درد سے بھر نہ آئے کیوں ، روئینگے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیوں۔

اقول

بنارسی نے قرآن و حدیث کے خلاف اپنی کتاب کو بسم اللہ اور حمد و صلوۃ کے بغیر شروع کیا ہے۔امام بخاریؒ نے تو اپنی صحیح میں حمد و صلوۃ ہی کو چھوڑا تھا۔ مگر مرید بسم اللہ کو بھی ہضم کر گئے۔ کیا اسی کا نام عمل بالحدیث ہے۔ فرقہ غیر مقلدین کی حرکات سے میں واقف ہوں۔ اس لئے اس تحریر پر مجھے کچھ حیرت نہیں۔ ؎

از کوزہ ہماں تراود کہ در دست۔ اس عبارت میں بنارسی نے کئے دعوے کئے ہیں۔

اوّل۔ یہہ کتاب یعنے الجرح علے ابی حنیفہ جواب ہے الجرح علی البخاری کا جو اڈیٹر اہل فقہ کی تحریر ہے۔

دوم۔ الجرح علی البخاری میں غلط و بے اصل مضمون درج ہے۔ مگر الجرح علے ابی حنیفہ میں امام اعظم کے حالات کا سچا فوٹو دکھایا گیا ہے جو توہین پر مبنی نہیں۔

سوم:۔ امام ابو حنیفہ رضؓ کے مناقب بیشمار ہیں۔ مگر ویسے نہیں جیسا کہ حنفیہ نے مبالغہ کر کے ورق کے ورق لکھ مارے ہیں۔

چہارم۔ جو حالات امام اعظم کے الجرح علے ابی حنیفہ میں درج ہیں اُنکے سامنے آپکے تمام مناقب بے کار ہیں۔ کیونکہ یہہ ایک اصول کا قاعدہ ہے کہ جرح تعدیل پر مقدم ہوا کرتی ہے۔

پنجم۔ حنفی غیر مقلدین کو سناتے ہیں۔ اسلئے غیر مقلدین اپنے دل کا غبار یوں گالی گلوچ سے نکالتے ہیں اور روتے بھی ہیں۔ اب اِن دعاوی کی تردید سُنئے۔

بنارسی کے پہلے دعوے کی تردید

الجرح علے البخاری اِسوقت ہمارے سامنے ہے۔ فرقہ غیر مقلدین صحیح بخاری کی نسبت بہت سے غلط خیالات رکھتا ہے۔ اُن کی تردید کے لئے چند علمائے احناف نے کئے متفرق مضامین لکھے جو اخبار اہل فقہ امرتسر میں شائع ہوئے۔ اُن میں ایک آدھ مضمون اڈیٹر صاحب کا بھی ہے۔ مولانا مولوی سید عبد الغفور صاحب نے اِن مضامین کو ایک کتاب کی شکل میں جمع کر دیا۔ اُسی کتاب کا نام الجرح علی البخاری ہے۔ بنارسی نے شاید اُس کتاب کو بغور نہیں پڑھا۔ ورنہ اس کو صرف اڈیٹر اہل فقہ کی طرف منسوب نہ کرتا۔ بہرحال بنارسی اُس کتاب کو دیکھ کر برافروختہ ہوگیا۔ اور جواب میں الجرح علی ابی حنیفہ لکھ ماری۔ مگر کوئی انصاف پسند اِسے جواب نہیں کہہ سکتا۔ بلکہ اس حرکت سے صاف پایا جاتا ہے کہ بنارسی الجرح علی البخاری کے جواب سے عاجز ہے لہذا اُس نے انسانیت کو بالائے طاق رکھ کر ایک مرقع سبّ وشتم تیار کر دیا۔ جس کا نام الجرح علی ابی حنیفہ رکھا۔ ایسی افترا پردازیوں سے حضرت امامنا الاعظم ہمامنا الافخم رئیس المجتہدین ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی شان وعظمت میں کچھ فرق نہیں آسکتا۔ البتہ طاعنین کا نامۂ اعمال ضرور سیاہ ہوتا رہتا ہے۔ دیکھو آیات واحادیث ذیل۔

(۱) مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ (پ ۲۶۔ سورۂ ق۔ ع ۲)

ترجمہ۔ نہیں بولتا کچھ بات مگر نزدیک اُس کے نگہبان ہیں تیار۔

(۲) وَلَا تَلْمِزُوْا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ (پ ۲۶۔ الحجرات۔ ع ۲)۔

ترجمہ۔ اور مت عیب لگاؤ ایک دوسرے کو اور مت بد نام کرو ساتھ بُرے لقبوں کے۔

بُرا نام ہے بدکاری پیچھے ایمان کے۔ اور جن نے نہ توبہ کی۔ پس یہ لوگ وہ ہیں ظالم۔
(۳) عن عبد اللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سباب المسلم فسوق و قتالہ کفر متفق علیہ (مشکوٰۃ۔ باب حفظ اللسان و الغیبۃ و الشتم)
ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے۔ کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ مسلمان کو گالی دینا بدکاری ہے اور اُس سے لڑائی جھگڑا کرنا کفر ہے۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔
(۴) عن ابی ذر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یرمی رجل رجلا بالفسوق ولا یرمیہ بالکفر الا ارتدت علیہ ان لم یکن صاحبہ کذلک رواہ البخاری (مشکوٰۃ باب حفظ اللسان)۔ ترجمہ حضرت ابو ذر سے روایت ہے۔ کہا۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ نہیں تہمت دیتا ایک شخص دوسرے کو فاسق ہونے کی اور نہیں تہمت دیتا دوسرے کو کافر ہونے کی مگر وہ کلمہ کہنے والے پر لوٹتا ہے اگر دوسرا شخص (جس کے حق میں یہ کہا گیا ہے) ایسا نہ ہو۔ اس حدیث کو بخاری نے روایت کیا ہے۔
(۵) عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا قال الرجل لاخیہ یا کافر فقد باء بہ احدھما (صحیح بخاری محشی بتحشیہ مولانا احمد علی۔ ص۹۰۱)
ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب ایک شخص اپنے بھائی سے کہے اے کافر۔ تو بیشک ان دونوں میں سے ایک کفر کے ساتھ لوٹتا ہے۔
(۶) عن ابی مالک الاشعری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اربع فی امتی من امر الجاھلیۃ لا یترکونھن الفخر فی الاحساب والطعن فی الانساب والاستسقاء بالنجوم والنیاحۃ الحدیث (صحیح مسلم۔ کتاب الجنائز) ترجمہ ابو مالک اشعری کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں چار چیزیں جاہلیت کے کام سے ہیں۔ جن کو وہ نہ چھوڑیں گے۔ خاندانی شرف پر فخر کرنا۔ لوگوں کے نسبوں میں طعن کرنا۔ ستاروں کے ساتھ طلب باران کرنا۔ اور نوحہ کرنا الحدیث۔
(۷) جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ سے فرمایا۔ وھل یکب الناس فی النار علی وجوھھم الا حصائد السنتھم یعنی لوگوں کو دوزخ میں منہ کے بل انکی زبانوں کے بکواس ہی گراتے ہیں (کتاب المیزان للشعرانی۔ مطبوعہ مصر۔ جزء اول ص۵۶)

بنارسی کے دوسرے دعوے کی تردید

فقط بنارسی کے کہنے سے الجرح علی البخاری کا مضمون غلط نہیں ٹھیر سکتا۔میں یہاں اس قدر کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ الجرح علی البخاری کے مضامین لکھنے والوں نے نہایت دیانتداری اور دانشمندی سے اپنے کلام کے دائرے کو عموماً نفس صحیح بخاری تک محدود رکھا ہے بخلاف بنارسی کے جس نے زید عمرو بکر کے اقوال لے کر اُن پر حاشیہ چڑھایا ہے اور تعصب کے سبب اتنا بھی نہیں سوچا کہ اِن اقوال کی تردید تو خود امام صاحب کی تصانیف کررہی ہیں۔امام صاحب کے حالات کا فوٹو جو بنارسی نے کھینچا ہے اس کی قلعی عنقریب کھلنے کو ہے۔جو الفاظ امام صاحب کے حق میں استعمال کئے گئے ہیں۔ناظرین خود ہی فیصلہ کرلیں کہ آیا وہ کلمات توہین ہیں یا نہیں۔

بنارسی کے تیسرے دعوے کی تردید

یہہ دعوے عجیب ہے ایک طرف تو یہہ تسلیم کرلیا جاتا ہے کہ امام صاحب کے مناقب بیشمار ہیں۔دوسری طرف یہہ کہا جاتا ہے کہ حنفیہ نے مبالغہ سے ورق کے ورق امام صاحب کے مناقب میں لکھ مارے ہیں۔کیا بیشمار مناقب کے بیان کرنے کے لئے ورق کے ورق درکار نہیں۔جو شئے بیشمار ہو۔اُس کے بیان میں نقطہ کو دائرہ بناکر دکھانے کے کیا معنے حنفیۂ کرام نے جو امام اعظم رضؓ کے حالات لکھے ہیں وہ بے شبہ درست ہیں۔وصاحب البیت ادری بما فیہ۔چونکہ امام صاحب کے مناقب بیشمار ہیں۔اس لئے مبالغہ تو درکنار اُن کے بیان واقعی ہی سے عہدہ برآ ہونا محال ہے۔حضرت امام الائمہ سراج الامۃ تو وہ امام عالی شان ہیں کہ جن کے محامد کی توصیف میں حنفیہ کے علاوہ مذاہب ثلاثہ کے ائمہ و فقہا و محدثین بھی رطب اللسان ہیں ؎

نہ من برآں گل عارض غزل سرایم و بس ✽ کہ عندلیب تو از ہر طرف ہزار انند

ان میں سے بعض نے تو امام صاحب کے مناقب میں مستقل کتابیں لکھی ہیں اور ایسے تو بہت ہیں جنہوں نے اپنی تصانیف کو امام صاحب کے مختصر حالات سے زینت بخشی ہے۔اتمام حجت کے لئے یہاں نمونہ کے طور پر مذاہب ثلاثہ ہی کے چند علماء کے اسماے گرامی مع تصنیفات درج کئے جاتے ہیں۔

نمبر شمار	مصنف کا نام	مستقل کتاب جو امام صاحب کے مناقب میں تصنیف کی
۱	امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی شافعی متوفی سنہ ۷۴۸ھ	رسالہ فی مناقب الامام ابی حنیفہ جس کا ذکر آپ نے تذکرۃ الحفاظ میں امام صاحب کے ترجمہ میں کیا ہے
۲	شیخ الاسلام مجد الدین فیروز آبادی شافعی صاحب قاموس متوفی سنہ ۸۱۶ھ	ایک مستقل کتاب امام صاحب کے مناقب میں لکھی ہے جسکا ذکر امام شعرانی نے یواقیت و جواہر (مطبوعہ مصر۔ جزء اول صفحہ ۶) میں کیا ہے
۳	علامہ جلال الدین سیوطی شافعی متوفی سنہ ۹۱۱ھ	تبییض الصحیفہ فی مناقب الامام ابی حنیفہ
۴	حافظ ابو المحاسن محمد بن یوسف بن علی دمشقی شافعی	عقود الجمان فی مناقب النعمان جو سنہ ۹۳۹ھ میں تصنیف کی جیسا کہ کشف الظنون میں ہے
۵	شیخ ابن حجر مکی ہیتمی شافعی متوفی سنہ ۹۷۵ھ	خیرات الحسان فی مناقب النعمان
۶	علامہ یوسف بن عبد الہادی حنبلی	تنویر الصحیفہ بمناقب ابی حنیفہ جس کا ذکر علامہ محمد امین رح نے رد المحتار میں کیا ہے۔

اب اُن بزرگوں کے اسماءِ گرامی لکھے جاتے ہیں جنہوں نے اپنی تصانیف میں امام صاحب کے مناقب بیان کئے ہیں۔

نمبر شمار	مصنف کا نام	کتاب کا نام جس میں منجملہ دیگر مضامین امام صاحب کے مناقب بھی مذکور ہیں۔
۱	قاضی ابن عبد البر مالکی متوفی سنہ ۴۶۳ھ	کتاب الانتہاء فی مناقب الثلاثۃ الفقہاء۔ کتاب جامع العلم۔
۲	شیخ الاسلام ابو اسحاق ابراہیم بن علی شیرازی شافعی متوفی سنہ ۴۷۶ھ	طبقات الشافعیہ۔

نمبر شمار	مصنف کا نام	کتاب کا نام جسمیں منجملہ دیگر مضامین امام صاحب کے مناقب بھی مذکور ہیں۔
۳	حجۃ الاسلام امام غزالی شافعی متوفی ۵۰۵ھ	احیاء العلوم
۴	امام ابو سعد عبدالکریم بن محمد مروزی سمعانی شافعی متوفی ۵۶۲ھ	کتاب الانساب
۵	امام فخرالدین رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ	تفسیر کبیر
۶	ابو السعادات مبارک بن محمد معروف ابن اثیر شافعی متوفی ۶۰۶ھ	جامع الاصول
۷	ابوالقاسم بن محمد رافعی شافعی متوفی ۶۲۳ھ	تذنیب
۸	امام نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ	تہذیب الاسماء والصفات
۹	قاضی ابن خلکان شافعی متوفی ۶۸۱ھ	وفیات الاعیان
۱۰	حافظ جمال الدین یوسف بن الزکی المزی شافعی متوفی ۷۴۲ھ	تہذیب الکمال فی اسماء الرجال
۱۱	شیخ ولی الدین محمد بن عبداللہ خطیب تبریزی شافعی صاحب مشکوۃ المصابیح	الکمال فی اسماء الرجال جو ۷۴۰ھ میں تصنیف کی۔

نمبر شمار	مصنف کا نام	کتاب کا نام جس میں منجملہ دیگر مضامین امام صاحب کے مناقب بھی مذکور ہیں۔
۱۲	امام ابو عبد اللہ ذہبی شافعی متوفی ۷۴۸ھ	تذکرۃ الحفاظ۔ کاشف۔ عبر فی اخبار من غبر۔
۱۳	امام ابو محمد عبد اللہ بن اسعد یافعی شافعی متوفی ۷۶۸ھ	مرأۃ الجنان وعبرۃ الیقظان
۱۴	شیخ کمال الدین محمد بن عیسی دمیری شافعی متوفی ۸۰۸ھ	حیوۃ الحیوان
۱۵	حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ	تہذیب التہذیب وغیرہ
۱۶	علامہ محمد بن احمد حنبلی موصلی	غایۃ الاختصار فی مناقب الاربعۃ ائمۃ الامصار۔
۱۷	شیخ محمد بن یوسف دمشقی شافعی صاحب عقود الجمان	سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد
۱۸	قاضی حسین بن محمد دیار بکری مالکی متوفی ۹۶۶ھ	تاریخ الخمیس
۱۹	شیخ عبد الوہاب شعرانی شافعی متوفی ۹۷۳ھ	میزان کبرے۔ طبقات کبرے

بیان مذکورۂ بالا سے ظاہر ہے کہ اصحاب مذاہب ثلاثہ کے دلوں میں حضرت امام الائمہ کی کیسی عظمت ہے۔ اگر کوئی حاسد اسپر بھی نہ مانے تو یہ اُس کی کمال بدنصیبی ہے۔ اس کے نہ ماننے سے امام صاحب کی شان میں کوئی فرق نہیں آسکتا ؎ نہیں ہے معتقد انکا اگر حاسد تو کیا غم ہے :. ہوا بے سجدۂ گر ابلیس کیا نقصان آدم کا

شعر فارسی

طعن خفاش کجا رونق خورشید برد :. سنگ بد اصل کجا قیمت گوہر شکند

بنارسی کے چوتھے دعوے کی تردید

بنارسی کے قول کے اس ہیر پھیر کو دیکھئے کہ ابھی تو تسلیم کیا تھا کہ امام صاحب کے مناقب بے شمار ہیں۔ اب یہاں لکھدیا کہ وہ سب بے کار ہیں۔ کیونکہ امام صاحب پر جو جرح کی گئی ہے وہ بموجب قاعدۂ اصول تعدیل پر مقدم ہے۔ اگر کوئی بنارسی سے پوچھے کہ امام بخاری پر بھی جرح کی گئی ہے اس قاعدے کو وہاں بھی استعمال کیجئے۔ تو بغلیں جھانکنے لگیں گے ؎

چرا عاقل کند کارے کہ باز آید پشیمانی۔ چونکہ اس قاعدے سے بعض لوگوں کے مغالطے میں پڑنے کا احتمال ہے۔ لہذا ہم اس مقام پر اس کی کسی قدر تشریح کر دیتے ہیں۔ علامہ ابن حجر عسقلانی شرح نخبۃ الفکر میں لکھتے ہیں۔

والجرح مقدم علی التعدیل و اطلق ذلك جماعة ولکن محلہ ان صدر مبینًا من عارف باسبابہ لانہ ان کان غیر مفسر لم یقدح فی من ثبتت عدالتہ وان صدر من غیر عارف بالاسباب لم یعتبر بہ ایضًا	اور جرح تعدیل پر مقدم ہے۔ ایک جماعت نے اس کو مطلق رکھا ہے۔ مگر اس کا محل اس صورت میں ہے جبکہ جرح کا سبب مذکور ہو اور اُس شخص سے صادر ہو جو اسباب جرح کا عارف ہو۔ کیونکہ اگر جرح کا سبب مذکور نہ ہو۔ تو یہ جرح اس شخص میں قادح نہ ہوگی جبکی عدالت ثابت ہو۔ اور اگر جرح اُس شخص سے صادر ہو جو اسباب جرح کا عارف نہو۔ تو اِس صورت میں بھی معتبر نہ ہوگی۔

امام ذہبی میزان الاعتدال فی نقد الرجال (مطبوعہ مصر۔ جلد اول ص۱۱۱) میں تحریر فرماتے ہیں۔

کلام الاقران بعضہم فی بعض لا یعبأ بہ لا سیما اذا لاح لك انہ لعداوة او لمذہب او لحسد ما ینجو منہ الا من عصمہ اللہ. وما علمت عصرا من الاعصار سلم اہلہ من ذلك سوی الانبیاء والصدیقین ولو شئت لسردت من ذلك کراریس اللّٰھم فلا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا ربنا انك رؤف رحیم ؞	ایک دوسرے کی نسبت ہمسروں کے کلام کی پروا نہ کرنی چاہئے خصوصاً جب تجھ پر ظاہر ہو جائے کہ وہ تکلم بوجہ عداوت یا مذہب یا حسد کے ہے جس سے کوئی انسان نہیں بچ سکتا مگر وہ جسے اللہ بچائے۔ مجھے معلوم نہیں کہ سوائے انبیاء و صدیقین کے کسی زمانے کے لوگ تکلم سے سلامت رہے ہوں۔ اگر میں چاہتا تو اس بارے میں اجزاء کے اجزاء لکھ دیتا۔ اے اللہ ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لئے کینہ پیدا نہ کر۔ اے ہمارے پروردگار بے شک تو رؤف و رحیم ہے ؞

امام موصوف دوسری جگہ (میزان الاعتدال جلد ثانی ۔صفحہ ۲۰۲) لکھتے ہیں۔ وکلام النظراء والاقران ینبغی ان یتامل ویتأنی فیہ یعنی نظراء واقران کے کلام میں غور و تامل کرنا چاہیئے

شیخ الاسلام تاج الدین سبکی (متوفی ۷۷۱ھ) طبقات الشافعیۃ الکبریٰ (مطبوعہ مصر۔ جزء اول۔ صفحہ ۱۸۸ تا ۱۹۰) میں تحریر فرماتے ہیں۔

احمد بن صالح ثقة امام ولا التفات الی کلام من تکلم فیه ولکنا ننبهك هنا علی قاعدة فی الجرح والتعدیل ضروریة نافعة لاتراها فی شیئ من کتب الاصول فانك اذا سمعت ان الجرح مقدم علی التعدیل ورأیت الجرح والتعدیل وکنت غرا بالامور او فدما مقتصرا علی منقول الاصول حسبت ان العمل علی جرحه فایاك ثم ایاك والحذر کل الحذر من هذا الحسبان بل الصواب عندنا ان من ثبتت امامته وعدالته وکثر مادحوه ومزکوه وندر جارحه وکانت هناك قرینة دالة علی سبب جرحه من تعصب مذهبی او غیره فانا لانلتفت الی الجرح فیه ونعمل فیه بالعدالة والا لو فتحنا هذا الباب

احمد بن صالح ثقہ امام ہے۔ اور اس شخص کے کلام کی طرف کوئی توجہ نہیں ہوسکتی جس نے اسمیں تکلم کیا ہے۔ بلکہ ہم تجھے یہاں جرح و تعدیل کے ایک ضروری اور مفید قاعدے سے آگاہ کرتے ہیں جسے تو اصول کی کسی کتاب میں نہ دیکھے گا۔ کیونکہ جب تو سُنے گا کہ جرح تعدیل پر مقدم ہے اور جرح و تعدیل کو دیکھے گا حالانکہ تو ناتجربہ کار ہو یا کم فہم اور اصول منقول پر کفایت کرنے والا ہو۔ تو خیال کرے گا کہ جرح پر عمل ہے۔ پس تو بچ پھر بچ اور پوری طرح پرہیز کر اس خیال سے۔ بلکہ صحیح ہمارے نزدیک یہہ ہے کہ جس شخص کی امامت اور عدالت ثابت ہو۔ اور اُس کے تعریف و تعدیل کرنے والے زیادہ ہوں۔ اور اس کی جرح کرنے والے کم ہوں۔ اور وہاں قرینہ ہو جو دلالت کرے۔ کہ اُس پر جرح کا سبب مذہبی تعصب یا اور کوئی امر ہے۔ تو ہم اُس کے حق میں جرح کی طرف التفات نہ کریں گے۔ اور اُس کی نسبت عدالت پر عمل کریں گے۔ ورنہ اگر ہم یہہ دروازہ کھول دیں۔

او اخذنا تقديم الجرح على اطلاقه لما
سلم لنا احد من الائمة اذ ما من
امام الا و قد طعن فيه طاعنون
و هلك فيه هالكون وقد عقد
الحافظ ابو عمر ابن عبد البر في
كتاب العلم بابا في حكم قول العلماء
بعضهم في بعض بدأ فيه بحديث
الزبير رضي الله عنه دب اليكم
داء الامم قبلكم الحسد
والبغضاء الحديث وروى بسنده
عن ابن عباس رضي الله عنهما
انه قال استمعوا علم العلماء ولا
تصدقوا بعضهم على بعض فوالذي
نفسي بيده لهم اشد تغايرا من
التيوس في زروبها وعن مالك بن
دينار يوخذ بقول العلماء والقراء
في كل شيء الا قول بعضهم
في بعض (قلت) ورأيت في
كتاب معين الحكام لابن
عبد الرفيع من المالكية وقع
في المبسوط من قول عبد الله
بن وهب انه لا يجوز شهادة
القارئ على القارئ يعني العلماء
لانهم اشد الناس تحاسدا
وتباغضا وقاله سفيان الثوري

یا جرح کو بر سبیل اطلاق تعدیل پر مقدم
سمجھیں۔ تو ائمہ میں سے کوئی بھی سلامت
نہ رہے گا۔ کیونکہ ایسا کوئی امام نہیں جس میں
طاعنین نے طعن نہ کیا ہو۔ اور جس کے
سبب ہلاک ہونے والے ہلاک نہ ہوئے ہوں
حافظ ابو عمر ابن عبد البر نے کتاب العلم
میں ایک باب اس عنوان سے باندھا ہے کہ
ایک دوسرے کی نسبت علماء کے قول کا کیا
حکم ہے اس نے اس باب کو حدیث زبیرؓ دب
الیکم داء الامم قبلکم الحسد
والبغضاء الحدیث (تم میں سرایت کر گئی پہلی
امتوں کی بیماری حسد و بغض الحدیث)
سے شروع کیا ہے۔ اور ابن عباس رضی اللہ
عنہما سے بالاسناد نقل کیا ہے کہ آپ نے
فرمایا۔ تم علماء کے علم کو بغور سنو۔ اور ایک عالم
دوسرے عالم کی نسبت جو کہے اسکی تصدیق
نہ کرو۔ قسم ہے اُس ذات کی جسکے ہاتھ میں میری
جان ہے۔ البتہ علماء ایکدوسرے پر کودنے (عیب
لگانے) میں شدید تر ہیں بہ نسبت بکروں کے
اپنی خوابگاہوں میں۔ اور امام مالک بن دینار سے
نقل ہے کہ عالموں اور قاریوں کا قول ہر امر میں
اختیار کرنا چاہیئے مگر ایک عالم کا قول دوسرے کی
نسبت اختیار نہ کرنا چاہیئے۔ (میں کہتا ہوں) اور
میں نے ابن عبد الرفیع مالکی کی کتاب معین الحکام
میں دیکھا ہے کہ مبسوط میں عبد اللہ بن وہب کا یہ
قول درج ہے کہ ایک قاری کی شہادت دوسرے
قاری پر یعنی علماء کی شہادت ایکدوسرے پر جائز
نہیں۔ کیونکہ وہ حسد و بغض میں سب لوگوں سے
بڑھے ہوئے ہیں۔ اور سفیان ثوری

ومالك بن دينار انتهى ولعل ابن
عبد البر يرى هذا ولا باس به
غير انا لا ناخذ به على اطلاقه
ولكن نرى ان الضابط
ما نقوله من ان ثابت العدالة
لا يلتفت فيه الى قول من
تشهد القرائن بانه متحامل
عليه اما لتعصب مذهبي
او غيره ثم قال ابو عمر
بعد ذلك الصحيح في هذا
الباب ان من ثبتت عدالته
وصحت في العلم امامته و
بالعلم عنايته لم يلتفت
الى قول احد الا ان ياتي في
جرحه ببينة عادلة تصح بها
جرحته على طريق الشهادات
واستدل بان السلف تكلم
بعضهم في بعض بكلام منه ما
حمل عليه التعصب او الحسد
ومنه ما دعا اليه التاويل
واختلاف الاجتهاد مما لا يلزم
المقول فيه ما قال القائل
فيه وقد حمل بعضهم
على بعض بالسيف تاويلا و
اجتهادا ثم اندفع ابن عبد البر

اور مالک بن دینار کا بھی یہی قول ہے۔ انتہے
شاید ابن عبد البر اسے پسند کرتے ہیں اور
اس کا کچھ ڈر نہیں۔ مگر ہم اس کو بر سبیل
اطلاق اختیار نہیں کرتے۔ بلکہ ہماری
رائے میں قاعدہ یہہ ہے جسے ہم بیان کرتے
ہیں کہ جس شخص کی عدالت ثابت ہو۔ اسکی
نسبت کسی ایسے شخص کے قول کی طرف
توجہ نہیں کی جاتی کہ قرائن شہادت دیتے
ہوں کہ وہ اُس پر مذہبی تعصب یا کسی اور
وجہ سے ظلم کرنے والا ہے۔ پھر اس کے
بعد ابو عمر نے کہا ہے کہ اس باب میں صحیح
یہہ ہے کہ جس شخص کی عدالت ثابت ہو
اور علم میں اُس کی امامت اور علم کی طرف
اُس کی توجہ دلی ثابت ہو۔ اُس کے حق میں
کسی کے قول کی طرف توجہ نہ کی جائیگی مگر
یہہ کہ وہ اپنی جرح میں بینہ عادلہ پیش کرے
کہ جس سے اُس کی جرح بطریق شہادت ثابت
ہو جائے۔ ابن عبد البر نے یوں استدلال کیا ہے
کہ سلف نے ایک دوسرے کی نسبت کلام کی ہے
جس میں سے بعض کا سبب تو تعصب یا حسد ہے
اور بعض کا باعث تاویل و اختلاف اجتہاد ہے
جس سے مجروح کے لئے وہ قول لازم نہیں آتا
جو قائل نے اُسکے حق میں کہا ہے۔ اور بعض
نے تو تاویل و اجتہاد سے دوسرے پر تلوار
سے حملہ کیا ہے۔ پھر ابن عبد البر نے

فی ذکر کلام جماعة من النظراء بعضهم فی بعض وعدم الالتفات الیه لذلک الی ان انتهی الی کلام ابن معین فی الشافعی وقال انه مما نقم علی ابن معین وعیب به وذکر قول احمد بن حنبل من این یعرف یحییٰ بن معین الشافعی هو لا یعرف الشافعی ولا یعرف ما یقوله الشافعی ومن جهل شیئا عاداہ (قلت) وقد قیل ان ابن معین لم یرد الشافعی وانما اراد ابن عمه کما سنحکیه ان شاء الله تعالی فی ترجمة الاستاذ ابی منصور وبتقدیر ارادته الشافعی فلا یلتفت الیه وهو عار علیه وقد کان فی بکاء ابن معین علی اجابته المامون الی القول بخلق القرآن وتحسره علی ما فرط منه ما ینبغی ان یکون شاغلا له عن التعرض الی الامام الشافعی امام الائمة ابن عم المصطفی صلی الله علیه وسلم ثم ذکر ابن عبد البر کلام ابن ابی ذیب

یہہ ذکر شروع کیا ہے کہ نظراء واقران کی ایک جماعت نے ایک دوسرے کی نسبت کلام کیا ہے اور اسی سبب سے اس کی طرف التفات نہیں کی گئی - یہہ ذکر کرتے کرتے ابن عبد البر امام شافعی کی نسبت ابن معین کے قول تک پہنچ گیا ہے اور کہا ہے کہ یہہ امر ابن معین کی طرف سے ناپسند کیا گیا ہے اور اس کے سبب سے وہ معیوب ہوگیا ہے - اور اُس نے احمد بن حنبل کا یہہ قول بیان کیا ہے کہ یحییٰ بن معین امام شافعی کو کہاں سے جانتا ہے - وہ نہ تو امام شافعی کو جانتا ہے اور نہ امام شافعی کے قول کو - جو شخص کسی شے سے ناواقف ہوتا ہے وہ اس کا دشمن ہوتا ہے (میں کہتا ہوں) اور کہا گیا ہے کہ ابن معین کی مراد امام شافعی نہیں - اس کی مراد تو امام شافعی کا چچیرا بھائی ہے - جیسا کہ ہم انشاء اللہ تعالے استاذ ابو منصور کے ترجمہ میں بیان کریں گے اور اگر اُس کی مراد امام شافعی ہی ہو - تو اس قول کی طرف التفات نہ کی جائیگی اور یہہ قول ابن معین پر عار ہوگا - ابن معین تو خلیفہ مامون کے کہنے پر خلق قرآن کا قائل ہوگیا تھا - مگر بعد ازاں اس زیادتی پر رویا اور افسوس کیا تھا - نظر بریں ابن معین پر واجب تھا کہ امام شافعی سے تعرض نہ کرتا جو امام الائمہ اور سیدنا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے ابن عم ہیں - پھر ابن عبد البر نے ابن ابی ذیب

وابراهيم بن سعد في مالك بن
انس قال وقد تكلم ايضًا في
مالك عبدالعزيز بن ابي سلمة
وعبدالرحمن بن زيد بن اسلم
ومحمد بن اسحاق وابن ابي
يحيى وابن ابي الزناد وعابوا
اشياء من مذهبه وقد برأ الله
عز وجل مالكا مما قالوا وكان
عند الله وجيها قال وما مثل
من تكلم في مالك والشافعي و
نظائرهما الا كما قال الاعشى ؎
كناطح صخرة يوما ليفلقها
فلم يضرها واوهى قرنه الوعل
او كما قال الحسن بن حميد ؎
يا ناطح الجبل العالي لتكلمه
اشفق على الراس لا تشفق على الجبل
ولقد احسن ابو العتاهية حيث
يقول ؎
ومن الذي ينجو من الناس سالما
وللناس قال بالظنون وقيل
وقيل لابن المبارك فلان
تكلم في ابي حنيفة فانشد ؎
حسدوا ان رأوك فضلك
الله بما فضلت به النجباء
وقيل لابي عاصم النبيل فلان

اور ابراہیم بن سعد کا کلام امام مالک بن
انس کے حق میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ عبدالعزیز
بن ابی سلمہ اور عبدالرحمن بن زید بن اسلم
اور محمد بن اسحاق اور ابن ابی یحیے اور ابن
ابی الزناد نے بھی امام مالک کی نسبت کلام
کیا ہے اور مذہب مالکی کے بہت سے مسائل
پر نکتہ چینی کی ہے۔ مگر اللہ عز وجل نے
امام مالک کو انکے الزام سے بری کر دیا اور
وہ خدا کے ہاں صاحب قدر ہیں۔
ابن عبدالبر نے کہا کہ جس شخص نے امام
مالک وشافعی اور انکی مانند دوسرے اماموں
میں کلام کیا اُس کا حال ایسا ہے جیسا کہ
اعشے شاعر نے کہا ہے ؎ پہاڑی بکرے کی
مانند جس نے ایکدن پتھر پر سینگ مارا تا کہ اُسکو
توڑ دے پس وہ اُسکو تو نقصان نہ پہنچا سکا
اور اپنا ہی سینگ توڑ لیا۔ یا جیسا کہ حسن
بن حمید نے کہا ہے ؎
اے اونچے پہاڑ پر سینگ مارنے والے تا کہ تو
اُسکو زخمی کر دے اپنے سر پر رحم کر۔ پہاڑ پر
رحم نہ کر۔ اور ابو العتاہیہ نے کیا اچھا کہا ہے ؎
اور لوگوں سے کون سلامت رہ سکتا ہے۔
لوگ تو گمانوں پر قیل و قال کیا کرتے ہیں۔
حضرت عبداللہ ابن مبارک سے کہا گیا کہ فلاں شخص
نے امام ابو حنیفہ کے بارے میں تکلم کیا ہے۔
اسپر آپ نے یہہ شعر پڑھ دیا ؎
لوگ حسد کرتے ہیں اگر دیکھتے ہیں کہ اللہ نے
تجھکو برگزیدہ بنایا ہے وہ چیز عطا کر کے
کہ جس سے شریف لوگ برگزیدہ بنائے گئے
امام ابو عاصم نبیل سے کہا گیا کہ فلاں شخص

يتكلم في ابي حنيفة فقال هو كما

قال نصيب ؎

سلمت وهل حي من الناس يسلم

وقال ابو الاسود الدؤلي ؎

حسدوا الفتى اذ لم ينالوا سعيه

فالقوم اعداء له وخصوم

ثم قال ابن عبد البر فمن اراد

قبول قول العلماء الثقات

بعضهم في بعض فليقبل

قول الصحابة بعضهم

في بعض فان فعل

ذٰلك فقد ضل ضلالا

بعيدا وخسر خسرانا

مبينا قال وان لم

يفعل ولن يفعل

ان هداه الله

والهمه رشده

فليقف عند ما شرطناه

من ان لا يقبل في العدالة

المعلوم بالعلم عنايته قول

قائل لا برهان له (قلت)

هذا كلام ابن عبد البر

امام ابو حنیفہ کے بارے میں کلام کرتا ہے۔

اس پر آپ نے فرمایا کہ وہ شخص ایسا ہے

جیسا کہ نصیب نے کہا ہے ؎

تو سلامت رہا؟ کیا کوئی قبیلہ لوگوں سے

سلامت رہ سکتا ہے اور ابو الاسود

دؤلی نے کہا ہے ؎

جب وُہ اس جوان کی سعی کو نہ

پہنچ سکے۔ تو اُس کے حاسد بن گئے۔

اس لئے لوگ اس کے دشمن و مخالف

ہیں اس کے بعد ابن عبد البر نے کہا کہ جو

شخص چاہے کہ علمائے ثقات کا قول

ایک دوسرے کی نسبت قبول کرے۔ اُسے

چاہیئے کہ صحابہ کرام کا قول بھی ایک

دوسرے کی نسبت قبول کرے۔ اگر ایسا

کیا۔ تو وہ بڑا گمراہ ہوگیا۔ اور اُس نے

ظاہر نقصان اُٹھایا۔ اور اگر ایسا نہ کیا

اور وہ ہرگز ایسا نہ کرے گا اگر اللہ اُسے

ہدایت دے اور الہام خیر کرے۔

تو چاہیئے کہ ہماری شرط پر قائم ہو جائے

یعنی اس شخص کی نسبت کہ جس کی عدالت

ثابت ہو اور علم کی طرف اُس کی دلی

توجہ معلوم ہو کسی قائل کا قول بلا دلیل

قبول نہ کیا جائے گا (میں کہتا

ہوں) ابن عبد البر کا یہ کلام

وهو على حسنه غير صاف من
القذا والكدر فانه لم يزد
فيه على قوله ان من
ثبتت عدالته ومعرفته
لا يقبل قول جارحه الا
ببرهان وهذا قد اشار
اليه العلماء جميعًا حيث
قالوا لا يقبل الجرح الا مفسرًا
فما الذی زاده ابن عبد البر
عليهم وان اوما الى ان
كلام النظير فی النظير
والعلماء بعضهم فی
بعض مردود مطلقًا
كما قدمناه عن المبسوط
فليفصح به ثم هو مما لا
ينبغی ان يؤخذ على
اطلاقه بل لا بد من
زيادة على قولهم
الجرح مقدم على التعديل
ونقصان من قولهم كلام
النظير فی النظير مردود
والقاعدة معقود لهذه الجملة ولم
ينح ابن عبد البر فيما يظهر سواها
والا لصرح بان كلام العلماء بعضهم
فی بعض مردود او لكان كلامه غير مفيد

با وصف اپنی خوبی کے میل اور کدورت سے
صاف نہیں - کیونکہ اس میں اُس نے
اپنے قول من ثبتت عدالته ومعرفته
لا يقبل قول جارحه الا ببرهان
پر کچھ زیادہ نہیں کیا - اور اِس قول کی
طرف تو تمام علماء نے اشارہ کیا
ہے کیونکہ اُنہوں نے کہا ہے - لا
يقبل الجرح الا مفسرا (جرح
غیر مفسر مقبول نہیں) پس ابن عبد البر
نے اُنکے قول پر کون سی بات زیادہ
کر دی - اور اگر اُس نے اس امر کی
طرف اشارہ کیا ہے کہ اقران وعلماء
کا قول ایک دوسرے کی نسبت مطلقا مردود
ہے جیسا کہ ہم پہلے بحوالہ بسوط
لکھ آئے ہیں - تو چاہیئے کہ وہ اس کو
واضح کر دیتا - پھر اِس قول کو بھی بر سبیل
اطلاق نہ لینا چاہیئے - بلکہ ضروری ہے
کہ علماء کے قول الجرح مقدم على
التعديل پر کچھ زیادہ کیا جائے -
اور اُنکے قول كلام النظير فی النظير
مردود سے کچھ کم کر دیا جائے اور یہہ
قاعدہ اِسی جملہ کے لئے بنایا گیا ہے - اور
بظاہر ابن عبد البر کا مقصود اس کے سوا اور
نہیں - ورنہ وہ تصریح کر دیتا کہ عالموں
کا کلام ایکدوسرے کی نسبت مسموع نہیں -

فائدة زائدة على ما ذكره
الناس ولكن عبارته على ماترى
قاصرة عن المراد (فان قلت)
فما العبارة الواقية مما ترون
(قلت) عرفناك اولا من
ان الجارح لا يقبل منه الجرح
وان فسره فى حق من غلبت
طاعاته على معاصيه
ومادحوه على ذاميه و
مزكوه على جارحيه
اذا كانت هناك
قرينة يشهد العقل
بان مثلها حامل على
الوقيعة فى الذى جرحه
من تعصب مذهبى او
منافسة دنيوية كما
يكون بين النظراء
او غير ذلك فنقول مثلاً
لا يلتفت الى كلام ابن ابى
ذيب فى مالك وابن معين
فى الشافعى والنسائى فى احمد
بن صالح لان هؤلاء
ائمة مشهورون صار
الجارح لهم كالآتى
بخبر غريب

یا اس کا کلام کچھ زائد فائدہ نہ دیتا
اُس سے جو لوگوں نے ذکر کیا ہے۔ لیکن
اُس کی عبارت ادائے مقصود سے قاصر
ہے جیسا کہ تو دیکھتا ہے۔ (اگر تو پوچھے)
کہ پھر وہ عبارت کونسی ہے جو قصور سے
محفوظ رکھے (تو میں کہتا ہوں) کہ ہم نے تجھے
پہلے بتادیا کہ جرح کرنے والے کی جرح خواہ
وہ مفسّر ہو ایسے شخص کے حق میں مقبول
نہیں جس کی طاعات اُس کے گناہوں سے
اور جس کے ثناخوان اس کے مذمت
کرنے والوں سے اور جس کے تعدیل
کرنے والے اُس کی جرح کرنے والوں
سے زیادہ ہوں جبکہ وہاں قرینۂ عقلی
اس بات کا پایا جائے کہ اِس قسم کا
مذہبی تعصب یا دنیوی معارضہ جیسا کہ اقران
کے درمیان ہوتا ہے یا کوئی اور امر اُس
مجروح کے حق میں عیب گوئی کا باعث
ہوا ہے۔ مثلاً ہم کہتے ہیں کہ مالک
کے حق میں ابن ابی ذیب کے کلام اور
امام شافعی کے حق میں ابن معین کے کلام
اور احمد بن صالح کے حق میں امام نسائی کے
قول کی طرف التفات نہ کی جائیگی۔ کیونکہ یہ
مشہور امام ہیں۔ ان پر جرح کرنے والا خبر غریب
روایت کرنے والے کی مانند ہے۔

لو صح لوفرت الدواعی علی نقلہ و
کان القاطع قائماً علی کذبہ و مما
ینبغی ان یتفقد عند الجرح حال
العقائد و اختلافھا بالنسبۃ الی الجارح
والمجروح فربما خالف الجارح المجروح
فی العقیدۃ فجرحہ لذلک و
الیہ اشار الرافعی بقولہ وینبغی
ان یکون المزکون براء من
الشحناء والعصبیۃ فی المذھب
خوفاً من ان یحملھم ذلک علی
جرح عدل او تزکیۃ فاسق
وقد وقع ھذا لکثیر
من الائمۃ جرحوا بناء
علی معتقدھم وھم
المخطئون والمجروح مصیب
وقد اشار شیخ الاسلام
سید المتاخرین تقی الدین
ابن دقیق العید فی
کتابہ الاقتراح
الی ھذا وقال اعراض
المسلمین حفرۃ من حفر النار
وقف علی شفرھا طائفتان
من الناس المحدثون
والحکام

جو اگر صحیح ہوتی۔ تو اُس کی نقل کے اسباب
زیادہ ہوتے۔ حالانکہ اس کے کذب پر
دلیل قطعی قائم ہو۔ اور ضرور ہے کہ جرح
کے وقت جارح اور مجروح کے عقائد
واختلاف عقائد کا حال دریافت کیا
جائے۔ بعض دفعہ جارح عقیدے میں
مجروح کا مخالف ہوتا ہے۔ اس لئے
اُس پر جرح کرتا ہے۔ اسی امر کی طرف امام
رافعی نے اِس قول میں اشارہ کیا ہے کہ
تعدیل کرنے والوں کو کینہ اور مذہبی تعصب
سے پاک ہونا چاہیئے مبادا یہ کینہ و
تعصب اُن کو کسی عادل کے جرح کرنے
یا کسی فاسق کی تعدیل پر آمادہ کرے۔
اور بہت اماموں سے ایسا سرزد ہوا
ہے۔ اُنہوں نے اپنے عقیدے کی بنا پر
جرح کی ہے حالانکہ وہ خطاکار ہیں اور
مجروح راستی پر ہے۔ شیخ الاسلام
سید المتاخرین تقی الدین ابن دقیق العید
نے اپنی کتاب اقتراح میں اس امر کی
طرف اشارہ کیا ہے اور فرمایا ہے
کہ مسلمانوں کی عزتیں آگ کے گڑھوں
میں سے ایک گڑھا ہیں جس کے
کنارے پر لوگوں کے دو گروہ یعنی
محدثین و حکام کھڑے ہیں

(میں کہتا ہوں) اور مذکورۂ بالا کی مثالوں میں سے بعض ائمہ کا قول ہے امام بخاریؒ کے حق میں کہ امام ابو زرعہ اور ابو حاتم نے مسئلہ لفظ کے سبب ان سے روایت کرنی ترک کر دی ہے۔	(قلت) ومن امثلتہ ما قدمنا قول بعضھم فی البخاری ترکہ ابو زرعۃ وابو حاتم من اجل مسئلۃ اللفظ

بیان بالا سے ظاہر ہے کہ رئیس المجتہدین امام الدنیا سیدنا ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے بر خلاف جو کچھ کہا گیا ہے وہ حسب تصریحات ائمہ اعلام مردود وغیر مسموع ونا مقبول ہے۔

بنارسی کے پانچویں دعوے کی تردید

غیر مقلدین امام بخاری رضؓ کی تقلید سے حضرت امام الائمہ امام اعظم رضؓ کو ہمیشہ بُرا بھلا کہتے رہتے ہیں۔ اگر حنفیہ مجبوراً شائستگی سے اُس کا کچھ جواب دیتے ہیں۔ تو کہنے لگتے ہیں کہ حنفیہ ہمیں ستاتے ہیں۔ وھذا من الاعاجیب ہم انشاء اللہ اس کتاب میں مناسب موقع پر بیان کریں گے کہ امام بخاریؒ سے جو بمقتضاے بشریت ایسی حرکت سرزد ہوئی۔ اُس کا کیا سبب تھا۔ تجاوز اللہ عنہ۔

قال البنارسی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً ومصلیاً ومسلماً

امام صاحب کی کنیت ابو حنیفہ اور نام نعمان بن ثابت تھا۔ آپ کے دادا کا پتہ نہیں کہ کون شخص تھے یعنی اُنکا کیا نام تھا۔ جس سے اُنکا نسب صحیح معلوم ہو۔ مغنی میں ہے نعمان بن ثابت بن زوطا بن ماہ۔ اور ابن خلکان میں ہے۔ نعمان بن ثابت بن نعمان مرزبان۔ اور جواہر مضیہ فی طبقات الحنفیہ میں ہے۔ نعمان بن ثابت بن طاؤس بن ہرمز۔ غرض یہ کہ کوئی اِن کے دادا کا نام زوطا بتلاتا ہے کوئی نعمان مرزبان کہتا ہے کوئی طاؤس لکھتا ہے۔ خیر ہم کو اس سے مطلب نہیں۔ آپ سنہ ہجری میں پیدا ہوئے۔ آپ کی پیدائش کی تاریخ

آخر ش بتلائی جاوے گی۔ بالفعل امام صاحب کے علم و تحصیل علم وغیرہ کے متعلق صحیح واقعہ گوش گذار فرمائیے۔ ص۲

اقول

اس کلام سے متبادر ہوتا ہے کہ اگر ایک بزرگ کے اجداد میں سے کسی کے نام میں اختلاف ہو۔ تو بنارسی کے نزدیک اس کے تمام نسب کو بٹا لگتا ہے۔ بنارسی نے یہہ لکھکر اپنی عاقبت خراب کی ہے۔ کیونکہ اِس سے امام الائمہ ہی کے نسب پر طعن لازم نہیں آتا بلکہ ہزاروں ائمہ و فقہا و محدثین وغیرہم جن کے اجداد میں سے کسی کے نام میں اختلاف ہو بلحاظ نسب معاذ اللہ مطعون ٹھیرتے ہیں۔ مثال کے طور پر ہم امام بخاری رحمہ اللہ کو لیتے ہیں۔ شیخ الاسلام تاج سبکی طبقات الشافعیۃ الکبرٰے (جزء ثانی۔ ص۲) میں امام بخاری رضؓ کا نسب یوں لکھتے ہیں۔

محمد بن اسماعیل بن ابراھیم بن المغیرہ بن بردزبہ بفتح الباء الموحدۃ بعدھا راء ساکنۃ ثم دال مکسورۃ مھملۃ ثم زای ساکنۃ ثم باء موحدۃ مفتوحۃ ثم ھاء این بذذبہ بباء موحدۃ مفتوحۃ ثم ذال معجمۃ مکسورۃ ثم ذال ساکنۃ معجمۃ ساکنۃ ثم باء موحدۃ مکسورۃ ثم ھاء ھذا ماکنا نسمعہ من الشیخ الامام الوالد رحمہ اللہ وقیل بدل بردزبہ الاحنف وقیل غیر ذلک

محمد بیٹا اسماعیل کا وہ بیٹا ابراہیم کا وہ بیٹا مغیرہ کا وہ بیٹا بَرْدِزْبَہ کا وہ بیٹا بُذْذْبِہ کا۔ اس طرح ہم اپنے والد بزرگوار سے سُنا کرتے تھے۔ بعض نے بردزبہ کے جگہ احنف بتایا ہے۔ اور بعض نے کچھ اور ہی بیان کیا ہے۔

قاضی ابن خلکان وفیات الاعیان مطبوعہ مصر (جزء اوّل۔ ص۴۵۶) میں امام بخاری رحؒ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔

وقد اختلف فی اسم جدہ فقیل انہ یزذبہ بفتح الیاء المثناۃ من تحتہا و سکون الزاء وکسر الذال المعجمۃ و بعدہا باء موحدۃ ثم ہاء ساکنۃ وقال ابو نصر بن ماکولا فی کتاب الاکمال ہو یزدزبہ بدال وزاء وباء معجمۃ بواحدۃ واللہ اعلم و قال غیرہ کان ہذا الجد مجوسیا مات علی دینہ و اول من اسلم منہم المغیرۃ وجدتہ فی موضع آخر عوض یزذبہ الاحنف ولعل یزذبہ کان احنف الرجل

امام بخاری کے جد کے نام میں اختلاف ہے تو کہا گیا ہے کہ وہ یَزْذِبَہ ہے۔ اور ابو نصر بن ماکولا نے کتاب الاکمال میں کہا کہ وہ یزدزبہ ہے واللہ اعلم۔ اور کسی اور نے کہا ہے کہ یہ جد مجوسی تھا جو اپنے دین پر مرا۔ امام بخاری کے اجداد میں سے پہلا جو ایمان لایا وہ مغیرہ تھا۔ اور میں نے دوسری جگہ یزذبہ کی جگہ احنف لکھا پایا ہے۔ شاید یزذبہ کج پا تھا۔

اب خیال کیجئے کہ امام بخاری رح کے جد مذکور کے نام میں کس قدر اختلاف ہے۔ کوئی بردزبہ بتاتا ہے۔ کوئی یزذبہ۔ کوئی یزدزبہ۔ کوئی احنف کہتا ہے اور کوئی کچھ اَور ہی بتاتا ہے۔ کیا اس اختلاف سے امام بخاری رح کے تمام نسب پر بٹا لگ گیا۔ ہرگز نہیں۔ اجی امام بخاری رح کو بھی جانے دو۔ بنارسی خود اپنا نسب نامہ حضرت آدم علیہ السلام تک صحیح صحیح لکھ کر تو بتائے۔ اور یہ بھی تحریر کرے۔ کہ اس قسم کا تجسس شرعًا کیسا ہے۔

اگر امام صاحب کے دادا کے نام میں اختلاف ہے۔ تو اختلاف ہی سہی۔ آپ کے لئے یہی فخر کافی ہے کہ جناب سرور دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ کی بشارت دی تھی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آپ کے والد حضرت ثابت کے لئے اور اُنکی ذریت کے لئے دعاے خیر فرمائی تھی۔ علاوہ ازیں جس طرح ابن خلکان نے امام بخاری رح کے نسب میں جد مذکور کے ناموں میں تطبیق دیدی۔ ہم بھی بتقدیر صحت ہر سہ روایات حضرت امام الائمہ کے دادا کی نسبت کہہ سکتے ہیں کہ طاؤس و زوطی میں سے ایک نام ہوگا اور دوسرا لقب۔ جب مشرف باسلام ہوئے۔ تو اسلامی

نام نعمان رکھا گیا۔ واللہ اعلم ۰

بنارسی کا یہ قول کہ خیر ہم کو اس سے مطلب نہیں قابل غور ہے سہ
نیش عقرب نہ از پئے کین است ٭ مقتضائے طبیعتش ایں است

قال البنارسی

امام صاحب کا علم اور اُنکی فقہ

اِس ہڈنگ میں ہم اس امر کو ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ آپ نے ایام طفولیت میں کیا کیا۔ یعنی طالب العلمی میں کونسا علم حاصل کیا۔ اور کس سے بے رغبتی ظاہر کی جس سے آپ کے علم کا صحیح اندازہ لگ سکے۔ کیا خوب ہو کہ امام صاحب کے مقلدین ہی سے شہادت دلوادیں۔ فقہ کی معتبر کتاب طحطاوی مطبوعہ کلکتہ جلد اوّل صـ۳۵ میں امام ابو یوسف سے منقول ہے۔ قال ابو حنیفہ لما اردت طلب العلم جعلت اتخیر العلم واسئل عن عواقبھا فقیل لی تعلم القرآن فقلت لعلہ اذا تعلمت القرآن وحفظتہ فما یکون اٰخرہ قالوا تجلس فی المجلس ویقرأ علیک الصبیان والاحداث ثم لا تلبث ان یخرج منھم من ھو احفظ منک او من یساویک فتذھب ریاستک فقلت ان سمعت الحدیث وکتبتہ حتی لم یکن فی الدنیا احفظ منی قالوا اذا کبرت حدثت واجتمع علیک الاحداث والصبیان ثم لم تأمن ان تغلط فیرموک بالکذب فیصیر عارا علیک قلت لا حاجۃ لی فی ھذا۔ ثم قلت اتعلم النحو فقلت اذا تعلمت النحو والعربیۃ ما یکون اٰخر امری قالوا تقعد معلما فاکثر رزقک دینار ان الی ثلثۃ قلت ھذا لا عاقبۃ لہ قلت فان نظرت فی الشعر فلم یکن اشعر منی ما یکون امری قالوا تمدح ھذا فیھب لک او یحملک علی دابۃ او یخلع علیک خلعۃ وان حرمک ھجوتہ فصرت تقذف المحصنات فقلت لا حاجۃ لی فی ھذا فقلت فان نظرت فی الکلام ما یکون اٰخرہ قالوا لا یسلم من نظر فی الکلام شنعات الکلام فیرمی بالزندقۃ

قلت فان تعلمت الفقہ قالوا تسئل وتفتی النّاس وتطلب للقضاء وان کنت شاذ با قلت لیس لی فی الحلوم انفع من ھذا فلزمت الفقہ وتعلمتہ انتہی - یعنی ابو حنیفہ اپنا حال بیان کرتے ہیں - کہ جب میرا ارادہ علم حاصل کرنے کا ہوا تو میں تلاش کرنے لگا کہ کونسا علم اچھا ہے اور میں علموں کے فائدے پوچھنے لگا - پس مجھ سے کہا گیا کہ قرآن کو سیکھو میں نے کہا کہ اگر میں قرآن سیکھوں اور اُس کو یاد کرلوں تو اوس کا کیا نتیجہ ہوگا - لوگوں نے کہا کہ کسی مکتب خانہ میں بیٹھ کر لڑکوں کو پڑھاؤ گے - لڑکے اور کم سن آدمی پڑھیں گے - پھر کچھ عرصہ میں اون میں سے کوئی لڑکا تم سے بڑھکر یا تمہاری مثل حافظ ہو جائے گا تو تمہاری سرداری جاتی رہے گی - میں نے کہا کہ اگر میں حدیث کو سنوں اور لکھوں اور اس میں ایسا کمال حاصل کروں کہ سب سے بڑھکر محدث بنجاؤں (شیخ چلیوں کے خواب) لوگوں نے کہا کہ جب تم بڑی عمر کے ہو جاؤ گے - اور حدیث پڑھاتے رہو گے اور کم سن اور جوان لوگ تمہارے شاگرد ہوں گے اور تم بھولنے سے بچ نہیں سکو گے تو تم پر طعن جھوٹ کا لگے گا - پس تم پر اس کا عار ہوگا تو مَیں نے کہا کہ ان (قرآن و حدیث) کی مجھکو حاجت نہیں - پھر میں نے کہا کہ نحو کو سیکھوں اور عربیت کو - تو کیا نتیجہ ہوگا - لوگوں نے کہا کہ معلم ہو گے اور اکثر تنخواہ تمہاری دو یا تین دینار ہوگی - میں نے کہا کہ اس کا بھی کچھ فائدہ نہیں - پھر میں نے کہا کہ اگر میں شاعری سیکھوں اور اُس میں کمال پیدا کروں تو کیا نتیجہ ہوگا - لوگوں نے کہا کہ تم کسی کی تعریف کرو گے وہ تمکو سواری و خلعت دے گا - اگر نہیں دے گا - تو تم اُس کی ہجو کرو گے - پس بے عیبوں کو عیب لگاؤ گے - میں نے کہا کہ اس کی بھی کچھ حاجت نہیں - پھر میں نے کہا کہ اگر میں علم کلام یعنی منطق و فلسفہ سیکھوں ؟ لوگوں نے کہا کہ اس کا سیکھنے والا ناقص باتیں کرنے سے نہیں بچتا ہے - پھر اُسپر زندیق وغیرہ ہونے کا عیب لگ جاتا ہے پھر میں نے کہا کہ اگر میں فقہ سیکھوں؟ لوگوں نے کہا کہ اگر فقہ سیکھو گے تو تم سے مسئلے پوچھے جاویں گے فتوے لئے جاویں گے اور قاضی اور مفتی بنانے کے لئے بلائے جاؤ گے اگرچہ تم اس سے بچنے والے ہو گے - میں نے کہا کہ میرے لئے اس سے بڑھکر کوئی علم فائدہ مند زیادہ نہیں ہے -

پس میں نے فقہ کے علم کو خوب سیکھا۔
ناظرین! اِس حکایت سے معلوم ہوا کہ حضرت امام صاحب نے قرآن و حدیث و صرف و نحو و منطق و فلسفہ وغیرہ سیکھا ہی نہیں۔ صرف فقہ کو سیکھا باقی سب علوم سے کورے رہے۔ پس جس کو قرآن و حدیث سے مس نہیں اُس کی فقہ کہاں تک قرآن و حدیث کے موافق ہو گی ؎

قال الرّافضی

وہیچ میدانی کہ باعث این ہمہ خبط و خلط و غلط و خطاء و اضطراب امام اعظم در احادیث و جسارت بر ردّ احادیث صحیحہ با وصف قبول ضعاف و مجاہیل کہ منشاء طعن و جرح و قدح جناب او گردیدہ چیست۔ باعث آں این است کہ حضرت او بفن شریف حدیث توجہے نفرمودہ و آنرا از جہرۂ فن فرا نگرفتہ۔ بنا بر تحصیل مرجعیت خلائق و حب ریاست کہ چہا وعید و تہدید بر طالب آں وارد گردیدہ بعلم فقہ گرویدہ۔ چنانچہ در مختار مختصر تاریخ بغداد در مناقبش مذکور است۔ قال ابو حنیفۃ لما اردت طلب العلم جعلت اتخیر العلوم واسئل عن عواقبھا فقیل لی تعلم القراٰن فقلت اذا تعلمت القراٰن وحفظتہ فما یکون اٰخرہ قالوا تجلس فی المجلس بالمسجد ویقرأ علیک الصبیان والاحداث ثم لا تلبث ان یخرج فیھم من ھو احفظ منک او یساویک فی الحفظ فیذھب ریاستک قلت فان سمعت الحدیث وکتبتہ حتی لم یکن فی الدّنیا احفظ منی قالوا اذا کبرت وضعفت حدثت واجتمع علیک الاحداث والصبیان ثمّ لا یامن ان تغلط فیرموک بالکذب فیصیر عارا علیک فی عقبک فقلت لا حاجۃ لی فی ھذا ثم قلت اتعلم النحو فقلت اذا حفظت النحو والعربیۃ ما یکون اٰخر امری قالوا تقعد معلما فاکبر رزقک دیناران او ثلاثۃ قلت وھذا لا عاقبۃ لہ قلت فان نظرت فی الشعر فلم یکن احد اشعر منی ما یکون امری قالوا تمدح ھذا فیھب لک او یحملک علی دابۃ ویخلع علیک خلعۃ وان حرمک ھجوتہ فصرت تقذف المحصنات فقلت لا حاجۃ لی فی ھذا

قلت فان نظرت فی الکلام مایکون اخرہ قالوالا یسلم من نظر فی الکلام من مشنعات الکلام فیرمی بالزندقۃ فاما ان یوخذ فیقتل وا ما ان یسلم فیکون مذموماً ملوماً قلت فان تعلمت الفقہ قالوا تسئل و تفتی النّاس وتطلب للقضاء وان کنت شابا قلت لیس فی العلوم شی انفع من ھذا فلزمت الفقہ و تعلمتہ انتہی۔ استقصاء الافحام واستیفاء الانتقام۔ مطبوعہ مطبع مجمع البحرین لودیانہ ١٢٧٦ھ ص ٢٣٣

اقول

در مختار میں فقہ کی فضیلت کے ذکر میں یہہ عبارت منقول ہے۔ وفی الملتقط وغیرہ عن محمد لا ینبغی للرّجل ان یعرف بالشعر والنحو لان اخر امرہ الی المسئلۃ و تعلیم الصبیان ولا بالحساب لان اخر امرہ الی مساحۃ الارضین ولا بالتفسیر لان اخر امرہ الی التذکیر والقصص بل یکون علمہ فی الحلال والحرام وما لا بد منہ من الاحکام (در مختار مطبوعہ مصر برحاشیہ رد المختار۔ جزء اوّل۔ ص ٣٠) سید احمد طحطاوی نے صاحب در مختار کے قول من الاحکام کے تحت میں یوں لکھا ہے۔

بیان لما ذکر السیوطی فی تبییض الصحیفۃ فی مناقب الامام ابی حنیفہ ما نصہ روی الخطیب فی تاریخہ عن ابی یوسف قال قال ابو حنیفہ لما اردت طلب العلم جعلت اتخیر العلوم الخ (حاشیہ طحطاوی۔ مطبوعہ بولاق مصر ١٢٥٤ھ۔ جزء اوّل ص ٢٦)

یہہ بیان ہے اس کا جسے سیوطی نے تبییض الصحیفہ فی مناقب الامام ابی حنیفہ رح میں ذکر کیا ہے۔ اُس کی عبارت یہہ ہے روی الخطیب فی تاریخہ عن ابی یوسف قال (خطیب نے اپنی تاریخ میں ابو یوسف سے روایت کی۔ کہا) قال ابو حنیفہ لما اردت طلب العلم جعلت اتخیر العلوم الخ۔

عبارت بالا سے ظاہر ہے کہ طحطاوی کے نزدیک روایت ملتقط بیان ہے روایت خطیب کا۔ روایت ملتقط کا مطلب یہہ ہے کہ انسان کو مناسب نہیں کہ شعر و نحو

و حساب و تفسیر ہی میں اپنا تمام وقت صرف کر دے اور اُن میں مشہور و معروف ہوجائے بلکہ اُس کو زیادہ تر فقہ میں لیاقت حاصل کرنی چاہیئے۔ یعنی بقدر ضرورت شعر و نحو وغیرہ کو حاصل کر کے فقہ کو اپنا خاص فن بنانا چاہیئے۔ طحطاوی کے نزدیک روایت ملتقط کے یہہ معنے نہیں کہ شعر و نحو و حساب و تفسیر کو بالکل نہ سیکھنا چاہیئے بلکہ فقہ ہی کو بغیر ان کے سیکھ لینا چاہیئے۔ چنانچہ طحطاوی نے اِس روایت کے الفاظ ویل یکون علمہ کے تحت میں لکھا ہے۔

ای معظم علمہ فلا ینافی ان معرفۃ طرف من العلوم للتوصل لفہم السنۃ والکتاب مطلوب و یثاب علیہ ان حسنت نیتہ	یعنی اُس کے علم کا بڑا حصہ۔ پس یہہ قول اس امر کا منافی نہیں کہ علوم کے ایک حصے کی معرفت قرآن و حدیث کے سمجھنے کے لئے مطلوب ہے۔ اور اُس پر ثواب ملے گا اگر اس کی نیت اچھی ہو۔

جب ہمیں روایت ملتقط کا مطلب بنا بر قول طحطاوی معلوم ہوگیا۔ تو روایت خطیب کا مضمون بھی اُس کے مخالف نہ ہونا چاہیئے کیونکہ روایت ملتقط اُسی کا بیان ہے۔ پس امام طحطاوی کے نزدیک روایت خطیب کا ماحصل یہہ ہوگا کہ امام صاحب نے حسب ضرورت قرآن و حدیث و نحو و عربیت و شعر و کلام کو پڑھکر علم فقہ کو اپنا خاص فن بنایا۔ طحطاوی کے علاوہ علامہ سیوطی نے بھی روایت خطیب کا یہی مطلب سمجھا ہے کیونکہ اسے مناقب امام میں درج کیا ہے۔ اور یہی حق ہے۔ اور اسی مطلب کی تائید اِس روایت کے دوسرے طریق سے ہوتی ہے جسے امام موفق بن احمد مکی (متوفی ۵۶۸ھ) نے مناقب امام اعظم رح (مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدر آباد دکن۔ جزء اول۔ ص۵۸) میں بسند متصل ہیثم بن عدی طائی اور نیز امام ابو یوسف سے بدیں الفاظ نقل کیا ہے۔

قال قلت لابی حنیفۃ العلوم کثیرۃ ذات فنون فکیف وقع اختیارک علی ھذا الفن الذی انت فیہ وکیف وفقت لہ	کہا میں نے ابو حنیفہ سے پوچھا کہ علوم بکثرت اور کئی قسم کے ہیں۔ تو نے اِس فن کو جس میں تو مشغول ہے کیونکر اختیار کیا اور کیونکر تجھے اِس کی توفیق دی گئی۔

ولیس علم اشرف منه قال
اخبرك اما التوفيق فكان
من الله و له الحمد كما هو
اهله و مستحقه الى لما
اردت تعلم العلم جعلت
العلوم كلها نصب عينى
فقرأت فنًا فنًا منها و
تفكرت عاقبته و موقع
نفعه فقلت آخذ فى الكلام
ثم نظرت فاذا عاقبته
عاقبة سوء و نفعه قليل
واذا كمل الانسان فيه
واحتيج اليه لا يقدر ان
يتكلم جهارا و رمى بكل
سوء و يقال صاحب هوى
ثم تتبعت امر الادب
والنحو فاذا عاقبة امره
ان اجلس مع صبى اعلمه
النحو والادب - ثم تتبعت
امر الشعر فوجدت عاقبة
امره المدح والهجاء و
قول الهجر والكذب وتمزيق
الدين - ثم تفكرت
فى امر القرات

حالانکہ کوئی علم قدر و رتبہ میں اِس سے
بڑھکر نہیں۔ آپ نے فرمایا میں تجھے
بتاتا ہوں۔ توفیق تو اللہ کی طرف سے
ہے اور اُس کے لئے سب ستائش ہے
جس کا وہ اہل و مستحق ہے۔ جب میں
نے علم سیکھنے کا ارادہ کیا۔ تو تمام
علوم کو اپنا نصب العین و منظور خاطر
بنایا۔ پس میں نے ایک ایک فن
کو پڑھا۔ اور اُس کے نتیجہ اور نفع
کے موقع میں غور کی۔ میں نے کہا۔
میں کلام کو لیتا ہوں۔ پھر میں نے
غور کی۔ تو اُس کا نتیجہ بُرا اور نفع تھوڑا
پایا۔ جب انسان اُس میں کامل ہو جاتا
ہے اور محتاج الیہ بنجاتا ہے۔ تو قادر
نہیں ہوتا۔ کہ پکار کر کلام کرے۔ اور
ہر بُرائی سے متہم ہوتا ہے اور کہا
جاتا ہے کہ وہ صاحب خواہشِ نفسانی
ہے۔ پھر میں نے ادب و نحو کے امر میں
غور کی۔ تو اُس کا انجام کار یہ دیکھا
کہ کسی لڑکے کے ساتھ بیٹھوں اور اُسے
نحو و ادب سکھاؤں۔ پھر
میں نے شعر کے امر میں غور کی۔ تو اُس
کا انجام کار مدح و ہجو اور قول بیہودہ
وکذب اور دین کا پارہ پارہ کرنا پایا۔ پھر
میں نے قرائتوں کے امر میں فکر کی۔

فقلت اذا بلغت الغایۃ منہ اجتمع الی احداث یقرؤن علی والکلام فی القرآن و معانیہ صحب فقلت اطلب الحدیث فقلت اذا جمعت منہ الکثیر احتاج الی عمر طویل حتی یحتاج الناس الی واذا احتیج الی لا یجتمع الا الاحداث و لعلہم یرموننی بالکذب او سوء الحفظ فلزمنی ذلک الی یوم الدین ثم قلبت الفقہ فکلما قلبتہ ادرتہ لم یزدد الا جلالۃ ولم اجد فیہ عیبا الخ

پس میں نے کہا۔ جب میں اس کی غایت کو پہنچ جاؤں گا۔ تو میرے پاس لڑکے جمع ہوں گے۔ جو مجھ سے پڑھیں گے۔ اور قرآن اور اس کے معانی میں کلام کرنا دشوار ہے۔ پس میں نے کہا۔ میں حدیث طلب کروں۔ پس سوچا کہ جب بہت سی جمع کرلوں گا۔ تو عمر طویل چاہئے کہ لوگوں کا محتاج الیہ بنوں۔ اور جب محتاج الیہ بنوں گا۔ تو میرے پاس صرف لڑکے جمع ہوں گے۔ شائد وہ مجھکو کذب یا سوء حفظ سے متہم کریں۔ پس وہ اتہام قیامت کے دن تک مجھ پر رہے گا۔ پھر میں نے فقہ میں غور کی۔ پس جتنی دفعہ میں نے اس میں غور کی اُسکی جلالت وفضیلت زیادہ نظر آئی۔ اور میں نے اس میں کوئی عیب نہ پایا الخ۔

علامہ موفق کی روایت سے ظاہر ہے کہ امام صاحب نے پہلے ہر علم کو فرداً فرداً پڑھا۔ پھر نظر بر فوائد دارین فقہ کو سب پر ترجیح دے کر اُسے اپنا خاص فن بنایا۔ رہا یہہ امر کہ خطیب نے اس واقعہ کو کیوں صاف صاف بیان نہ کیا اور امام صاحب کی طرف قرآن و حدیث کی نسبت الفاظ لا حاجۃ لی فی ھذا کیوں منسوب کئے۔ سو اِس کا جواب یہہ ہے کہ خطیب امام صاحب کا حاسد مشہور ہے۔ حاسد کا قاعدہ ہے کہ محسود کے ہنر کو بھی ایسے پیرایہ میں بیان کیا کرتا ہے کہ جس سے تنقیص کی بو آتی ہو۔ اگر ان الفاظ کی نسبت امام صاحب کی طرف تسلیم بھی کر لی جائے۔ تو اُن کے یہہ معنے ہوں گے کہ تفسیر و حدیث کو خاص فن بنانے کی مجھے مجھے ضرورت نہیں نہ یہہ کہ ان کی مجھے بالکل ہی ضرورت نہیں علاوہ ازیں شیخ ابن حجر کی نے جو روایت خطیب نقل کی ہے۔ اس میں یہہ الفاظ نہیں۔ شیخ موصوف نے

اس روایت کی نقل کے بعد یہہ کارآمد ضمیمہ بطور تنبیہ زیادہ کردیا ہے

(تنبیہ) - احذر ان تتوهم من ذلك ان ابا حنيفة لم يكن له خبرة تامة بغير الفقه حاشا لله كان في العلوم الشرعية من التفسير والحديث والآلة من العلوم الادبية والمقاييس الحكمية بحرا لا يجارى واما ما لا يمارى وقول بعض اعدائه فيه خلاف ذلك منشؤه الحسد وحجته الترفع على الاقران ورميهم بالزور والبهتان ويأبى الله الا ان يتم نوره ومما يكذب ذلك ان له مسائل فقهية بنى اقواله فيها على علم العربية بما ان وقف عليه من تأمله لقضى بتمكنه من هذا العلم بما يبهر العقل وان له من النظم البديع ما يعجز عنه كثير من نظرائه وقد انفرد بها بالتاليف الزمخشري وغيره على ما ياتي وسياتي

تنبیہ - اس روایت سے تو یہہ وہم نہ کر بیٹھنا کہ امام ابو حنیفہ کو سواے فقہ کے کسی علم سے پوری واقفیت نہ تھی حاشا للہ - وہ علوم شرعی یعنی تفسیر و حدیث اور آلہ یعنی علوم ادبیہ و مقاییس حکمیہ مین سمندر تھے جن کی ہمسری نہیں کی جا سکتی اور امام تھے جنکا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا - آپ کے بعض دشمنوں نے جو اس کے خلاف کہا ہے اس کا باعث حسد ہے اور اس امر کی دلیل امام صاحب کا اپنے اقران پر سبقت لیجانا اور حساد کا آپ کو فریب وبہتان سے متہم کرنا ہے - اور اللہ انکار کرتا ہے مگر یہہ کہ اپنے نور کو پورا کرے - اور منجملہ اُن دلائل کے جو اس کی تکذیب کرتے ہیں یہہ ہے کہ آپکے بہت سے مسائل فقہیہ ہیں جن میں آپ نے اپنے اقوال کو علم عربیت پر اسطرح مبنی کیا ہے کہ اگر غور کرنے والا اُس سے واقف ہو جائیگا - تو وہ بیشک یہہ حکم لگائیگا کہ آپ کو اس علم پر وہ دسترس ہے کہ عقل حیران ہو جاتی ہے - اور آپکی نظم بلیغ میں سے بعض ایسی ہے کہ اُس سے آپ کے بہت سے اقران عاجز ہیں - اور امام زمخشری وغیرہ نے تو آپ کی نظم پر مستقل کتابیں لکھی ہیں

انه صح عنه انه كان يختم
في شهر رمضان ستين
ختمة وانه كان يقرأ
القران كله في ركعة
فزعم بعض حاسديه انه
كان لا يحفظ القران بهت
منه وكذب شنيع وقال ابو
يوسف ما رأيت اعلم
بتفسير الحديث من
ابي حنيفة وكان ابصر
بالحديث الصحيح مني
وفي جامع الترمذي عنه
ما رأيت اكذب من
جابر الجعفي ولا افضل من
عطاء ابن ابي رباح وروى
البيهقي عنه انه سئل
عن الاخذ عن سفيان
الثوري فقال اكتب عنه
فانه ثقة ما عدا احاديث
ابي اسحاق عن جابر
الجعفي وروى الخطيب
عن سفيان بن عيينة
انه قال اول من اقعدني
للحديث بالكوفة
ابو حنيفة

جیسا کہ آئیگا۔ اور عنقریب آئے گا
کہ آپ کی نسبت یہہ بات ثابت ہے
کہ آپ ماہ رمضان میں ساٹھ ختم قرآن
کیا کرتے تھے۔ اور یہہ بھی ثابت ہے
کہ آپ ایک رکعت میں تمام قرآن ختم
کیا کرتے تھے۔ لہذا آپکے بعض
حاسدوں کا یہہ گمان کہ آپ کو
قرآن حفظ نہ تھا بہتان اور بڑا جھوٹ
ہے۔ امام ابو یوسف نے فرمایا ہے کہ
میں نے امام ابو حنیفہ سے بڑھکر کسی کو
حدیث کی تفسیر کا عالم نہیں دیکھا اور
امام صاحب میری نسبت حدیث صحیح کے
زیادہ شناخت کرنے والے تھے۔ جامع
ترمذی میں آپسے روایت ہے کہ میں نے جابر
جعفی سے بڑھکر کسی کو کاذب نہیں دیکھا
اور عطاء ابن ابی رباح سے بڑھکر فاضل
نہیں دیکھا۔ اور بیہقی نے آپ سے روایت کی ہے
کہ آپ سے دریافت کیا گیا کہ آیا سفیان ثوری
سے حدیث اخذ کیجائے آپ نے فرمایا۔ اُن سے
میں حدیث لکھ لیتا ہوں کیونکہ وہ ثقہ ہیں سوائے
ان حدیثوں کے جو ابو اسحاق نے جابر جعفی
سے روایت کی ہے۔ اور خطیب نے سفیان
بن عیینہ سے روایت کی کہ اُس نے
کہا پہلے وہ شخص جنہوں نے مجھے کوفہ
میں حدیث کے لئے بٹھایا ابو حنیفہ ہیں

قال لهم هذا اعلم الناس بحديث عمرو بن دينار وبهذا يعلم جلالة مرتبته في الحديث ايضًا كيف وهو يستأمر في الثوري ويجلس ابن عيينة (خیرات الحسان مطبوعہ مصر۔ الفصل التاسع۔ صـ۲۷-۲۸)

آپ نے اہل کوفہ سے فرمایا کہ سفیان بن عیینہ عمرو بن دینار کی حدیث کو سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔ اس سے حدیث میں بھی امام صاحب کے مرتبے کی جلالت و بزرگی معلوم ہوتی ہے۔ کیوں نہ ہو۔ امام ثوری کے بارے میں آپ سے دریافت کیا جاتا ہے اور ابن عیینہ کو آپ حدیث کے لئے بٹھاتے ہیں۔

اگرچہ علامہ ابن حجر مکی نے بدلائل واضحہ بتا دیا کہ اِس روایت خطیب کے یہہ معنے نہیں کہ امام صاحب فقہ کے سوا کسی اور علم میں کامل نہ تھے۔ مگر حاسد باز نہیں آتے۔ وکفی للمحسود حسدہ۔ بنارسی کیا سمجھے فقہ حنفی کو۔ فقہ حنفی کا سمجھنا خالہ جی کا گھر نہیں۔ شیخ الاسلام تاج سبکی (طبقات الشافعیۃ الکبرے۔ جزء ثانی۔ صـ۲۲۱) تحریر فرماتے ہیں وفقه ابی حنيفة دقيق۔ علامہ عبدالوہاب شعرانی جنہوں نے مذاہب اربعہ کے دلائل کا بغور مطالعہ کیا ہے فقہ حنفی کی نسبت یوں فرماتے ہیں۔

وقد تتبعت بحمد الله اقواله و اقوال اصحابه لما الفت كتاب ادلة المذاهب فلم اجد قولا من اقواله او اقوال اتباعه الا وهو مستند الى آية او حديث او اثر او الى مفهوم ذلك او حديث ضعيف كثرت طرقه او الى قياس صحيح فمن اراد الوقوف على ذلك فليطالع كتابي المذكور۔ (كتاب الميزان۔ مطبوعہ مصر۔ جزء اول۔ صـ۵۵)

اور میں نے بحمد اللہ امام ابو حنیفہ کے اقوال اور اُن کے اصحاب کے اقوال کی تحقیقات کی جب میں نے کتاب ادلۃ المذاہب تالیف کی۔ پس میں نے آپ کے اقوال میں سے یا آپ کے اتباع کے اقوال میں سے کوئی قول ایسا نہ پایا جو کسی آیت یا حدیث یا اثر صحابی یا اُس کے مفہوم کی طرف یا کسی حدیث ضعیف کی طرف جس کے طرق بکثرت ہوں یا اصل صحیح پر قیاس صحیح کی طرف مستند نہ ہو۔ جو شخص اِس حقیقت سے آگاہ ہونا چاہیے وہ ہماری کتاب مذکور کا مطالعہ کرے۔

اب ہم بنارسی سے پوچھتے ہیں کہ آپ نے عبارت طحطاوی نقل کرتے وقت خطیب کا نام نامی کس لئے پس انداز کر دیا۔ کیا اس لئے کہ ہم سمجھ جائیں کہ طحطاوی نے مان لیا ہے کہ امام صاحب نے قرآن وحدیث کی نسبت فی الواقع یوں فرمایا۔ لاحاجۃ لی فی ھذا کیا اس لئے کہ ہم خیال کریں کہ طحطاوی قائل ہیں کہ امام صاحب نے بغیر قرآن حدیث فقہ بنادی۔ واہ صاحب واہ۔ آپ نے تو ہمیں بھی دھوکا دینا چاہا تھا۔ آپ تو طحطاوی کی عبارت کا مطلب بھی نہیں سمجھ سکے اور علم کلام کو منطق وفلسفہ بتا رہے ہیں۔ کیا اسی بل بوتے پر آپ نے الجرح علی ابی حنیفہ لکھی ہے ؎

وکم من عائب قولا صحیحا ؎ وآفتہ من الفھم السقیم

عبارت طحطاوی کے اردو ترجمہ میں جن فقرات کو بنارسی نے جلی قلم سے لکھا ہے اُن سے یہ بھی متبادر ہوتا ہے کہ بنارسی کے نزدیک فقہ سیکھنا گناہ کبیرہ ہے۔ لہٰذا ہم بطور مشتے نمونہ از خروار چند مناقب فقہ درج کرتے ہیں۔

(۱) فقہ خیر کثیر ہے چنانچہ بخاری شریف (باب من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین) میں ہے۔

حدثنا سعید بن عفیر قال ثنا ابن وھب عن یونس عن بن شہاب قال قال حمید بن عبد الرحمن سمعت معاویۃ رضی اللہ عنہ خطیبا یقول سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین وانما انا قاسم واللہ یعطی ولن تزال ھذہ الامۃ قائمۃ علی امر اللہ لا یضرھم من خالفھم حتی یاتی امر اللہ

(بحذف اسناد) حمید ابن عبد الرحمن نے کہا۔ میں نے حضرت معاویہ رض کو خطبہ خوانی کی حالت میں سنا کہ کہتے تھے۔ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ فرماتے تھے۔ جس شخص کے ساتھ اللہ بڑی نیکی کا ارادہ کرتا ہے اُسے دین میں فقیہ بنا دیتا ہے۔ اور میں تو صرف بانٹنے والا ہوں اور اللہ عطا کرتا ہے۔ اور یہ امت اللہ کے احکام پر رہے گی اس کو نقصان نہ دے گا۔ وہ شخص جو اس کی مخالفت کریگا۔ یہانتک کہ اللہ کا امر (قیامت یا اُنکی موت) آئے گا۔

علامہ عینی عمدۃ القاری میں اِس حدیث کی شرح میں یوں لکھتے ہیں۔

قال التوربشتی اعلم ان النبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اعلم اصحابہ انہ لم یفضل فی قسمۃ ما اوحی اللہ الیہ احدا من امتہ بل سوی فی البلاغ وعدل فی القسمۃ وانّما التفاوت فی الفہم وھو واقع من طریق العطاء ولقد کان بعض الصحابۃ رضی اللہ عنہم یسمع الحدیث فلا یفھم منہ الا الظاھر الجلی ویسمعہ آخر منھم او من بعدھم فیستنبط منہ مسائل کثیرۃ وذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

توربشتی (فضل اللہ شافعی متوفی سنہ ۶۶۰ھ) نے کہا۔ جان لے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسّلام نے صحابہ کو آگاہ کردیا کہ آپ نے وحی الٰہی کی تقسیم میں اپنی اُمّت میں سے کسی کو ترجیح نہیں دی۔ بلکہ اُس وحی کی تبلیغ میں سب کو برابر رکھا اور تقسیم میں عدل کیا۔ تفاوت تو صرف سمجھ میں ہے اور وہ عطیۂ الٰہی ہے۔ بے شک بعض صحابہ رضی اللہ عنہم حدیث کو سنتے تھے۔ پس اُس سے سوائے ظاہر جلی معنے کے اور نہ سمجھتے تھے۔ حالانکہ اُنہیں سے دوسرے یا وہ جو اُن کے بعد ہوئے (چنانچہ امام ابو حنیفہ رضؓ) اُسی حدیث کو سُنتے تھے۔ پس اُس سے بہت سے مسئلے نکالتے تھے۔ اور یہہ اللہ کا فضل ہے دیتا ہے جسے چاہتا ہے۔

(۲) فقیہ کے مثال جناب رسالتمآب بابی ہو وامی نے یوں بیان فرمائی ہے۔

مثل ما بعثنی اللہ بہ من الھدی والعلم کمثل الغیث اصاب ارضًا فکان منھا نقیۃ قبلت الماء فانبتت الکلأ والعشب الکثیر وکانت منھا اجادب امسکت الماء فنفع اللہ بھا النّاس

اس ہدایت و علم کا حال جس کے ساتھ مجھے اللہ نے بھیجا ہے اُس بڑی بارش کے حال کا سا ہے جو زمین کو پہنچے۔ اُس زمین میں سے کچھ حصہ صاف تھا جس نے پانی قبول کرلیا اور بہت سی خشک و ترگھاس اگائی۔ اوراُس میں سے سخت حصّے تھے جنھوں نے پانی کو روک لیا۔ پس اللہ نے اُن سے لوگوں کو نفع دیا۔

فشربوا وسقوا وزرعوا و اصاب منها طائفة اخرے انما هی قیعان لا تمسك ماء ولا تنبت كلأ فذلك مثل من فقه فی دین الله ونفعه ما بعثنی الله به فعلم و علم و مثل من لم یرفع بذلك رأسًا ولم یقبل هدی الله الذی ارسلت به (صحیح بخاری - باب فضل من علم و علم)	پس اونہوں نے پیا اور پلایا اور کھیتی کی - اور اُس زمین کے دوسرے ٹکڑے کو بارش پہنچی جو صرف چٹیل میدان ہے - نہ پانی روکتا اور نہ سبزہ اُگاتا ہے - پس یہہ ہے حال اُس شخص کا جو اللہ کے دین میں فقیہہ ہوا اور اُسے نفع دیا اُس چیز نے جس کے ساتھ اللہ نے مجھے بھیجا ہے - پس اُس نے سیکھا اور سکھایا - اور حال اُس کا جس نے (تکبر سے) اُسکی طرف سر نہ اُٹھایا اور اللہ کی ہدایت قبول نہ کی جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں -

(۳) جناب سرور دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے لئے یوں دُعا فرمائی تھی - اللھم فقھه فی الدین یعنی اے اللہ اس کو دین کا فقیہہ بنادے (مشکوۃ - باب مناقب اہلبیت النبی صلے اللہ علیہ وسلم)

(۴) ایک فقیہہ شیطان پر ہزار عابد سے بھاری ہے - چنانچہ بیہقی و دارقطنی میں ہے -

عن ابی هریرة رضی الله تعالی عنه عن النبی علیه السلام مرما عبد الله بشئ افضل من فقه فی دین الله ولفقیه واحد اشد علی الشیطان من الف عابد ولکل شیء عماد وعماد الدین الفقه وقال ابو هریرة	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نبی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ کی عبادت نہیں کی گئی کسی ایسی چیز کے ساتھ جو فقہ فی دین اللہ سے افضل ہو - البتہ ایک فقیہہ شیطان پر ہزار عابد سے بھاری ہے اور ہر شیے کے لئے ستون ہوتا ہے اور دین کا ستون فقہ ہے - حضرت ابوہریرہ نے فرمایا

لان اجلس ساعة فاتفقه احب الی من ان احیی لیلة القدر وفی روایة لیلة الی الصباح (الطریقة المحمدیة فی بیان السیرة النبویة الاحمدیة للشیخ محمد بن پیر علی البرکوی مطبوعہ استنبول۔ صفحہ ۳)

کہ اگر میں ایک ساعت بیٹھ کر فقہ سیکھوں۔ تو یہہ میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے اس سے کہ میں شب قدر کو جاگتا رہوں۔ اور ایک روایت میں ہے۔ رات کو صبح تک (جاگوں)۔

(۵) فقیہ کی اطاعت کرنی چاہیئے۔ چنانچہ سنن دارمی (مطبوعہ نظامی۔ باب الاقتداء بالعلماء۔ صفحہ ۴۶) میں ہے۔

اخبرنا یعلی ثنا عبد الملک عن عطاء اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ قال اولوا العلم والفقہ وطاعۃ الرسول اتباع الکتاب والسنۃ

ہمیں خبر دی یعلی نے کہ ہم سے حدیث کی عبد الملک نے۔ اُس نے عطاء سے۔ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ۔ عطاء نے فرمایا اولی الامر سے مراد اہل علم و فقہ ہیں۔ اور رسولؐ کی طاعت قرآن و حدیث کا اتباع ہے۔

(۶) حاکم بننے سے پہلے فقہ سیکھنی چاہیئے۔ چنانچہ صحیح بخاری (باب الاغتباط فی العلم والحکمہ) میں ہے۔

وقال عمر رضی اللّٰہ عنہ تفقھوا قبل ان تسوّدوا قال ابو عبد اللّٰہ وبعد ان تسوّدوا وقد تعلم اصحاب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی کبر سنھم۔

اور فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے۔ فقہ سیکھو قبل اسکے کہ تم سردار بنائے جاؤ کہا ابو عبد اللہ (امام بخاری) نے اور فقہ سیکھو بعد سردار بنائے جانے کے۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے بڑھاپے میں علم سیکھا ہے۔

(۷) فقہ حدیث کا ثمرہ ہے۔ چنانچہ امام بخاری (مقدمہ قسطلانی شرح صحیح بخاری) نے مسئلہ رباعیات کی تشریح کرتے ہوئے ابو العباس الولید بن ابراہیم سے یوں فرمایا۔

وان لم تطق حمل هذه المشاق كلها فعليك بالفقه يمكنك تعلمه وانت فی بیتك قار ساکن لا تحتاج الی بعد الاسفار ووطء الدیار ورکوب البحار وهو مع ذا ثمرة الحدیث ولیس ثواب الفقیه دون ثواب المحدث فی الآخرة ولا عزه باقل من عز المحدث۔

اور اگر تو ان تمام مشقتوں کے برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ تو تجھ پر فقہ کا سیکھنا لازم ہے۔ تیرے لئے فقہ کا سیکھنا ممکن ہے حالانکہ تو اپنے گھر میں قیام پذیر ہو۔ تجھے دور دراز سفر کرنے اور ملک بملک پھرنے اور سمندروں کے سفر کی حاجت نہ ہوگی۔ اور فقہ باوجود اس کے حدیث کا ثمرہ ہے۔ اور آخرت میں فقیہ کا ثواب محدث کے ثواب سے کم نہیں۔ اور نہ اُس کی عزت محدث کی عزت سے کم ہے۔

(۸) فقہاء احادیث کے معنے محدثین سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ چنانچہ ترمذی (صحیح ترمذی۔ جلد اوّل۔ باب ماجاء فی غسل المیت) نے غسل میت کے بارے میں مذاہب فقہاء بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ وکذلك قال الفقهاء وهم اعلم بمعانی الاحادیث یعنی فقہاء نے ایسا ہی کہا ہے اور وہ احادیث کے معنے (محدثین کی نسبت) زیادہ جاننے والے ہیں۔

(۹) قاضی ابو الطیب الطبری الشافعی (متوفی ۴۵۰ھ) جنکی نسبت شیخ الاسلام تاج سبکی فرماتے ہیں۔ کان اماما جلیلا بحرا غواصا متسع الدائرة عظیم العلم جلیل القدر کبیر المحل تفرد فی زمانه اُنہوں نے ایک دفعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ حضور نے فرمایا۔ یا فقیہ قاضی ممدوح اس پر فخر کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے۔ سمانی رسول الله فقیهاً یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میرا نام فقیہ رکھا۔ (طبقات الشافعیۃ الکبرےٰ جزء ثالث۔ ص۱۷۷) اللہ اللہ ایک یہ زمانہ ہے کہ فقہ کو جرم قرار دیا جاتا ہے۔

ع ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا +

فقہ کے ان مناقب میں ہم نے امام بخاریؒ اور امام ترمذیؒ کی شہادت بھی

درج کردی ہے۔ دیکھیے اب غیر مقلدین کیا کہتے ہیں۔ امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں جو محدثین گذرے ہیں اُن کے حالات دیکھو کہ کس طرح اُنہوں نے باوجود حدیث دانی فقہ سیکھنے کی کوشش کی ہے۔ امام بخاریؒ جنہیں رئیس المحدثین کہا جاتا ہے اُن کے ترجمہ میں تاج سبکی (طبقات الشافعیۃ الکبریٰ جزء ثانی صفحہ۔) تحریر فرماتے ہیں۔ وتفقہ علی الحمیدی یعنی امام بخاری نے حمیدی سے فقہ سیکھی۔ اگر فقہ کا سیکھنا بُرا ہوتا۔ تو امام بخاری کس لئے امام حمیدی کے آگے زانوئے شاگردی تہ کرتے۔ اس سے یہہ بھی معلوم ہوا کہ نری حدیث دانی سے کام نہیں چل سکتا۔ توضیح کے لئے ہم چند مثالیں پیش کرتے ہیں۔

امام ابراہیم بن خالد بن الیمان ابو ثور الکلبی البغدادی (متوفی ۲۴۰ھ) جو محدث ہونے کے علاوہ فقیہ بھی تھے ان کے ترجمہ میں طبقات الشافعیۃ الکبرےٰ (جزء اول۔ صفحہ ۲۲۸) میں لکھا ہے۔

ولا شك ان الفقه كان اغلب عليه من الحديث وكان المحدثون اذا سئلوا عن مسائل الفقه احالوا عليه	کوئی شک نہیں کہ ابو ثور پر حدیث کی نسبت فقہ غالب تھی۔ اور جب محدثین سے مسائل فقہ دریافت کئے جاتے تھے۔ تو ابو ثور کے پاس بھیج دیتے تھے۔

اس عبارت کے بعد تاج سبکیؒ نے بسند متصل واقعۂ ذیل لکھا ہے۔

وقفت امرأة على مجلس فيه يحيى بن معين وابو خيثمة وخلف بن سالم في جماعة يتذاكرون الحديث فسمعتهم يقولون	ایک غاسلہ یعنی مُردوں کے غسل دینے والی عورت ایک مجلس میں ٹھیر گئی جس میں یحییٰ بن معین اور ابو خیثمہ اور خلف بن سالم ایک جماعت میں حدیث کا تذکرہ کر رہے تھے پس اُس نے سُنا کہ وہ کہہ رہے تھے۔

قال رسول الله صلى الله
عليه وسلم ورواه فلان
وماحدث به غير فلان
فسألتهم عن الحائض
هل تغسل الموتى
وكانت غاسلة
فلم يجبها احد منهم و
كانوا جماعة وجعل
بعضهم ينظر الى بعض
فاقبل ابو ثور فقالوا
لها عليك بالمقبل
فالتفتت اليه
وقد دنا منها
فسألته فقال نعم
تغسل لحديث القاسم
عن عائشة ان النبي
صلى الله عليه وسلم
قال لها ان حيضتك
ليست فى يدك ولقولها
كنت افرق رأس
النبي صلى الله
عليه وسلم بالماء
وانا حائض

* * *

قال رسول الله صلے اللہ علیہ
وسلم (فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم نے) رواہ فلان (اس حدیث
کو فلاں راوی نے روایت کیا ہے)۔ ما
حدث به غیر فلان (سوائے
فلاں راوی کے اس حدیث کو کسی نے
روایت نہیں کیا)۔
پس اُس غاسلہ نے اُن سے پوچھا
کہ آیا حیض والی عورت میت کو غسل
دے سکتی ہے۔ محدثین میں سے کسی نے
اِس کا جواب نہ دیا حالانکہ وہ جماعت
تھی۔ اور ایک دوسرے کی طرف
جھانکنے لگے۔ پس ابو ثور آنکلے
اُنہوں نے اُس عورت سے کہا کہ
آنے والے سے پوچھ۔ پس وہ ابو
ثور کی طرف متوجہ ہوئی اور ابو
ثور اس کے قریب ہوئے۔ اِس عورت
نے آپ سے پوچھا۔ آپ نے فرمایا۔
ہاں غسل دیدے اسلئے کہ قاسم نے
حضرت عائشہ سے روایت کی کہ نبی
صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا کہ تیرا
حیض تیرے ہاتھ میں نہیں ہے۔ اور اس
لئے کہ حضرت عائشہ نے فرمایا ہے
کہ میں حیض کی حالت میں نبی صلے اللہ
علیہ وسلم کے سر مبارک میں پانی سے
مانگ نکالا کرتی تھی۔ اور
ابو ثور نے فرمایا۔ جب حائض

قال ابو ثور فاذا فرق رأس الحی فالمیت اولی بہ فقالوا نعم رواہ فلان واخبرنا بہ فلان ونعرفہ من طریق کذا وخاضوا فی الروایات والطرق فقالت المرأۃ فاین انتم الی الآن	زندہ کے سر میں پانی سے مانگ نکال نکال سکتی ہے۔ تو بطریق اولے مردہ کو غسل دے سکتی ہے (یہ ہے فقہ) پس محدثین بولے ہاں۔ اس حدیث کو فلاں نے روایت کیا ہے۔ فلاں نے ہم کو اس کی خبر دی ہے۔ ہم اس کو فلاں فلاں طریق سے جانتے ہیں۔ اور وہ روایات وطرق حدیث میں خوض کرنے لگے۔ اس پر وہ عورت بولی۔ ابتک تم کہاں تھے؟

امام ابوعلی ثقفی جو محدث و فقیہ تھے اون کے حال میں (طبقات الشافعیۃ الکبرےٰ جزء ثانی۔ صـــ۱۷۳) لکھا ہے۔

وروی (ای الحاکم) بسندہ الی ابن خزیمۃ انہ استفتی فی مسائل فدعا بدواۃ ثم قال لابی علی الثقفی اجب فاخذ ابو علی القلم وجعل یکتب الاجوبۃ ویضعہا بین یدی ابن خزیمۃ وھو ینظر فیہا ویتأمل مسئلۃ مسئلۃ فلما فرغ منہا قال لہ یا ابا علی ما یحل لاحد منا بخراسان ان یفتی وانت حی	حاکم نے بالسند روایت کی ہے کہ ابن خزیمہ سے چند مسئلوں میں استفتا کیا گیا۔ پس اُس نے دوات طلب کی پھر ابوعلی ثقفی سے کہا۔ جواب دے۔ اس پر ابوعلی نے قلم پکڑا۔ اور جوابات لکھنے لگا۔ اور اُنکو ابن خزیمہ کے آگے رکھتا جاتا تھا اور وہ انہیں دیکھتا تھا اور ایک ایک مسئلے میں غور کرتا تھا۔ پس جب وہ اُن سے فارغ ہوا تو ابوعلی سے بولا۔ اَے ابوعلی خراسان میں ہم میں سے کسی کو جائز نہیں کہ تیری زندگی میں فتوے دے۔

حضرت امام الائمہ رئیس المجتہدین ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ اور امام ثوری رضی کی حکایت آگے آئیگی ۔ غرض کہاں تک لکھا جائے ۔ اگر در خانہ کس است حرفے بس است ۔

قال البنارسی

اور یہی وجہ ہے کہ امام صاحب کے مسائل اور عقائد قرآن کے صریح خلاف ہیں جس پر بہت سے علمائے اہل سنت نے امام صاحب پر اعتراض کیا ہے ۔ ؎

نہ تنہا من دریں میخانہ مستم ❊ جنید و شبلی و عطار شد مست

مشتے نمونہ از خروارے اسماء گرامی اُن علماء کے یہہ ہیں (۱) ابن عیینہ (۲) ابن مبارک (۳) ابو یحییٰ حانی یعنی عبد الحمید بن عبد الرحمن (۴) ابن عیاش ۔ (۵) احمد الخزاعی (۶) قاسم بن معین (۷) مالک بن انس (۸) محمد بن ادریس الشافعی (۹) اوزاعی (۱۰) مسعر بن کدام ابو سلمہ کوفی (۱۱) اسرائیل (۱۲) معمر ۔ (۱۳) فضیل بن عیاض (۱۴) ابو یوسف (۱۵) ایوب (۱۶) سفیان (۱۷) ابو مطیع (۱۸) حکم بن عبد اللہ (۱۹) یزید بن ہارون (۲۰) ابو عاصم النبیل (۲۱) عبد اللہ بن داؤد عامر ہذلی (۲۲) ابو عبد الرحمن الخزبی (۲۳) عبد اللہ بن یزید المقری ۔ (۲۴) شداد بن حکم (۲۵) مکی بن ابراہیم (۲۶) وکیع بن جراح (۲۷) نضر بن شمیل المازنی ۔ (۲۸) یحییٰ بن سعید القطان (۲۹) ابو عبید (۳۰) حسن بن عثمان ۔ (۳۱) یزید بن زریع ابو معاویہ (۳۲) جعفر بن ربیع (۳۳) ابراہیم بن عکرمۃ القزوینی (۳۴) علی بن عاصم (۳۵) حکم بن ہشام (۳۶) عبد الرزاق (۳۷) حسن بن محمد اللیثی (۳۸) یحییٰ بن ایوب (۳۹) زافر بن سلیمان اباولی ۔ (۴۰) حفص بن عبد الرحمن ۔ (۴۱) رشد بن عمر (۴۲) حسن بن عمارۃ (۴۳) یحییٰ بن فضیل (۴۴) ابو الجویریہ حطان (۴۵) یزید الکمیت (۴۶) علی بن حفص البزار (۴۷) ملیح بن وکیع (۴۸) محمد بن عبد الرحمن المسعودی (۴۹) یوسف السمتی (۵۰) خارجہ بن مصعب (۵۱) قیس بن ربیع (۵۲) حجر بن عبد الجبار (۵۳) حفص بن حمزۃ القرشی (۵۴) حسن بن زیاد (۵۵) جعفر بن عون العمری (۵۶) عبد اللہ بن رجاء الغدالی (۵۷) محمد بن عبد اللہ الانصاری (۵۸) عبد اللہ بن عباب (۵۹) حجر بن عبد اللہ الحضرمی ۔

(۶۰) ابن الوہب العابد (۶۱) ابن عائشہ (۶۲) ابو اسحاق فزاری (۶۳) حماد بن ابی سلیمان (۶۴) امام بخاری (۶۵) حافظ بن عبد البر (۶۶) جناب پیران پیر۔ اور یہ چھیاسٹھ نام مع اقوال و اعتراضات تاریخ خطیب بغدادی ص۱۲۰×۱۲۷ ج۲ و تمہید شرح موطا ص۸۳×۹۴×۱۷۵ ج ۳ اور تاریخ کبیر امام بخاری ص۹۱ اور میزان الاعتدال ص۲۴۵ ج ۱ و غنیۃ الطالبین ص۲۰۶×۲۰۸ وغیرہ میں موجود ہیں من شاء فلیراجع الیہا۔ ص۴۲

قال الرافضی

بالجملہ ازیں کلام درکمال وضوح ظاہر است کہ ایوب سجستانی و سفیان ثوری و ابن عیینہ و ابوبکر بن عیاش کہ از ائمہ و اکابر اہل سنت اند برابو حنیفہ طعن و تشنیع کردہ و ذم و تحقیر او بجہت امور شنیعہ کہ از و سرزدہ فرمودہ اند و ہمہ ایں بزرگان کہ خطیب مدح ابو حنیفہ از ایشاں نقل کردہ و بعد آں گفتہ محفوظ نزد ناقلین حدیث ازیں مذکورین خلاف ایں مدح و تقریظ است۔ بجہت امور شنیعہ کہ براو یاد گرفتہ اند شصت و یک نفر اند و ایں است اسماء ایں بزرگان علی ما فی مختار مختصر تاریخ الخطیب۔ ابن عیینہ و ابن المبارک و ابو یحییٰ الحمانی و ابن عیاش واحمد الخزاعی والقسم بن معن و مالک بن انس و محمد بن ادریس والاوزاعی و مسعر بن کدام و اسرائیل و معمر والفضیل بن عیاض و ابو یوسف وایوب و سفیان و ابو مطیع الحکم بن عبداللہ و یزید بن ہارون و ابو عاصم النبیل و عبداللہ بن داؤد الخزیبی و عبداللہ بن یزید المقری و شداد بن حکیم و مکی بن ابراہیم و وکیع والنضر بن شمیل و یحییٰ بن سعید القطان و ابو عبید والحسن بن عثمان العاصی و یزید بن زریع و جعفر بن ربیع و ابراہیم بن عکرمۃ القزوینی و علی بن عاصم والحکم بن ہشام و عبدالرزاق والحسن بن محمد اللیثی و یحییٰ بن ایوب و حفص بن عبدالرحمن و زافر بن سلیمان و اسد بن عمرو والحسن بن عمارۃ و یحییٰ بن فضیل و ابو الجویریہ و زائدہ و یزید الکمیت و علی بن حفص البزار و ملیح بن وکیع و محمد بن عبدالرحمن المسعودی و یوسف السمتی و خارجہ بن مصعب و قیس بن الربیع و حجر بن عبدالجبار و حفص بن حمزۃ القرشی والحسن بن زیاد و جعفر بن عون العمری و عبداللہ بن

رجا الغدانی ومحمد بن عبد اللہ الانصاری وعبد اللہ بن عباب وحجر بن عبد اللہ الحضرمی وابن وہب العابد وابن عائشہ ونیز در ہمیں مختار مختصر مذکور است - قال الخطیب ذکر القوم الذین ردوا علی ابی حنیفہ ایوب السجستانی وجریر بن حازم وہمام بن یحیٰے وفلان وفلان فعدد خمسۃ وثلثین رجلاً العجب ان فیھم عبد اللہ بن المبارک وحفص بن غیاث وہذان من اصحاب ابی حنیفہ اما عبد اللہ بن المبارک فاخذ العلم عنہ واشتہر بذلک واما حفص بن غیاث فمن مشہوری اصحابہ والاخذین عن اصحابہ انتہی پس ازینجا عیاں گردید کہ این شصت ویک نفر از اعلام اہلسنت وایں سی وپنج کس کہ جمعے از ایشاں از ہماں جملہ اندبر امام اعظم طاعن درادبودند وتحقیر وتوہین او مے نمودند - استقصاء الافحام - ص۲۲۰

اقول

بنارسی نے خطیب ورافضی کی خوب کاسہ لیسی کی ہے - ابن جزلہ (متوفی ۴۹۳ھ) صاحب مختار مختصر کا یہ تعجب بجا ہے کہ خطیب نے حسد کی پٹی آنکھوں پر باندھ کر امام صاحب کے ۳۵ طاعنین میں عبد اللہ بن مبارک اور حفص بن غیاث کو بھی ذکر کیا ہے جو امام ابو حنیفہ رضؓ کے مشہور شاگردوں میں سے ہیں - اسی طرح بنارسی کی فہرست کے پہلے اکسٹھ ناموں میں ان دونوں کے علاوہ ابو یوسف - یحیٰے بن سعید القطان - وکیع بن جراح - حصن بن زیاد - قاسم بن معن - یزید بن ہارون - ابو عاصم النبیل - یوسف سمتی - فضیل بن عیاض - عبد اللہ بن یزید المقری وغیرہ کئی بزرگ امام صاحب کے مشہور شاگرد اور مداح ہیں - امام شافعی - امام مالک بن انس اور ابو عبد الرحمٰن الحزبی وغیرہ امام صاحب کے بڑے ثناخواں ہیں یا ایں ہمہ بنارسی نے ان کو بہ تبعیت خطیب قادحین امام کے زمرہ میں شامل کیا ہے - یہ سب ان بزرگوں پر افترا ہے - بخوف طوالت ہم نے ان کے اقوال یہاں نقل نہیں کئے - جو شخص چاہے - وہ کتب اسماء الرجال ومناقب امام میں دیکھ سکتا ہے -

رافضی کی فہرست میں ساٹھ نام ہیں - مگر اس نے شصت ویک نفر غلطی سے لکھ دیا - بنارسی نے اس ساٹھ میں سے زائدہ کو چھوڑ دیا ہے - اور پھر بھی اکسٹھ

یوں پورے کر دئے کہ دو ناموں کے چار بنا دئے۔ ابو مطیع حکم بن عبد اللہ بلخی ایک بزرگ ہیں جو امام صاحب کے شاگرد ہیں۔ بنارسی نے غلطی سے اسے دو خیال کیا۔ ایک ابو مطیع دوسرے حکم بن عبد اللہ۔ اسی طرح عبد اللہ بن داؤد بن عامر ابو عبد الرحمن الخریبی کو بجائے ایک کے دو ظاہر کیا ہے۔ ناظرین اسی سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ بنارسی نے کس طرح رافضی کی اندھا دھند تقلید کی ہے۔

بنارسی نے اخیر کے پانچ نام جو زیادہ کئے ہیں اُن میں سے حماد بن ابی سلیمان تو امام صاحب کے اُستاد و مداح ہیں۔ حافظ ابن عبد البر نے امام صاحب کے محامد و مناقب لکھے ہیں۔ اور حضرت پیرانِ پیر جناب غوث پاک نے امام صاحب پر کہیں طعن نہیں کیا۔ غنیۃ الطالبین ص ۲۰۶ × ۲۰۸ میں امام صاحب پر کوئی اعتراض کسی کی طرف سے مذکور نہیں۔

مذکورۂ بالا بزرگوں میں سے جہاں بنارسی کسی کی طرف سے کوئی جرح مفسّر نقل کرے گا ہم وہیں انشاء اللہ اس کا دنداں شکن مفصل جواب دیں گے۔ مگر چونکہ بنارسی نے اکثر اتہامات بہ تبعیت رافضی خطیب بغدادی سے نقل کئے ہیں۔ لہٰذا اس مقام پر خطیب اور اُس کے اعتراضات کی نسبت اجمالی طور پر ذکر کرنا نامناسب نہ ہوگا۔

(۱) امام ابو بکر احمد بن علی شافعی (متوفی ۴۶۳ھ) جو خطیب بغدادی کے نام سے مشہور ہیں اُنہوں نے محدثین کے طریقہ پر تاریخ بغداد لکھی ہے۔ اُس میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی نسبت نہایت تعصب و حسد سے کام لیا گیا ہے۔ ایک فصل میں آپ کے معدلین کا ذکر کیا ہے اور دوسری فصل میں آپ کے جارحین سے وہ عیوب نقل کئے ہیں کہ جنکی تردید خود امام صاحب کی تصانیف و عقائد سے ظاہر ہے۔ اس لئے خطیب کی زندگی ہی میں اُن کی تردید شروع ہو گئی۔ چنانچہ قاضی ابو الیمن مسعود بن محمد بخاری (متوفی ۴۶۱ھ) نے جو اِس تاریخ کا اختصار کیا ہے اُس میں قاضی ممدوح نے ساتھ ساتھ اِن ہذیانات کی تردید بھی کر دی ہے۔

(۲) قاضی ابو الیمن کے بعد ابو علی یحییٰ بن عیسیٰ بن جزلۃ الطبیب البغدادی

(متوفی ۷۹۳ھ) نے مختصر ابوالیمن کا پھر اختصار کیا ہے۔ جس کا نام مختار مختصر تاریخ بغداد ہے۔ ابن جزلہ نے بھی خطیب کے ہذیانات کی تردید اور ابوالیمن کی تائید کی ہے۔

(۳) حافظ خوارزمی (متوفی ۶۶۵ھ) نے اپنی مسند کے پہلے باب میں مطاعن خطیب کا مفصل جواب دیا ہے۔ بوجہ طوالت اُس کے ایراد کی یہاں گنجائش نہیں (دیکھو رسالہ بعض الناس فی دفع الوسواس۔ صہ ۱۸)

(۴) قاضی ابن خلکان شافعی (متوفی ۶۸۱ھ) نے اپنی تاریخ وفیات الاعیان (جزء ثانی۔ صہ ۱۶۵) میں امام صاحب کے ترجمہ میں یوں لکھا ہے۔ ومناقبہ وفضائلہ کثیرۃ وقد ذکر الخطیب فی تاریخہ منہا شیئاً کثیراً ثمّ اعقب ذٰلک بذکر ما کان الالیق ترکہ والاضراب عنہ فمثل ہذا الامام لا یشک فی دینہ ولا فی ورعہ وتحفظہ۔ یعنی امام صاحب کے مناقب وفضائل بکثرت ہیں خطیب نے اپنی تاریخ میں اُن میں سے بہت سے ذکر کئے ہیں۔ پھر انکے بعد وہ باتیں بیان کی ہیں جن کا ترک کرنا اور جن سے روگردانی کرنی زیادہ لائق ہے۔ کیونکہ ابو حنیفہ جیسے امام کے دین اور پرہیزگاری وتحفظ میں شک نہیں ہوسکتا انتہٰی۔

(۵) شیخ ابن حجر مکی شافعی خیرات الحسان (مطبوعہ مصر۔ الفصل التاسع والثلاثون فی رد ما نقلہ الخطیب فی تاریخہ عن القادحین فیہ۔ صہ ۷۶) میں یوں لکھتے ہیں۔

اعلم انّہ لم یقصد بذلک الا جمع ما قیل فی الرجل علی عادۃ المؤرخین ولم یقصد بذلک انتقاصہ ولا الحط عن مرتبتہ بدلیل انہ قدم کلام المادحین	جان لے کہ خطیب کا مقصد اس سے صرف یہ ہے کہ مؤرخین کی عادت کے موافق اُن تمام اقوال کو جمع کرے جو امام صاحب کے بارے میں کہے گئے ہیں۔ اور اُس کا مقصد اس سے امام صاحب کی تنقیص نہیں ہے اور نہ یہ ہے کہ امام صاحب کو آپکے مرتبے سے گرا دے اِس کی دلیل یہ ہے کہ اُس نے مدح کرنے والوں کا کلام پہلے ذکر کیا ہے

والكثير منه ومن نقل ما ثره
السابقة في اكثرها انما
اعتمد اهل المناقب فيه
على ما في تاريخ الخطيب
ثم عقبه بذكر كلام القادحين
ليتبين انه من جملة الاكابر
الذين لم يسلموا من
خوض الحساد والجاهلين
فيهم ومما يدل على
ذلك ايضا ان الاسانيد
التي ذكرها للقدح
لا يخلو غالبها من متكلم
فيه او مجهول ولا يجوز
اجماعا ثلم عرض مسلم
بمثل ذلك فكيف
بامام من ائمة المسلمين قال
شيخ الاسلام الامام التقي
ابن دقيق العيد اعراض الناس
حفرة من حفر النار وقف على
شفيرها الحكام والمحدثون وبفرض
صحة ما ذكر الخطيب من القدح
عن قائله لا يعتد به فانه ان كان
من غير اقران الامام فهو
مقلد لما قاله او كتب اعداؤه
او من اقرانه

اور زیادہ لکھا ہے۔ اور اہل مناقب
نے جو آپ کے فضائل سابقہ نقل
کئے ہیں اُن میں اکثر اُسی پر اعتماد کیا ہے
جو تاریخ خطیب میں ہے۔ پھر خطیب نے اِس کے بعد
طاعنین کا کلام نقل کیا ہے تاکہ ظاہر
ہو جائے کہ امام صاحب منجملہ اُن بزرگوں
کے ہیں جو حاسدوں اور جاہلوں کے
خوض سے سلامت نہیں رہے۔ اور یہہ
بھی اس کی دلیل ہے کہ وہ اسناد جو
خطیب نے قدح کے لئے ذکر کئے ہیں۔
اُن میں سے اکثر متکلم فیہ یا مجہول شخصوں
سے خالی نہیں۔ اور ایسے اسناد سے
کسی مسلمان کی عزت میں رخنہ اندازی
کرنا بالاجماع جائز نہیں۔ پس
ائمہ مسلمین میں سے ایک امام کی
عزت میں رخنہ اندازی کیونکر جائز
ہوسکتی ہے۔ شیخ الاسلام امام تقی ابن
دقیق العید نے کہا ہے کہ لوگوں کی عزتیں
آگ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہیں جس
کے کنارے پر حکام و محدثین کھڑے ہیں۔
خطیب نے جو قادحین کی قدح کا ذکر کیا ہے
اگر اُسکو صحیح بھی فرض کیا جائے تو وہ قابلِ
اعتبار نہیں۔ کیونکہ قادح اگر امام صاحب
کے اقران میں سے نہیں تو وہ مقلد ہے اُسکا
جو امام صاحب کے دشمنوں نے کہا ہے یا لکھا
ہے۔ اگر امام صاحب کے اقران میں سے ہے

فكذلك لما مران قول الاقران بعضهم فى بعض غير مقبول و قد صرح الحافظان الذهبى وابن حجر بذلك قالا ولاسيما اذا لاح انه لعداوة او لمذهب اذالحسد لاينجو منه الا من عصمه الله تعالے قال الذهبى وما علمت عصرا سلم اهله من ذلك الاعصر النبيين والصديقين

تو بھی اُس کی قدح معتبر نہیں کیونکہ پہلے آچکا ہے کہ اقران کا قول ایک دوسرے کے حق میں مقبول نہیں۔ اور ذہبی وابن حجر ہر دو حافظوں نے اس امر کی تصریح کر دی ہے اور فرمایا ہے کہ خصوصًا جب ظاہر ہو جائے کہ یہ قدح کسی عداوت یا مذہب کے سبب سے ہے (تو وہ ہرگز معتبر نہ ہوگی) کیونکہ حسد سے کوئی شخص خالی نہیں مگر وہ جسے اللہ تعالےٰ بچائے۔ ذہبی نے کہا کہ مجھے ایسا زمانہ معلوم نہیں جس کے لوگ حسد سے سلامت رہے ہوں سوائے انبیاء وصدیقین کے زمانہ کے۔

(۶) ملا علی القاری حنفی (متوفی سنہ ۱۰۱۴ھ) نے ملک معظم عیسےٰ بن ابی بکر بن ایوب کے ترجمہ میں لکھا ہے۔

وصنف كتابًا سماه السهم المصيب فى الرد على الخطيب وهو ابوبكر احمد بن على بن ثابت البغدادى فى ما تكلم به فى حق ابى حنيفه فى تاريخ بغداد (الدرر البهيه فى تراجم الحنفيه- مطبوعه مطبع يوسفى لكهنؤ- صـ۲۲)

اور ملک معظم عیسےٰ (متوفی سنہ ۶۲۴ھ) نے ایک کتاب خطیب یعنی ابوبکر بن علی بن ثابت بغدادی کی تردید میں تصنیف کی۔ جس کا نام السہم المصیب فی الرد علی الخطیب رکھا۔ اس میں اُن مطاعن کی تردید ہے جو خطیب نے تاریخ بغداد میں امام ابو حنیفہ کی نسبت ذکر کیے ہیں۔

(۷) شیخ عبد الحق محدث دہلوی (متوفی سنہ ۱۰۵۲ھ) تحصیل الکمال میں امام صاحب کے ترجمہ میں مسند خوارزمی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

و رتبه على ابواب الفقه و ذب عنه ما تكلم فيه بعض النّاس خصوصا الخطيب البغدادی المتعصب المكابر مع هذا الامام العظيم الشان و لقد ناقض هذا الرّجل المكابر نفسه فی ما ذكر من المطاعن والعيوب و تهافت كلامه فی ذلك و تساقط من القلوب (استقصاء الافحام صفحہ ۲۳)۔

اور حافظ خوارزمی نے مسند امام کو فقہ کے بابوں پر ترتیب دی اور امام صاحب سے وہ اعتراض دور کئے جو آپ پر بعض لوگوں خصوصاً خطیب بغدادی نے کئے ہیں جو متعصب اور اِس امام عالی شان کے ساتھ جنگ کرنے والا ہے۔ اُن مطاعن وعیوب میں جو اس شخص (خطیب) نے ذکر کئے ہیں اُس نے اپنے آپکا مناقضہ کیا ہے اور اس میں اُسکا کلام پراگندہ ہے اور وہ دلوں سے گر گیا ہے۔

(۸) علامہ ابن عابدین حنفی (متوفی ۱۲۵۲ھ) نے رد المحتار (مطبوعہ مصر۔ جزء اوّل۔ صفحہ ۴۰) میں یوں لکھا ہے۔

و ممن انتصر للامام رحمه الله تعالىٰ العلامة السيوطی فی كتاب سماه تبييض الصحيفه والعلامة ابن حجر فی كتاب سماه خيرات الحسان والعلامة يوسف بن عبد الهادی الحنبلی فی مجلد كبير سماه تنوير الصحيفه وذكر فيه عن ابن عبد البر لا تتكلم فی ابی حنيفه بسوء ولا تصدقن احدا يسيئ القول فيه فانی والله ما رأيت افضل ولا اورع ولا افقه منه ثمّ قال ولا يغتر احد بكلام الخطيب فان عنده العصبية الزائدة علی جماعة من العلماء

اور منجملہ اُنکے جنہوں نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالےٰ کا بدلا لیا ہے علامہ سیوطی مصنف تبییض الصحیفہ اور علامہ ابن حجر مصنف خیرات الحسان اور علامہ یوسف بن عبد الہادی حنبلی مصنف تنویر الصحیفہ ہیں۔ علامہ یوسف حنبلی نے تنویر الصحیفہ میں ابن عبد البر سے یوں نقل کیا ہے۔ "تو ابو حنیفہ رض کے حق میں بدی سے کلام نہ کر اور نہ اُس شخص کی تصدیق کر جو امام صاحب کے حق میں بدی سے کلام کرے۔ کیونکہ میں نے اللہ کی قسم آپ سے بڑھکر کسی کو فاضل و پرہیزگار و فقیہ نہیں دیکھا پھر کہا ہے کہ کوئی خطیب کے کلام پر دھوکا نہ کھائے کیونکہ خطیب علماء کی ایک جماعت

كابي حنيفة والامام احمد وبعض اصحابه وتحامل عليهم بكل وجه وصنف فيه بعضهم السهم المصيب في كبد الخطيب واما ابن الجوزي فانه تابع الخطيب و قد عجب سبطه منه حيث قال في مرأة الزمان وليس العجب من الخطيب فانه طعن في جماعة من العلماء وانما العجب من الجد كيف سلك اسلوبه وجاء بما هو اعظم قال ومن المتعصبين على ابي حنيفة الدارقطني وابو نعيم فانه لم يذكره في الحلية وذكر من دونه في العلم والزهد

مثلاً ابوحنیفہ وامام احمد اور امام احمد کے بعض اصحاب کے برخلاف بڑا متعصب ہے اور اُن پر ہر طرح سے ستم کرتا ہے۔ اور خطیب کی تردید میں اُن میں سے بعض نے کتاب السہم المصیب فی کبد الخطیب تصنیف کی ہے۔ اور ابن جوزی تو خطیب کے تابع ہے۔ اور ابن جوزی کے نواسے نے ابن جوزی سے تعجب کیا ہے۔ اور مرأۃ الزمان میں یوں کہا ہے ”وہ خطیب سے تعجب نہیں کیونکہ اُس نے علماء کی ایک جماعت میں طعن کیا ہے۔ اور تعجب تو میرے نانا سے ہے کہ وہ کس طرح خطیب کی چال چلا ہے اور اُس سے بھی بڑھکر اتہامات لگائے ہیں“۔ اور سبط ابن جوزی نے کہا ہے کہ ابوحنیفہ کے برخلاف متعصبین میں سے دارقطنی اور ابونعیم ہیں۔ کیونکہ ابونعیم نے امام صاحب کو حلیہ میں ذکر نہیں کیا حالانکہ جو لوگ علم و زہد میں امام صاحب سے کم پایہ کے ہیں انہیں ذکر کیا ہے۔

علامہ یوسف بن عبدالہادی حنبلی کے بیان سے ظاہر ہے کہ خطیب صرف امام صاحب اور حنفیہ کرام کا ہی مخالف نہیں بلکہ اُس نے امام احمد اور حنابلہ پر بھی ستم کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خطیب فی الواقع نہایت متعصب اور لڑاکا تھا۔ عفا اللہ عنہ۔ قاضی ابوالیمن جو خطیب کے شاگرد ہیں۔ اپنے استاد کی نسبت مختصر تاریخ بغداد میں یوں لکھتے ہیں۔

ولعمر الله انني قد شاهدته بحلب مرتين وسمعت منه واخذت اجازته

قسم ہے اللہ کے بقاء و دوام کی۔ تحقیق میں نے خطیب کو حلب میں دو دفعہ دیکھا ہے اور اُس سے سماع کیا ہے اور اُس کی اجازت لی ہے

وكان حديداً خفيفاً طياشاً كاد ان
يثب عليه العامة بحلب ويقتلوه
لقلة تحفظه فيما حدث مما لا
يحتمله ذلك الوقت و
البلد فانه كان في
الزمان الذي دخل فيه
بساسيري بغداد
و قتل ابن المسلمة و فعل
تلك الافعال و خرج
الخطيب هارباً فمضى منها
هارباً مما خيف عليه الى
الشام مروا قام به وجرى
له بدمشق ما نتورع عن
ايراده تجاوز الله عنا وعنه۔
(استقصاء الافحام۔ ص ۲۲۹)

وہ تیز مزاج دبیو قار اور طیش میں آنے
والا تھا۔ قریب تھا کہ عامۂ خلائق حلب
میں اُس پر کود پڑے اور اُسے قتل کر دے
کیونکہ جو حدیث وہ کرتا تھا اس میں ہوشیار
و بیدار کم تھا۔ ایسی حدیث کر جاتا تھا
جس کا وہ وقت اور شہر متحمل نہ تھا۔
اس لئے کہ وہ اُس زمانے میں تھا جبکہ
بساسیری بغداد میں داخل ہوا اور اُس نے
ابن مسلمہ کو قتل کیا اور وہ افعال کئے۔
خطیب بھاگ نکلا۔ اور اپنی جان کے
خوف سے بھاگ کر وہاں سے شام پہنچا
اور وہاں قیام کیا۔ اور دمشق میں اُسے
وہ پیش آیا کہ جس کے بیان سے ہم
پرہیز کرتے ہیں۔ تجاوز اللہ عنا و عنہ۔

حافظ خوارزمی اپنی مسند میں مطاعن خطیب کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ و
المحدثون طعنوا في الخطيب و ذكروا فيه خصالاً موجبة عدم
قبول روايته ولولا موانع ثلاثة لذكرناها (رسالہ بعض النّاس
في دفع الوسواس۔ ص ۱۹)۔ یعنی محدثین نے خطیب میں طعن کیا ہے اور اُس میں
ایسی خصلتیں بتائی ہیں جو خطیب کی روایت کے قبول نہ کئے جانے کا موجب ہیں۔
اگر تین موانع نہ ہوتے۔ تو ہم اُن خصلتوں کو بتا دیتے انتہے۔ شیخ الاسلام
تاج سبکی (طبقات الشافعیۃ الکبرٰے۔ جزء ثالث۔ ص ۱۳) نے لکھا ہے۔ قال
المؤتمن الساجي تحاملت الحنابلة عليه (قلت) وابتلي منهم بوضع
احاديث لا ينبغي شرحها۔ یعنی مؤتمن ساجی نے کہا کہ حنابلہ نے خطیب پر ستم
کیا۔ (میں کہتا ہوں) اور اون سے ایسی احادیث کے وضع کرنے میں مبتلا کیا گیا
کہ جنکی شرح مناسب نہیں۔ انتہے۔

اقوال مذکورۂ بالا سے روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ خطیب بغدادی کے اس مسلک کو مذاہب اربعہ کے ائمہ اعلام نے نہایت ناپسند کیا ہے اور بڑے زور سے اُس کی تردید کی ہے۔ ہمیں اس سے انکار نہیں کہ خطیب اپنے وقت میں حدیث کا بڑا حافظ تھا۔ چنانچہ ابن خلکان (وفیات الاعیان۔جزء اوّل۔ صـ۲ـ) نے لکھا ہے کہ اُس وقت دو بڑے حافظ تھے۔خطیب حافظ مشرق اور قاضی ابن عبدالبر قرطبی مالکی حافظ مغرب انتہے۔مگر مجھے نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ امام صاحب کے ساتھ اِن دونوں کے سلوک میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ حافظ ابن عبدالبر نے تو امام صاحب کے محامد و مناقب بیان کئے ہیں اور آپ کے حساد و اعداء کے اعتراضات کے جواب دئے ہیں جیساکہ اوپر گذرا مگر خطیب بغدادی شافعی نے اپنا نام امام صاحب کے حساد کے زمرہ میں لکھایا ہے تجاوز اللہ عنا وعنہ۔کاش وہ دیگر مسائل کی طرح امام صاحب کے بارے میں بھی امام شافعی رح کی تقلید کرتا۔خطیب بغدادی یا امام بخاریؒ نے اگر افراط تعصب وحسد کے سبب امام صاحب کی شان میں کچھ کہا۔تو اس سے امام صاحب کے رتبے میں کچھ فرق نہ آیا بلکہ خود اِن دونوں کی شان میں فرق آگیا۔حساد میں چونکہ فقہ امام صاحب کے مدارک کی دقت کے سمجھنے کی لیاقت نہ تھی۔اس لئے بتقاضائے بشریت اُن سے سرزد ہوا جو ہوا سه والناس اعداء ماجھلوا۔یہاں مجھے ایک واقعہ یاد آگیا جسے امام شعرانی (کتاب المیزان۔مطبوعہ مصر۔جزء اول صـ۵۵ـ) نے یوں ذکر کیا ہے۔

ومما وقع لی ان شخصا دخل علی ممن ینسب الی العلم وانا اکتب فی مناقب الامام ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ فنظر فیھا واخرج لی من کمہ کوار یس وقال لی انظر فی ھذہ فنظرت فیھا فرأیت فیھا الرد علی الامام ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ

ازانجملہ اُسکے جو میرے ساتھ واقع ہوا یہ ہے کہ ایک شخص جو منسوب بعلم تھا میرے پاس آیا۔ اور میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مناقب میں کچھ لکھ رہا تھا۔اُس نے اُسے دیکھا اور اپنی آستین سے کچھ اجزاء نکالے اور مجھ سے کہا۔انہیں دیکھئے۔میں نے جو ان میں نظر ڈالی۔تو اُن میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ

فقلت له ومثلك يفهم كلام الامام حتىٰ يرد عليه فقال انما اخذت ذلك من مؤلف للفخر الرازي فقلت له ان الفخر الرازي بالنسبة الى الامام ابي حنيفة كطالب العلم او كآحاد الرعية مع السلطان الاعظم او كآحاد النجوم مع الشمس وكما حرم العلماء على الرعية الطعن على امامهم الاعظم الا بدليل واضح كالشمس فكذلك يحرم على المقلدين الاعتراض والطعن على ائمتهم في الدين الا بنص واضح لا يحتمل التاويل ثم بتقدير وجود قول من اقوال الامام ابي حنيفة لم يعرف المعترض دليله فذلك القول من الاجتهاد بيقين فيجب العمل به على مقلده حتىٰ يظهر خلافه

کی تردید پائی۔ میں نے اس سے کہا کیا تجھ سا شخص امام صاحب کا کلام سمجھ سکتا ہے حتےٰ کہ اس کی تردید کرے۔ وہ بولا۔ میں نے تو یہ مضمون صرف فخر رازی کی ایک کتاب سے لیا ہے۔ اس پر میں نے اُس سے کہا کہ فخر رازی امام ابو حنیفہ رض کے آگے ایسا ہے جیسا کہ ایک طالب علم (استاد کے سامنے) یا جیسا کہ رعیت کا ایک شخص، سلطان اعظم کے سامنے یا ایک ستارہ آفتاب کے سامنے۔ جس طرح علماء نے رعیت پر حرام کر دیا ہے کہ اپنے امام اعظم پر اعتراض کرے مگر آفتاب جیسی واضح دلیل کے ساتھ۔ اُسی طرح مقلدین پر حرام ہے کہ اپنے ائمہ دین پر اعتراض و طعن کریں۔ مگر واضح نص کے ساتھ جو محتمل تاویل نہ ہو۔ پھر اگر امام ابوحنیفہ رح کے اقوال میں سے کوئی ایسا قول ہو کہ معترض کو اُس کی دلیل معلوم نہ ہو۔ تو وہ قول یقیناً اجتہادی ہے۔ پس آپ کے مقلد پر اُس کے موافق عمل کرنا واجب ہے یہانتک کہ اس کے خلاف ظاہر ہو۔

علامہ شعرانی اپنی دوسری کتاب میں (الیواقیت والجواہر۔ مطبوعہ مصر۔ جزء ثانی۔ صفحہ ۸۶) یوں تحریر فرماتے ہیں۔

(فان قلت) فهل یجوز لاحد الطعن فی قول مجتهد (فالجواب) لا یجوز لاحد الطعن فی حکم المجتهد لان الشارع قد قرر حکم المجتهد فصار شرعاً لله بتقریر الله ایاہ فمن خطأ مجتہداً بعینہ فکأنما خطأ الشارع فیما قررہ حکما و ہذہ مسئلۃ یقع فی محظورہا کثیر من اصحاب المذاہب لعدم استحضارہم لانبہنا ہم علیہ مع کونہم عالمین بہ ذکرہ الشیخ فی باب مسح الخف من الفتوحات و قال فی باب الوصایا منہا ایاکم والطعن علی احد من المجتہدین وتقولون انہم محجوبون عن المعارف والاسرار کما یقع فیہ جہلۃ المتصوفۃ فان ذلک جہل مقام الائمۃ فان للمجتہدین القدم الراسخ فی علم الغیوب فہم وان کانوا یحکمون بالظن فالظن علم وما بینہم و بین اہل الکشف الا اختلاف الطریق

اگر تو کہے - ایا کسی کے لئے جائز ہے کہ کسی مجتہد کے قول میں طعن کرے - پس اس کا جواب یہہ ہے کہ کسی کو مجتہد کے حکم میں طعن کرنا جائز نہیں کیونکہ شارع نے مجتہد کے حکم کو برقرار رکھا ہے - پس مجتہد کا حکم اس تقریر الٰہی سے خدا کی شریعت ہے - پس جس شخص نے کسی مجتہد معین کو خطا کار کہا - اُس نے گویا شارع کو اُس کی تقریر حکمی میں خطا کار کہا - اور یہہ ایسا مسئلہ ہے کہ اس کے ناجائز امر میں بہت سے اصحاب مذاہب مبتلا ہو جاتے ہیں کیونکہ اُنکو وہ بات مستحضر نہیں ہوتی جس سے ہم نے اُنکو آگاہ کیا ہے حالانکہ وہ اُس کو جانتے ہیں - اس مسئلے کو شیخ اکبر (متوفی سنہ ۶۳۸ھ) نے فتوحات مکیہ میں باب مسح الخف میں ذکر کیا ہے - اور فتوحات کے باب الوصایا میں فرمایا ہے کہ تم مجتہدین میں سے کسی پر طعن کرنے سے بچو - تم جو کہتے ہو کہ مجتہدین معارف و اسرار سے محروم ہیں جیسا کہ جاہل صوفی کہا کرتے ہیں - سو یہہ ائمہ کے مقام کی ناواقفیت ہے کیونکہ علم غیوب میں مجتہدین کا قدم راسخ ہے - وہ اگرچہ ظن سے حکم کرتے ہیں - مگر ظن علم ہے - مجتہدین اور اہل کشف کے درمیان صرف طریق کا اختلاف ہے،

وھم فی مقامات الرسل من حیث تشریعھم للامۃ باجتھادھم کما شرعت الرسل لامھم	مجتہدین پیغمبروں کے مقامات میں ہیں اس حیثیت سے کہ اُنہوں نے اپنے اجتہاد سے اُمت کے لئے شریعت بیان فرمائی جیساکہ پیغمبروں نے اپنی اپنی اُمتوں کے لئے شریعت بیان فرمائی۔

شیخ الاسلام تاج سبکی طبقات الشافعیۃ الکبرےٰ (جزء ثانی۔ ص ۳۹) میں تحریر فرماتے ہیں۔

ینبغی لک ایھا المسترشد ان تسلک سبیل الادب مع الائمۃ الماضین و ان لا تنظر الی کلام بعضھم فی بعض الا اذا اتی ببرھان واضح ثم ان قدرت علی التاویل و تحسین الظن فدونک و الا فاضرب صفحاً عما جرے بینھم فانک لم تخلق لھذا فاشتغل بما یعنیک ودع مالا یعنیک ولا یزال طالب العلم عندی نبیلا حتی یخوض فیما جرے بین السلف الماضین و یقضی لبعضھم علی بعض فایاک ثم ایاک ان تصغی الی ما اتفق بین ابی حنیفہ وسفیان الثوری او بین مالک وابن ابی ذئب	اَے طالب ہدایت تجھے چاہیئے کہ تو گذشتہ اماموں کے ساتھ ادب کا طریق اختیار کرے۔ اور ایک کی نسبت دوسرے کے کلام کو نہ دیکھے۔ مگر جب وہ برہان واضح لائے۔ پھر اگر تو تاویل اور تحسین ظن پر قادر ہو۔ تو اُسے اختیار کر۔ ورنہ درگذر کر اس سے جو اُنکے درمیان واقع ہوا۔ کیونکہ تو اسکے لئے پیدا نہیں کیا گیا۔ پس مشغول ہو اُس میں جو تیرے لئے ضروری ہے اور چھوڑ اُسکو جو تیرے لئے ضروری نہیں۔ اور طالب علم میرے نزدیک بزرگ رہتا ہے۔ یہانتک کہ وہ خوض کرے اُس میں جو سلف ماضین کے درمیان واقع ہوا اور بعض کے برخلاف بعض کے حق میں حکم کرے پس تو بچ پھر بچ اِس سے کہ تو سُنے وہ جو واقع ہوا درمیان ابوحنیفہ اور سفیان ثوری کے یا درمیان مالک اور ابن ابی ذئب کے

او بين احمد بن صالح والنسائی او بين احمد بن حنبل و الحارث المحاسبی وهلم جرا الی زمان الشيخ عز الدين ابن عبد السلام والشيخ تقی الدين ابن الصلاح فانك ان اشتغلت بذلك خشيت عليك الهلاك فالقوم ائمة اعلام ولاقوالهم محامل ربما لم يفهم بعضها فليس لنا الا الترضی عنهم والسكوت عما جرئ بينهم كما يفعل فيما بين الصحابة رضی الله عنهم

یا درمیان احمد بن صالح اور نسائی کے یا درمیان احمد بن حنبل اور حارث محاسبی کے اسی طرح شیخ عزیز الدین ابن عبد السلام اور شیخ تقی الدین ابن الصلاح کے زمانہ تک۔ کیونکہ اگر تو اس میں مشغول ہوا۔ تو مجھے تجھ پر ہلاک ہونے کا خوف ہے۔ کیونکہ وہ لوگ بڑے بڑے امام ہیں۔ اور انکے اقوال کے احتمالات ہیں جن میں سے بعض اکثر سمجھ میں نہیں آتے۔ پس ہمارے واسطے بجز اس کے مناسب نہیں کہ انسے خوشنود رہیں۔ اور خاموش رہیں اس سے جو انکے درمیان واقع ہوا۔ جیسا کہ ان مشاجرات سے خاموشی اختیار کی جاتی ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان واقع ہوئے

قال البنارسی

اور وہ حکایت جو اوپر نقل کی گئی ہے۔ اُس میں اس بات کے تلاش کرنے کی ضرورت بھی نہیں کہ راوی معتبر اور امام صاحب کا ہمعصر ہے یا نہیں کیونکہ یہہ بیان خود امام صاحب کا ہے۔ اور راوی اس کا ابو یوسف ہے جو شاگرد ہے امام صاحب کا۔ اور اس حکایت کے صحیح ہونے کی بڑی پکی دلیل یہہ ہے کہ آیات قرآن میں سے چالیس پچاس آیتوں کی بھی تفسیر اور حدیثوں میں سے ایک سو حدیثوں کی بھی روایت بسند صحیح امام صاحب سے میسر نہیں ہو سکتیں۔ بفرض محال اگر ہوں بھی تو صحیح اور قابل قبول نہیں ہو سکیں گی کیونکہ امام ابو حنیفہ علاوہ ضعیف ہونے کے (جس کی تفصیل آئندہ انشاءاللہ آویگی) واقعات سے بالکل بے خبر تھے۔ جس کا جاننا رواۃ یا ائمہ حدیث کو ضروری ہے۔ ص ۵-۶۔

اقول

اُس حکایت کی نسبت کافی لکھا جا چکا ہے۔ اُس کے اعادہ کی یہاں ضرورت

نہیں۔ بنارسی نے شاید کوئی کتاب الموضوعات فی الحدیث نہیں دیکھی۔ کتنی احادیث ہیں جو باوجود اسانید متصلہ موضوع قرار دی گئی ہیں۔ یہاں تو خطیب بغدادی سے امام ابو یوسف تک کا اسناد مذکور ہی نہیں۔ اگر مذکور بھی ہو۔ تو پہلے خطیب ہی کو لیں گے جیسے اس خدمت کے عوض میں ائمہ مذاہب اربعہ نے کیسی کیسی سندیں عطا کی ہیں جن کی نقول ہم پہلے درج کر آئے ہیں۔ اگر روایت خطیب کے وہی معنے ہوں جو بنارسی بیان کرتا ہے۔ تو اُسے موضوع قرار دیں گے۔ اور اُس کے موضوع ہونے کی بڑی پکی دلیل یہہ ہوگی کہ فقہ حنفی کا کوئی مسئلہ قرآن و حدیث کے خلاف نہیں۔ اگر زیادہ تحقیقات منظور ہو۔ تو مسند امام اعظم رح معانی الآثار للطحاوی۔ فتح القدیر لابن الہمام۔ بنایہ شرح ہدایہ للعینی۔ تبیین الحقایق للزیلعی۔ عقود الجواہر المنیفۃ للسید محمد مرتضیٰ وغیرہ ملاحظہ ہوں۔ امام صاحب کی تو فقہ اور مسند بھی موجود ہے۔ مگر کثیر التعداد صحابہ و تابعین ایسے ہیں جن سے ایک آیت کی تفسیر یا ایک حدیث بھی مروی نہیں۔ کیا اس سے لازم آتا ہے کہ اُن کو تفسیر و حدیث کا علم بالکل نہ تھا۔ حاشا و کلا۔ علم شے اور چیز ہے اور اُس کی روایت شئے دیگر۔ بنارسی کی اِس بیش بندی کو دیکھئے کہ اگر بفرضِ محال کوئی روایات امام صاحب سے ہوں بھی۔ تو صحیح اور قابل قبول نہ ہو سکیں گی۔ ہم پوچھتے ہیں کہ اگر حضرت امام الائمہ رئیس المجتہدین امام اعظم رض کی روایات قابلِ قبول نہ ہوں۔ تو پھر کیا امام بخاری رح کی روایات مقبول ہونگی جنہوں نے اپنی صحیح میں مرجئہ و روافض و قدریہ وغیرہ مبتدعین سے احادیث نقل کی ہیں۔ حقیقت یہہ ہے کہ جن محدثین نے امام صاحب کی تضعیف کی ہے وہ خود قابل تضعیف ہیں۔ اس بحث کو ہم انشاءاللہ مناسب موقع پر بالتفصیل لکھیں گے۔

قال البنارسی

امام ابو یوسف۔ کون ابو یوسف؟ جو خود امام صاحب کا شاگرد ہے۔ اور کون ابو یوسف! جس نے حنفی مذہب کو رواج دیا۔ اور کون ابو یوسف! جس کی وجہ سے امام صاحب کی شہرت ہوئی۔ جس کی بابت تاریخ ابن خلکان میں یوں مرقوم

ہے ماکان فی اصحاب ابی حنیفہ مثل ابی یوسف لولا ابو یوسف ما ذکر ابو حنیفہ (جلد دوم صفحہ ۳۰) یعنی ابو حنیفہ کے اصحاب میں ابو یوسف جیسا کوئی نہیں تھا۔ اگر ابو یوسف نہ ہوتا تو امام صاحب کو کوئی جانتا بھی نہیں۔ ان امام ابو یوسف صاحب نے امام صاحب کو ایسے مسئلے سے بے خبر اور ناواقف کہدیا کہ جس کو بچے بھی جانتے ہیں۔ یعنی تاریخ ابن خلکان جلد دوم صفحہ ۳۰ میں ہے مضی ابو یوسف لیستمع المغازی من محمد بن اسحاق اومن غیرہ واخل بمجلس ابی حنیفہ ایاما فلما اتاہ قال لہ ابو حنیفہ یا ابا یوسف من کان صاحب رایۃ جالوت فقال لہ ابو یوسف انک امام وان لم تمسک عن ھذا سالتک واللہ علی رؤس الملأ ایما کان اولا وقعۃ بدر او احد فانک لاتدری ایھما کان قبل الاخر فامسک عنہ انتھی۔ یعنی امام ابو یوسف جہاد وغیرہ کا علم حاصل کرنے کی غرض سے محمد بن اسحاق یا اور کسی کے پاس جانے لگے اور کچھ عرصہ تک امام ابو حنیفہ کے یہاں حاضر نہ ہوئے۔ پھر جب آئے تو امام ابو حنیفہ صاحب نے فرمایا کہ اے ابو یوسف بھلا جالوت کے لشکر میں نشان بردار کون تھا؟ امام ابو یوسف نے کہا کہ آپ امام ہیں اور اگر آپ ایسے سوال کریں گے تو قسم ہے اللہ کی کہ میں آپ سے مجمع عام میں یہہ پوچھوں گا کہ بدر کی لڑائی پہلے ہوئی تھی یا اُحد کی پہلی ہوئی تھی۔ آپ کو اس کی بھی خبر نہیں۔ پس امام صاحب خاموش ہو گئے اِس حکایت سے جو کچھ اور باتیں ثابت ہوتی ہیں اُنکو تو جانے دو۔ مگر اتنا خیال کرلو کہ امام ابو یوسف نے امام ابو حنیفہ کو اتنی بات سے بھی ناواقف کہدیا کہ بدر کی لڑائی پہلے ہوئی یا احد کی جسکو ہزاروں بے پڑھے جانتے ہیں۔ صفحہ ۶۔

اقول

عموماً نصاریٰ مسلمانوں پر یہہ اعتراض کیا کرتے ہیں کہ اسلام بزورِ شمشیر پھیلا ہے بنارسی نے بطور کاسہ لیسی وہی اعتراض مذہب حنفی پر کیا ہے۔ اس کا مطلب یہہ ہے کہ امام ابو یوسف نے عہدۂ قاضی القضاۃ پر مامور ہو کر جبر و تہدید سے مذہب حنفی کو رواج دیا۔ مگر یہہ [illegible] غلط ہے۔ کہ امام صاحب سنہ ۱۲۰ ہجری

میں مسند اجتہاد پر متمکن ہوئے اور امام ابو یوسف کو خلیفہ ہارون رشید نے ۱۷۰ھ کے بعد عہدۂ قاضی القضاۃ پر مامور کیا۔ اس پچاس برس میں مذہب حنفی کو قبولیت عامہ کا شرف حاصل ہو چکا تھا۔ اور وہ امام صاحب کے شاگردوں کے ذریعہ کوفہ کے حدود سے باہر حرمین شریفین۔ بصرہ۔ واسط۔ موصل۔ جزیرہ رافہ۔ نصیبین۔ دمشق۔ رملہ۔ مصر۔ یمن۔ یمامہ۔ بحرین۔ بغداد۔ اہواز۔ کرمان۔ اصبہان۔ حلوان۔ استرآباد۔ ہمدان۔ نہاوند۔ رے۔ قومس و دامغان۔ طبرستان۔ جرجان۔ نیشاپور۔ سرخس۔ نسا۔ مرو۔ بخارا۔ سمرقند۔ کیش۔ صفانیاں۔ ترمذ۔ بلخ۔ ہرات۔ قہستان۔ سجستان۔ اور خوارزم وغیرہ مقامات میں پہنچ چکا تھا۔ (دیکھو مناقب الامام الاعظم للکردی)۔ اب بتلائیے کہ اس کامیابی کو کس کی طرف منسوب کریں۔ اگر مذہب حنفی حق نہ ہوتا تو امام صاحب یا امام ابو یوسف کے بعد جلد ناپید ہو جاتا۔ مگر ہم اس کے برعکس دیکھتے ہیں کہ حاسدوں کی مخالفانہ کوششوں کے باوجود اس کو روزافزوں ترقی رہی ہے۔ جنہوں نے امام صاحب کے مذہب کی تخریب میں سعی کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خود اُن کے مذاہب مٹ گئے ؎

چراغے را کہ ایزد برفروزد ❖ ہر آنکو پُف زند ریشش بسوزد

واقعات مذکورۂ بالا سے معلوم ہوا کہ مذہب حنفی کی اشاعت صرف اپنی ذاتی محاسن کی وجہ سے ہوئی ہے۔ امام صاحب کے ہزاروں شاگردوں نے جو آسمان فقہ کے ستارے ہیں۔ امام صاحب کے مسائل کی روشنی دور دور پھیلادی تھی۔ اُنہوں نے کبھی جبر سے کام نہیں لیا۔ بلکہ امام صاحب کے علم کو صرف آفاق میں ظاہر کردیا۔ اس طرح شاگردوں یا مقلدین کے ذریعہ امام صاحب کی فقہ کی اشاعت کسی طرح قابلِ اعتراض نہیں۔ بنارسی کے اطمینان کے لئے ہم اس امر کی تشریح مذہب شافعی کی اشاعت سے کردیتے ہیں جس کے مقلد امام بخاریؒ بھی ہیں۔ ذرا غور سے سُنئے۔

(۱) قاضی ابن خلکان شافعی نے ابو ابراہیم اسمعیل بن یحییٰ المزنی (متوفی ۲۶۴ھ) کے ترجمہ میں لکھا ہے۔ قال الشافعی رحمۃ اللہ علیہ المزنی ناصر مذھبی (وفیات الاعیان۔ جزء اوّل

صلہ)۔ یعنی امام شافعی رضی اللہ عنہ نے امام مزنی کے حق میں فرمایا کہ مزنی میرے مذہب کا مددگار ہے۔ انتہے۔

(۲) شیخ الاسلام تاج سبکی شافعی نے امام بویطی (متوفی ۲۳۱ھ) کے ترجمہ میں لکھا ہے۔ قال ابو عاصم کان الشافعی یعتمد البویطی فی الفتیا ویحیل علیہ اذا جاءتہ مسئلۃ قال واستخلفہ علی اصحابہ بعد موتہ فتخرجت علیٰ یدیہ ائمۃ تفرّقوا فی البلاد ونشروا علم الشّافعی فی البلاد (طبقات الشافعیۃ الکبریٰ۔ جزء اوّل۔ صلہ) یعنی ابو عاصم نے کہا کہ امام شافعی فتوے میں امام بویطی پر اعتماد کرتے تھے۔ اور جب کوئی مسئلہ پیش آتا تھا تو اُسے امام بویطی کے سپرد کرتے تھے۔ ابو عاصم نے کہا کہ امام شافعی نے اپنی موت کے بعد بویطی کو اپنے اصحاب کا خلیفہ چھوڑا۔ پس بویطی کے ہاتھوں سے بہت سے امام نکلے جو شہروں میں پھیل گئے۔ اور اُنہوں نے امام شافعی کا علم شہروں میں پھیلا دیا۔ انتہے۔

(۳) امام ابو محمد عبدان المروزی (متوفی ۲۹۳ھ) کے حال میں لکھا ہے کان امام اصحاب الحدیث فی عصرہ بمرو وھو الذی اظہر بہا مذھب الشافعی (طبقات الشافعیۃ الکبریٰ۔ جزء ثانی۔ صلہ)۔ یعنی ابو محمد مروزی اپنے زمانے میں مرو میں اصحابِ حدیث کا امام تھا۔ اور یہی امام ہے جس نے مرو میں مذہب شافعی کو ظاہر کر دیا۔ انتہے۔

(۴) امام عثمان بن سعید بن بشار الانماطی (متوفی ۲۸۸ھ) کی نسبت لکھا ہے۔ ھو الّذی اشتہرت بہ کتب الشافعی ببغداد وعلیہ تفقہ شیخ المذھب ابو العبّاس ابن سریج قال ابو عاصم الانماطی لاھل بغداد کابی بکر بن اسحاق لاھل نیسابور فانّہ اوّل من حمل الیہا علم المزنی (طبقات الشّافعیۃ الکبریٰ۔ جزء ثانی۔ صلہ)۔ یعنی امام انماطی ہی کے ذریعہ امام شافعی کی کتابیں بغداد میں مشہور ہوئیں۔ اور امام انماطی ہی سے شیخ المذہب ابو العباس ابن سریج نے فقہ پڑھی۔ ابو عاصم نے کہا کہ انماطی اہل بغداد کے لئے ایسے ہیں جیسے ابو بکر بن اسحاق اہل نیشاپور کے لئے۔ کیونکہ ابو بکر پہلے شخص ہیں جو نیشاپور میں امام [illegible] کا علم لے گئے انتہے۔

(۵) امام محمد بن جریر الطبری (متوفی ۳۱۰ھ) کی نسبت لکھا ہے - وذکر ان محمد بن جریر قال اظهرت فقه الشافعی وافتیت به ببغداد عشر سنین (طبقات الشافعیۃ الکبریٰ جزء ثانی - ص۱۳۶) یعنی ذکر کیا گیا ہے کہ محمد بن جریر نے کہا - میں نے فقہ شافعی کو ظاہر کر دیا - اور اس کے مطابق بغداد میں دس سال فتوےٰ دیا انتہےٰ -

(۶) قاضی ابو زرعہ (متوفی ۳۰۲ھ) کے ترجمہ میں لکھا ہے - یقال انه الذی ادخل مذهب الشافعی الی دمشق وانه کان یهب لمن یحفظ مختصر المزنی مائة دینار - (طبقات الشافعیۃ الکبریٰ - جزء ثانی - ص۱۷۵) - یعنی کہا جاتا ہے کہ قاضی ابو زرعہ ہی نے دمشق میں مذہب شافعی داخل کیا - اور قاضی موصوف اُس شخص کو جو مختصر مزنی حفظ کر لیا کرتا تھا ایک سو دینار انعام دیا کرتا تھا - انتہے -

(۷) امام بیہقی (متوفی ۴۵۸ھ) کے ترجمہ میں لکھا ہے - وقال امام الحرمین ما من شافعی الا وللشافعی فی عنقه منة الا البیهقی فان له علی الشافعی منة لتصانیفه فی نصرة مذهبه واقاویله (طبقات الشافعیۃ الکبریٰ - جزء ثالث - ص۴) - یعنی امام الحرمین نے کہا کہ کوئی شافعی مذہب والا ایسا نہیں کہ جس کی گردن پر امام شافعی کا احسان نہ ہو سوائے امام بیہقی کے - اس لئے کہ امام شافعی پر امام بیہقی کا احسان ہے کیونکہ اُس نے امام شافعی کے مذہب و اقوال کی تائید میں کتابیں تصنیف کی ہیں انتہے -

(۸) اگر مذہب شافعی کی اشاعت کنندوں کے زمرہ میں امام محمد بن اسمٰعیل بخاری (متوفی ۲۵۶ھ) کا ذکر نہ کیا جائے - تو یہہ کمال بے انصافی ہوگی - امام بخاری رح شافعی المذہب تھے اور متعصب اس درجہ کے تھے کہ اپنی صحیح میں بھی عموماً وہ احادیث لائے ہیں جو مذہب شافعی کی موید ہیں - اور حضرت امام الائمہ پر چوٹ کرنے سے باز نہیں رہے - عفا اللہ عنہ - امام بخاری رح کو خود اعتراف ہے کہ اُنہوں نے بہت سی احادیث صحیحہ چھوڑ دی ہیں - آخر اِس کی کوئی وجہ ہوگی - فافهم -

اب ہم حکایت زیر بحث کی تنقید کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ جسے بنارسی نے ابن خلکان سے نقل کیا ہے۔ ابن خلکان نے اس حکایت کو یوں شروع کیا ہے۔
وذکر ابو الفرج المعافی بن زکریا النھروانی فی کتاب الجلیس والانیس عن الشافعی رضی اللہ عنہ انہ قال مضی ابو یوسف لیستمع المغازی من محمد بن اسحاق او من غیرہ الخ۔ یعنی ابو الفرج المعافی بن زکریا نہروانی (مولود ۳۰۳ھ۔ متوفی ۳۹۰ھ) نے اپنی کتاب الجلیس والانیس میں امام شافعی رضی اللہ عنہ (متوفی ۲۰۴ھ) سے ذکر کیا ہے۔ کہ آپ نے فرمایا کہ ابو یوسف مغازی سننے کے لئے محمد بن اسحاق یا اور کسی کے پاس جانے لگے الخ۔ قطع نظر بحث اسناد کے اس حکایت کے مضمون پر غور کیجئے۔ شاگرد خواہ کتنا ہی نالائق ہو۔ اپنے استاد کی نسبت ایسے گستاخانہ کلمات استعمال نہیں کرسکتا۔ جو اِس حکایت میں امام ابو یوسف جیسے جلیل القدر امام کی طرف منسوب کئے گئے ہیں۔ امام ابو یوسف تو امام صاحب کا اتنا ادب کرتے تھے کہ اپنے والدین سے پہلے آپ کے لئے دُعا کیا کرتے تھے۔ چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔ وعن ابی یوسف قال انی لادعو لابی حنیفۃ قبل ابوی۔ (کتاب تہذیب الاسماء۔ مطبوعہ گاٹنجن۔ ص۷۰۲)۔

محمد بن سماعہ کا بیان ہے کہ میں نے ابو یوسف کی موت کے دن اُن کو یہ کہتے سُنا۔ اللھم[ع] انک تعلم انی لم اجرفی حکم حکمت فیہ بین اثنین من عبادک

ع اے اللہ تو جانتا ہے کہ میں نے جو فیصلہ تیرے بندوں میں سے دو کے درمیان کیا اُس میں عمداً خلاف واقع نہیں کیا۔ اور میں نے فیصلہ میں کوشش کی ہے کہ وہ تیری کتاب اور تیرے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت کے موافق ہو۔ جب مجھے کوئی مشکل مسئلہ پیش آتا تھا۔ تو میں امام ابو حنیفہ کو اپنے اور تیرے درمیان واسطہ بناتا تھا۔ اور اللہ کی قسم امام ابو حنیفہ میرے نزدیک تیرے احکام کو جانتے تھے اور عمداً حق کے راستے سے تجاوز نہ کرتے تھے انتہے۔

قلت دع عنك هذا فما اقبح الرجل يدعی التبحر فی العلم فیسئل عن شیٔ من ذٰلك العلم فلا یعرفه (مناقب الامام الاعظم للکردری جلد ثانی صـ۱۳۷)۔ اب روایت کردری و موفق و ابوالفرج المعافی کا باہم مقابلہ کیجیٔے۔ روایت کردری تو روایت موفق کا اختصار ہے۔ روایت موفق سے واضح ہے۔ کہ امام ابو یوسف نے نظر برحق استادئی محمد بن اسحاق امام صاحب کو ایسا جواب دیا جس سے پایا گیا کہ محمد بن اسحاق کو وہ مسئلہ ضرور معلوم ہوگا۔ کیونکہ جس شخص کو مغازی میں تبحر کا دعوٰے ہو اُس کے لئے یہہ بُرا ہے کہ مغازی کا ایک آسان مسئلہ مثلاً جنگ بدر واحد میں کونسا پہلے ہوا نہ بتا سکے۔ اس طرح سے امام ابو یوسف نے اپنے ہر دو استادوں کا پاس ادب رکھا۔ اگر اس واقعہ کی کچھ اصلیت ہے۔ تو فقط اِسی قدر جو روایت موفق سے ظاہر ہے۔ مگر حاسدوں نے تحریف کر کے اِس کی وہ شکل بنادی جو کتاب الجلیس والانیس میں نظر آتی ہے۔ اس قسم کی حکایات کے پیش کرنے سے غیر مقلدین کی غرض یہہ ہے کہ کسی طرح امام بخاریؒ کی تاریخی غلطیوں پر پردہ پڑجائے۔ مگر ایسا ہو نہیں سکتا۔ کیونکہ وہ غلطیاں صحیح بخاری میں موجود ہیں۔ جس کو شوق ہو۔ وہ الجرح علی البخاری صفحہ ۳۵ و ۵۰ و ۶۳ کا مطالعہ کرے۔ اور اُن کا جواب دے۔

قال البنارسی

اور اس سے بھی بڑھکر یہہ ہے کہ امام صاحب نے خود اپنی کم علمی کا بیان کیا ہے۔ چنانچہ تاریخ ابن خلکان جلد اول صـ۳۱۸ میں ہے۔ حکی وکیع قال قال لی ابو حنیفۃ النعمان بن ثابت اخطأت فی خمسۃ ابواب من المناسك بمکۃ فعلمنیها حجام وذلك انی اردت ان احلق راسی فقال لی اعرابی انت؟ قلت نعم وکنت قد قلت له بکم تحلق راسی فقال النسك لا یشارط فیه اجلس فجلست منحرفًا عن القبلۃ فاوما الی باستقبال القبلۃ واردت ان احلق راسی من الجانب الایسر فقال ادر شقك الایمن من راسك فادرته وجعل یحلق راسی وانا ساکت فقال لی کبر فجعلت اکبر حتی قمت لاذهب فقال این ترید فقلت رحلی فقال صل رکعتین ثم امض

فقلت ماينبغي ان يكون هذا من مثل هذا الحجاج الا و معه علم فقلت من اين لك ما رأيتك امرتني به فقال رأيت عطاء بن ابی رباح يفعل هذا انتهى۔ یعنی وکیع کہتے ہیں کہ مجھ سے ابو حنیفہ نعمان بن ثابت نے کہا کہ حج کے مسائل میں پانچ جگہ میں نے غلطی کی ہے۔ اور وہ مسئلے مجھ کو حجام نے سکھائے۔ وہ پانچ مسئلے یہہ ہیں کہ جب میں حجامت بنوانے کو اس کے پاس گیا تو میں نے پوچھا کہ میری حجامت کا کیا لے گا۔ اس نے کہا کیا تو دیہاتی ہے۔ میں نے کہا ہاں۔ اُسنے کہا کہ عبادت کے کاموں میں مزدوری کی شرط نہیں کی جاتی۔ تو بیٹھ جا۔ پس میں بیٹھ گیا۔ مگر میں قبلہ کی طرف نہ بیٹھا۔ اُسنے مجھکو قبلہ کی طرف منہ کرنے کو کہا۔ اور میں نے چاہا کہ پہلے بائیں طرف سے حجامت بنواؤں۔ اُس نے کہا کہ داہنی طرف سے بنوا۔ میں نے داہنی جانب کو اُسکی طرف پھیر دیا۔ اور وہ حجامت بنانے لگا۔ اور میں خاموش بیٹھا رہا۔ اُس نے کہا کہ تکبیر کہتا رہ میں تکبیر کہنے لگا۔ جب میں حجامت کے بعد چلنے لگا تو اُس نے کہا کہ کہاں جاتا ہے۔ میں نے کہا کہ اپنے ڈیرے کو جاتا ہوں۔ اُس نے کہا دو رکعتیں پڑھ اس کے بعد جانا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ ایسے حجام سے کام لینے والا ایسا آدمی ہونا چاہیئے جس کو علم ہو۔ (افسوس! امام صاحب کو اپنی کم علمی کا خود اقرار ہے۔ جیرز!) پھر میں نے اُسسے پوچھا کہ جن باتوں کا تونے مجھ کو حکم کیا ہے یہہ کہاں سے تجھ کو حاصل ہوئیں اُس نے کہا کہ میں نے عطاء بن ابی رباح کو یہہ کام کرتے دیکھا ہے۔ انتہے۔ اسی وجہ سے امام حمیدی کہا کرتے تھے۔ فرجل ليس عنده سنن من رسول الله صلعم واصحابه فى المناسك وغيرها كيف يقلد فى احكام الله فى المواريث والفرائض والزكوة والصلوة و امور الاسلام (استقصاء الافحام) یعنی جس شخص کو احکام حج آنحضرت و صحابہ کے معلوم نہ ہوں۔ اس کی خداوندی احکام میراث و فرائض و زکوۃ و نماز وغیرہ امور اسلام میں کیونکر تقلید کی جاسکتی ہے۔ حکایت بالا سے جو ثابت ہوتا ہے وہ ظاہر ہے ع آفتاب آمد دلیل آفتاب * امام صاحب کو اپنی کم علمی (یا بے علمی) کا خود اقرار ہے۔ اور ایک حجام جس نے عطاء کے طریق عمل سے ان مسائل کو معلوم کیا اُس کے عالم تر ہونے کا خود امام صاحب کو اقرار ہے۔ پھر خیال کر لو کہ

عطاء بذاتِ خود کس پایہ کے شخص ہوں گے۔ صلاتہ۔

اقول

حاسدوں نے امام صاحب کے فروغ کو دیکھ کر ایڑی چوٹی تک کا زور لگایا کہ کسی طرح آپ کے راستے میں موانع پیدا کریں۔ مگر الحمد للہ کہ اُن کی تمام کوشش اوھن من بیت العنکبوت ثابت ہوئی۔ اگر امام صاحب کا تبحر علمی دیکھنا چاہتے ہو۔ تو فقہ حنفی کا مطالعہ کرو۔ اگر امام صاحب کو علم نہ ہوتا۔ تو امام عبد اللہ بن مبارک وغیرہ جیسے جلیل القدر ائمہ کبھی آپ کے سامنے زانوے شاگردی تہ نہ کرتے۔ حکایت زیر بحث جس کا پورا اسناد مذکور نہیں کسی بڑے حاسد کی طبیعت کا نتیجہ ہے۔ جس کی تکذیب کے لئے فقہ حنفی کے ابواب المناسک کافی ہیں۔ ابن خلکان نے اسے صرف غرابت کے سبب نقل کیا ہے۔ عطاء بن ابی رباح امام صاحب کے شیوخ میں سے ہیں۔ یہہ کون باور کرسکتا ہے کہ ایک حجام تو عطاء کے طریق عمل سے مسائل مناسک سیکھ جائے۔ اور عطاء کے ایک شاگرد (شاگرد بھی کیسے حضرت امام الائمہ سراج الامۃ ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی تابعی رضی اللہ تعالےٰ عنہ) اُن سے بے بہرہ رہیں۔ مفتریوں کا قاعدہ ہے کہ اپنے قول کی ترویج کے لئے اُسے کسی بڑے شخص کی طرف منسوب کر دیا کرتے ہیں۔ اس لئے اس حکایت کی روایت کو بھی امام صاحب کے ایک بڑے شاگرد وکیع کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ مگر یاد رہے کہ دروغ کو کبھی فروغ نہیں ہوتا۔ جہانتک مجھے معلوم ہے اِس حکایت کو سب سے پہلے امام بخاریؒ نے ذکر کیا ہے۔ اُنکے الفاظ یہہ ہیں۔

سمعت الحمیدی یقول قال ابو حنیفہ قدمت مکۃ فاخذت من الحجام ثلاث سنن لما قعدت بین یدیہ قال لی استقبل الکعبۃ فبدأ بشق راسی الایمن و بلغ الی العظمین	میں نے حمیدی کو یہہ کہتے ہوئے سُنا کہ ابو حنیفہ نے فرمایا۔ میں مکہ میں آیا۔ پس میں نے حجام سے تین سنتیں سیکھیں جب میں اُسکے سامنے بیٹھا۔ تو مجھ سے کہا کعبہ کی طرف منہ کرکے بیٹھ۔ پس اُس نے میرے سر کے دائیں طرف سے شروع کیا اور دونوں ہڈیوں تک پہنچا

قال الحمیدی فرجل لیس عندہ سنن
عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ولا اصحابہ فی المناسک وغیرھا کیف
یقلد احکام اللہ فی المواریث و
الفرائض والزکوٰۃ والصلوٰۃ
وامور الاسلام (التاریخ الصغیر
مطبوعہ انوار احمدی الہ آباد۔ صفحہ ۱۵۱)

حمیدی نے کہا۔ وہ شخص جس کو مناسک وغیرہ
میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور
آپ کے اصحاب کے احکام کا علم نہ ہو۔
مواریث و فرائض و زکوۃ و صلوۃ و امور
اسلام کی نسبت احکام الہی میں کس طرح
اس کی تقلید کی جا سکتی ہے

روایت امام بخاری و ابن خلکان میں یہہ فرق ہے کہ روایت بخاری میں تین مسائل کا
ذکر ہے اور روایت ابن خلکان میں پانچ کا۔ مگر ہر دو کی تطبیق آسانی سے ہو سکتی ہے
ہر کہ آمد برآں مزید کرد۔ تجاوز اللہ عنا و عنہم۔

اخیر میں ہم امام اعمش کی شہادت درج کرتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے
کہ امام صاحب کو مسائل مناسک میں کیسا ید طولے حاصل تھا۔ علامہ ابن حجر
ہیتمی مکی شافعی اُن صفات کے ذکر میں جن میں امام صاحب اپنے مابعد سے ممتاز
ہیں لکھتے ہیں۔

ومنها انه اجتهد وافتی فی زمن
التابعین بل لما حج الاعمش ارسل
الیه لیکتب له المناسک وکان
یقول اکتبوا المناسک
عنه قال لا اعلم احدا
اعلم بفرضها ونفلها منه
فانظر هذه الشهادة
له من مثل الاعمش
(خیرات الحسان الفصل
الثانی عشر ص ۳۰)

منجملہ اُن اوصاف کے یہہ ہے کہ امام صاحب
نے تابعین کے زمانے میں اجتہاد کیا
اور فتوے دیا۔ بلکہ جب امام اعمش نے
حج کا ارادہ کیا۔ تو امام صاحب سے
کہلا بھیجا کہ آپ میرے لئے کتاب
المناسک لکھ دیں۔ امام اعمش فرمایا
کرتے تھے کہ امام ابو حنیفہ سے مناسک
لکھ لو۔ میں مناسک کے فرائض و
نوافل کا عالم اُن سے بڑھکر کسی کو نہیں جانتا
پس آپ کے حق میں اعمش جیسے امام
کی شہادت پر غور کرو۔

قال البنارسی

لیکن ان حنفیوں نے (جن کا مقتداے دین کو بُرا بھلا کہنے کا ہمیشہ سے شیوہ ہے) کوفہ والوں کی تعریف میں ایک قول حمادؒ کی طرف منسوب کرکے ایسا گڑھا کہ عطاء کو بالکل بے علم ٹھیرایا۔ چنانچہ میزان جلد اول صفحہ ۲۴ میں ہے۔ قال حماد لاھل الکوفۃ ابشروا یا اھل الکوفۃ رأیت عطاء وطاؤسا ومجاھدا فصبیانکم بل صبیان صبیانکم افقہ منہم انتھی۔ یعنی حماد نے کہا کہ اے کوفہ والو تم کو خوشخبری ہو کہ میں نے عطاء و طاؤس و مجاہد کو دیکھا ہے کہ دین کی سمجھ میں وہ ایسے تھے کہ تمہارے لڑکے بلکہ لڑکوں کے لڑکے اُن سے بہتر ہیں۔ واہ ! کیا کہتے ہیں۔ ع۔ ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند۔ عطاء۔ وہ عطاء۔ جن سے ایک حجام نے سیکھ کر امام صاحب کوفی کو سکھلایا اور کوفہ والوں کے لڑکے اُن سے بھی بڑھ گئے ؟ اسیکو کہتے ہیں۔ ع پیراں نمے پرند مریداں ہے پرانند اسی وجہ سے حنفی مذہب نے ضعف اور کمزوری میں جو درجہ پایا ہے وہ دوسرے مذہبوں کو نہیں ملا۔ کوفہ والوں کے لڑکے تو ابھی ماں میں رہیں کوفہ کے مقتدا خود امام صاحب کی فقہ کو دیکھو کہ امام صاحب تو افقہ (بصیغہ اسم تفضیل) ہو ہی نہیں سکتے۔ چہ جائیکہ لونڈے شونڈے افقہ ہو جاویں اسلئے کہ فقہ کے لئے پہلے علم کی ضرورت ہے اور امام صاحب کی کم علمی (یا بے علمی) جو تھی اوپر بیان کی گئی ہے

اقول

غیر مقلدین بہ تبعیت اپنے پیر و مرشد امام بخاریؒ کے حنفیہ کو ہمیشہ بُرا بھلا کہتے رہتے ہیں۔ اور حنفیہ کرام بہ تبعیت اپنے امام عالیمقام کے برداشت کرتے رہتے ہیں۔ جب تنگ آکر مناسب طریق سے کچھ جواب دیتے ہیں۔ تو اُسے امام بخاریؒ کی توہین پر محمول کرکے بہت جلد گالی گلوچ پر اُتر آتے ہیں۔ اور کہنے لگتے ہیں کہ مقتداے دین کو بُرا بھلا کہنا ہمیشہ سے حنفیوں کا شیوہ ہے۔ اللہ اُنہیں ہدایت دے۔ ہم اپنے قول کی تائید میں بنارسی کی یہی تقریر پیش کرتے ہیں۔ اور پوچھتے ہیں کہ آپ تو غیر مقلد ہیں۔ آپ نے اس کتاب میں کیا شیوہ اختیار کیا ہے۔ کیا لکھتے وقت آپ کو کسی بزرگ

کا یہ مقولہ یاد نہ آیا۔ خودرا فضیحت و دیگراں را نصیحت۔ ؎
چرا عاقل کند کارے کہ باز آید پشیمانی

بنارسی نے جو حماد کا قول میزان الاعتدال سے نقل کیا ہے۔ اس کا اسناد چھوڑ دیا ہے اور وہ یوں ہے۔

العقیلی حدثنا محمد بن جعفر بن الامام حدثنا یوسف بن موسے حدثنا جریر عن مغیرہ قال حج حماد بن ابی سلیمان فلما قدم اتیناہ فقال ابشروا یا اھل الکوفۃ رأیت عطاء وطاؤسا ومجاھدا فصبیانکم بل صبیان صبیانکم افقہ منھم قال مغیرۃ فرأینا ذٰلک غریبا منہ (میزان الاعتدال مطبوعہ مصر۔ جلد اول۔ صفحہ ۲۷۹)

عقیلی نے کہا کہ حدیث کی ہم سے محمد بن جعفر بن الامام نے کہ حدیث کی ہم سے یوسف بن موسے نے کہ حدیث کی ہم سے جریر نے۔ اُس نے مغیرہ سے۔ کہا کہ حج کیا حماد بن ابی سلیمان نے۔ جب وہ آیا۔ تو ہم اُس کے پاس گئے۔ پس اُس نے کہا۔ خوشخبری ہو اے اہل کوفہ میں نے عطاء و طاؤس و مجاہد کو دیکھا ہے تمہارے لڑکے بلکہ لڑکوں کے لڑکے اُن سے بڑھکر فقیہ ہیں۔ مغیرہ نے کہا کہ ہم نے اس قول کو حماد سے غریب خیال کیا۔

اِس قولِ حماد کی غرابت کی تصریح تو خود مغیرہ نے کر دی ہے۔ قطع نظر غرابت کے ہم بنارسی سے پوچھتے ہیں کہ کیا اِس قول کے گھڑنے والے حنفی ہیں۔ حنفیوں کی کس کتاب میں یہہ قول مذکور ہے۔ عقیلی۔ محمدؐ بن جعفر بن الامام۔ یوسف بن موسےٰ۔ جریر اور مغیرہ میں سے کون کونسے حنفی ہیں۔ ایسے افترا سے خدا کی پناہ حنفیہ کرام عطاء کو بڑا عالم و فقیہ اور تابعی جانتے ہیں۔ چنانچہ علامہ کردری صاحب فتاوے بزازیہ (متوفی ۸۲۷ھ) نے امام صاحب کے شیوخ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔

عطاء بن ابی رباح اسمہ اسلم مولے فھر او جمع المکی کان جعد الشعر اسود

عطاء بن ابی رباح۔ آپکا نام اسلم ہے۔ آپ فہر یا جمع مکی کے آزاد کئے ہوئے غلام ہیں آپ تھے بال گھنگر والے۔ رنگ سیاہ۔

افطس اشل اعور ثم عمی بعد ذٰلک تابعی احد الفقہاء بمکۃ قال ابو حنیفۃ ما رأیت افقہ من حماد ولا اجمع للعلوم من عطاء اکثر الروایۃ عنہ سمع ابن عباس وابن عمر وابا ھریرۃ و ابا سعید وجابرا وعائشۃ رضی اللہ عنہم مات سنۃ خمس عشرۃ ومأتہ وھو ابن ثمان وثمانین سنۃ (مناقب الامام الاعظم للکردری - جلد اول - صفحہ)	ناک چوڑی - لنجے - یک چشم پھر اس کے بعد نابینا ہو گئے - آپ تابعی اور فقہا ے مکہ میں سے ہیں - امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ میں نے حماد سے بڑھکر کوئی فقیہ نہیں دیکھا اور نہ عطاء سے بڑھکر جامع علوم دیکھا - امام صاحب نے آپ سے اکثر روایت کی ہے - آپ نے حضرت ابن عباس وابن عمر وابوہریرہ وابوسعید وعائشہ رضی اللہ عنہم سے حدیثیں سنیں آپنے ۱۱۵ھ میں ۸۸ برس کی عمر میں انتقال فرمایا

علامہ دمیری لکھتے ہیں - قال الامام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ما لقیت احدا اکذب من جابر الجعفی ولا افضل من عطاء بن ابی رباح (حیٰوۃ الحیوان مطبوعہ مصر - جزء اول - صفحہ) یعنی امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں کسی ایسے شخص سے نہیں ملا جو جابر جعفی سے بڑھکر کاذب ہو اور نہ ایسے شخص سے ملا ہوں جو عطاء بن ابی رباح سے بڑھکر فاضل ہو انتہے۔

امام صاحب کا افقہ ہونا ایک مسلم امر ہے - دیکھو شہادات ذیل -

(۱) امام نووی شافعی کتاب تہذیب الاسماء (مطبوعہ گاٹنجن - صفحہ) میں تحریر فرماتے ہیں -

عن ابی بکر بن عیاش قال مات اخو سفیان الثوری فاجتمع الناس الیہ لعزائہ فجاء ابو حنیفۃ فقام الیہ سفیان	ابوبکر بن عیاش نے کہا کہ سفیان ثوری کے بھائی کا انتقال ہوا تو لوگ ماتم پرسی کے لئے انکے پاس جمع ہوئے - امام ابو حنیفہ آئے تو سفیان آپ کے لئے کھڑے ہو گئے

واكرمه واقعده مكانه وقعد بين يديه ولما تفرق الناس قال اصحاب سفيان رأيناك فعلت شيئًا عجيبًا قال هذا رجل من العلم بمكان فان لم اقم لعلمه قمت لسنه وان لم اقم لسنه قمت لفقهه وان لم اقم لفقهه قمت لورعه - وعن ابن المبارك قال ما رأيت فى الفقه مثل ابى حنيفة وعن ابن المبارك قال رأيت مسعرا فى حلقة ابى حنيفة جالسًا بين يديه يسأله ويستفيد منه وما رأيت احدا قط تكلم فى الفقه احسن من ابى حنيفة وعن ابى نعيم قال كان ابو حنيفة صاحب غوص فى المسائل وعن وكيع قال ما لقيت افقه من ابى حنيفة ولا احسن صلوة منه وعن النضر بن شميل قال كان الناس نيامًا عن الفقه

آپ کا اکرام کیا اور اپکو اپنی جگہ پر بٹھایا اور خود امام صاحب کے سامنے بیٹھ گئے - جب لوگ چلے گئے - تو سفیان رحؒ کے اصحاب نے کہا - ہم نے آپ کو عجیب کام کرتے دیکھا ہے سفیان رحؒ نے فرمایا - یہہ شخص علم میں وہ پایہ رکھتا ہے کہ اگر میں اُن کے علم کے لئے کھڑا نہ ہوتا - تو اُن کی عمر کے لئے کھڑا ہوتا - اگر اُنکی عمر کے لئے کھڑا نہ ہوتا - تو اُنکی فقہ کے لئے کھڑا ہوتا - اور اگر اُنکی فقہ کے لئے کھڑا نہ ہوتا تو اُن کی پرہیزگاری کے لئے کھڑا ہوتا - حضرت ابن مبارک سے روایت ہے کہ میں نے فقہ میں ابو حنیفہ رضؓ کا مثل نہیں دیکھا - اور ابن مبارک ہی کا بیان ہے کہ میں نے امام مسعر کو ابو حنیفہ رضؓ کے حلقہ میں آپ کے سامنے بیٹھے ہوئے دیکھا کہ آپ سے پوچھ رہے تھے اور فائدہ اُٹھا رہے تھے - اور میں نے کبھی ایسا شخص نہیں دیکھا جس نے فقہ میں امام ابو حنیفہ رضؓ سے بہتر کلام کیا ہو - ابو نعیم کا قول ہے کہ ابو حنیفہ رحؒ مسائل کے غوّاص تھے - امام وکیع کا قول ہے کہ میں ایسے شخص سے نہیں ملا جو امام ابو حنیفہ سے بڑھکر فقیہ ہو - اور آپ سے اچھی نماز پڑھنے والا ہو - نضر بن شمیل کا قول ہے کہ لوگ فقہ سے سوئے ہوئے تھے -

حتیٰ یقظہم ابو حنیفۃ بما فتقہ و بیّنہ و لخصہ و عن الشافعی قال الناس عیال علی ابی حنیفۃ فی الفقہ و عن جعفر بن الربیع قال ا قمت علی ابی حنیفۃ خمس سنین فما رأیت اطول صمتًا فاذا سئل عن الشیٔ من الفقہ یفتح و یسال کالوادی و عن ابراہیم بن عکرمۃ قال ما رأیت اورع ولا افقہ من ابی حنیفۃ	یہانتک کہ امام ابو حنیفہ نے اُن کو اپنی تشریح و بیان و تلخیص سے جگا دیا۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ کے بال بچے ہیں۔ جعفر بن ربیع کا قول ہے کہ میں پانچ سال امام ابو حنیفہ کے پاس رہا۔ میں نے آپ سے بڑھکر کوئی خاموش نہ دیکھا مگر جب آپ سے فقہ کا کوئی مسئلہ دریافت کیا جاتا۔ تو کلام شروع کرتے اور وادی کی رَو کی طرح رواں ہوتے اور ابراہیم بن عکرمہ کا قول ہے کہ میں نے ابو حنیفہ رضؓ سے بڑھکر کسی کو پرہیزگار اور فقیہ نہیں دیکھا۔

(۲) قاضی ابن خلکان شافعی وفیات الاعیان (جزء ثانی۔ صـ ۱۶۴) میں لکھتے ہیں۔

روی حرملہ بن یحیےٰ عن الشافعی رضی اللہ عنہ انہ قال الناس عیال علی ہولاء الخمسۃ من اراد ان یتبحر فی الفقہ فہو عیال علی ابی حنیفۃ و کان ابو حنیفۃ ممن وفق لہ الفقہ و من اراد ان یتبحر فی الشعر فہو عیال علی زہیر بن ابی سلمی و من اراد ان یتبحر فی المغازی فہو عیال علی محمد بن اسحاق و من اراد ان یتبحر فی النحو فہو عیال علی الکسائی و من اراد ان یتبحر فی التفسیر فہو عیال علی مقاتل بن سلیمان	حرملہ بن یحیےٰ نے روایت کی ہے کہ امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگ ان پانچ اماموں کے بال بچے ہیں۔ جو فقہ میں متبحر بننا چاہے۔ وہ امام ابو حنیفہ کا عیال ہے اور امام ابو حنیفہ کو فقہ کی توفیق دی گئی۔ اور جو شعر میں متبحر بننا چاہے۔ وہ زہیر بن ابی سلمی کا عیال ہے اور جو مغازی میں متبحر بننا چاہے۔ وہ محمد بن اسحاق کا عیال ہے۔ اور جو نحو میں متبحر بننا چاہے۔ وہ کسائی کا عیال ہے۔ اور جو تفسیر میں متبحر بننا چاہے۔ وہ مقاتل بن سلیمان کا عیال ہے

وذومال الخطيب فی تاريخه الثانی يحيیٰ بن معين القراءة عندی قراءة حمزة والفقه فقه ابی حنيفة علی هذا ادرکت الناس	اسی طرح خطیب نے اسے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے۔ اور یحییٰ بن معین نے فرمایا۔ قرأت میری نزدیک حمزہ کی قرأت ہے اور فقہ امام ابو حنیفہ کی فقہ ہے۔ اس پر میں نے لوگوں کو پایا۔

(۳) علامہ ذہبی شافعی تذکرۃ الحفاظ (مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ۔ حیدرآباد دکن۔ مجلد اول۔ صـ۱۵۱) میں لکھتے ہیں

قال ضرار بن صرد سئل يزيد بن هارون ايما افقه الثوری وابو حنيفة فقال ابو حنيفة افقه وسفيان احفظ للحديث قال ابن المبارك ابو حنيفة افقه الناس وقال الشافعی الناس فی الفقه عيال علی ابی حنيفة	ضرار بن صرد نے کہا کہ یزید بن ہارون سے پوچھا گیا کہ امام ثوری و امام ابو حنیفہ میں سے کون افقہ ہے۔ پس انہوں نے فرمایا۔ ابو حنیفہ افقہ ہیں اور سفیان حدیث میں احفظ ہیں۔ ابن مبارک نے فرمایا امام ابو حنیفہ سب لوگوں سے افقہ ہیں۔ اور امام شافعی نے فرمایا۔ لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ کے عیال ہیں۔

(۴) علامہ دمیری شافعی حیوۃ الحیوان (جزء اول۔ صـ۱۲۲) میں لکھتے ہیں۔

وکان الشافعی يقول الناس عيال علی ابی حنيفة فی الفقه وعلی زهير بن سلمی فی الشعر وعلی محمد بن اسحاق فی المغازی وعلی الکسائی فی النحو وعلی مقاتل بن سليمان فی التفسير	امام شافعی فرمایا کرتے تھے کہ لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ کے عیال ہیں اور شعر میں زہیر بن سلمی کے اور مغازی میں محمد بن اسحاق کے اور نحو میں کسائی کے اور تفسیر میں مقاتل بن سلیمان کے عیال ہیں۔

(۵) حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی تہذیب التہذیب (مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن۔ جزء عاشر۔ صـ۴۵۰) میں لکھتے ہیں۔

قال ابو وهب محمد بن مزاحم سمعت ابن المبارك يقول افقه الناس ابو حنيفة ما رأيت في الفقه مثله و قال ايضاً لولا ان الله تعالى اغاثني بابي حنيفة و سفيان كنت كسائر الناس و قال احمد بن علي بن سعيد القاضي سمعت يحيى بن معين يقول سمعت يحيى بن سعيد القطان يقول لا نكذب الله ما سمعنا احسن من رأي ابي حنيفة و قد اخذنا باكثر اقواله و قال الربيع و حرملة سمعنا الشافعي يقول الناس عيال في الفقه على ابي حنيفة

ابو وہب محمد بن مزاحم نے کہا میں نے عبداللہ بن مبارک کو سُنا کہ کہتے تھے۔ امام ابو حنیفہ سب لوگوں سے بڑھکر فقیہ تھے۔ میں نے فقہ میں اُن کا ثانی نہیں دیکھا۔ اور یہ بھی ابن مبارک کا قول ہے کہ اگر اللہ تعالےٰ نے امام ابو حنیفہ و سفیان کے ذریعہ میری دستگیری نہ کی ہوتی۔ تو میں باقی لوگوں کی مانند ہوتا۔ اور احمد بن علی بن سعید قاضی نے کہا۔ میں نے یحییٰ بن معین کو سُنا کہ کہتے تھے۔ میں نے یحییٰ بن سعید قطان کو سُنا کہ کہتے تھے۔ ہم اللہ سے جھوٹ نہیں بولتے۔ ہم نے امام ابو حنیفہ کی رائے (فقہ) سے بہتر کوئی رائے نہیں سُنی اور ہم نے انکے اکثر اقوال اختیار کئے ہیں۔ اور ربیع اور حرملہ نے کہا کہ ہم نے امام شافعی کو سُنا کہ فرماتے تھے۔ لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ کے عیال ہیں۔

(۶) علامہ جلال الدین سیوطی شافعی تبییض الصحیفہ (مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ) صفحہ ۱۹ و ۲۰ و ۲۱ میں لکھتے ہیں۔

روی ابو عبد الله الحسين بن محمد بن خسرو البلخي في مقدمة مسنده عن ابي عبيد قال سمعت الشافعي يقول من اراد ان يعرف الفقه فليلزم ابا حنيفة و اصحابه

ابو عبداللہ حسین بلخی (متوفی ۵۲۳ھ) نے اپنی مسند کے مقدمہ میں ابو عبداللہ سے روایت کی ہے۔ اُس نے کہا۔ میں نے امام شافعی کو سُنا کہ فرماتے تھے۔ جو شخص فقہ سیکھنا چاہے۔ وہ امام ابو حنیفہ اور آپ کے اصحاب کو لازم پکڑے۔

هم عيال عليه + وروى ايضًا حسن ابن الحارث قال سمعت النضر بن شميل يقول كان الناس نياماً فى الفقه حتى ايقظهم ابو حنيفة بما فتقه وبينه ولخصه + وروى ايضًا عن ابن المبارك قال رأيت مسعرا فى حلقة ابى حنيفة وهو جالس بين يديه يسأله ويستفهم منه وما رأيت احدا تكلم فى الفقه احسن من ابى حنيفة + وروى ايضًا عن عبد الرزاق قال كنت عند معمر فاتاه ابن المبارك فسمعت معمرا يقول ما اعرف رجلا يحسن التكلم فى الفقه وليسعه ان يقيس ويشرح الحديث فى الفقه احسن معرفة من ابى حنيفة ولا اشفق على نفسه من ان يدخل فى دين الله شيئًا من الشك مثل ابى حنيفة + وروى ايضًا عن ابى اويس	کیونکہ لوگ سب کے سب فقہ میں آپ کے عیال ہیں۔ اور امام بلخی ہی نے حسن بن حارث سے روایت کی ہے۔ اُس نے کہا۔ میں نے نضر بن شمیل کو سُنا کہ فرماتے تھے۔ لوگ فقہ سے سوئے ہوئے تھے۔ یہانتک کہ امام ابو حنیفہ نے اُن کو اپنی تشریح و بیان و تلخیص کے ساتھ جگا دیا۔ اور امام بلخی ہی نے ابن مبارک سے روایت کی ہے کہ اُنہوں نے فرمایا۔ میں نے امام مسعر کو امام ابو حنیفہ کے حلقہ درس میں دیکھا ہے اور وہ امام صاحب کے سامنے بیٹھے ہوئے آپ سے سوال کر رہے تھے اور سمجھ رہے تھے۔ اور میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جس نے فقہ میں امام صاحب کی نسبت اچھا تکلم کیا ہو۔ اور نیز امام بلخی نے عبد الرزاق سے روایت کی ہے۔ اُنہوں نے کہا میں معمر کے پاس تھا۔ پس ابن مبارک اُس کے پاس آئے۔ میں نے معمر کو سنا کہ کہتے تھے۔ مجھے کوئی ایسا شخص معلوم نہیں جس کو فقہ میں تکلم و قیاس اور شرح حدیث کی معرفت امام ابو حنیفہ سے بڑھکر ہو اور نہ ایسا شخص معلوم ہے جو امام صاحب سے بڑھکر اس امر سے ڈرے کہ اللہ کے دین میں کوئی شک داخل کر دے۔ اور امام بلخی ہی نے ابن ابی اویس سے روایت کی ہے۔

قال سمعت الربیع یقول دخل ابو حنیفۃ یوما علی المنصور وعندہ عیسیٰ بن موسیٰ فقال المنصور ھذا عالم الدنیا الیوم + وروی عن ابن المبارک قال رأیت الحسن ابن عمارۃ آخذا برکاب ابی حنیفۃ وھو یقول واللہ ما ادرکنا احدا یتکلّم فی الفقہ ابلغ ولا اخصر جوابا منک وانّک لسید من تکلّم فیہ فی وقتک غیر مدافع وما یتکلّمون فیک الّا حسداً۔

اس نے کہا میں نے ربیع ... ایک دن امام ابو حنیفہ خلیفہ ... اپنی تشریح ... ل گئے اور اس کے پاس عیسیٰ ... تھے۔منصور نے کہا۔یہہ آج دنیا کا عا... ہے۔اور امام بلخی نے ابن مبارک سے روایت کی ہے۔کہا۔میں نے حسن بن عمارہ کو دیکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ کی رکاب پکڑے ہوئے کہہ رہے تھے۔ اللہ کی قسم۔ہم نے کسی ایسے شخص کو نہ پایا کہ فقہ میں آپ سے بڑھکر بلیغ و مختصر جواب دینے والا ہو۔ بے شک آپ سردار ہیں اُس کے جس نے آپ کے وقت میں فقہ میں تکلم کیا۔ آپ کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔لوگ آپ کی نسبت صرف حسد سے کلام کرتے ہیں۔

(۷) قاضی حسین بن محمد دیار بکری مالکی تاریخ الخمیس (مطبوعۂ مصر۔جزء ثانی۔ صہ ۳۶۴) میں لکھتے ہیں۔

عن الشافعی انہ قال النّاس فی الفقہ عیال ابی حنیفۃ وفی ربیع الابرار یقال ان اربعۃ لم یسبقوا ولم یلحقوا ابو حنیفۃ فی الفقہ والخلیل فی نحوہ والجاحظ فی تالیفہ وابو تمام فی شعرہ

امام شافعی سے روایت ہے کہ اُنہوں نے فرمایا۔لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ کے عیال ہیں اور ربیع الابرار میں ہے۔کہا جاتا ہے کہ چار شخص ہیں۔جن سے کوئی سبقت نہیں لے گیا اور نہ اُنکا ہم پایہ ہوا ہے۔ امام ابو حنیفہ فقہ میں۔خلیل نحو میں۔جاحظ اپنی تالیف میں اور ابو تمام شعر میں۔

بی ہیتمی شافعی خیرات الحسان (الفصل الثالث عشر
ـمۃ علیہ - صـ۳۱ تا ۳۵) میں لکھتے ہیں -

شافعی من اراد ان
بحر فی الفقہ فہو عیال علی
ابی حنیفۃ انہ ممن وفق لہ
الفقہ ھذہ روایۃ حرملۃ
عنہ و فی روایۃ الربیع عنہ
الناس عیال فی الفقہ علی
ابی حنیفۃ ما رأیت ای علمت
احدا افقہ منہ لانہ لم یدرک
احدا افقہ منہ وجاء عنہ ایضاً
من لم ینظر فی کتبہ لم یتبحر
فی العلم والفقہ - وقال
ابن المبارک کان افقہ الناس
ما رأیت افقہ منہ و قال
الثوری لمن قال لہ جئت
من عند ابی حنیفۃ لقد
جئت من عند افقہ
اھل الارض و قال مکی
بن ابراھیم کان
ابوحنیفۃ اعلم اھل
زمانہ - وقال وکیع
ما رأیت احدا افقہ منہ
ولا احسن صلوۃ منہ -
وقال خارجۃ بن مصعب

امام شافعی نے فرمایا کہ جو شخص فقہ میں
متبحر بننا چاہے - وہ امام ابو حنیفہ کا
عیال ہے بے شک امام صاحب کو فقہ
کی توفیق دی گئی ہے - یہہ امام شافعی
سے حرملہ کی روایت ہے - اور امام
شافعی سے ربیع کی روایت میں ہے کہ
لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ کے عیال ہیں
مجھے آپ سے بڑھکر کوئی فقیہ معلوم
نہیں کیونکہ آپ نے کسی کو اپنی نسبت
افقہ نہیں پایا - اور امام شافعی ہی سے
روایت ہے کہ جس نے امام ابو حنیفہ کی
کتابوں کا مطالعہ نہ کیا وہ علم و فقہ میں
متبحر نہ بنا - ابن مبارک نے فرمایا کہ امام صاحب
فقہ میں سب لوگوں سے بڑھکر ہیں - میں نے
آپ سے بڑھکر کوئی فقیہ نہیں دیکھا -
امام ثوری سے ایک شخص نے کہا کہ میں
امام ابو حنیفہ کے پاس سے آیا ہوں - آپ نے
فرمایا کہ تو افقہ اہل الارض کے پاس سے
آیا ہے - مکی بن ابراہیم نے فرمایا کہ امام
ابو حنیفہ رح اپنے زمانے کے سب لوگوں
سے بڑھکر عالم ہیں - وکیع نے فرمایا کہ میں نے
امام ابو حنیفہ سے بڑھکر کسی کو فقیہ نہیں
دیکھا اور نہ آپ کی نسبت اچھی نماز پڑھنے
والا دیکھا ہے - خارجہ بن مصعب نے فرمایا

ابو حنیفۃ فی الفقہاء کقطب الرحی او کالجہبذ الذی ینقد الذہب۔ و قال ابو عاصم ہو واللہ عندی افقہ من ابن جریج ما رأت عینی رجلاً اشد اقتدارا علی الفقہ منہ

کہ امام ابو حنیفہ فقہا چکی کی کیلی اور جیسے وار ابنی تشریح جو سونے کو پرکھتا ہے۔ ابو [illegible] فرمایا کہ اللہ کی قسم۔ امام ابو حنیفہ نزدیک ابن جریج سے افقہ ہیں۔ میری آنکھ نے ایسا شخص نہیں دیکھا جسے آپ سے بڑھکر فقہ پر اقتدار ہو۔

(۹) علامہ سید محمد مرتضےٰ عقود الجواہر المنیفہ (مطبوعہ قسطنطنیہ جزء اوّل۔ صـ۹ـ) میں لکھتے ہیں۔

وقرأت فی کتاب خلاصۃ الاثر للامینی مانصہ حکی لی بعض العلماء و انا بمکۃ عن الشہاب احمد بن عبد اللطیف البشبیشی الشافعی روایۃ عن الامام شمس الدین محمد بن العلاء البابلی الشافعی و کان قد وصف بالحفظ والاتقان انہ کان یقول اذا سئلنا عن افضل الائمۃ نقول ابو حنیفۃ

میں نے امینی کی کتاب خلاصۃ الاثر میں پڑھا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔ جبکہ میں مکہ میں تھا ایک عالم نے میرے سامنے روایت کی شہاب احمد بن عبد اللطیف بشبیشی شافعی سے۔ اُس نے امام شمس الدین محمد بن علاء بابلی شافعی سے جو حفظ و اتقان سے متصف تھے کہ وہ فرماتے تھے۔ جب ہم سے سوال کیا جائے کہ افضل الائمہ کون ہیں۔ تو ہم جواب دیں گے۔ ابو حنیفہ رضؓ۔

امام صاحب چونکہ افقہ ہیں۔ اس لئے مذہب حنفی اقوی المذاہب ہے۔ امام عبد الوہاب شعرانی شافعی کتاب المیزان (مطبوعہ مصر۔ جزء اول۔ صـ۶۳ـ) میں یوں لکھتے ہیں۔

و ایاک ان تخوض مع الخائضین فی اعراض الائمۃ بغیر علم فتخسر فی الدنیا والاخرۃ

اور تو بچ اس سے کہ علم کے بغیر رخنہ اندازی کرنے والوں کے ساتھ اماموں کی عزتوں میں رخنہ اندازی کرے۔ پس دُنیا و آخرت میں نقصان اُٹھائے

...ی الله عنه كان ...كتاب والسنة ... من الرأی كما قدمناه ...ت فی عدة مواضع من هذا الكتاب ومن فتش مذهبه رضی الله عنه وجده من اكثر المذاهب احتياطاً فی الدين ومن قال غير ذلك فهو من جملة الجاهلين المتعصبين المنكرين على ائمة الهدی بفهمه السقيم

کیونکہ امام اعظم رضی اللہ عنہ قرآن و حدیث کے پابند اور رائے سے بیزار تھے جیساکہ ہم نے اس کتاب کے کئی مقامات پر پہلے بیان کیاہے۔ اور جو شخص امام رضی اللہ عنہ کے مذہب کی تفتیش کرے گا۔ وہ اُسے دین متین میں سب مذاہب سے زیادہ احتیاط والا پائے گا۔ جو شخص اِس کے سوا کچھ اور کہے۔ وہ منجملہ جاہلوں متعصبوں کے ہے اور اپنی ناقص سمجھ کے سبب ائمہ ہدیٰ کو بُرا کہنے والوں میں سے ہے۔

...وجود ایسے قوی شہادتوں کے جو شخص امام صاحب کو رئیس المجتہدین اور آپ کے ...ہب کو اقوی المذاہب نہ مانے۔ اُس سے بڑھکر متعصب و حاسد کون ...و سکتاہے۔ ~

...جحود من جحد الصباح اذا بدا ۔۔۔ من بعد ما انتشرت له الاضواء

...دل ان الشمس ليس بطالع ۔۔۔ بل ان عينا انكرت عمياء

...م ابو المؤید موفق بن احمد مکی (مناقب الامام الاعظم۔ مجلد ثانی۔ صـــــ۱۴۶)
...ے کیا خوب لکھاہے۔

...ذا مذهب النعمانؓ خير المذاهب ۔۔۔ كذی القمر الوضاح خير الكواكب

...ضرت ابوحنیفہ نعمانؓ کا مذہب سب مذہبوں سے بہتر ہے ۔۔۔ جیساکہ روشن چاند سب ستاروں سے بہتر ہے

...تفقه فی خير القرون مع التقی ۔۔۔ فمذهبه لاشك خير المذاهب

...پ خیر قرون میں تقویٰ کے ساتھ فقیہ بن گئے ۔۔۔ اِس لئے آپکا مذہب بے شک سب مذہبوں سے بہتر ہے

...لاعيب فيه غير ان جميعه ۔۔۔ خلا اذ تحلی عن جميع المعائب

...ر اُس میں کوئی عیب نہیں سوائے اسکے کہ وہ سب ۔۔۔ جب آراستہ ہوگیا تو تمام عیبوں سے پاک نکلا

ویونس بن عبید وسلیمان التیمی
وسفیان الثوری و یحیی بن سعید
وابن جریج والاوزاعی وشعبة
وعبدالله بن المبارك وامثال
هؤلاء من المتقنین علی ان
المنفرد بفن من الفنون
لا یعاب بالزلل فی غیره
ولیس علی المحدث عیب
ان یزل فی الاعراب ولا
علی الفقیه ان یزل فی
الشعر وانما یجب علی
کل ذی علم ان یتقن
فیه اذا احتاج الناس
الیه فیه وانعقدت
له الرئاسة به وقد
یجتمع للواحد علوم
کثیرة والله یؤتی الفضل
من یشاء ۔ وقد قیل
لابی حنیفة وکان فی
الفتیا ولطف النظر
واحد زمانه ما تقول
فی رجل تناول صخرة فضرب
بها رأس رجل فقتله اتقیده به
فقال لا ولو رماه بابا قبیس وکان
بشر المریسی یقول لجلسائه

یونس بن عبید۔ سلیمان تیمی۔ سفیان ثوری
یحیے بن سعید۔ ابن جریج۔ اوزاعی۔ شعبۃ
عبداللہ بن مبارک اور ان کی مثل دیگر
استادوں سے کیا نسبت ہے۔ علاوہ
ازیں جو شخص کسی ایک فن میں یگانہ ہو۔
وہ اگر کسی دوسرے فن میں لغزش کھا
جائے۔ تو اُس پر عیب نہ لگایا جائے گا۔
اور محدث پر کوئی عیب نہیں کہ اعراب
میں لغزش کرے۔ اور نہ فقیہ پر عیب
ہے کہ شعر میں لغزش کرے۔ البتہ ہر
صاحب علم پر واجب ہے کہ وہ اپنے
فن کا استاد ہو جبکہ وہ اُس میں لوگوں
کا محتاج الیہ ہو اور رئیس قرار دیا جائے
اور کبھی ایک شخص بہت سے علوم کا جامع
ہوتا ہے۔ اور اللہ دیتا ہے فضیلت
جسکو چاہتا ہے۔ امام ابو حنیفہ سے پوچھا
گیا اور آپ فتوے اور دقت نظر میں
اپنے زمانے میں یگانہ تھے کہ آپ اُس
شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو پتھر
اُٹھائے اور کسی شخص کے سر پر مارے اور
اُسے مار ڈالے۔ کیا آپ اس پر قصاص
کا حکم لگاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ لا ولو
رماہ بابا قبیس (نہیں۔ اگرچہ وہ
کوہ ابوقبیس کو اُس پر دے مارے)
بشر مریسی اپنے ہم نشینوں سے کہتا تھا۔

قضى الله لكم الحوائج على احسن الامور
واهنؤها فنظر قاسم التمار قوما
يضحكون من قول بشر
فقال هذا كما قال الشاعر
ان سليمى والله يكلؤها + ضنّت
بشيء ما كان يرزؤها + وبشر
رأس في الرأي وقاسم التمار متقدم
في اصحاب الكلام واحتجاجه لبشر
اعجب من لحن بشر وقال بلال
لشبيب بن شيبة وهو يستعدي
على عبد الاعلى بن عبد الله بن عامر
احضرنيه فقال قد دعوته فكلّ
ذلك يأبى عليّ قال بلال فالذنب لكلّ
ولا اعلم احدا من اهل العلم والادب
الا وقد اسقط في علمه كالاصمعي
وابي زيد وابي عبيدة وسيبويه
والاخفش والكسائي والفراء و
ابي عمرو والشيباني وكالائمة
من قراء القران والائمة
من المفسرين وقد
اخذ الناس على الشعراء
في الجاهلية والاسلام

قضى الله لكم الحوائج على احسن الامور
واهنؤها پس قاسم تمار نے لوگوں
کو دیکھا کہ بشر کے قول پر ہنس رہے ہیں
پس کہا کہ بشر کا قول ایسا ہے جیسا شاعر
کا یہہ قول ہے

ان سلیمی واللہ یکلؤھا
ضنّت بشی ما کان یرزؤھا

بشر رائے میں سردار ہے اور قاسم تمار اصحاب
کلام میں متقدم ہے۔ مگر بشر کے لئے
اُس کا احتجاج بشر کی غلطی کی نسبت
زیادہ عجیب ہے۔ بلال نے شبیب بن
شیبہ سے کہا اور وہ عبد الاعلے بن عبد اللہ
بن عامر کے برخلاف اُس سے مدد مانگتا تھا۔
تو اُس کو میرے آگے حاضر کر۔ پس شبیب نے
کہا۔ البتہ میں نے اُس کو بُلایا۔ مگر وہ
مجھ سے اس تمام کا انکار کرتا ہے۔ بلال نے
کہا۔ پس گناہ کل[ا] کے سبب سے ہے۔
اور میں اہل علم و ادب میں سے کسی کو نہیں
جانتا مگر یہہ کہ اُس نے اپنے علم میں غلطی کی ہے
جیسے اصمعی۔ ابو زید۔ ابو عبیدہ۔ سیبویہ۔
اخفش۔ کسائی۔ فراء۔ ابو عمرو الشیبانی
اور جیسے ائمہ قراء و ائمہ مفسرین۔
اور لوگوں نے شعراء جاہلیت و اسلام کی

[ا] اس سے مراد اعتراض ہے لفظ کل پر جو کل ذلک میں ہے۔ کیونکہ لفظ کل داخل نہیں ہوتا مگر اُس
پر جس کے افراد یا اجزاء ہوں۔ اور مجلس حکم میں حاضر ہونا ایسا نہیں ہے۔ حاشیہ اصل۔

الخطأ في المعاني وفي الاعراب
وهم اهل اللغة وبهم
يقع الاحتجاج فهل اصحاب
الحديث في سقطهم الا كصنف
من الناس على انا لا نخلي
اكثرهم من العذل في كتبنا
في تركهم الاشتغال بعلم ما
قد كتبوا والتفقه بما جمعوا
وتهافتهم على طلب الحديث
من عشرة اوجه وعشرين
وجهاً وقد كان في الوجه الواحد
الصحيح والوجهين مقنع لمن
اراد الله عزوجل بعلمه
حتى تنقضي اعمارهم ولم
يحلوا من ذلك الا باسفار
اتعبت الطالب ولم تنفع
الوارث فمن كان من
هذه الطبقة فهو عندنا
مضيع لحظه مقبل على ما كان
غيره انفع له منه وقد لقبوهم
بالحشوية والنابتة
والمجبرة وربما قالوا
الجبرية وسموهم
الغثاء والغثر

معانی و اعراب کی غلطیاں پکڑی ہیں۔ حالانکہ
وہ اہلِ لغت ہیں اور اُنہی سے احتجاج کیا
جاتا ہے۔ پس اصحاب حدیث اپنی خطا میں
ایسے ہیں جیسے کہ دوسری قسم کے لوگ۔
علاوہ ازیں ہم اپنی کتابوں میں اکثر اہل
حدیث کو ملامت کئے بغیر نہیں رہتے
کہ اُنہوں نے معرفت و تفقہ احادیث کو
چھوڑا ہوا ہے اور ایک حدیث کو دس یا
بیس طریقوں سے طلب کرنے پر ٹوٹ پڑے
ہیں (حالانکہ ایک صحیح طریق یا دو میں کفایت
ہے اُس شخص کے لئے جس کا مطلوب اپنے
علم سے اللہ عزّ و جلّ ہے) یہاں تک کہ اُنکی
عمریں منقضی ہو جاتی ہیں اور وہ اُس سے
عہدہ برآ نہیں ہوتے مگر ایسے سفروں سے
جو طالب کو تھکا دیتے ہیں اور وارث کو
فائدہ نہیں دیتے۔ پس جو شخص اہل حدیث
کے اس طبقہ سے ہے، وہ ہمارے نزدیک
اپنے نصیب کو ضائع کرنے والا ہے اور
اُس امر میں مشغول ہونے والا ہے کہ
دوسرا کام اُس کی نسبت اس کے لئے
زیادہ مفید ہے۔ اور معترضین اہل
حدیث کو حشویہ و نابتہ و مجبرہ کے
القاب دیتے ہیں اور بعض دفعہ اہل
حدیث کو جبریہ کہتے ہیں اور
اُن کا نام گھاس پھونس و ردیہ رکھتے ہیں

عبارت بالا سے بنارسی کے اعتراض کا جواب ظاہر ہے۔ علاوہ ازیں یہہ امر قابل غور ہے کہ اہل حدیث کے حامی ابن قتیبہ تو محدثین کو عدم تفقہ پر ملامت کر رہے ہیں۔ مگر بنارسی تفقہ کو گناہ کبیرہ بتاتا ہے۔ ؎

عاب التفقه قوم لا عقول لهم ❊ وما عليه اذا عابوه من ضرر
ما ضر شمس الضحى والشمس طالعة ❊ ان لا يرى ضوءها من ليس ذا بصر

قال البنارسی

اب دیکھو کہ باوجود اس کے امام صاحب کو مجتہد مانا جاتا ہے (حالانکہ شرائط اُن میں بالکل مفقود تھے جیسا کہ آگے ہم بیان کریں گے۔ انشاء اللہ) امام جعفر صادقؒ (جن کو امام صاحب کا مربی اور استاد بتایا جاتا ہے اُن) کے چند سوالات کے مقابلہ میں امام صاحب کی فقہ و اجتہاد کسی نے بھی کام نہیں دیا۔ اعلام الموقعین ص۹۳ میں ہے۔ ثم قال رای جعفر) لابی حنیفة اخبرنی عن کلمة اولها شرك واخرها ايمان فقال لا ادری قال جعفر هی لا اله الا الله فلو قال لا اله ثم امسك كان مشركا فهذه كلمة اولها شرك واخرها ايمان ثم قال له ويحك ايهما اعظم عند الله قتل النفس التی حرم الله او الزنا قال بل قتل النفس فقال له جعفر ان الله قد رضی لك فی قتل النفس شاهدين ولم يقبل فی الزنا الا اربعة فكيف يقوم لك قياس ثم قال ايهما اعظم عند الله الصوم او الصلوة قال بل الصلوة قال فما بال المرأة اذا حاضت تقضی الصيام ولا تقضی الصلوة اتق الله يا عبد الله ولا تقس فان اول من قاس ابليس انتهى۔ (ابن شبرمہ بیان کرتے ہیں کہ میں امام جعفر صادق کا دوست تھا۔ ایک روز میں اُن کے پاس آتا تھا کہ میرے ساتھ ابو حنیفہ بھی ہو لئے میں نے وہاں پہنچکر اُن پر سلام کیا ابو حنیفہ کا انٹرڈیوس (تعارف) کرایا۔ امام جعفر صادق نے فرمایا کہ یہہ وہی ہے جو دین میں رائے سے قیاس کرتا ہے؟ ارے نعمان بن ثابت۔ اچھا ذرا تیرا قیاس دیکھوں یہہ کہکر) ابو حنیفہ سے کہا کہ اچھا مجھے ایسا کلمہ بتلا کہ جس کا اوّل شرک ہو اور آخر اُس کا ایمان۔ ابو حنیفہ

بولے "مجھے نہیں معلوم" (یہاں منہ پر جھڑیاں پڑنے لگیں) امام جعفر نے فرمایا کہ وہ کلمہ لا الہ الا اللہ ہے اگر کوئی صرف لا الہ (یعنی کوئی بھی معبود نہیں ہے) کہکر رُک جائے (آگے کا جملہ نہ کہے) تو وہ مشرک ہوگا۔ پس یہی وہ کلمہ ہے جس کا اول شرک ہے اور آخر اُس کا ایمان۔ پھر امام جعفر نے فرمایا خرابی ہو تیری (اللہ اکبر! یہہ بددُعا؟) اچھا یہہ بتلا کہ اللہ کے نزدیک کونسا گناہ زیادہ بڑا اور اعظم ہے (کیونکہ تم بھی تو امام اعظم بنتے ہو) نفس کا قتل کرنا یا زنا کرنا؟ ابو حنیفہ (ڈر گئے ہو ئے) بولے "نفس کا قتل کرنا"۔ امام جعفر نے فرمایا کہ اللہ نے قتل نفس میں دو شاہد بتلائے ہیں اور شہادت زنا بغیر چار شاہد کے مقبول ہی نہیں۔ یہاں آپ کیا قیاس کریں گے۔ (ابو حنیفہ خاموش! صدائے برنخاست! آخر یہاں حضرت قیاس میاں کیسا دال پیش دو چلہ وہو گئے) پھر امام جعفر نے فرمایا کہ اچھا یہہ بتاؤ کہ اللہ کے یہاں مرتبہ نماز کا اعظم ہے یا روزہ کا (آخر آپ بھی تو اعظم ہی ہیں) ابو حنیفہ بولے کہ نماز کا۔ امام جعفر نے فرمایا کہ پھر عورت جب حائضہ ہوتی ہے تو روزہ کی قضاء کرتی ہے اور نماز کی نہیں۔ (ابو حنیفہ کی فقہ بر سر طاق) اس پر امام جعفر نے فرمایا کہ اے خدا کے بندے خدا سے ڈر اور قیاس مت کر۔ کیونکہ پہلے پہل ابلیس نے قیاس کیا تھا (جب خدا نے اُس کو سجدہ کا حکم دیا تو کہنے لگا کہ میں بہتر ہوں کیونکہ میں آگ سے پیدا ہوں اور آدم مٹی سے) اس کو مولانا روم نے یوں کہا ہے ؎

اول آنکس کایں قیاسکہا نمود ؛ پیش انوار خدا ابلیس بود

گویا امام جعفر نے ابو حنیفہ کو قیاس کی بابت یوں نصیحت کیا کہ ؎

رنگ لائیگا یہہ اک دن آپکا رنگِ حنا ؛ او ستمگر پاؤں کو مہندی لگانا چھوڑ دے

اور ایک روایت کتنا جم کی ہے کہ انہیں امام جعفر صادق نے امام ابو حنیفہ سے ایک اور سوال کیا تھا اُس کا بھی جواب نہ دے سکے تھے۔ چنانچہ ابن خلکان جلد اول صفحہ ۱۰۵ میں ہے۔ ان جعفر المذکور سأل اباحنیفة فقال ما تقول فی محرم کسر رباعیة ظبی فقال یا ابن رسول اللہ ما اعلم ما فیہ فقال لہ انت تتداھی ولا تعلم ان الظبی لا یکون لہ رباعیة وھی ثنی ابداً انتھی۔

یعنی امام جعفر نے ابو حنیفہ سے پوچھا کہ محرم شخص اگر ہرن کے رباعیہ (وہ دانت جو آگے کے دانت اور چو بھڑ کے درمیان میں ہوتا ہے) اُس کو توڑ ڈالے اُس کے بارے میں تو کیا کہتا ہے۔ ابو حنیفہ بولے اے اولاد رسول اللہ مجھے نہیں معلوم کہ اُس میں کیا حکم ہے (دیکھو بے علمی امام صاحب کی) امام جعفر نے فرمایا کہ تو بڑا فخر کرتا ہے (اپنے علم کا) اور اتنا نہیں جانتا کہ ہرن کو رباعیہ دانت نہیں ہوتا اوسکو تو صرف آگے کا کا دو دانت ہوا کرتا ہے انتہی۔ ص ۱۰۹

قال الرافضی

در حیوٰۃ الحیوان گفتہ۔ قال ابن شبرمہ دخلت انا و ابو حنیفۃ علی جعفر بن محمد الصادق رضی اللہ عنہ ثم قال لابی حنیفۃ اخبرنی عن کلمۃ اولها شرك واخرها ایمان ماهی قال لا ادری قال جعفرؑ هی کلمۃ لا الہ الا اللہ فلو قال لا الہ ثم سکت کان شرکاً ثم قال ویحك ایما اعظم عند اللہ اثما قتل النفس التی حرم اللہ عز وجل بغیر حق او الزنا قال بل قتل النفس فقال جعفرؓ ان اللہ قد قبل فی قتل النفس شہادۃ شاهدین ولم یقبل فی الزناء الا اربعۃ فانی یقوم لك القیاس ثم قال ایما اعظم عند اللہ الصوم او الصلوۃ قال الصلوۃ قال فما بال الحائض تقضی الصوم ولا تقضی الصلوۃ اتق اللہ یا عبد اللہ ولا تقس الدین برأیك فانا نقف غدا و من خالفنا بین یدی اللہ فنقول قال اللہ تعالیٰ و قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و تقول انت و اصحابك سمعنا و راینا فیفعل اللہ تعالیٰ بنا و بکم ماشاء۔ استقصاء الافحام۔ ص ۳۲۲-۳۲۳

یہی رافضی دوسری جگہ لکھتا ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام ابو حنیفہ را در مسئلہ سہل عاجز و ساکت و ملزم و مفحم ساختہ و ابو حنیفہ بمرتبہ دانشمند و زیرک بودہ کہ ایں ہم ندانستہ کہ ظبی را چہار دندان نے باشد بلکہ اورا ہمیشہ دو دندان مے باشد و اصل الفاظ ابن خلکان بہ ترجمہ جعفر صادق علیہ السلام این است و حکی کشاجم فی کتاب المصائد و المطارد ان جعفر المذکور سأل اباحنیفۃ فقال ما تقول فی محرم کسر رباعیۃ ظبی فقال یا ابن رسول اللہ

ما اعلم ما فیہ فقال لہ انت تتداھی ولا تعلم ان الظبی لا یکون لہ رباعیۃ وھی ثنی ابداً انتہیٰ - استقصاء الافحام - ص۳۲۷

اقول

امام صاحب اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما ایک دوسرے کی تعظیم وتکریم کرتے تھے - چنانچہ علامہ ذہبی نے لکھا ہے - عن ابی حنیفۃ قال ما رأیت افقہ من جعفر بن محمد (تذکرۃ الحفاظ - مجلد اوّل ص۱۵۰) - یعنی امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ میں نے (اہلبیت میں) امام جعفر بن محمد سے بڑھکر کوئی فقیہ نہیں دیکھا - علامہ کردری نے یوں لکھا ہے

(وبہ عن عبد المجید) بن عبد العزیز بن ابی رواد قال کنا مع جعفر بن محمد فی الحجر فجاء الامام فسلم وسلم علیہ جعفر وعانقہ وسایلہ عن الخدم فلمّا قام قال قائل یا ابن رسول اللہ ھل تعرفہ قال ما رأیت احمق منک اسأل عن الخدم وتقول ھل تعرفہ ھذا ابو حنیفۃ افقہ اھل بلدہ (مناقب الامام الاعظم للکردری جزء اوّل - ص۹۳)

سند مذکور کے ساتھ عبد المجید بن عبد العزیز بن ابی رواد سے روایت ہے کہ اس نے کہا - ہم امام جعفر بن محمد کے ساتھ حطیم میں تھے پس امام ابو حنیفہ آئے - آپ نے سلام کہا - امام جعفر نے سلام کا جواب دیا - اور امام صاحب کے ساتھ معانقہ کیا اور آپ کے خادموں کا حال پوچھا - جب امام صاحب اُٹھے - تو کسی نے کہا اے فرزند رسول اللہ - کیا آپ انکو جانتے ہیں - امام جعفر نے فرمایا - میں نے تجھ سے زیادہ بے وقوف نہیں دیکھا - میں تو اِن سے اِن کے خادموں کا حال پوچھتا ہوں اور تو کہتا ہے کہ کیا آپ اِن کو جانتے ہیں - یہ امام ابو حنیفہ ہیں جو اپنے اہل شہر میں سب سے زیادہ فقیہ ہیں

علامہ موفق وکردری کے علاوہ حافظ ابن حجر عسقلانی (تہذیب التہذیب - جزء ثانی - ص۱۰۳) نے بھی امام جعفر صادق کو امام صاحب کے شیوخ میں شمار کیا ہے - بہر حال ہر دو امام بلحاظ علم ایک دوسرے کی عزت کرتے تھے - امام صاحب تو افقہ

اہل الارض تھے جیسا کہ پہلے آ چکا ہے۔کیا افقہ اہل الارض کو بر تقدیر وقوع قصہ اتنا بھی معلوم نہ تھا کہ قیاس جو منجملہ ادلہ اربعہ ہے وہ کونسا ہے۔حقیقت یہہ ہے کہ امام صاحب بوجہ تبحر علمی محسود زمان تھے۔آپ کے حاسدوں اور دشمنوں نے آپ کو بدنام کرنے کے لئے عجیب وغریب قصے گھڑ لئے ہیں۔

چنانچہ شیعہ کی نہایت مشہور کتاب اصول کافی کلینی (مطبوعہ نولکشور۔ص۳۳) میں ہے۔

علی بن ابراھیم عن ابیہ عن احمد بن عبداللہ العقیلی عن عیسٰی بن عبداللہ القرشی قال دخل ابو حنیفۃ علی ابی عبداللہ فقال لہ یا اباحنیفۃ بلغنی انک تقیس قال نعم قال لا تقس فان اول من قاس ابلیس حین قال خلقتنی من نار وخلقتہ من طین فقاس مابین النار والطین ولو قاس نوریۃ آدم بنوریۃ النار عرف فضل مابین النورین وصفاء احدھما علی الآخر

(بحذف اسناد) عیسی بن عبداللہ قرشی کا بیان ہے کہ ابو حنیفہ امام جعفر صادق کی خدمت میں حاضر ہوئے۔پس امام صادق نے ان سے کہا۔اے ابو حنیفہ مجھے خبر ملی ہے کہ تو قیاس کرتا ہے۔ابو حنیفہ نے فرمایا۔ ہاں۔امام صادق نے کہا۔کہ تو قیاس نہ کر۔کیونکہ پہلے جس نے قیاس کیا وہ شیطان تھا۔جس وقت کہ اُس نے کہا۔"تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اُسے مٹی سے" پس شیطان نے آگ اور مٹی کے درمیان نسبت کا لحاظ کیا۔اور اگر وہ آدم کی نوریت کو آگ کی نوریت کے ساتھ ملاحظہ کرتا۔تو ہر دو نوریت کے درمیان تفاوت کو اور ایک کی صفائی کی زیادتی کو دوسرے پر پہچان جاتا۔

اعلام الموقعین کا قصہ بھی اسی قبیل سے ہے۔اگر اس کی کچھ اصل ہے۔تو فقط اسی قدر جو امام عبدالوہاب شعرانی کی مشہور تصنیف کتاب المیزان (جزء اول۔ص۵۶) میں مذکور ہے۔اور وہ یہہ ہے۔

وکان ابو مطيع يقول كنت يومًا
عند الامام ابي حنيفة في
جامع الكوفة فدخل عليه
سفيان الثوري ومقاتل بن
حيان وحماد بن سلمة و
جعفر الصادق وغيرهم
من الفقهاء فكلموا الامام
ابا حنيفة وقالوا قد بلغنا
انّك تكثر من القياس
في الدّين وانا نخاف عليك
منه فان اوّل من قاس
ابليس فناظرهم الامام
من بكرة نهار الجمعة الى
الزّوال وعرض عليهم
مذهبه وقال اني اقدم
العمل بالكتاب ثمّ بالسّنة
ثم باقضية الصّحابة مقدما
ما اتّفقوا عليه على ما اختلفوا
فيه وحينئذ اقيس فقاموا
كلهم وقبلوا يده وركبته و
قالوا له انت سيد العلماء فاعف
عنا فيما مضى منا من وقيعتنا
فيك بغير علم فقال غفر الله لنا ولكم اجمعين

ابو مطیع کہتے تھے کہ میں ایک روز کوفہ کی
جامع مسجد میں امام ابو حنیفہ کے پاس
تھا۔ پس سفیان ثوری۔ مقاتل بن حیان
حماد بن سلمہ اور جعفر صادق وغیرہ فقہاء
آپ کے پاس آئے۔ اور وہ امام ابو حنیفہ
سے کلام کرنے لگے۔ اُنہوں نے کہا۔ ہمیں
یہ خبر پہنچی ہے کہ تو دین میں قیاس زیادہ
کرتا ہے۔ ہمیں اس سے تجھ پر ڈر ہے۔ کیونکہ
پہلے جس نے قیاس کیا وہ ابلیس تھا۔
پس امام صاحب نے جمعہ کے دن کی صبح
سے زوال تک انکے ساتھ مناظرہ کیا۔
اور اُن پر اپنا مذہب پیش کیا اور فرمایا
کہ میں قرآن پر عمل کرنے کو مقدم رکھتا
ہوں پھر حدیث پر۔ پھر صحابہ کے فیصلوں
پر متفق علیہ کو مختلف فیہ پر مقدم کرکے۔
تب میں قیاس کرتا ہوں۔ اِس پر سب کے
سب اُٹھ کھڑے ہوئے اور امام صاحب
کے ہاتھ اور زانو کو بوسہ دے کر کہنے
لگے۔ آپ سید العلماء ہیں۔ بے خبری میں
ہم سے جو پہلے آپ کے حق میں بدگوئی
وقوع میں آئی۔ آپ ہمیں معاف کردیں
امام صاحب نے فرمایا۔ اللہ ہمیں اور تمہیں
سب کو معاف کردے۔

شیخ ابن حجر ہیتمی مکی خیرات الحسان (الفصل الحادی عشر۔ ص۳۰) میں
لکھتے ہیں۔

وسمعه رجل يقايس آخر
في مسئلة فصاح دعوا
هذه المقايسة فان اول
من قاس ابليس فاقبل
ابوحنيفة فقال يا هذا
وضعت الكلام في غير
موضعه ابليس رد بقياسه
على الله تعالى امره كما
اخبر تعالى عنه في
كتابه فكفر بذلك
و قياسنا اتباع لامر الله
تعالى لاننا نرده الى
كتابه وسنة رسوله
او اقوال الائمة من الصحابة
والتابعين فنحن ندور
حول الاتباع فكيف نساوى
ابليس لعنه الله فقال له
الرجل غلطت و تبت فنور
الله قلبك كما نورت قلبي

ایک شخص نے امام صاحب کو سُنا کہ کسی
دوسرے سے ایک مسئلہ میں مقایسہ کر
رہے تھے۔ پس وہ شخص چلّایا کہ اس
مقایسہ کو چھوڑ دو کیونکہ پہلے جس نے
قیاس کیا وہ ابلیس تھا۔ اس پر امام
ابو حنیفہ اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور
فرمایا اے فلاں۔ تو نے اس کلام کو بیجا
استعمال کیا ہے۔ شیطان نے اپنے قیاس
سے اللہ تعالیٰ کے حکم کو رد کیا جیسا کہ
اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اس کی خبر
دی ہے۔ لہٰذا وہ کافر ہو گیا۔ اور
ہمارا قیاس امرالٰہی کا اتباع ہے کیونکہ
ہم اُس کو اللہ کی کتاب اور اللہ کے
رسول کی سنت یا ائمہ صحابہ و تابعین میں
سے کسی کے قول کی طرف راجع کرتے ہیں۔
پس ہم اتباع کے گرد پھرتے ہیں۔ ہم
شیطان لعنہ اللہ کے برابر کیونکر ہو سکتے
ہیں۔ اِس پر شخص مذکور نے عرض کی کہ
میں نے غلطی کی اور میں توبہ کرتا ہوں۔
اللہ آپ کے دل کو روشن کرے جیسا کہ
آپ نے میرے دل کو روشن کیا۔

شیخ ابن حجر کی عبارت سے ظاہر ہے کہ قیاس باطل مذموم ہے نہ کہ قیاس صحیح۔
قیاس باطل ہی کی نسبت امام صاحب نے فرمایا ہے۔ البول فی المسجد احسن
من بعض قیاسهم (اعلام الموقعین۔ ص۹۳) ۔ یعنی مسجد میں پیشاب اُن کے
بعض قیاس سے بہتر ہے۔

ہم انشاء اللہ بحث اجتہاد میں قیاس صحیح کا ثبوت قرآن و حدیث و اجماع سے دیں گے۔ یہاں بیان بالا کی تائید میں صرف دو حوالہ اور پیش کئے جاتے ہیں۔ امام ابن قیم حنبلی (متوفی ۷۵۱ھ) اعلام الموقعین صـ۲۳ میں لکھتے ہیں۔

فالرائی ثلاثة اقسام۔ رائی باطل بلاریب و رائی صحیح ورائی هو موضع الاشتباه والاقسام الثلاثة قد اشار الیها السلف فاستعملوا الرائی الصحیح وعملوا به وافتوابه و سوّغوا القول به و ذموا الباطل و منعوا من العمل والفتیا والقضاء به واطلقوا السنتهم بذمه و ذم اهله والقسم الثالث سوغوا العمل والفتیا والقضاء به عند الاضطرار الیه حیث لا یوجد منه بد ولم یلزموا احد العمل به ولم یحرّموا مخالفته ولاجعلوا مخالفه مخالفا للدین بل غایته انهم خیّروا بین قبوله و رد لافهو بمنزلة ما ابیح المضطر من الطعام والشراب الذی یحرم عند عدم الضرورة الیه

پس رائے کی تین قسمیں ہیں۔ رائے جس کے باطل ہونے میں کوئی شک نہ ہو۔ رائے صحیح۔ اور رائے جو محل اشتباہ ہو۔ اِن تینوں قسموں کی طرف سلف نے اشارہ کیا ہے۔ پس رائے صحیح سے اُنہوں نے کام لیا ہے اور اس کے مطابق عمل کیا ہے اور فتوٰے دیا ہے اور اُس کے ساتھ قائل ہونے کو جائز رکھا ہے۔ اور رائے باطل کی مذمت کی ہے اور اس کے مطابق عمل کرنے اور فتوے دینے اور حکم لگانے سے منع فرمایا ہے اور اُس کی اور اُس کے اہل کی مذمت میں اپنی زبانیں کھولی ہیں۔ اور رائے کی تیسری قسم کے مطابق عمل کرنے اور فتوٰے دینے اور حکم لگانے کو اضطرار کے وقت جہاں کوئی چارہ نہ ہو جائز رکھا ہے۔ اور اُس پر عمل کرنا کسی پر لازم نہیں کیا۔ اور اُسکی مخالفت کو حرام نہیں کیا اور نہ اُسکے مخالف کو دین کا مخالف قرار دیا ہے بلکہ غایت امر یہ ہے کہ اُسکے قبول و رد کرنے میں اختیار دیا ہے۔ پس یہ قسم ثالث بمنزلہ اُس طعام و شراب کے ہے جو مضطر کے لیئے مباح ہے مگر عدم ضرورت کے وقت حرام ہے

مصنف منہاج الکرامہ نے بھی جو رافضی تھا قیاس ورائے پر اعتراض کیا ہے۔ اس کا جواب جمہور کی طرف سے علامہ ابن تیمیہ حنبلی (متوفی ۷۲۸ھ) نے منہاج السنہ (جزء ثانی۔ صفحہ ۹۲) میں یوں دیا ہے۔

قد ثبت عن الصحابة انهم قالوا بالرائ واجتهاد الرائ و قاسوا كما ثبت عنهم ذم ما ذموه من القياس قالوا و كلا القولين صحيح فالمذموم القياس المعارض للنص كقياس الذين قالوا انما البيع مثل الربا و قياس ابليس الذى عارض به امر الله بالسجود لآدم و قياس المشركين الذين قالوا تاكلون ما قتلتم ولا تاكلون ما قتله الله تعالى وان الشياطين ليوحون الى اوليائهم ليجادلوكم وان اطعتموهم انكم لمشركون و كذلك القياس الذى لا يكون الفرع فيه مشاركا للاصل فى مناط الحكم فالقياس يذم اما لفوات شرطه وهو عدم المساواة فى

بے شک صحابہ سے یہ امر ثابت ہے کہ وہ رائے اور اجتہاد رائے کے قائل ہیں اور انہوں نے قیاس کیا ہے جیسا کہ اُن سے قیاس کی مذمت ثابت ہے۔ جمہور کہتے ہیں کہ یہ دونوں قول صحیح ہیں۔ پس مذموم تو قیاس ہے جو نص کا مخالف ہو جیسا کہ قیاس اُن لوگوں کا جنہوں نے کہا کہ بیع تو صرف ربا کی مثل ہے اور جیسا کہ قیاس شیطان کا جس کے ساتھ اُس نے اللہ کے اِس حکم کی مخالفت کی کہ تم آدم کو سجدہ کرو اور جیسا کہ قیاس مشرکین کا جنہوں نے کہا کہ تم اپنے مارے ہوئے کو کھا لیتے ہو اور اللہ کے مارے ہوئے کو نہیں کھاتے۔ اور شیاطین البتہ اپنے اولیاء کی طرف وحی کرتے ہیں تاکہ وہ تم سے جھگڑیں۔ اور اگر تم اُن کی اطاعت کروگے۔ تو بے شک تم مشرک ہو۔ اور ایسا ہی وہ قیاس ہے کہ جس میں فرع اپنے اصل کے ساتھ علتِ حکم میں مشارک نہ ہو۔ پس قیاس مذموم ہوتا ہے یا تو شرط کے فوت ہونے کے سبب اور وہ علتِ حکم میں مساوات کا نہ ہونا ہے

مناط الحکم واما الوجود مانعہ وھو النص الّذی یجب تقدیمہ علیہ وان کانا متلازمین فی نفس الامر فلا یفوت الشرط الا والمانع موجود ولا یوجد المانع الا والشرط مفقود واما القیاس الّذی یستوی فیہ الاصل والفرع فی مناط الحکم ولم یعارضہ ما ھو ارجح منہ فھذا ھو القیاس الّذی لا یمتنع	یا مانع پائے جانے کے سبب اور وہ نص ہے جس کی تقدیم قیاس پر واجب ہے اگر چہ ہر دو نفس الامر میں متلازم ہوں پس شرط فوت نہیں ہوتی مگر جبکہ مانع موجود ہو اور مانع نہیں پایا جاتا مگر جبکہ شرط مفقود ہو۔ لیکن وہ قیاس جس میں اصل و فرع علتِ حکم میں مساوی ہوں اور اس کے معارض نہ ہو وہ جو اُس سے راجح ہو۔ پس یہہ وہ قیاس ہے جو ممنوع نہیں۔

قال البنارسی

یہہ تو حال ہے امام ابو حنیفہ کی فقہ کا۔ افسوس اِس برتے پر تتا پانی۔ اسی عدم علم و فقاہت پر یوں کہا جاتا ہے ؎

لقد زان البلاد ومن علیہا ؛ امام المسلمین ابو حنیفہ

آہ سچ تو یہہ ہے جو کسی نے کہا ہے ؎

فکم من فرج محصنۃ عفیف ؛ احل حرامہ بابی حنیفہ۔ صنا

اقول

امام صاحب کے فقیہ بلکہ افقہ اہل الارض ہونے پر تو سب کا اتفاق ہے۔ جیسا کہ ہم معتبر شہادتوں سے ثابت کر آئے ہیں۔ لقد زان البلاد الخ۔ یہہ شعر حضرت عبد اللہ بن مبارک کا ہے۔ چنانچہ علامہ سیوطی نے محمد بن احمد حنبلی موصلی کی کتاب غایۃ الاختصار فی مناقب الاربعۃ ائمۃ الامصار کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ عن سوید بن سعید المروزی قال سمعت ابن المبارک یقول ؎

لقد زان البلاد ومن علیها	امام المسلمین ابو حنیفہ
البتہ زینت دی شہروں اور شہروالوں کو	مسلمانوں کے امام ابو حنیفہ نے
باٰثار وفقہ فی حدیث	کاٰثار الزبور علی الصحیفہ
ساتھ احادیث اور فقہ حدیث کے	جیسے نقوش کتابی کاغذ پر
فما فی المشرقین لہ نظیر	ولا بالمغربین ولا بکوفہ
پس نہیں دو مشرقوں میں آپکا کوئی نظیر	اور نہ دو مغربوں میں اور نہ کوفہ میں
رأیت القامعین لہ سفاھا	خلاف الحق مع حجج ضعیفہ
میں نے دیکھا طاعنین امام کو بے عقل	خلاف حق کمزور دلائل والے

(تبییض الصحیفہ۔ ص۲۹)

فکم من فرج محصنۃ الخ یہہ شعر اصحاب حدیث میں سے کسی حاسد کا ہے چنانچہ امام ابن قتیبہ دینوری نے لکھاہے۔ ولی اسمٰعیل بن حماد قضاء البصرۃ للمامون ومدحہ مساور فقال ؎

اذا ما الناس یوماً قایسونا	باٰبدۃ من الفتیا طریفہ
اتیناھم بمقیاس صحیح	تلاد من طراز ابی حنیفہ
اذا سمع الفقیہ بہا دعاھا	واثبتہا بحبر فی صحیفہ

فاجاب مجیب من اصحاب الحدیث

اذا ذوالرأی خاصم عن قیاس	وجاء ببدعۃ ھنۃ سخیفہ
اتیناھم بقول اللہ فیہا	واٰثار مبرزۃ شریفہ
فکم من فرج محصنۃ عفیف	احل حرامہ بابی حنیفہ

(کتاب المعارف۔ مطبوعہ مصر۔ ص۱۶۹)

اب خیال کیجئے کہ حضرت عبداللہ بن مبارک۔ وہ عبداللہ بن مبارک جنھوں نے چار ہزار شیوخ سے حدیث پڑھی جن میں سے ایک ہزار سے روایت کی۔ وہ عبداللہ بن مبارک جن کی نسبت شعبہ کا قول ہے کہ ابن مبارک کا مثل

ع ان اقوال کے لئے دیکھو تذکرۃ الحفاظ للذہبی مجلد اول خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال اور تہذیب التہذیب للعسقلانی جزء خامس۔

ہمارے پاس نہیں آیا۔ وہ عبد اللہ بن مبارک جن کی نسبت ابو اسحاق فزاری نے کہا ہے کہ وہ امام المسلمین ہیں۔ وہ عبد اللہ بن مبارک جن کی نسبت اسماعیل بن عیاش نے فرمایا کہ روے زمین پر ابن مبارک کا مثل نہیں ہے۔ وہ عبد اللہ بن مبارک جن کی نسبت ابو اسامہ نے کہا کہ وہ حدیث میں امیر المومنین ہیں۔ وہ عبد اللہ بن مبارک جن کی نسبت عباس بن مصعب کا قول ہے۔ کہ وہ حدیث و فقہ و عربیت و ایام الناس و شجاعت و سخاوت کے جامع ہیں۔ ایسے امام جلیل الشان کے قول کو تو بنارسی نے جھوٹ کہدیا۔ اور اصحاب حدیث میں سے کسی نامعلوم الاسم کے قول کو سچ بنا دیا۔ کیا انصاف کا مقتضا یہی ہے۔

امام صاحب کو اللہ تعالےٰ نے وہ دقت نظر عطا فرمائی تھی کہ مخالفین کو بھی بجز اعتراف چارہ نہ تھا۔ امام ابن قتیبہ دینوری نے آپ کو فتوے اور دقت نظر میں یگانہ روزگار لکھا ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔ اور قاضی حسین بن محمد مالکی نے بحوالہ ربیع الابرار لکھا ہے۔ کان الثوری اذا سئل عن مسألة دقیقة قال لا یحسن ان یتکلم فیها الا رجل قد حسدناہ یعنی ابا حنیفة (تاریخ خمیس۔ جزء ثانی۔ صـــ۳۶۵) ۔ یعنی امام ثوری سے جب کوئی باریک مسئلہ دریافت کیا جاتا تھا۔ تو فرماتے تھے۔ اس میں کلام کرنا نہیں جانتا مگر وہ شخص جس سے ہم حسد کرتے ہیں یعنی ابو حنیفہ انتہےٰ۔ لہٰذا حسّاد جب نکاح و طلاق کے دقیق مسائل میں امام صاحب کا فتوے سنا کرتے تھے۔ تو بے سوچے کہدیا کرتے تھے کہ امام صاحب تو یونہی فروج کو حلال کر دیتے ہیں۔ مگر جب امام صاحب سے ان مسائل میں اُن کا پالا پڑتا تھا۔ تو بجز تسلیم کچھ نہ بن پڑتا تھا۔ چنانچہ امام فخر رازی نے ایک واقعہ یوں بیان کیا ہے۔

قال رجل لابی حنیفة انی حلفت لا اکلم امرأتی حتیٰ تکلمنی وحلفت بصدقة ما تملك ان لا تکلمنی	ایک شخص نے امام ابو حنیفہ سے کہا۔ میں نے قسم کھائی ہے کہ اپنی عورت سے کلام نہ کرونگا۔ جبتک کہ وہ مجھ سے کلام کرے۔ اور عورت نے اپنی تمام مِلک کے صدقہ کرنے پر قسم کھائی ہے کہ وہ مجھ سے کلام نہ کرے گی

او اكلمها فتحير الفقهاء فيه
فقال سفيان من كلم
صاحبه حنث فقال ابوحنيفة
اذهب وكلمها ولا حنث
عليكما فذهب الى سفيان
واخبره بما قال ابوحنيفة
فذهب الى ابي حنيفة
مغضباً وقال تبيح الفروج
فقال ابوحنيفة ما ذاك
قال سفيان اعيدوا
على ابي حنيفة
السؤال فاعادوها
واعاد ابوحنيفة
الفتوى فقال من اين
قلت قال لما شافهته
باليمين بعد ما حلف
كانت مكلمة فسقطت
يمينه وان كلمها فلا حنث
عليه ولا عليها لانه قد
كلمها بعد اليمين فسقطت
اليمين عنهما قال سفيان
انه ليكشف لك من العلم
عن شئ كلنا عنه غافل
(تفسیر کبیر۔ مطبوعہ مصر۔
جزء اول۔ صـ۲۱۱)

یہانتک کہ میں اُس سے کلام کروں۔ پس
اس مسئلے میں فقہا حیران رہے۔ سفیان
ثوری نے کہا۔ جو اپنے ساتھی سے کلام
کرے گا وہ حانث ہوگا۔ امام ابو حنیفہ
نے فرمایا۔ جا اور اپنی عورت سے کلام کر
اور دونوں میں سے کوئی بھی حانث نہ
ہوگا۔ وہ شخص امام سفیان کے پاس گیا
اور اُسے امام ابو حنیفہ کے قول کی خبر دی۔
پس سفیان غصہ کی حالت میں امام ابو حنیفہ
کے پاس گئے اور کہا۔ تم فروج کو مباح کردیتے
ہے۔ امام ابو حنیفہ نے پوچھا کہ کیا معاملہ
ہے۔ سفیان نے کہا کہ امام ابو حنیفہ کے
سامنے سوال کا اعادہ کرو۔ پس اُنہوں نے
اُسی سوال کا اعادہ کیا۔ اور امام ابو حنیفہ
نے پھر وہی فتوے دیا۔ سفیان نے پوچھا
کہ آپ نے یہ کس دلیل سے کہا۔ امام صاحب
نے فرمایا۔ جب اُس شخص کی قسم کے بعد اُسکی
عورت نے اس کے سامنے قسم کھائی۔ تو وہ
کلام کرنے والی ہوگئی۔ پس اُس شخص کی
یمین ساقط ہوگئی اگر وہ عورت سے کلام
کرے گا تو دونوں میں سے کوئی بھی حانث نہیں
کیونکہ اس نے عورت کی یمین کے بعد اُس سے
کلام کی ہے۔ پس اُن دونوں سے یمین ساقط
ہوگئی۔ سفیان نے کہا۔ آپ پر علم کی
ایسی باتیں منکشف ہوتی ہیں جن سے ہم
سب غافل ہیں

میاں بنارسی۔اب بولئے۔سچ کیا ہے۔

قال البنارسی

غرض میں اپنی مختصر تحریر میں امام ابو حنیفہ کے علم و فقاہت کی بابت کہاں تک لکھتا جاؤں۔منصف مزاج کو اتنا ہی کافی ہے۔اب غور کرنے کا مقام ہے کہ جس شخص کا علم صرف رائے ہی رائے ہو اُس کی بابت یوں کہنا کہ امام ابو حنیفہ کے شرائط رواۃ میں بہت درشت تھے کوہ کندن وکاہ برآوردن کا مصداق ہے یا ہنیں۔ہم کہتے ہیں کہ جس شخص نے علم قرآن و حدیث سیکھا ہی ہنیں بلکہ اُس کے سیکھنے سے صاف انکار کردیا تو ہم یہہ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ اون کو حدیث معلوم تھی۔اجی ابن خلدون نے تو بڑی مہربانی کی کہ لکھدیا۔"امام ابو حنیفہ کو سترہ پہنچی تھیں" ہم کہتے ہیں کہ ایک بھی نہیں پہنچی تھی۔ بلکہ امام صاحب حدیث سے ایسے کورے تھے جیسے کوئی مہاتما گاؤ گوشت سے بلکہ اُس کے بھاؤ سے۔ہمارے حنفی بھائی ہمیں معذور متصور کریں کیونکہ ہم اس قول کے کہنے پر محض اُن واقعات کے سبب سے مجبور ہیں جس کو خود احناف ہی (جیسے طحطاوی حنفی وغیرہ) نے لکھے ہیں جن کی حکایت اوپر مرقوم ہوئیں۔پس ہماری بابت یوں سمجھیں کہ ؎

نہ تنہا من دریں میخانہ مستم ❊ جنید و شبلی و عطار شد مست [۱۱]

اقول

قیاس ورائے اور حکایت طحطاوی کا جواب تو ہم پہلے لکھ آئے ہیں۔اب یہاں صرف یہہ دیکھنا ہے کہ بنارسی نے جو ابن خلدون کا حوالہ دیا ہے وہ کہانتک درست ہے۔ابن خلدون کی عبارت یہہ ہے۔

واعلم ایضًا ان الائمۃ المجتہدین تفاوتوا فی الاکثار من ھذہ الصناعۃ والاقلال فابو حنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ	اور یہہ بھی جان لے کہ ائمہ مجتہدین روایت حدیث کے زیادہ اور کم کرنے میں متفاوت ہیں۔ کہا جاتاہے کہ امام ابو حنیفہ کی روایت

يقال بلغت روايته الى سبعة عشر
حديثا او نحوها ومالك رحمه الله
انما صح عنده ما فى كتاب الموطا
وغايتها ثلثمائة حديث او نحوها
واحمد بن حنبل رحمه الله تعالى
فى مسنده خمسون الف حديث
ولكل ما اداه اليه اجتهاده
فى ذلك وقد تقول بعض
المبغضين المتعسفين الى ان
منهم من كان قليل البضاعة
فى الحديث فلهذا قلت
روايته ولا سبيل
الى هذا المعتقد فى كبار الائمة
لان الشريعة انما توخذ من
الكتاب والسنة ومن كان
قليل البضاعة فى الحديث
فيتعين عليه طلبه وروايته
والجد والتشمير فى ذلك
ليأخذ الدين عن اصول
صحيحة ويتلقى الاحكام عن
صاحبها المبلغ لها وانما قل
منهم من قلل الرواية لاجل
المطاعن التى تعترضه فيها
والعلل التى تعرض فى طرقها
سيما والجرح مقدم عند الاكثر

کی روایت سترہ یا اس کی مثل حدیثوں تک
پہنچی ہے۔ اور امام مالکؒ کے نزدیک وہی
حدیثیں صحیح ہیں جو کتاب موطا میں ہیں۔
اور وہ زیادہ سے زیادہ تین سو یا کچھ
ایسی ہی حدیثیں ہیں۔ اور امام احمد بن
حنبلؒ کی مسند میں پچاس ہزار حدیثیں
ہیں۔ اور ہر ایک نے اپنے اپنے اجتہاد
کے موافق حدیثیں روایت کی ہیں۔
بعض گمراہ دشمنوں نے تو یہاں تک افترا
کیا ہے کہ ائمہ میں سے بعض حدیث میں
کم پایہ تھے اسی واسطے ان کی روایت
کم ہے۔ ائمہ کبار کی نسبت اس اعتقاد
کی کوئی سبیل نہیں کیونکہ شریعت تو
کتاب و سنت سے ماخوذ ہے۔ جو شخص
حدیث میں کم مایہ ہو۔ اُس پر حدیث
کی طلب و روایت اور اُس میں محنت و
کوشش کرنا لازم ہے تاکہ وہ دین کو صحیح
اصول سے اخذ کرے اور احکام کو صاحب
شریعت سے لے جو احکام کے پہنچانے
والے ہیں۔ ائمہ میں سے ایسے کم ہیں جو
قلیل الروایت ہیں بسبب اُن مطاعن کے
جو روایت میں انہیں پیش آتے ہیں اور
بسبب اُن علل کے جو روایت کے
طریقوں میں پیش آتے ہیں خصوصاً
جبکہ جرح اکثر کے نزدیک مقدم ہے۔

فيؤديه الاجتهاد الى
ترك الاخذ بما يعرض مثل
ذلك فيه من الاحاديث
وطرق الاسانيد ويكثر
ذلك فتقل روايته لضعف
فى الطرق هذا مع ان
اهل الحجاز اكثر رواية
للحديث من اهل العراق
لان المدينة دار الهجرة
ومأوى الصحابة ومن انتقل
منهم الى العراق كان شغلهم
بالجهاد اكثر والامام ابوحنيفة
انما قلت روايته لما شدد فى
شروط الرواية والتحمل وضعف
رواية الحديث اليقينى اذا عارضها
الفعل النفسى وقلت من اجلها
روايته فقل حديثه لا انه ترك
رواية الحديث متعمداً
فحاشاه من ذلك ويدل على
انه من كبار المجتهدين فى علم
الحديث اعتماد مذهبه
بينهم والتعويل عليه و
اعتباره رداً وقبولاً
واما غيره من المحدثين
وهم الجمهور فتوسعوا
فى الشروط

پس اُن کا اجتهاد اُن کو اُن احادیث و
طرق اسانید کے ترک کرنے کی طرف
لے جاتا ہے جن میں ایسے امور پیش
آتے ہیں اور ایسا بکثرت ہوتا ہے۔
پس طرق میں ضعف کے سبب اُن کی
روایت کم ہو جاتی ہے - علاوہ ازیں
اہل حجاز عراق والوں کی نسبت حدیث
کی روایت زیادہ کرنے والے ہیں کیونکہ
مدینہ دار ہجرت اور صحابہ کرام کا
ملجا و ماوا تھا - اور ان میں سے جو عراق
کو چلے گئے - وہ زیادہ تر جہاد میں
مشغول رہتے تھے - اور امام ابو حنیفہ کی
روایت تو اِس لئے کم ہے کہ اُنہوں
نے شروط روایت و تحمل میں تشدد کیا
ہے اور حدیث یقینی کی روایت کو
ضعیف کہا ہے جبکہ فعل نفسی اُس کا
معارض ہو - اس سبب سے اُن کی
روایت کم ہوئی - پس اُن کی حدیث کم
ہوئی - یہ بات نہیں کہ اُنہوں نے عمداً حدیث
کی روایت کو ترک کر دیا - پس امام صاحب
اس سے بعید ہیں - علم حدیث میں امام صاحب
کے مجتہدین کبار میں سے ہونے کی دلیل یہ ہے
کہ اُنکے درمیان آپکے مذہب پر اعتماد کیا
جاتا ہے اور رد و قبول میں اُس کا اعتبار کیا
جاتا ہے - مگر امام صاحب کے سوا دیگر محدثین
(اور وہ جمہور ہیں) نے شروط میں نرمی کر دی

وکثر حدیثهم والکل عن اجتهاد وقد توسع اصحابه من بعده فی الشروط وکثرت روایتهم وروی الطحاوی فاکثر وکتب مسندہ (مقدمہ ابن خلدون متوفی ۸۰۸ھ۔ مطبوعہ مصر۔ ص ۲۶۳-۲۶۴)

اور اُن کی حدیث زیادہ ہو گئی۔ یہ سب اجتہاد سے ہے۔ امام صاحب کے بعد آپ کے اصحاب نے شروط میں نرمی کر دی اور اُن کی روایت زیادہ ہو گئی چنانچہ طحاوی نے روایت کی۔ اور اپنی مسند لکھی۔

علامہ ابن خلدون کی عبارت بالا سے امور ذیل معلوم ہوئے۔
اوّل سترہ حدیثوں کی روایت ضعیف ہے جیسا کہ صیغۂ مجہول یقال سے ظاہر ہے
دوم امام ابوحنیفہ رضؓ علم حدیث میں مجتہدین کبار میں سے ہیں۔
سوم امام ابوحنیفہ رضؓ قلیل الروایۃ ہیں جس کی وجہ شروط روایت میں انکا تشدد ہے
اب بنارسی کی لیاقت کو دیکھئے جس نے یقال بلغت روایتہ الی سبعۃ عشر حدیثا کے یہ معنے کئے ہیں کہ "امام ابوحنیفہؒ کو سترہ حدیث پہنچی تھی" اُس بیچارے کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ حدیث کا جاننا اور ہے اور اُس کی روایت شئے دیگر۔ شروط روایت میں تشدد کے علاوہ اشتغال فی الفقہ بھی امام صاحب کی قلت روایت کا باعث تھا۔ یہ قلت روایت کسی طرح مذموم نہیں بلکہ مستحسن ہے۔ صحابہ کرام کے حالات کا مطالعہ کیجئے۔ اُن میں سے بعض قلیل الروایۃ بلکہ عدیم الروایۃ تھے اور بعض کثیر الروایۃ۔ چنانچہ امام ابن قتیبہ دینوری حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی کثرت روایت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وکانت عائشۃ رضی اللہ عنہا اشدھم انکارا علیہ لتطاول الایام بہا وبہ وکان عمر ایضا شدیدا علی من اکثر الروایۃ او اتی بخبر فی الحکم لاشاھد لہ علیہ

اور حضرت عائشہ رضؓ حضرت ابوہریرہ رضؓ کو سب صحابہ سے سخت برا کہنے والی تھیں کیونکہ دونوں دیر تک زندہ رہے اور حضرت عمر رضؓ بھی اُس شخص پر سختی کرتے تھے جو کثیر الروایۃ ہوتا یا حکم میں ایسی خبر لاتا جس کا کوئی شاہد نہ ہو

وكان يأمرهم بأن يقلوا الرواية يريد بذلك ان لا يتسع الناس فيها و يدخلها الشوب و يقع التدليس والكذب من المنافق والفاجر والاعرابي وكان كثير من جلة الصحابة واهل الخاصة برسول الله صلى الله عليه وسلم كابي بكر والزبير وابي عبيدة والعباس ابن عبد المطلب يقلون الرواية عنه بل كان بعضهم لا يكاد يروي شيئاً كسعيد بن زيد بن عمرو بن نفيل وهو احد العشرة المشهود لهم بالجنة وقال علي رضي الله عنه كنت اذا سمعت من رسول الله صلى الله عليه وسلم حديثا نفعني الله بما شاء منه واذا حدثني عنه محدث استحلفته فان حلف لي صدقته وان ابا بكر حدثني وصدق ابوبكر ثم ذكر الحديث (كتاب تاويل مختلف الحديث ص۴۸-۴۹)

اور صحابہ کو حکم دیا کرتے تھے کہ روایۃ کم کرو۔ اس سے آپ کی یہہ مراد تھی کہ لوگ روایت میں نرمی اختیار نہ کریں اور اُس میں خلط ملط نہ ہو جائے اور منافق و فاسق و اعرابی کی جانب سے تدلیس و کذب واقع نہ ہو۔

اور بہت سے سن رسیدہ صحابہ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خاص صحابی مثل ابو بکرؓ و زبیر و ابو عبیدہؓ و عباس رضؓ بن عبد المطلبؓ کے آپ سے کم روایت کرتے ہیں بلکہ ان میں سے بعض تو ایسے تھے کہ قریباً کچھ بھی روایت نہ کرتے تھے مثل سعید بن زید بن عمرو بن نفیل کے حالانکہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث سُنتا تھا تو اللہ مجھے نفع دیتا تھا اُس میں سے جس سے چاہتا۔ اور جب کوئی محدث آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے میرے پاس حدیث کرتا۔ تو میں اُس سے حلف لیتا۔ اگر وہ میرے سامنے حلف اُٹھاتا تو میں اس کو سچا جانتا اور حضرت ابو بکر نے مجھ سے حدیث کی اور حضرت ابو بکر نے سچ فرمایا پھر حدیث کو ذکر کیا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی نسبت علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔ کان ممن یتحری فی الاداء و یشدد فی الروایۃ۔ کان یقل من الروایۃ للحدیث (تذکرۃ الحفاظ۔ مجلد اوّل۔ صفحہ ۱۳و۱۲) ابن حزم نے امام شافعی سے کہا کہ آپ وہ حدیثیں لکھوائیں جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔ اس کے جواب میں امام شافعی نے فرمایا۔

السنن التی تصح قلیلۃ هذا ابو بکر لا یصح لہ تسعۃ احادیث و عمر لا یصح لہ خمسون حدیثا و عثمان فاقل و علی مع ما کان یحض الناس علی الاخذ عنہ لا یصح لہ حدیث کثیر والصحیح عند اھل المعرفۃ قلیل (طبقات الشافعیۃ الکبرے جزء اوّل۔ صفحہ ۲۳۲)

وہ حدیثیں جو صحیح ہیں تھوڑی ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ سے نو حدیثیں بھی مروی نہیں اور حضرت عمرؓ سے پچاس حدیثیں بھی مروی نہیں۔ حضرت عثمان رضؓ سے اس سے بھی کم مروی ہیں۔ اور حضرت علیؓ سے باوجودیکہ وہ لوگوں کو ترغیب دیتے تھے کہ آپ سے حدیثیں اخذ کریں زیادہ حدیثیں مروی نہیں۔ اور صحیح حدیثیں اہل معرفت کے نزدیک کم ہیں۔

اب ہم بنارسی سے پوچھتے ہیں کہ کیا خلفائے اربعہ کو صرف اسی قدر حدیثیں پہنچی تھیں جو انہوں نے روایت کی ہیں۔ کیا حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں ایک حدیث بھی نہ پہنچی تھی؟

امام صاحب کی مرویات کو سترہ تک محدود کرنا بالکل غلط ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے تبییض الصحیفہ صفحہ ۹ میں بحوالہ حافظ جمال الدین مزی صاحب تہذیب الکمال امام صاحب کے ان شیوخ کے نام جن سے آپ نے روایت کی ہے یہ لکھے ہیں۔

(۱) ابراہیم بن محمد بن المنتشر (۲) اسماعیل بن عبد الملک بن ابی الصفر (۳) جبلہ بن سحیم۔ (۴) ابو ہند حارث بن عبد الرحمٰن ہمدانی۔ (۵) حسن بن عبید اللہ (۶) حکم بن عتیبہ (۷) حماد بن ابی سلیمان۔ (۸) خالد بن علقمہ۔ (۹) ربیعہ بن ابی عبد الرحمٰن۔ (۱۰) زبید الیامی۔ (۱۱) زیاد بن علاقہ۔ (۱۲) سعید بن مسروق ثوری۔ (۱۳) سلمۃ بن کہیل۔ (۱۴) سماک بن حرب۔ (۱۵) ابی روبہ شداد بن عبد الرحمٰن۔

(۱۶) شیبان بن عبدالرحمن نحوی۔ (۱۷) طاوس بن کیسان۔ (۱۸) طریف بن سفیان سعدی (۱۹) ابوسفیان طلحہ بن نافع۔ (۲۰) عاصم بن کلیب۔ (۲۱) عامر شعبی۔ (۲۲) عبداللہ بن ابی صبیبہ۔ (۲۳) عبداللہ بن دینار۔ (۲۴) عبدالرحمن بن ہرمز اعرج۔ (۲۵) عبدالعزیز بن رفیع۔ (۲۶) عبدالکریم بن امیہ بصری۔ (۲۷) عبدالملک بن عمیر۔ (۲۸) عدی بن ثابت انصاری۔ (۲۹) عطاء بن ابی رباح۔ (۳۰) عطاء بن سائب۔ (۳۱) عطیہ بن سعد عوفی۔ (۳۲) عکرمہ مولے ابن عباس۔ (۳۳) علقمہ بن مرثد۔ (۳۴) علی بن الاقمر۔ (۳۵) علی بن حسن زراد۔ (۳۶) عمرو بن دینار۔ (۳۷) عون بن عبداللہ ابن عتبہ بن مسعود۔ (۳۸) قابوس بن ابی ظبیان۔ (۳۹) قاسم بن معن بن عبدالرحمن بن عبداللہ بن مسعود۔ (۴۰) قتادہ بن دعامہ۔ (۴۱) قیس بن مسلم جدلی۔ (۴۲) محارب بن دثار۔ (۴۳) محمد بن زبیر حنظلی۔ (۴۴) محمد بن سائب کلبی۔ (۴۵) ابوجعفر محمد بن علی بن حسین بن علی ابن ابی طالب۔ (۴۶) محمد بن قیس ہمدانی۔ (۴۷) محمد بن مسلم بن شہاب زہری۔ (۴۸) محمد بن المنکدر۔ (۴۹) مخول بن راشد۔ (۵۰) مسلم بطین۔ (۵۱) مسلم ملائی۔ (۵۲) معن بن عبدالرحمن۔ (۵۳) مقسم۔ (۵۴) منصور بن معتمر۔ (۵۵) موسے بن ابی عائشہ۔ (۵۶) ناصح بن عبداللہ محلمی۔ (۵۷) نافع مولٰے ابن عمر۔ (۵۸) ہشام بن عروہ۔ (۵۹) ابوغسان ہیثم بن حبیب الصراف۔ (۶۰) ولید بن سریع مخزومی۔ (۶۱) یحیے بن سعید الانصاری (۶۲) ابوحجیتہ یحیے بن عبداللہ کندی۔ (۶۳) یحیٰے بن عبداللہ جابر۔ (۶۴) یزید بن صہیب الفقیر۔ (۶۵) یزید بن عبدالرحمن کوفی۔ (۶۶) یونس بن عبداللہ بن ابی الجہم۔ (۶۷) ابوجناب کلبی۔ (۶۸) ابوحصین اسدی۔ (۶۹) ابوالزبیر مکی۔ (۷۰) ابوالسوار اور بقول بعض ابوالسوداء سلمی۔ (۷۱) ابوعون ثقفی۔ (۷۲) ابوفروہ (۷۳) ابومعبد مولے ابن عباس۔ (۷۴) ابویعفور عبدی۔ یہ ۷۴ نام تو صاحب تہذیب الکمال نے لکھے ہیں۔ اور تہذیب الکمال وہ کتاب ہے جس کی نسبت کشف الظنون میں ہے۔ وھو کتاب کبیر لم یؤلف مثلہ ولا یظن ان یستطاع انتہیٰ۔ علامہ ابوالمؤید الموفق نے مناقب امام میں بہ ترتیب حروف تہجی امام صاحب کے شیوخ کے نام لکھے ہیں۔ میں نے صرف سرسری طور سے جو انہیں شمار کیا۔ تو

۲۴۲ نکلے۔ اس فہرست کے اخیر میں علامہ موصوف نے یوں لکھا ہے۔ ھذا اٰخر معجم رجال ابی حنیفۃ الذین روی عنہم واللہ اعلم یعنی یہ شیوخ امام ابی حنیفہ کی فہرست بہ ترتیب حروف تہجی کا آخر ہے جن سے آپ نے روایت کی ہے واللہ اعلم۔ اگر دوسری کتب مثلاً مسانید امام۔ موطا امام محمد۔ کتاب الآثار۔ کتاب الحج۔ کتاب السیر الکبیر۔ کتاب الخراج لابی یوسف۔ معانی الآثار للطحاوی۔ تذکرۃ الحفاظ للذہبی۔ تہذیب التہذیب للعسقلانی وغیرہ کا تتبع کیا جائے۔ تو اور بہت سے نام معلوم ہوں گے جن سے امام صاحب نے حدیثیں روایت کی ہیں۔ صرف اُن شیوخ کی تعداد پر جن سے امام صاحب نے روایت کی ہے ایک منصف مزاج شخص فیصلہ کر سکتا ہے کہ امام صاحب کی مرویات کتنی ہوں گی۔ اور یہ بھی آسانی سے تسلیم کر سکتا ہے کہ امام صاحب کے جمیع شیوخ کی تعداد جو چار ہزار بیان کی گئی ہے۔ وہ بالکل درست ہے۔ وذٰلك فَضْلُ اللهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ۔
مسانید امام کی نسبت امام عبدالوہاب شعرانی یوں لکھتے ہیں۔

وقد من اللہ تعالیٰ علیّ بمطالعۃ مسانید الامام ابی حنیفۃ الثلاثۃ من نسخۃ صحیحۃ علیہا خطوط الحفاظ آخرہم الحافظ الدمیاطی فرأیتہ لا یروی حدیثاً الا من خیار التابعین العدول الثقات الذین ہم من خیر القرون بشہادۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کالاسود وعلقمۃ وعطاء وعکرمۃ ومجاہد ومکحول والحسن البصری واضرابہم رضی اللہ عنہم اجمعین۔ فکل الرواۃ الذین بینہ وبین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عدول ثقات اعلام اخیار

یہ اللہ کا مجھ پر احسان ہے کہ میں نے امام ابو حنیفہ کی تین مسندوں کا صحیح نسخہ سے مطالعہ کیا جن پر حفاظ حدیث کے دستخط ہیں اِن حفاظ میں سے سب سے اخیر حافظ دمیاطی ہیں۔ پس میں نے پایا امام صاحب کو کہ نہیں روایت کرتے کوئی حدیث مگر عادل ثقہ خیار تابعین سے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شہادت کے مطابق خیر قرون میں سے ہیں مثل اسود۔ علقمہ۔ عطاء۔ عکرمہ۔ مجاہد۔ مکحول اور حسن بصری کے اور مانند ان کے اور رضی اللہ عنہم اجمعین۔ پس تمام وہ راوی جو امام صاحب اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے درمیان ہیں عادل ثقہ اعلام اخیار ہیں

لیس فیہم کذاب ولا متہم بکذب وناھیك یا اخی بعدالۃ من ارتضاھم الامام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ لان یاخذ عنہم احکام دینہ مع شدۃ تورعہ وتحرزہ وشفقتہ علی الامۃ المحمدیۃ۔ (کتاب المیزان۔ جزء اوّل۔ صفحہ ۵۹)

اُن میں کوئی کذاب نہیں اور نہ متہم بکذب ہے۔ اے میرے بھائی تیرے لئے کافی ہے عادل ہونا اُن کا جن کو امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے پسند کیا ہے کہ باوجود کمال پرہیزگاری واجتناب اور اُمت محمدیہ پر شفقت کے اپنے دین کے احکام اُن سے اخذ کریں

حاسد و متعصب کے سوا کسی کو امام صاحب کے تبحر فی الحدیث سے انکار نہیں ہو سکتا۔ امام صاحب جیسا کہ ہم پہلے معتبر شہادتوں سے ثابت کر آئے ہیں افقہ اہل الارض تھے۔ اور اجتہاد و استنباط احکام بغیر قرآن و حدیث ہو ہی نہیں سکتا۔ اسی لئے ابنا خلدوں نے آپ کو حدیث میں کبار مجتہدین سے لکھا ہے اور علامہ ذہبی نے آپ کو حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے۔ اگر امام صاحب حدیث میں ایسے متبحر نہ ہوتے تو حضرت عبداللہ بن مبارک اور یزید بن ہارون وغیرہ جیسے جلیل القدر محدثین ہرگز آپ کے سامنے زانوے شاگردی تہ نہ کرتے۔ علامہ ابن حجر ہیتمی مکی امام صاحب کی سند فی الحدیث کے بارے میں یوں لکھتے ہیں۔

مرانہ اخذ عن اربعۃ آلاف شیخ من ائمۃ التابعین وغیرھم ومن ثمہ ذکرہ الذھبی وغیرہ فی طبقات الحفاظ من المحدثین ومن زعم قلۃ اعتنائہ بالحدیث فھو اما لتساھلہ اوحسدہ اذ کیف یتاتی لمن ھو کذلك استنباط مثل ما استنبطہ من المسائل التی لا تحصے کثرۃ مع انہ اوّل من استنبط من الادلۃ علی الوجہ المخصوص المعروف فی کتاب اصحابہ رحمۃ اللہ علیہم

پہلے آچکا ہے کہ امام صاحب نے ائمہ تابعین میں سے چار ہزار شیوخ سے حدیث پڑھی اور اسی لئے امام ذہبی وغیرہ نے آپ کو حفاظ حدیث کے طبقہ میں ذکر کیا ہے۔ اور جس شخص نے گمان کیا کہ امام صاحب کو حدیث کی طرف کم توجہ تھی۔ سو وہ اُس کے تساہل یا حسد کے سبب سے ہے۔ کیونکہ جو محدث نہ ہو وہ اسقدر بیشمار مسائل کیسے استنباط کرسکتا ہے جیسے امام صاحب نے کئے ہیں۔ علاوہ ازیں امام صاحب پہلے شخص ہیں جنہوں نے دلائل سے اُس خاص وجہ پر استنباط کیا جو آپ کے اصحاب کی کتابوں میں معروف ہے۔

ولاجل اشتغاله بهذا الاهم لم يظهر حديثه فی الخارج كما ان ابا بكر وعمر رضی الله عنهما لما اشتغلا بمصالح المسلمین العامة لم یظهر عنهما من روایة الاحادیث ما ظهر عمن دونهما حتی صغار الصحابة رضوان الله علیهم وكذلك مالك والشافعی لم یظهر عنهما مثل ما ظهر عمن تفرغ للروایة كابی زرعة وابن معین لاشتغالهما بذلك الاستنباط علی ان كثرة الروایة بدون درایة لیس فیه كبیر مدح بل عقد له ابن عبد البر بابا فی ذمه ثم قال الذی علیه فقهاء جماعة المسلمین وعلمائهم ذم الاكثار من الحدیث بدون تفقه ولا تدبر وقال ابن شبرمة اقل الروایة تفقه وقال ابن المبارك لیكن الذی یعتمد علیه الاثر وخذ من الرای ما یفسر لك الحدیث ومن اعذار ابی حنیفة ایضا ما یفیده قوله لا ینبغی للرجل ان یحدث من الحدیث الا بما حفظه یوم سمعه الی یوم یحدث به فهو لا یری الروایة الا لمن حفظه

اور اس اہم کام میں مشغول ہونے کے سبب خارج میں آپ کی حدیث ظاہر نہ ہوئی جیسا کہ حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما جب عام مسلمانوں کی ضروریات میں مشغول ہوئے تو اُنسے روایت حدیث ایسے ظاہر نہ ہوئی جیسے کہ اُن کے سوا دوسروں حتےٰ کہ صغار صحابہ رضی اللہ عنہم سے۔ اسی طرح امام مالک وشافعی سے فقہ میں مشغول ہونے کے سبب روایت حدیث اسقدر ظاہر نہ ہوئی جیسا کہ اُن اماموں سے جو صرف روایت کی طرف متوجہ ہوئے مثل ابوزرعہ و ابن معین کے۔ علاوہ ازیں کثرت روایت بدون درایت میں کوئی بڑی خوبی نہیں بلکہ حافظ ابن عبدالبر نے اس کی مذمت میں ایک باب باندھا ہے۔ پھر بتلایا ہے کہ جماعت مسلمین کے فقہاء و علماء کا مذہب یہ ہے کہ کثرت روایت حدیث بغیر تفقہ و تدبر کے مذموم ہے اور ابن شبرمہ کا قول ہے کہ قلیل الروایۃ ہونا تفقہ ہے۔ اور امام ابن المبارک نے فرمایا کہ حدیث پر اعتماد ہونا چاہئے۔ اور قیاس ورائے سے وہ اختیار کر جو حدیث کی تفسیر کرے۔ اور امام ابو حنیفہ کی قلت روایت کے عذروں میں سے ایک وہ بھی ہے جو آپ کے اِس قول سے ظاہر ہے کہ انسان کو چاہئے کہ صرف اُسی حدیث کی روایت کرے جو سننے کے دن سے روایت کرنے کے دن تک اُسے حفظ ہو۔ پس آپ کے نزدیک بجز یاد رکھنے والے کے روایت جائز نہیں۔

وروی الخطیب عن اسرائیل بن
یونس انه قال نعم الرجل النعمان
ما کان احفظه لکل حدیث
فیه فقه واشد فحصه عنه
واعلم بما فیه من الفقه وعن
ابی یوسف ما رأیت احدا اعلم
بتفسیر الحدیث ومواضع النکت
التی فیه من الفقه من
ابی حنیفه - وقال ایضا
ما خالفته فی شیٔ قط فتدبرته
الا رأیت مذهبه الذی
ذهب الیه انجی فی الاخرة
وکنت ربما ملت الی الحدیث
فکان هو ابصر بالحدیث
الصحیح منی وقال کان
اذا صمم علی قول درت
علی مشائخ الکوفة هل
اجد فی تقویة قوله حدیثا
او اثرا فربما وجدت الحدیثین و
الثلاثة فاتیته بها فمنها
ما یقول فیه هذا غیر صحیح
او غیر معروف فاقول له
وما علمك بذلك مع انه یوافق
قولك فیقول انا عالم بعلم اهل
الکوفة وکان عند الاعمش

اور خطیب نے روایت کی کہ اسرائیل بن یونس
نے کہا کہ نعمان اچھے شخص تھے۔ وہ ہر ایک
حدیث کے جس میں فقہ ہو کیسے اچھے حافظ
اور اس کی بابت کیسے شدت سے تفتیش
کرنے والے تھے اور اُس حدیث میں جو فقہ
ہوا کرتی اس کے کیسے بڑے عالم تھے۔ اور
امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ میں نے
امام ابو حنیفہ سے بڑھکر کسی کو حدیث کی
تفسیر اور اُن دقیق مقامات کا عالم نہیں دیکھا
جن میں فقہ ہو۔ اور امام ابو یوسف نے یہہ
بھی فرمایا کہ میں نے کبھی کسی چیز میں امام صاحب
سے مخالفت نہیں کی۔ پس اس میں تدبر کیا
مگر آپ کے مذہب کو آخرت میں زیادہ نجات
دینے والا پایا۔ اور میں بعض دفعہ حدیث
کی طرف مائل ہوتا تھا۔ پس آپ میری نسبت
حدیث صحیح کے زیادہ واقف ہوتے۔ اور
فرمایا کہ جب امام صاحب کسی قول پر جم جاتے تو میں آپکے
قول کی تائید میں کوئی حدیث یا اثر معلوم کرنے
کے لئے مشائخ کوفہ کے پاس جاتا۔ پس اکثر دفعہ دو
یا تین حدیثیں پاتا اور اُنہیں امام صاحب کے آگے
پیش کرتا۔ اُنمیں سے بعض کی نسبت آپ فرماتے کہ یہہ
صحیح نہیں غیر معروف ہے۔ پس میں آپسے پوچھتا کہ
آپکو یہہ کیونکر معلوم ہے حالانکہ یہہ حدیث تو
آپکے قول کے موافق ہے۔ امام صاحب فرماتے کہ میں اہل
کوفہ کے علم کا عالم ہوں۔ اور آپ امام اعمش
کے پاس تھے۔

فسئل عن مسائل فقال لابی حنیفة ما تقول فیها فاجابه قال من این لک هذا قال من احادیثک التی رویتها عنک وسرد له عدة احادیث بطرقها فقال الاعمش حسبک ما حدثتک به فی مائة یوم تحدثنی به فی ساعة واحدة ما علمت انک تعمل بهذه الاحادیث یا معشر الفقهاء انتم الاطباء و نحن الصیادلة و انت ایها الرجل اخذت بکلا الطرفین وقد خرج الحفاظ من احادیثه مسانید کثیرة اتصل بنا کثیر منها کما هو مذکور فی مسندات مشائخنا و حذفتها لطول الکلام علیها مع انه لیس فیها کثیر غرض (خیرات الحسان ص۶۶-۶۷)	کہ اُن سے چند مسائل دریافت کئے گئے۔ پس امام اعمش نے امام ابوحنیفہ سے کہا کہ آپ ان مسائل میں کیا فرماتے ہیں۔ امام صاحب نے اُن مسائل کا جواب دیا۔ امام اعمش نے پوچھا کہ آپ کو یہہ کہاں سے معلوم ہوئے۔ فرمایا اُن احادیث سے جو میں نے تجھ سے روایت کیں۔ اور چند حدیثیں مع اُنکے طرق کے بیان کر دیں۔ امام اعمش نے کہا تجھے کافی ہیں۔ جو کچھ میں نے تجھ سے سو روز میں حدیث کیا وہ تو مجھ سے ایک ساعت میں حدیث کرتا ہے۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ اِن احادیث پر عمل کرتے ہیں۔ اَے فقہاء کے گروہ تم طبیب ہوا ور ہم عطار ہیں۔ اور اے شخص تو نے دونوں طرفوں کو لے لیا ہے۔ اور حفاظ نے آپ کی احادیث سے بہت سی مسانید روایت کی ہیں جن میں سے بہت سی ہم سے متصل ہیں جیسا کہ ہمارے مشائخ کی مسندات میں مذکور ہے۔ میں نے اُن کو حذف کر دیا ہے کیونکہ اُن پر طویل کلام ہے۔ اور باینہمہ اُن میں کوئی بڑی غرض نہیں ہے۔

یہانتک تو امام صاحب کی حدیث دانی کا ذکر ہوا۔ اب سُنئے امام صاحب کی قرآن خوانی و قرآن فہمی کی نسبت۔ امام صاحب حافظ قرآن تھے۔ دیکھو شہادات ذیل۔

(۱) امام نووی تہذیب الاسماء ص۷۰۴ میں تحریر فرماتے ہیں۔

عن زافر بن سلیمان قال کان ابوحنیفة یحیی اللیل برکعة یقرأ فیها القرآن	زافر بن سلیمان سے روایت ہے کہ ابوحنیفہ رض ایک رکعت میں رات گزار دیتے اور اسمیں سارا قرآن پڑھ جاتے۔

وعن اسد بن عمرو قال صلے ابو حنیفہ صلوۃ الفجر بوضوء العشاء اربعین سنۃ وکان عامۃ اللیل یقرأ القران فی رکعۃ وکان یسمع بکاؤہ حتی ترحمہ جیرانہ وحفظ علیہ انہ ختم القران فی الموضع الذی توفی فیہ سبعۃ الاف مرۃ ۔

اور اسد بن عمرو سے روایت ہے کہ ابو حنیفہ رضؓ نے چالیس سال تک فجر کی نماز عشا کے وضوء سے پڑھی ۔ اور اکثر رات کو ایک رکعت میں سارا قرآن پڑھا کرتے تھے اور آپ کا رونا سنائی دیتا یہانتک کہ آپکے ہمسائے آپ پر رحم کھاتے ۔ اور آپکی نسبت ثابت ہے کہ آپ نے اُسی جگہ میں جہاں وفات پائی سات ہزار دفعہ قرآن ختم کیا ۔

(۲) قاضی ابن خلکان (وفیات الاعیان ۔ جزء ثانی ۔ صفحہ ۱۶۵) لکھتے ہیں ۔

وقال اسد بن عمرو صلے ابو حنیفۃ فیما حفظ علیہ صلوۃ الفجر بوضوء العشاء اربعین سنۃ وکان عامۃ لیلہ یقرأ جمیع القران فی رکعۃ واحدۃ وکان یسمع بکاؤہ فی اللیل حتی یرحمہ جیرانہ وحفظ علیہ انہ ختم القران فی الموضع الذی توفی فیہ سبعۃ الاف ختمۃ

اسد بن عمرو نے کہا کہ امام ابو حنیفہ کی نسبت ثابت ہے کہ آپ نے چالیس سال فجر کی نماز عشاء کے وضوء سے پڑھی ۔ اور اکثر رات کو تمام قرآن ایک ہی رکعت میں ختم کر دیتے تھے اور رات کو آپ کا رونا سنائی دیا کرتا تھا یہانتک کہ آپکے ہمسائے آپ پر رحم کھاتے اور آپ کی نسبت ثابت ہے کہ آپ نے اُس مقام میں جہاں وفات پائی سات ہزار ختم کئے ۔

(۳) علامہ سیوطی تبییض الصحیفہ میں لکھتے ہیں ۔

وروی الخطیب عن حفص بن عبد الرحمن قال سمعت مسعر بن کدام یقول دخلت ذات لیلۃ المسجد فرأیت رجلا یصلی فاستحلیت قرأتہ فقرأ سبعا فقلت یرکع

خطیب نے حفص بن عبد الرحمن سے روایت کی ۔ کہا میں نے مسعر بن کدام کو سُنا کہ کہتے تھے ۔ ایک رات میں مسجد میں داخل ہوا پس میں نے ایک شخص کو نماز پڑھتے دیکھا ۔ مجھے اس کی قرأت شیریں معلوم ہوئی ۔ اُس نے قرآن کا ساتواں حصہ پڑھا ۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اب رکوع کرے گا ۔

ثمّ قرأ الثلث ثمّ النصف فلم یزل یقرأ القرآن حتی ختمه کله فی رکعة فنظرت فاذا هو ابو حنیفة - وروی الخطیب عن خارجة بن مصعب قال ختم القرآن فی رکعة اربعة من الائمة (۱) عثمان بن عفان (۲) وتمیم الداری (۳) وسعید بن جبیر - (۴) وابو حنیفة (ص۱۶)	پھر اُس نے تہائی قرآن پڑھا پھر نصف - وہ قرآن پڑھتا رہا یہانتک کہ اُس نے ایک رکعت میں تمام ختم کر دیا - پس میں نے نگاہ کی - ناگاہ وہ امام ابو حنیفہ نکلے - اور خطیب نے خارجہ بن مصعب سے روایت کی ہے - کہا - ان چار نے ایک رکعت میں قرآن ختم کیا ہے (۱) عثمان بن عفان - (۲) اور تمیم داری (۳) سعید بن جبیر (۴) اور ابو حنیفہ ص۱۶ -
روی ابو عبد الله الحسین بن محمد بن خسرو البلخی فی مقدمة مسنده عن علی بن یزید الصدائی قال رأیت ابا حنیفة ختم القران فی شهر رمضان ستین ختمة ختمة باللیل وختمة بالنهار - (ص۲۳) -	ابو عبد الله حسین بن محمد بن خسرو بلخی نے اپنی مسند کے مقدمہ میں علی بن یزید صدائی سے روایت کی ہے - کہا - میں نے امام ابو حنیفہ کو دیکھا کہ ماہ رمضان میں ساٹھ بار قرآن ختم کیا ایک ختم رات کو اور ایک ختم دن کو ص۲۳ -

(۴) علامہ عبد الوہاب شعرانی (طبقات کبرے - جزء اول - ص۴۶) میں لکھتے ہیں

وکان عامة اللیل یقرأ القرآن کله فی کل رکعة وکان یسمع بکاؤه حتی یرحمه جیرانه وختم القران فی الموضع الذی مات فیه سبعة آلاف مرة	اور امام ابو حنیفہ اکثر رات کو ہر رکعت میں سارا قرآن ختم کر جاتے - اور آپ کا رونا سنائی دیتا یہانتک کہ آپ کے ہمسائے آپ پر رحم کھاتے - آپ نے اُس جگہ میں جہاں وفات پائی سات ہزار مرتبہ قرآن ختم کیا -

(۵) شیخ ابن حجر مکی (خیرات الحسان - ص۳۶) لکھتے ہیں -

وحفظ عنه انه صلی صلاة الفجر بوضوء العشاء اربعین سنة	اور امام صاحب کی نسبت ثابت ہے کہ آپ نے چالیس سال فجر کی نماز عشاء کے وضو سے پڑھی -

وكان عامة الليل يقرأ جميع القرآن في ركعة واحدة يسمع بكاؤه بالليل حتى يرحمه جيرانه وحفظ عنه انه ختم القرآن في الموضع الذي توفي فيه سبعة الاف مرة

اکثر رات کو آپ سارا قرآن ایک ہی رکعت میں پڑھ جاتے - اور رات کو آپ کا رونا سُنائی دیتا یہانتک کہ آپ کے ہمسائے آپ پر رحم کھاتے - اور آپ کی نسبت ثابت ہے کہ آپ نے اس جگہ میں وفات پائی جہاں سات ہزار دفعہ قرآن ختم کیا -

امام صاحب نہ فقط حافظ قرآن بلکہ مفسّر قرآن تھے جیساکہ آپ کی فقہ کے مطالعہ سے ظاہر ہے - آپ فرماتے ہیں -

"خذ بكتاب الله فان لم اجد فبسنة رسول الله فان لم اجد فبقول الصحابة اخذ بقول من شئت منهم ولا اخرج عن قولهم الى قول غيرهم فاما اذا انتهى الامر الى ابراهيم والشعبي وابن سيرين و عطاء فقوم اجتهدوا فاجتهد كما اجتهدوا (تهذيب التهذيب - جزء عاشر ص۴۵۱)

میں کتاب اللہ کو لیتا ہوں - اگر وہ مسئلہ کتاب اللہ میں نہیں پاتا - تو رسول اللہ کی سُنت کو لیتا ہوں اگر سُنت میں نہیں پاتا تو قول صحابہ کو لیتا ہوں - اُنمیں سے جس کا قول چاہوں لوں - اور میں اُن کا قول چھوڑکر غیر کا قول نہیں لیتا - لیکن جب نوبت ابراہیم وشعبی وابن سیرین و عطاء تک پہنچتی ہے - تو وہ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے اجتہاد کیا - پس میں اجتہاد کرتا ہوں جس طرح اُنہوں نے اجتہاد کیا -

قال البنارسی

اب میں اپنی اس مختصر تحریر کو جو امام ابو حنیفہ کی علمیت و فقاہت کے متعلق تھی ختم کرتا ہوں (آئندہ عبارتوں میں بھی کچھ کچھ اس پر روشنی ڈالتا جاؤنگا) اب امام صاحب کے حافظہ کے متعلق سچی تصویر پیش کرتا ہوں - کیونکہ حدیث دانی کے لئے بڑی ضرورت حافظہ کی ہے - اگر حافظہ ٹھیک نہیں تو اللہ اللہ خیر صلاح - ص۱۱ -

اقول

امام صاحب کی علمیت و فقاہت کے متعلق جو بنارسی نے اعتراضات کئے ہیں اُن کا کافی جواب لکھا جا چکا ہے۔ اب میں اپنی اس مختصر تحریر کے اخیر میں امام بخاری رح کی فقاہت کا کچھ حال بنارسی اور اُس کے ہم مشرب اصحاب کے مطالعہ کے لئے لکھتا ہوں اور سند بھی ساتھ ساتھ دئے جاتا ہوں۔

امام بخاری رح امام حمیدی رح سے فقہ شافعی سیکھتے ہیں

شیخ الاسلام تاج سبکی (طبقات الشافعیۃ الکبرےٰ۔ جزء ثانی۔ ص۳) امام بخاری رح کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔ وسمع بمکۃ من الحمیدی و علیہ تفقہ عن الشافعی یعنی امام بخاری رح نے مکہ میں حمیدی سے سماع حدیث کیا اور اُسی سے فقہ شافعی پڑھی۔

امام بخاری رح کی فقاہت

اگرچہ امام بخاری رح نے امام حمیدی سے فقہ شافعی پڑھی۔ مگر چونکہ اس مضمون سے اُن کی طبیعت کو کچھ لگاؤ نہ تھا۔ اس لئے وہ اس میں لائق نہ بنے۔ چنانچہ اُن کی عدم فقاہت خود اُن کی صحیح کے تراجم ابواب سے عیاں ہے۔ ذیل میں چند مثالیں بھی الجرح علی البخاری سے قریباً لفظ بلفظ نقل کی جاتی ہیں۔

اول۔ باب مایکرہ من اتخاذ المساجد علی القبور۔ ترجمہ۔ باب بیان میں اُس چیز کے جو مکروہ ہے قبروں پر مسجدوں کا بنانا۔ حدیث ولما مات الحسن بن الحسن ابن علی ضربت امرأتہ القبۃ علی قبرہ سنۃ ثم رفعت فسمعت صائحًا یقول الاھل وجدوا ما فقدوا فاجابہ اٰخر بل یئسوا فانقلبوا۔ بخاری مطبوعہ احمدی جلد ا۔ ص۱۷۷۔ ترجمہ جب حسن بن حسن بن علی کا انتقال ہوا تو اُن کی عورت نے ایک سال تک ان کی قبر پر خیمہ لگایا پھر اُٹھا لیا پس سنا اُنہوں نے کسی آواز کرنے والے کو کہ جو کچھ کہہ رہا تھا کہ کیا پا لیا اُس چیز کو جو گم گیا تھا۔ پس دوسرے نے یہہ جواب دیا کہ نہیں بلکہ مایوس ہوئے۔ اور پھر گئے پس دیکھئے کہ اس حدیث سے قبر پر مسجد بنانے کی کراہت جس کا باب میں عوے کیا گیا ہے مطلق ثابت نہیں۔ چنانچہ تیسیر القاری میں لکھا ہے کہ پوشیدہ نماند

کہ کراہت مسجد گرفتن در ینجا معلوم نشد یعنی مسجد بنانے کی کراہت اس حدیث سے ثابت نہیں ہوتی۔

دوم۔ باب طول القیام فی صلوۃ اللیل۔ ترجمہ۔ یہہ باب ہے بیان میں درازی قیام رات کی نماز میں۔ اور اس باب کی حدیث یہہ ہے۔ حدیث عن حذیفۃ ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم کان اذا قام للتہجد من اللیل یشوص فاہ بالسواک۔ بخاری مطبوعہ احمدی جلد ا صفحہ ۱۵۳۔ ترجمہ حذیفہ سے روایت ہے کہ آنحضرت جب نماز تہجد پڑھنے کا ارادہ کرتے تو صاف کر لیتے اپنے مُنہ کو مسواک سے پس دیکھیئے کہ اس باب اور اُس کی حدیث میں ذرا بھی مناسبت اور کسی طرح کا لگاؤ نہیں باب تو یہہ کہہ رہا ہے کہ جو حدیث اس باب میں لکھی جائیگی اُس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نماز تہجد میں طول قیام کا بیان ہوگا۔ لیکن حدیث میں بجائے طول قیام کے نماز تہجد کے قبل مسواک کرنے کا بیان ہے۔ قال ابن بطال ھذا الحدیث لا دخل لہ فی ھذا الباب لان شوص الفم لا یدل علی طول الصلوۃ۔ ترجمہ کہا ابن بطال نے کہ اس حدیث کو اس باب سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ مُنہ دھونا نہیں دلالت کرتا ہے طول نماز پر۔ شارحین نے اس حدیث کو اس باب سے مطابق کرنے میں بہت کوشش کی۔ مگر کسی سے کچھ نہ بن پڑی۔ سچ ہے وہ بیچارے کیا کر سکتے تھے۔ جس حدیث کو باب سے کچھ تعلق ہی نہیں اس میں وہ کیونکر تطابق دے سکتے ہیں۔ کجا مسواک سے مُنہ کا دھونا اور کجا نماز تہجد میں طول قیام کرنا۔

سوم۔ باب الصلوۃ علی الجنائز بالمصلے والمسجد یعنی اس باب میں اس امر کا بیان ہے کہ نماز جنازہ مصلے اور مسجد میں پڑھنا جائز ہے۔ اور اس باب میں جو حدیث دی گئی ہے وہ یہہ ہے۔ حدیث عن عبد اللہ بن عمر ان الیھود جاؤا الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم برجل منھم و امرأۃ زنیا۔ فامر بھما فرجما قریبا من موضع الجنائز عند المسجد۔ بخاری مطبوعہ احمدی جلد ا صفحہ ۱۷۷۔ ترجمہ ابن عمر سے روایت ہے کہ یہود اپنی قوم کی ایک عورت اور ایک مرد کو جنہوں نے زنا کیا تھا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے پس آپ نے اُن دونوں کو سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ پس وہ دونوں سنگسار کیئے گئے اس جگہ کے قریب جو

جنازہ کے لئے نزدیک مسجد کے مقرر تھی - قال ابن بطال لیس فیہ دلیل علی الصلوٰۃ فی المسجد - ترجمہ - کہا ابن بطال نے نہیں ہے اس حدیث میں دلیل نماز جنازہ پڑھنے کی مسجد میں - پس دیکھئے کہ اس حدیث کو باب سے کچھ نسبت نہیں اسواسطے کہ باب اِس امر کا باندھا گیا ہے کہ جنازہ کی نماز مصلے اور مسجد میں پڑھنا جائز ہے بلکہ حدیث سے تو یہہ ثابت ہوتا ہے کہ جنازے کی نماز کے لئے باہر مسجد سے جگہ مقرر تھی - (الجرح علی البخاری - صـ۶۵)

چہارم - باب فضل صلوٰۃ الفجر - یہہ باب ہے بیچ زیادتی ثواب نماز فجر کے - حدیث - عن ابی موسیٰ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعظم الناس اجرا فی الصلوٰۃ ابعدھم فابعدھم ممشی والذی ینتظر الصلوٰۃ حتی یصلیہا مع الامام اعظم اجرا من الذی یصلی ثم ینام - یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بہترین آدمیوں کے ازروے ثواب کے وہ نمازی ہیں کہ جو دُور سے چل کر مسجد میں آتے ہیں اور وہ شخص جو انتظار کرتا ہے اس امر کی کہ امام کے ساتھ نماز پڑھے وہ بہت زیادہ ثواب میں ہے ایسے شخص سے کہ جو پڑھلے ہے اور سو رہتا ہے - پس دیکھئے کہ اس باب کو حدیث سے کوئی مناسبت نہیں - باب تو نماز فجر کے جماعت میں پڑھنے کی فضیلت کا ہے اور حدیث میں نماز فجر کا پتہ تک نہیں ملتا ہے بلکہ ثم ینام کے لفظ سے جو حدیث میں ہے یہہ معلوم ہوتا ہے کہ حدیث عشاء کی نماز کے بارے میں ہے -

پنجم - باب اذا فاتہ العید یصلی رکعتین وکذالک النساء ومن کان فی البیوت والقرے - ترجمہ - یہہ باب اس بیان میں ہے کہ جب کسی سے نماز عید کی فوت ہو جائے تو وہ دو رکعت نفل پڑھے اور اسی طرح سے عورتیں اور جو لوگ گھروں اور دیہاتوں میں ہیں دو رکعت پڑھیں - حدیث عن عائشۃ رض ان ابابکر رض دخل علیہا وعندھا جاریتان فی ایام منی تدفان وتضربان والنبی صلی اللہ علیہ وسلم متغش بثوبہ فانتھرھما ابوبکر رض فکشف النبی صلی اللہ علیہ عن وجہہ فقال دعہما یا ابابکر رض

فانّها ایام عید وتلك الایام ایام منیٰ - یعنی حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ عید کے روز میرے گھر میں حضرت ابوبکرؓ آئے اور اُسوقت دو لڑکیاں دَف بجارہی تھیں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے آپ کو کپڑے میں لپیٹے ہوئے تھے۔ پس حضرت ابوبکرؓ نے ان لڑکیوں کو منع کیا۔ اُس پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے مُنہ سے کپڑا اُٹھاکر فرمایا کہ اے ابوبکرؓ ان سے کچھ نہ کہو یہہ دن عید کا ہے اور وہ دن منے کے دن تھے۔

پس یہہ حدیث اور اُس کا باب سوال از آسمان وجواب از ریسمان کا مصداق ہوتا ہے۔ باب تو عید میں دو رکعت نماز پڑھنے کا ہے اور حدیث میں دو لڑکیوں کے دَف بجانے کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔

ششم۔ باب فی کم تقصر الصّلوۃ۔ یعنی یہہ باب اس بیان میں ہے کہ کتنے روز کے سفر میں نماز کو قصر کیا جاوے۔ حدیث عن ابن عمر انّ النّبی صلے اللہ علیہ وسلم قال لا تسافر المرأۃ ثلثۃ ایام الّا مع ذی محرم۔ یعنی حضرت عمر سے روایت ہے کہ عورت تین روز کا سفر بغیر ہمراہی کسی ذی محرم کے نہ کرے

پس باب اور حدیث ایک دوسرے سے کچھ تعلق نہیں رکھتے۔ باب تو اس بات کا ہے کہ کتنے روز کے سفر میں نماز قصر کرنا چاہیئے اور حدیث کا مضمون یہہ ہے کہ عورت تین دن سے زیادہ کا سفر بغیر کسی ذی محرم کے نہ کرے۔ اور یہی حال بخاری کے کثرت سے ترجمۃ الابواب کا ہے کہ جس کی نسبت نہایت فخر سے یہہ کہا جاتا ہے کہ امام بخاری کی فقاہت بخاری کے ترجمۃ الابواب میں ہے۔ اگر تفقہ اسی کا نام ہے کہ حدیث کا ترجمۃ الابواب بھی نہ قائم کیا جاسکے تو خدا ہی حافظ ہے۔ (الجرح علی البخاری۔ صفحہ ۵ و ۶)

ہفتم۔ باب ھل علی من لم یشھد الجمعۃ غسل من النّساء والصبیان وغیرھم۔ ترجمہ۔ کیا اُس شخص پر جو نماز جمعہ میں حاضر نہ ہو غسل ہے یعنی عورتوں اور لڑکوں وغیرہ پر۔ عن ابن عمر قال کانت امرأۃ لعمر تشھد صلوۃ الصبح والعشاء فی الجماعۃ فی المسجد فقیل لها لم تخرجین و قد تعلمین ان عمر یکرہ ذٰلك ویغار قالت وما یمنعه ان ینھا نی

قال یمنعه قول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا تمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ
(بخاری جلد ا صفحہ ۱۰۲ مطبوعہ مصر) ترجمہ - ابن عمر سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضرت
عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی مسجد میں عشا و صبح کی جماعت میں حاضر ہوتی تھیں - ان
لوگوں نے کہا کہ تم لوگ کیوں نکلتی ہو - حالانکہ تم لوگ جانتی ہو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ
اس بات کو ناپسند اور غیرت معلوم کرتے ہیں - تو حضرت عمر رض کی بیوی نے جواب دیا کہ
پھر مجھکو باز رکھنے سے ان کو کس چیز نے روکا - تو اُنہوں نے کہا کہ جناب رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد و لا تمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ نے
انہیں روکا - دیکھو اس حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں کہ جس کے ارشارہ کنایہ سے
اس حدیث کو عنوان باب کے مضمون سے لگاؤ ہو -
ہشتم - باب التبکیر للعید - ترجمہ سویرے جانا عید کی نماز کے لئے - عن
البراء قال خطبنا النبی صلے اللہ علیہ وسلم یوم النحر قال ان اول ما نبدأ
به فی یومنا هذا ان نصلی ثم نرجع فننحر فمن فعل ذلك فقد اصاب
سنتنا و من ذبح قبل ان یصلی فانما هو لحم عجله لاهله لیس
من النسك فی شیئ فقام خالی ابو بردة بن نیاز فقال یا رسول اللہ
انا ذبحت قبل ان اصلی وعندی جذعة خیر من مسنة قال اجعلها
مکانها او قال اذبحها و لن تجزئ جزعة عن احد بعدك (بخاری جلد ا -
صفحہ ۱۱۰ مطبوعہ مصر) ترجمہ - براء سے روایت ہے کہ بقر عید کے روز جناب
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے وعظ فرمایا - جس میں ارشاد فرمایا کہ آج
بقر عید کے دن پہلا کام یہہ ہے کہ نماز پڑھوں - اسکے بعد لوٹوں تو قربانی کروں -
جس نے اس طرح کیا اس نے ہمارے طریقہ کو پالیا - اور جس نے قبل نماز کے قربانی کی
وہ قربانی نہیں بلکہ اپنے اہل کے لئے گوشت کیا - راوی کہتے ہیں کہ ہمارے ماموں
ابو بردہ بن نیاز کھڑے ہوئے اور کہا یا رسول اللہ میں نے قبل نماز کے ذبح کی ہے
اور میرے پاس چھ مہینے کا بکری کا بچہ ہے جو ایک سال کے بچے سے نکلتا ہوا ہے -
آپ نے فرمایا اس کے بدلے کرلو - یا آپ نے یوں ارشاد کیا - اس کو ذبح کر ڈالو -
اور یہہ تمہارے بعد کسی کو روا نہیں - دیکھو اس حدیث میں بھی کوئی ایسا لفظ نہیں

کہ جس سے عید کی نماز کے لئے سویرے جانا مفہوم ہوتا ہو۔

نہم۔ باب خیر مال المسلم غنم یتبع بھا شعف الجبال۔ ترجمہ۔ بہتر مال مسلمان کا بکری کا گھیڑ ہے جس کے ساتھ پہاڑوں کی چوٹیوں پر لگا رہے۔ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال اذا سمعتم بکاء الدیکۃ فاسئلوا اللہ من فضلہ فانھا رأت ملکا واذا سمعتم نھق الحمار فتعوذوا باللہ من الشیطان فانہ رأی شیطانا ترجمہ ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مرغ بانگ دیوے تو اُس وقت اللہ سے اُس کی مہربانی کی درخواست کرو۔ کیونکہ اِس مُرغ نے فرشتہ کو دیکھا ہے۔ اور جب گدھے کے رینگنے کی آواز سنو۔ تو بذریعہ اللہ کے شیطان سے پناہ مانگو۔ کیونکہ اِس گدھے نے شیطان کو دیکھا ہے۔ دیکھو اس حدیث میں بھی کوئی ایسا لفظ نہیں کہ جس کے مفہوم سے اس حدیث کو عنوان باب کے مضمون سے ذرہ بھر بھی لگاؤ ہو۔ (الجرح علی البخاری۔ صـ۹۳ و ۹۴)

امام بخاری رحؒ کا ایک فتوے

امام بخاری رحؒ کی فقاہت کا حال تو آپ کو معلوم ہوگیا۔ مگر باینہمہ ایک زمانے میں اُنہوں نے یہ جرأت کی کہ ہم بھی فتوے دیا کریں۔ اس جرأت کا جو حشر ہوا وہ ذیل کے واقعہ سے ظاہر ہے جسے شمس الائمہ محمد بن احمد بن ابی سہل سرخسی (متوفی ۴۸۳ھ) نے مبسوط میں یوں ذکر کیا ہے۔

محمد بن اسماعیل صاحب الاخبار یقول یثبت بلبن البھیمۃ حرمۃ الرضاع فانہ دخل بخارا فی زمن الشیخ الامام ابی حفص رحؒ وجعل یفتی فقال الشیخ لا تفعل فانک لست ھنا لک فابی ان یقبل نصیحتہ

محمد بن اسماعیل محدث (بخاری) قائل تھے کہ چارپایہ کے دودھ سے حرمت رضاع ثابت ہو جاتی ہے۔ وہ شیخ امام ابوحفص رحؒ کے زمانے میں بخارا میں داخل ہوئے اور فتوے دینے لگے۔ شیخ نے فرمایا کہ تو فتوے نہ دیا کر کیونکہ تو فتوے دینے کے لائق نہیں مگر امام بخاری نے شیخ کی نصیحت ماننے سے انکار کیا

حتی استفتی عن هٰذہ المسئلة اذا ارضع صبیان بلبن شاۃ فافتی بثبوت الحرمة فاجتمعوا و اخرجوہ بسبب هٰذہ الفتوٰے (رسالہ بعض الناس فی دفع الوسواس مطبوعہ نظامی ص)	یہاں تک کہ یہ مسئلہ دریافت کیا گیا کہ جب دو بچے ایک بکری کا دودھ پی لیں۔ امام بخاری نے فتوےٰ دیدیا کہ حرمت رضاع ثابت ہوگئی۔ پس علماء جمع ہو گئے اور اِس فتوےٰ کے سبب امام بخاری کو بخارا سے نکال دیا۔

اسی واقعہ کو امام ابو البرکات عبد اللہ بن احمد نسفی (متوفی سنہ ھ) نے بدیں الفاظ ذکر کیا ہے۔

و قال محمد رحمة الله لا یستقیم الحدیث الا بالرائی ولا یستقیم الرائی الا بالحدیث حتی ان من اتقن احدھما دون الاخر لا یصلح للقضاء والفتوٰے فان المحدث غیر الفقیه یغلط کثیرا فقد روی عن محمد بن اسماعیل صاحب الصحیح انّه استفتی فی صبیین شربا من لبن شاۃ فافتی بثبوت الحرمة بینهما واخرج به من بخاری اذ الاختیة تتبع الامّیة والبهیمة لا تصلح اُمّا للادمی وکذا الفقیه غیر المحدث ربما یستعمل القیاس فی موضع النص کما لو اکل الصائم ناسیًا	امام محمدؒ نے فرمایا کہ حدیث درست نہیں رہتی مگر فقہ کے ساتھ۔ اور فقہ درست نہیں رہتی مگر حدیث کے ساتھ یہانتک کہ جو دونوں میں سے ایک میں لائق ہو اور دوسری میں نہ ہو وہ منصب قضاء و فتوے کے لائق نہیں۔ کیونکہ محدث جو فقیہ نہ ہو اکثر غلطی کرتا ہے۔ چنانچہ محمد بن اسمٰعیل صاحب صحیح کی نسبت مروی ہے کہ اُن سے دو بچوں کی بابت فتوےٰ طلب کیا گیا جنہوں نے ایک بکری کا دودھ پیا۔ امام بخاری نے انکے درمیان حرمت رضاع کے ثابت ہونے کا فتوےٰ دیدیا اور اس سبب سے بخارا سے نکالے گئے کیونکہ بہن ہونا ماں ہونے کے تابع ہے اور چارپایہ آدمی کے لئے ماں ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اسی طرح فقیہ جو محدث نہ ہو بعض دفعہ نص کی جگہ قیاس کو استعمال کرتا ہے جیسا کہ اگر روزہ دار بھول کر کھالے۔

فمن لم یعرف النص الوارد فیہ یفتی بالفساد فان القیاس ان یفسد صومہ لوجود ما یضادہ والشیٔ مایبقی مع مایضادہ وانما یقیناہ بالحدیث (کشف الاسرار شرح منار الانوار۔ مطبوعہ مصر۔ جزء اول۔ صـ۹ـ)

پس جو شخص اُس نص کو نہیں جانتا جو اس بارے میں وارد ہے وہ روزے کے ٹوٹنے کا فتوے دیگا کیونکہ قیاس یہہ ہے کہ بوجہ پائے جانے مفسد صوم کے اُس کا روزہ ٹوٹ جائے۔ اور کوئی شے باوجود اپنے مفسد کے باقی نہیں رہتی۔ ہم نے روزہ کو فقط حدیث کے سبب باقی رکھا۔

اسی واقعہ کو علامہ ابن ہمام (متوفی سنہ ۸۶۱ھ) نے یوں ذکر کیا ہے۔

نقل ان الامام محمد بن اسمعیل البخاری صاحب الصحیح افتی فی بخاری بثبوت الحرمۃ بین صبیین ارتضعا شاۃ فاجتمع علماؤھا علیہ وکان سبب خروجہ منھا واللہ سبحانہ اعلم ومن لم یدق نظرہ فی مناطات الاحکام وحکمہا کثر خطؤہ وکان ذٰلک فی زمن الشیخ ابی حفص الکبیر ومولدہ مولد الشافعی فانھما ولدا فی العام الذی توفی فیہ ابو حنیفۃ وھو عام خمسین ومائۃ (فتح القدیر شرح ھدایہ مطبوعہ مصر۔ جزء ثالث صـ۳۲۰ـ)

نقل ہے کہ امام محمد بن اسماعیل صاحب صحیح نے بخارا میں اُن دو بچوں میں حرمت رضاع کے ثبوت کا فتوے دیا جنہوں نے ایک بکری کا دودھ پیا۔ پس وہاں کے علماء امام بخاری رح کے برخلاف جمع ہوئے اور یہہ اُس کے بخارا سے نکلنے کا سبب ہوا واللہ سبحانہ اعلم۔ علل احکام اور انکے حکم میں جس شخص کی نظر باریک نہ ہو اُس کی خطا زیادہ ہوتی ہے۔ یہہ واقعہ شیخ ابوحفص کبیر رح کے زمانے میں ہوا۔ شیخ ممدوح اور امام شافعی رح دونوں کا سال پیدائش ایک ہی ہے۔ کیونکہ یہہ دونوں اُس سال پیدا ہوئے جس میں امام ابو حنیفہ رح نے وفات پائی اور وہ سنہ ۱۵۰ھ ہے۔

علامہ علی القاری (متوفی سنہ ۱۰۱۴ھ) نے بھی اِس واقعہ کو مرقات شرح مشکوۃ (مطبوعہ مصر۔ جزء ثالث۔ صـ۴۲۹ـ) میں فتح القدیر سے قریباً لفظ بلفظ نقل کیا ہے۔
اِسی واقعہ کے سبب امام بخاری کے دل میں حنفیہ کرام کی طرف سے کشیدگی پیدا

ہوگئی۔ چنانچہ اُنہوں نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو اپنی صحیح میں اور
اُس سے بھی بڑھکر اپنی تاریخ میں توہین آمیز الفاظ سے یاد کیا ہے۔ تجاوز اللہ
عنا وعنہ۔ یہہ تو حال ہے امام بخاریؒ کی فقاہت کا۔ رہا اُن کا محدث ہونا۔
سو انشاء اللہ بنارسی کے مطالعہ کے لئے اُس کی نسبت بھی مناسب مقام پر کچھ
عرض کیا جائے گا۔

قال البنارسی

امام صاحب کا حافظ اور اُن کا ضعیف ہونا اور مرجیہ ہونا اور جہمیہ ہونا اور زندیق
ہونا اور اُن کے اُستاد و شاگرد اور اولاد وغیرہ کل کے کل کا ایک رنگ کے ہونے کا
ثبوت۔ صـ۱۱

اقول

ناظرین ذرا اِس عنوان پر غور فرماویں۔ باایںہمہ یہہ کہا جاتا ہے کہ بزرگان دین
کو بُرا کہنا حنفیہ کا شیوہ ہے۔

قال البنارسی

آج تک جس قدر محدثین گذرے ہیں سب نے امام صاحب کو من جہہ الحفظ ضعیف
کہا ہے اور لطف یہہ کہ امام صاحب ضعیف۔ انکے اُستاد ضعیف۔ انکے استاد الاستاد
ضعیف۔ اُنکے بیٹے ضعیف۔ ان کے پوتے ضعیف۔ اُنکے شاگرد ابو یوسف و امام محمد
ضعیف۔ غرضکہ انکے اُستاد شاگرد بیٹے پوتے آپ بذاتِ خود کل کے کل ضعیف۔ پھر
کیا ایسوں کو حدیث کا علم ہوگا۔ بھائیو مجھ پر خفہ نہ ہونا۔ میں اپنی زبان سے یہہ
نہیں کہتا۔ لاحول ولا قوۃ۔ لو ہر ایک کے بتدریج حوالے سنو اور انصاف
کی عینک لگالو۔ پہلے ایک قول مجمل سنو۔ قیام اللیل مطبوعہ لاہور۔ صـ۱۲۳ میں ہے
کہ حدثنی علی بن سعید النسوی قال سمعت احمد بن حنبل یقول ھؤلاء
اصحاب ابی حنیفۃ لیس لھم بصر بشئ من الحدیث ماھو الا الجرأۃ
انتھی (اس کو احمد بن علی المقریزی نے ملخص محمد بن نصر مروزی میں لکھا ہے)۔ یعنی
احمد بن حنبل نے کہا کہ یہہ لوگ اصحاب ابی حنیفہ ان کو حدیث کی جانچ پرکھ میں کچھ
دخل نہیں ہے۔ حدیث کے علم میں ان کا دخل دینا محض تحکم اور زبردستی ہے۔ صـ۱۱-۱۲

اقول

بنارسی کا کلیہ بالکل غلط ہے جیسا کہ عنقریب ظاہر ہوگا۔ جو حوالے بنارسی بتدریج پیش کریگا۔ انشاء اللہ اُن کا جواب بھی ساتھ ہی لکھا جائے گا۔ قیام اللیل کا حوالہ ہم کسی قدر طوالت کے ساتھ نقل کرتے ہیں تاکہ ناظرین کو انصاف کا پورا موقع مل جائے۔

وھی ھذہٖ۔ قال محمد[عـــه] بن نصر المروزی و زعم النعمان ان الوتر ثلاث رکعات لا یجوز ان یزاد علی ذلک ولا ینقص منه فمن اوتر بواحدة فوترہ فاسد والواجب علیه ان یعید الوتر فیوتر بثلاث لا یسلم الا فی اخرھن فان سلم فی الرکعتین بطل وترہ و زعم انه لیس للمسافر ان یوتر علی دابته لان الوتر عندہ فریضة و زعم انه من نسی الوتر فذکرہ فی صلوة الغداة بطلت صلوته و علیه ان یخرج منها فیوتر ثم یستانف الصلوة و قوله ھذا خلاف للاخبار الثابتة عن

عـــه ترجمہ۔ محمد بن نصر مروزی نے کہا کہ نعمان (ابو حنیفہ رضؓ) نے گمان کیا کہ وتر تین رکعتیں ہیں جن میں کمی بیشی جائز نہیں۔ پس جو ایک وتر پڑھے گا۔ اُس کا وتر فاسد ہے۔ اور اُس پر واجب ہے کہ وتر کا اعادہ کرلے۔ پس تین رکعت وتر پڑھے اور اخیر رکعت کے سوا سلام نہ پھیرے۔ اگر دو رکعتوں میں پھیر دے گا تو اُس کی نماز وتر باطل ہو جائے گی۔ اور نعمان رضؓ نے گمان کیا کہ مسافر کے لئے اپنی سواری پر وتر پڑھنے جائز نہیں کیونکہ نماز وتر اُنکے نزدیک فرض ہے۔ اور گمان کیا کہ جو وتر کو بھول جائے اور فجر کی نماز میں یاد کرے۔ اُس کی نماز فجر باطل ہو جائیگی۔ اور اس پر واجب ہوگا کہ اُس کو چھوڑ کر وتر پڑھے۔ پھر از سر نو نماز فجر پڑھے۔ نعمان رضؓ کا یہ قول ان احادیث و آثار کے خلاف ہے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپکے اصحاب سے ثابت ہیں۔ اور اجماع اہل علم کے بھی خلاف ہے۔ نعمان رضؓ کے اس قول کا سبب قلت معرفت احادیث اور قلت مجالست علمائے ہے میں نے اسحاق بن ابراہیم کو سنا کہ کہتے تھے ابن مبارک نے فرمایا ابو حنیفہ رحمہ اللہ حدیث میں یتیم ہیں مجھ سے علی بن سعید نسوی نے حدیث کی کہا میں نے احمد بن حنبل کو سنا کہ فرماتے تھے۔ یہہ اصحاب ابی حنیفہ ہیں جن کو حدیث میں ذرا بھی واقفیت نہیں حدیث میں اُن کا دخل دینا محض جرأت ہے۔ محمد بن نصر نے کہا کہ کم فہموں اور جاہلوں کو دھوکا دینے کے لئے کسی متعصب نے نعمان رضؓ کے لئے اس حدیث سے استدلال کیا ہے جسے ہم نے ذکر کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے تمہارے واسطے ایک نماز زیادہ کردی اور وہ نماز وتر ہے پس نعمان رضؓ نے گمان کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا قول زادکم صلوة اس بات کی دلیل ہے کہ نماز وتر فرض ہے۔ انتہے۔

رسول الله صلے الله علیہ وسلم واصحابہ وخلافاً لما اجمع علیہ اھل العلم وانما اتی من قلة معرفته بالاخبار وقلة مجالسته للعلماء سمعت اسحاق بن ابراھیم یقول قال ابن المبارك کان ابو حنیفة رحمہ الله یتیماً فی الحدیث حدثنی علی بن سعید النسوی قال سمعت احمد بن حنبل یقول ھؤلاء اصحاب ابی حنیفة لیس لھم بصر بشئ من الحدیث ما ھو الا الجرأة قال محمد بن نصر فاحتج له بعض من یتعصب له بمموہ علی اھل الغباوة والجھل بالخبر الذی ذکرنا عن النبی صلے الله علیہ وسلم انه قال ان الله زاد کم صلوة وھی الوتر فزعم ان قوله زاد کم صلوة دلیل علی انه فریضة (قیام اللیل صـ۱۲۳-۱۲۴)

اب عبارت بالا میں ذرا غور کیجئے۔ امام محمد بن نصر مروزی (متوفی ۲۹۴ھ) کا مسائل وتر میں مذہب حنفی کو خلاف احادیث و آثار کہنا سراسر غلط ہے۔ اگر ان مسائل کی بحث دیکھنا چاہو تو فتح القدیر وغیرہ میں دیکھ لو۔ رکعات وتر کی تعداد کی بحث تو انشاء اللہ اس کتاب میں بھی آئے گی۔ قلت معرفت حدیث اور قلت مجالست علماء کو حضرت امام الائمہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرنا کیسا سوء ادب اور قلّتِ حیا ہے۔ شیخ ابن حجر مکی نے امام صاحب کے شیوخ کی تعداد چار ہزار بیان کی ہے۔ کیسے دلیر اور متعصب ہیں وہ لوگ جو باوجود اس کثرت شیوخ کے امام صاحب کے برخلاف اس طرح کی دریدہ دہنی سے کام لیتے ہیں۔ ابن مبارک کیطرف بسند ابن راہویہ یہہ قول منسوب کرنا کہ امام ابوحنیفہ رض حدیث میں یتیم تھے صریح البطلان ہے، اسی طرح اصحاب ابی حنیفہ کے بارے میں جو قول امام احمد بن حنبل کیطرف منسوب کیا گیا ہے باطل ہے یحیےٰ بن سعید قطان۔ عبداللہ بن مبارک یحیےٰ بن زکریا بن ابی زائدہ۔ وکیع بن الجراح۔ یزید بن ہارون حفص بن غیاث۔ ابو عاصم النبیل۔ عبدالرزاق بن ہمام۔ ابویوسف و امام محمد وغیرہ جو اصحاب ابی حنیفہ ہیں۔ کیا انکو حدیث کی جانچ پرکھ میں کچھ دخل نہیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح سفر السعادت (مطبوعہ نولکشور۔ دیباچہ صـ۲۳) میں تحریر فرماتے ہیں۔ مذہب امام ابوحنیفہ اکثر موافق مذہب امام احمد حنبل است۔ در تمام مذہب در مواضع معدودہ خلافے باشد واگر ہست روایتے در آنجانب

ہست و بنائے مذہب امام احمد بتمام براحادیث واخذ بظواہر ہست و خلاف امام شافعی اکثر است از خلاف وے با ابی حنیفہ۔ یکصد و بست و پنج مسئلہ از اصول نوشتہ اند کہ احمد با ابو حنیفہ موافق است درآں و با شافعی مخالف و فی الحقیقت مذہب حنفی جامع معقول و منقول است انتہے۔ پس اس صورت میں ہم بنارسی سے پوچھتے ہیں کہ مالکیہ و شافعیہ کی نسبت امام احمد بن حنبل کا کیا قول ہے۔ کیونکہ وہ تو بیچارے حنفیہ سے بھی بڑھکر مجرم ہیں۔

بیان بالا سے ظاہر ہوگیا کہ محمد بن نصر مروزی غایت درجے کے متعصب امام ہیں۔ کیوں نہ ہو۔ یہہ شاگرد ہیں امام بخاری رح کے (طبقات الشافعیۃ الکبرٰے للتاج السبکی جزو ثانی۔ صـ۲۰) اور امام اسحاق بن ابراہیم یعنی ابن راہویہ کے۔ امام بخاری رح کا حال تو معلوم ہو چکا۔ ابن راہویہ کی نسبت اُنکے ایک شاگرد امام ابن قتیبہ دینوری نے یوں لکھا ہے۔ ولم أر احدا ألهج بذكر اصحاب الرأى وتنقصهم والبعث على قبيح اقاويلهم والتنبيه عليها من اسحاق بن ابراهيم الحنظلى المعروف بابن راهويه (کتاب تاویل مختلف الحدیث۔ صـ۶۵) ۔یعنی میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو اسحاق بن ابراہیم حنظلی معروف بابن راہویہ سے بڑھکر اصحاب رائے (حنفیہ) کے ذکر اور انکی تنقیص اور اُن کے بُرے اقوال پر برانگیختہ کرنے اور اُن پر آگاہ کرنے کا آرزو مند ہو انتہے۔ پس محمد بن نصر مروزی سے اصحاب ابی حنیفہ کو بجز زبان درازی کے اور کیا توقع ہوسکتی ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے تبییض الصحیفہ صـ۱۹ میں لکھا ہے۔

وروى ابو عبد الله الحسين بن محمد بن خسرو البلخى فى مسنده ان محمد بن سلمة قال قال خلف بن ايوب صار العلم من الله تعالىٰ الى محمد صلى الله عليه وسلم ثم صار الى اصحابه ثم صار الى التابعين ثم صار الى ابى حنيفة واصحابه	ابوعبداللہ الحسین بن محمد بن خسرو بلخی نے اپنی مسند کے مقدمہ میں روایت کی ہے کہ محمد بن سلمہ نے کہا کہ خلف بن ایوب نے فرمایا۔ علم اللہ تعالیٰ سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا پھر آپ کے اصحاب پھر تابعین پھر امام ابو حنیفہ اور اصحاب ابی حنیفہ کو پہنچا۔

امام عبدالوہاب شعرانی کتاب المیزان (جزء اول ۔صفحہ ۵۵) میں لکھتے ہیں۔

وقد تتبعت بحمد اللہ اقواله واقوال اصحابه لما الفت کتاب ادلة المذاهب فلم اجد قولاً من اقواله او اقوال اتباعه الا وهو مستند الی اية او حديث او اثر او الی مفهوم ذالك او حديث ضعيف كثرت طرقه او الی قياس صحيح علے اصل صحيح۔

میں نے بحمداللہ امام ابوحنیفہ کے اقوال اور آپ کے اصحاب کے اقوال کا مطالعہ کیا جب میں نے کتاب ادلۃ المذاہب تالیف کی پس میں نے آپ کے اقوال یا آپ کے اتباع کے اقوال میں سے کوئی ایسا قول نہ پایا جو کسی آئت یا حدیث یا اثر یا اس کے مفہوم یا حدیث ضعیف کثیر الطرق یا قیاس صحیح کی طرف مستند نہ ہو۔

کتاب المیزان ہی میں دوسری جگہ (جزء اول صفحہ ۶۳) پر تحریر فرماتے ہیں

فاترك يا اخی التعصب علے الامام ابی حنيفة واصحابه رضی اللہ عنهم اجمعين واياك وتقليد جاهلين باحواله وما كان عليه من الورع والزهد والاحتياط فی الدين فتقول ان ادلته ضعيفة بالتقليد فتحشر مع الخاسرين وتتبع ادلته كما تتبعناها تعرف ان مذهبه رضی اللہ عنه من اصح المذاهب كبقية مذاهب المجتهدين رضی اللہ عنهم اجمعين۔

اے میرے بھائی تو امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم اجمعین کے برخلاف تعصب کو چھوڑ دے۔ اور جو لوگ امام صاحب کے حالات اور آپ کی پرہیزگاری و زہد اور دین میں احتیاط سے جاہل ہیں ان کی تقلید سے یوں نہ کہدینا کہ آپ کی دلیلیں ضعیف ہیں پس خاسرین کے ساتھ تیرا حشر ہو۔ تو آپ کے دلائل کا مطالعہ کر جیسا کہ ہم نے کیا۔ تجھے معلوم ہو جائے گا کہ امام صاحب ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب اصح مذاہب میں سے ہے جیسا کہ مجتہدین کے باقی مذاہب ہیں رضی اللہ عنہم اجمعین ۔

اگر بر سبیل تنزل مان لیا جائے کہ فی الواقع امام احمد نے اصحاب ابی حنیفہ کی نسبت یوں فرمایا کہ اُن کو حدیث کی جانچ پڑتال میں کچھ دخل نہیں تو اس کی وجہ حافظ ابن عبدالبر کی عبارت ذیل سے مستفاد ہو سکتی ہے ۔

لما قیل لاحمد بن حنبل ما الذی نقمتم علیہ قال الرأی قیل الیس مالک تکلم بالرأی قال بلی ولکن ابوحنیفۃ اکثر رأیا منہ قیل فہلا تکلمتم فی ھذا بحصتہ فسکت احمد (خیرات الحسان صـ۳۳)	جب امام احمد حنبل سے پوچھا گیا کہ آپ نے امام ابو حنیفہؒ کی کونسی بات ناپسند کی۔ فرمایا۔ قیاس۔ اس پر پوچھا گیا کہ کیا امام مالک نے قیاس نہیں کیا۔ فرمایا۔ ہاں لیکن ابو حنیفہؒ اُن سے زیادہ قیاس کرنے والے ہیں۔ اس پر کہا گیا کہ آپ کس واسطے اُن پر حصہ کے موافق اعتراض نہیں کرتے۔ پس امام احمد چپ ہو گئے۔

قال البنارسی

اجی اصحاب ابی حنیفہ کو ابھی رہنے دیجئے۔ کُل کے کُل کوفہ والے ایسے ہی تھے۔ چنانچہ تدریب الراوی مصری صـ۲۳ میں ہے۔ قال الزهری ان فی حدیث اھل الکوفة دغلا کثیرا و قال الخطیب ان روایاتہم کثیرة الدغل قلیلة السلامة من العلل انتہیٰ ملخصًا۔ یعنی زہری نے کہا کہ کوفہ والوں کی روایتوں میں بہت کدورت ہے اور خطیب بغدادی نے کہا کہ کوفہ والوں کی روایتوں میں بہت کدورت ہے اور علت قادحہ سے سلامتی بہت قلیل ہے۔ ایسا ہی سنن ابی داؤد مطبوعہ مجتبائی صـ۳۵ جلد ۲ میں ہے کہ کوفہ والوں کی حدیث بے نور ہے۔ اجی کوفہ والوں کو بھی جانے دیجئے۔ کوفہ تو عراق ہی سے ہے۔ کُل کے کُل عراق والے ایسے ہی ہیں۔ تدریب الراوی صفحہ مذکورہ میں ہے قال طاؤس اذا حدثک العراقی مائة حدیث فاطرح تسعة و تسعین وکن من الباقی فی الشک انتہیٰ۔ یعنی طاؤس نے کہا کہ عراق والا آدمی اگر سو حدیثیں سناوے تو ننانوے کو تو بالکل ہی چھوڑ دو۔ اور جو ایک باقی رہے۔ اُس میں بھی تشکک رکھو۔ پس جب سب کے سب ایک ہی لاٹھی کے ہانکے ہیں تو امام ابوحنیفہ کیسے قوی حافظہ والے ہو سکتے ہیں بقول ع ایں خانہ ہمہ آفتاب است۔ اللہ اللہ اسی بنیاد پر حنفیوں کو اتنا فخر ہے؟ شرم۔ صـ۱۲۔

اقول

علامہ سیوطی نے اِس امر کے ثبوت میں کہ اصح الاسانید ہونے میں کسی بلاد خاص کو بھی دخل ہے کئی قول نقل کئے ہیں جن میں سے بعض کا ذکر بنارسی نے کیا ہے - امام نووی بھی اسی کے قائل ہیں - چنانچہ علامہ بدرالدین عینی (متوفی ۸۵۵ھ) حدیث زنجی پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں -

فان قلت قال النووی و کیف یصل ھذا الی الکوفۃ ویجھلہ اھل مکۃ قلت ھذہ غفلۃ عظیمۃ منہ و ھذا القول منہ مخالف لقول امامہ فانہ حکی عنہ ابن القاسم بن عساکر انہ قال لاحمد وغیرہ انتم اعلم بالاخبار الصحاح منا فان کان خبر صحیح فاعلمونی حتی اذھب الیہ کوفیا کان او بصریا او شامیا فھل قال کیف امامہ و یقتضی ما قال ینبغی ان لایکون خبرہ حجۃ حتی یعرض علی اھل مکۃ والمدینۃ فاذا لم یعرض لا یکون حجۃ وھذا خلاف الاجماع مع ما فیہ من مخالفۃ نص امامہ والذی یدل علی بطلان قولہ ان علیا و اصحابہ وعبداللہ بن مسعود واصحابہ

اگر تو کہے کہ امام نووی نے کہا ہے کہ یہہ حدیث کوفہ میں کیونکر پہنچ سکتی ہے حالانکہ اہل مکہ کو اس کا علم نہیں - میں کہتا ہوں کہ یہہ امام نووی کی بڑی غفلت ہے اور اُس کا یہہ قول خود اُس کے امام کے قول کے مخالف ہے کیونکہ ابن قاسم بن عساکر نے روایت کی کہ امام شافعی نے امام احمد وغیرہ سے کہا کہ آپ ہم سے بڑھکر احادیث صحیح کے عالم ہیں اگر کوئی حدیث صحیح ہو تو مجھے بتائیں تاکہ میں اُسے اختیار کروں خواہ وہ کوئی ہو - بصری یا شامی - پس اُس نے اپنے امام کی طرح کیوں نہ کہا - اور نووی کے قول کا مقتضا یہہ ہے کہ اُس کی خبر حجت نہ ہو یہانتک کہ اہل مکہ و مدینہ پر پیش کی جائے - جب پیش نہ کیجائے - تو حجت نہ ہو - اور یہہ خلاف اجماع ہے - علاوہ ازیں اِس میں خود اُس کے امام کی نص کی مخالفت ہے - اس کے قول کے باطل ہونے کی دلیل یہہ ہے کہ حضرت علی رضہ اور اُنکے اصحاب - حضرت عبداللہ رضہ بن مسعود اور اُن کے اصحاب -

وابا موسی الاشعری واصحابہ وعبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما وجماعۃ من اصحابہ وسلمان الفارسی وعامۃ اصحابہ والتابعین انتقلوا الی الکوفۃ والبصرۃ ولم یبق بمکۃ الا القلیل وانتشروا فی البلاد للولایات والجہاد وسمع الناس منہم ونشر العلم علی ایدیہم فی جمیع البلاد الاسلامیۃ ولا ینکر ھذا الا مکابر او صاحب بدعۃ وعصبیۃ (بنایہ شرح ہدایہ مطبوعہ نولکشور مجلد اول جزء اول صفحہ ۲۵)

حضرت ابو موسےٰ رضی اشعری اور اُن کے اصحاب حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور اُن کے اصحاب کی ایک جماعت حضرت سلمان رضی فارسی اور اُن کے اکثر اصحاب اور تابعین کوفہ و بصرہ میں جا رہے۔ اور سوا قلیل جماعت کے مکہ میں کوئی نہ رہا۔ اور شہروں میں ولایتوں اور جہاد کے لئے پھیل گئے۔ اور لوگوں نے اُن سے حدیثیں سُنیں اور اُن کے ہاتھوں تمام اسلامی شہروں میں علم پھیل گیا۔ سوا مکابرہ کرنے والے یا بدعتی و متعصب کے کوئی شخص اس سے انکار نہیں کرسکتا۔

علامہ ابن ہمام نے نووی کے اعتراض کا جواب یوں دیا ہے۔

وقول النووی کیف یصل ھذا الخبر الی اھل الکوفۃ ویجہلہ اھل مکۃ استبعاد بعد وضوح الطریق ومعارض بقول الشافعی لاحمد انتم اعلم بالاخبار الصحیحۃ منا فاذا کان خبر صحیح فاعلمونی حتی اذھب الیہ کوفیا کان او بصریا او شامیا فھلا قال کیف یصل ھذا الی اولئک ویجہلہ اھل الحرمین

... ...

اور نووی کا یہہ قول کہ یہہ حدیث اہل کوفہ کو کیونکر پہنچ سکتی ہے حالانکہ اہل مکہ کو اس کا علم نہیں طریق کے واضح ہونے کے بعد مستبعد ہے اور امام شافعی کے اس قول کے مخالف ہے۔ کہ اُنہوں نے امام احمد سے کہا کہ آپ ہم سے بڑھکر احادیث صحیحہ کے عالم ہیں۔ پس اگر کوئی حدیث صحیح ہو تو مجھے بتائیں تاکہ میں اُسے اختیار کروں خواہ وہ کوفی ہو یا بصری یا شامی۔ پس امام شافعی نے کیوں نہ کہا کہ یہہ حدیث اُن کو کیونکر پہنچ سکتی ہے حالانکہ اہل حرمین کو اس کا علم نہیں

وھذا لان الصحابة انتشرت فی البلاد خصوصًا العراق قال العجلی فی تاریخه نزل الکوفة الف وخمسمائة من الصحابة ونزل قرقیسیا ستمائة (فتح القدیر شرح ہدایہ - جزء اول ص۹۱)

اور نووی کا قول اس لئے مستبعد ہے کہ صحابہ شہروں خصوصًا عراق میں پھیل گئے۔ عجلی (متوفی ۲۶۱ھ) نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ کوفہ میں ڈیڑھ ہزار صحابہ مقیم ہوئے اور قرقیسیا میں چھ سو مقیم ہوئے

بیان بالا سے ثابت ہوا کہ کسی راوی کی حدیث کو اِس بنا پر مطروح یا مجروح کہنا کہ وہ کوفہ یا بصرہ یا عراق کے کسی اور شہر کا باشندہ ہے مردود ہے۔ طاؤس زہری کا قول بر تقدیر صحت اپنے اقران کے حق میں ہوگا جو بنا بر قاعدہ جرح و تعدیل مسموع نہیں ہو سکتا۔ بخاری و مسلم کے راویوں کو اگر دیکھا جائے۔ تو اُن میں صدہا عراق ہی کے رہنے والے ملیں گے۔ کیا بنارسی بتا سکتا ہے کہ باوجود طاؤس و زہری کے قول کے شیخین نے اُن عراقیوں کی روایات کو اپنی اپنی صحیح میں کیوں جگہ دی۔ ہٰذا اگر اہل حجاز یہ کہیں کہ عراقیوں کی حدیث قابل حجت نہیں یا اہل عراق یوں کہیں کہ شامیوں کی حدیث حجت نہیں۔ تو یہ قول پایۂ اعتبار سے ساقط سمجھا جائے گا۔ ابن تیمیہ حنبلی نے ویسے اقوال کو نقل کر کے یہ لکھا ہے۔

فمتی کان الاسناد جیدًا کان الحدیث حجة سواء کان الحدیث حجازیا اوعراقیا اوشامیا اوغیر ذلك وقد صنف ابو داود السجستانی کتابا فی مفارید اھل الامصار من السنن یبین ما اختص به اھل کل مصر من الامصار من السنن التی لا توجد مسندة عند غیرھم مثل المدینة ومكة والطائف ودمشق وحمص والکوفة والبصرة وغیرھا (مجموعہ تسع رسائل - مطبوعہ مصر - رفع الملام عن الائمة الاعلام - ص۲۰)

پس جب اسناد جید ہو۔ تو حدیث حجت ہوگی خواہ وہ حدیث حجازی یا عراقی یا شامی وغیرہ ہو اور ابو داؤد سجستانی نے اہل امصار کی احادیث مفردہ کے بارے میں ایک کتاب تصنیف کی ہے جس میں وہ احادیث بیان کی ہیں جن کے ساتھ ہر شہر مثلاً مدینہ و مکہ و طائف و دمشق و حمص و کوفہ و بصرہ وغیرہ کے لوگ مختص ہیں اور وہ اُن کے سوا کسی اور کے پاس مسند نہیں پائی جاتیں۔

. . . .

قال البنارسی

اب ابوحنیفہ کی بابت خاص قول سنو۔ تخریج ہدایہ ابن حجر مطبوعہ فاروقی حاشیہ صفحہ ۹۳ میں ہے۔ قال صاحب المنتظم عن عبد اللہ بن علی بن المدینی قال سالت ابی عن ابی حنیفة فضعفه جدا انتهی۔ یعنی علی بن مدینی کے بیٹے عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ علی بن مدینی سے ابوحنیفہ کا حال پوچھا تو اُنہوں نے نہایت ضعیف بتلایا۔ صفحہ ۱۲-۱۳

قال الرّافضی

ابن الجوزی در کتاب المنتظم مجموع اقوال ایں ایمہ رجال نقل فرمودہ چنانچہ صاحب توضیح الورے فرماید۔ ذکر صاحب المنتظم باسنادہ المتصل الی سعید بن ابی مریم انه قال سالت یحیی بن معین عن ابی حنیفة قال لا یکتب حدیثه والی عبد اللہ بن علی بن عبد اللہ المدینی قال سالت ابی عن ابی حنیفة فضعفه جدا قال روی خمسین حدیثاً اخطأ فیها۔ استقصاء الافحام۔ صفحہ ۲۴۲

اقول

بنارسی نے جو تخریج ہدایہ کا حاشیہ نقل کیا ہے وہ کسی غیر مقلد کا ہے جس کا نام ظاہر نہیں کیا گیا۔ صرف کنیت ابوالمکارم لکھ دی گئی ہے۔ اس حاشیہ کے اخیر میں یوں لکھا ہے۔ ثم اعلم ان امامنا فی الجرح والتعدیل یحیی بن معین وثقه کذا فی تهذیب التهذیب لکن لا یحتجب علیك ان الجرح یکون مقدماً علی التعدیل کما تقرر فی الاصول فلا یخلو عن مقال واللہ اعلم انتهی۔ یعنی پھر جان لے کہ امام جرح و تعدیل یحیی بن معین نے امام ابوحنیفہؒ کو ثقہ کہا ہے۔ جیسا کہ تہذیب التہذیب میں ہے لیکن تجھ پر پوشیدہ نہ رہے کہ جرح تعدیل پر مقدم ہوتی ہے جیسا کہ اصول میں ثابت ہو چکا ہے۔ پس یہ اعتراض سے خالی نہیں۔ واللہ اعلم انتہیٰ۔ مجھے ان غیر مقلدین پر تعجب آتا ہے کہ اُن میں سے ہر ایک کو محدث ہونے کا دعوےٰ ہے۔ مگر اتنا بھی معلوم نہیں کہ کتب

اصول میں جو یہ قاعدہ مذکور ہے۔ وہ برسبیل اطلاق مسلم نہیں جیساکہ اس کتاب کے شروع میں بتفصیل بیان کیا گیا۔ اب ہم بنارسی کے اعتراض کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جو اس نے ابن جوزی کے کتاب المنتظم سے بالواسطہ نقل کیا ہے۔

ابن جوزی بغدادی حنبلی (متوفی ۵۹۷ھ) رواۃ و احادیث کی تنقید میں نہایت مشدد و متعصب ہیں۔ چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح سفر السعادت کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ مجدالدین فیروزآبادی نے خاتمہ سفر السعادت میں بعض احادیث کی تحقیق و تنقید میں ابن جوزی وغیرہ متعصبین کی تقلید کی ہے۔ اُن کے الفاظ یہ ہیں۔ و در خاتمہ کتاب بابے عقد نمودہ کہ در انجا در تحقیق و تنقید بعضے احادیث و نسبت وضع و بطلان بداں اتباع و تقلید بعضے از غلات و اہل عجلت از متاخرین محدثین مثل ابن جوزی و غیروے کردہ (دیباچہ شرح سفر السعادت مطبوعہ نولکشور۔ صفحہ ۳)۔ علامہ یوسف بن عبدالہادی حنبلی نے تنویر الصحیفہ میں لکھا ہے کہ ابن جوزی نے جو امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے برخلاف لکھا ہے اُس میں وہ خطیب بغدادی کا مقلد ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں۔ و اما ابن الجوزی فانہ تابع الخطیب و قد عجب سبطہ منہ حیث قال فی مرآۃ الزمان و لیس العجب من الخطیب فانہ طعن فی جماعۃ من العلماء و انما العجب من الجد کیف سلک اسلوبہ وجاء بما ھو اعظم (رد المحتار۔ مطبوعہ مصر۔ جزء اول۔ صفحہ ۴۲) یہ تو ابن جوزی کا حال ہے۔ اب ان کی تصنیف منتظم کی بابت سُنیئے۔ کتاب المنتظم فی تاریخ الامم وہ کتاب ہے جس کی نسبت کشف الظنون میں ہے۔ قال المولے علی بن المنائی و فیہ اوھام کثیرۃ و اغلاط صریحۃ اشرت الی بعضھا فی ھامش علی نسخۃ بخطہ انتھیٰ۔ یعنی مولے علی بن المنائی نے کہا کہ اس کتاب میں اوہام بہت اور غلطیاں صریح ہیں جن میں سے بعض کی طرف میں نے مصنف کے ایک قلمی نسخہ کے حاشیہ میں اشارہ کیا ہے۔ انتہے۔ تاریخ بغداد اور منتظم میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی نسبت توخصوصیت سے ایسے غلط بیانات درج کیے گئے ہیں کہ علامہ ابن حجر مکی شافعی کو اُنکی تردید میں قلم اُٹھانا پڑا۔ چنانچہ علامہ موصوف اسباب تالیف خیرات الحسان کے ضمن میں تحریر فرماتے ہیں۔

الثانی انه وقع فی تاریخ الخطیب و منتظم ابی الفرج بن الجوزی ذکر اشیاء تنافی کمال ابی حنیفة رحمه اللہ علی ان الخطیب ذکر من فضائل بعد ذلك باسانیدہ المشهورة ما یبهر العقل ذکرہ بل کل من جاء بعدہ انما یستمد فی ترجمة الامام منه (خیرات الحسان - ص۱۷)

دوسرا سبب یہ ہے کہ تاریخ خطیب اور منتظم ابی الفرج بن الجوزی میں وہ باتیں مذکور ہیں جو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے کمال کے منافی ہیں۔ اگرچہ خطیب نے اس کے بعد اپنی مشہور اسانید سے امام صاحب کے وہ فضائل بیان کئے ہیں جن کا ذکر عقل کو حیران کر دیتا ہے۔ بلکہ جو مصنف خطیب کے بعد گذرے ہیں اُنہوں نے امام صاحب کے حالات میں خطیب ہی سے مدد لی ہے۔

بنارسی نے جو علی بن المدینی کا قول نقل کیا ہے وہ بھی ابن جوزی کے غلط بیانات کی ایک مثال ہے۔ چنانچہ علامہ ابن حجر مکی نے خیرات الحسان ص۷۲ میں لکھا ہے۔
قال الامام علی بن المدینی ابو حنیفہ روی عنه الثوری وابن المبارك وحماد بن زید وهشام ووکیع وعباد بن العوام وجعفر بن عون وهو ثقة لا باس به۔ یعنی علی بن المدینی نے کہا۔ ابو حنیفہ۔ روایت کی آپ سے امام ثوری ابن مبارک۔ حماد بن زید۔ ہشام۔ وکیع۔ عباد بن العوام اور جعفر بن عون نے۔ اور آپ ہیں ثقہ لا باس بہ۔ اگر با اینہمہ ابن جوزی کی نقل کو صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے۔ تو وہ ہمیں مضر نہیں۔ کیونکہ وہ جرح غیر مفسر ہے جو بنا بر قاعدہ اصول مردود و نا مقبول ہے۔

قال البنارسی

ایسے بہت سے اقوال ہیں۔ ہم بالتصریح سب کو کہاں تک لکھیں۔ صرف اُن محدثین کے نام مع حوالہ کتب جنہوں نے امام ابو حنیفہ کو سخت ضعیف کہا ہے لکھ دیتے ہیں۔ لو سنو اور گنو۔ (۱) امام بخاری (۲) مسلم (۳) دارقطنی۔ (۴) نسائی۔ (۵) ابو داؤد۔ (۶) امام احمد۔ (۷) ابن عبد البر۔ (۸) ترمذی۔ (۹) ابن ماجہ۔ (۱۰) دارمی۔ (۱۱) علی بن المدینی۔ (۱۲) عبد اللہ بن علی۔ (۱۳) حفص بن عمرو بن علی۔ (۱۴) ابوبکر بن داؤد۔ (۱۵) ابن عدی۔ (۱۶) خطیب بغدادی

(۱۷) عمرو الناقد۔ (۱۸) ابو یحییٰ۔ (۱۹) زکریا بن محمد۔ (۲۰) وکیع بن جراح۔ (۲۱) حافظ ابن حجر۔ (۲۲) امام سیوطی۔ (۲۳) ابو علی۔ (۲۴) علی بن سعید النسوی۔ (۲۵) اسحاق بن ابراہیم۔ (۲۶) عبداللہ بن مبارک۔ (۲۷) محمد بن نصر مروزی۔ (۲۸) امام ذہبی۔ (۲۹) ابو اسحاق الفزاری۔ (۳۰) امام بیہقی۔ (۳۱) امام مالک۔ (۳۲) امام شافعی۔ (۳۳) طاؤس۔ (۳۴) زہری۔ (۳۵) یحییٰ بن سعید القطان۔ (۳۶) ہشام بن عروہ۔ (۳۷) ابن خلکان۔ (۳۸) ابن خلدون۔ (۳۹) عبدالرؤف مناوی۔ (۴۰) قاضی ابو یحییٰ۔ (۴۱) ابن عیینہ۔ (۴۲) ابو یحییٰ الحمانی۔ (۴۳) ابن عیاش۔ (۴۴) احمد الخزاعی۔ (۴۵) القسم بن معن۔ (۴۶) اوزاعی۔ (۴۷) مسعر بن کدام۔ (۴۸) اسرائیل۔ (۴۹) معمر۔ (۵۰) فضیل بن عیاض۔ (۵۱) ابو یوسف۔ (۵۲) ایوب۔ (۵۳) سفیان ثوری۔ (۵۴) ابو مطیع حکم بن عبداللہ۔ (۵۵) یزید بن ہارون۔ (۵۶) ابو عاصم النبیل۔ (۵۷) عبداللہ بن داؤد الخریبی۔ (۵۸) عبداللہ بن یزید المقری۔ (۵۹) شداد بن حکیم۔ (۶۰) مکی بن ابراہیم۔ (۶۱) نضر بن شمیل۔ (۶۲) ابو عبید۔ (۶۳) حسن بن عثمان العاصی۔ (۶۴) یزید بن زریع۔ (۶۵) جعفر بن ربیع۔ (۶۶) ابراہیم بن عکرمہ القزوینی۔ (۶۷) علی بن عاصم۔ (۶۸) حکم بن ہشام۔ (۶۹) عبدالرزاق۔ (۷۰) حسن بن محمد اللیثی۔ (۷۱) یحییٰ بن ایوب۔ (۷۲) حفص بن عبدالرحمٰن۔ (۷۳) زافر بن سلیمان۔ (۷۴) اسد بن عمر۔ (۷۵) حسن بن عمارہ۔ (۷۶) یحییٰ بن فضیل۔ (۷۷) ابو الجویریہ۔ (۷۸) زائدہ۔ (۷۹) یزید الکمیت۔ (۸۰) علی بن حفص البزار۔ (۸۱) بلیح بن وکیع۔ (۸۲) محمد بن عبدالرحمٰن المسعودی۔ (۸۳) یوسف السمتی۔ (۸۴) خارجہ بن مصعب۔ (۸۵) قیس بن ربیع۔ (۸۶) حجر بن عبدالجبار۔ (۸۷) حفص بن حمزۃ القرشی۔ (۸۸) حسن بن زیاد۔ (۸۹) جعفر بن عون العمری۔ (۹۰) عبداللہ بن رجاء الغدانی۔ (۹۱) محمد بن عبداللہ الانصاری۔ (۹۲) عبداللہ بن عباب۔ (۹۳) حجر بن عبداللہ الحضرمی۔ (۹۴) ابن وہب العابد۔ (۹۵) ابن عائشہ۔ (۹۶) حسن بن رشیق۔ (۹۷) ابن منیر۔ (۹۸) ابن سہل۔ (۹۹) ابن احمد۔ (۱۰۰) ابن حمزہ۔ (۱۰۱) ابن عبداللہ رہاوی۔ (۱۰۲) امام جعفر صادق۔ (۱۰۳) ابن جوزی۔ (۱۰۴) علامہ سبکی۔ (۱۰۵)

یا قوت حموی - (۱۰۶) امام غزالی - (۱۰۷) حافظ سلیمان - (۱۰۸) امام فخرالدین رازی - (۱۰۹) علامہ مجدالدین صاحب قاموس (۱۱۰) پیران پیر - (۱۱۱) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہم اللہ اجمعین - یہہ ایک سوگیارہ شخص بڑے زوروں سے امام ابوحنیفہ کی سخت تضعیف کر رہے ہیں - ان کی عبارتیں کتب مندرجۂ ذیل میں موجود ہیں من شاء فلیراجع الیہا - (۱) تمہید حافظ ابن عبدالبر - (۲) میزان الاعتدال - (۳) مصفے شرح موطا - (۴) کتاب الضعفاء للنسائی - (۵) ترمذی - (۶) الفیہ عراقی - (۷) فتح الباقی - (۸) تاریخ خطیب - (۹) تخریج ہدایہ ابن حجر - (۱۰) ابوداؤد (۱۱) تدریب الراوی - (۱۲) قیام اللیل - (۱۳) تاریخ ابن خلکان - (۱۴) تاریخ ابن خلدون وغیرہ وغیرہ - علاوہ اِن کے اور بھی حوالجات ہیں اُن کی بابت یوں سمجھیں کہ - ؎ - قیاس کن زگلستان من بہار مرا + ؎ - کبھی فرصت میں سن لینا بڑی ہے داستاں الخ + اب آپ خیال کر سکتے ہیں کہ اس قدر ناموں کے مضامین کے لئے کس قدر ضخیم کتاب ہونے کی ضرورت ہے جس کی اس مختصر میں گنجائش ناممکن ہے - یہہ تو ہوا امام صاحب کی نسبت - ص۱۳-۱۴ +

اقول

بنارسی نے یہہ فہرست خطیب بغدادی کی مدد سے تیار کی ہے جیساکہ اِس سے پیشتر مختار مختصر تاریخ بغداد کے حوالہ سے لکھا جا چکا ہے - اور چند نام اپنی طرف سے بھی اضافہ کر دئے ہیں - خطیب کو جو اِس خدمت کے صلے میں اُس کے ہمعصر ائمہ اور دیگر علماء نے سندیں دی ہیں اُن کی نقل پہلے درج ہو چکی ہے - بنارسی کی اِس تمام خامہ فرسائی کا جواب تو اتنا ہی کافی ہے کہ یہہ جرح مبہم ہے جو بنا بر قاعدۂ اصول مردود ہے - مگر ہم اہل انصاف کے لئے نہایت مختصر طور پر اس فہرست کی نظر ثانی کر دیتے ہیں - ان ناموں میں سے سعید بن القطان - وکیع بن جراح - حسن بن زیاد - قاسم بن معن - یزید بن ہارون - ابو عاصم النبیل - فضیل بن عیاض - عبداللہ بن مبارک - ابومطیع حکم بن عبداللہ بلخی - عبداللہ بن یزید المقری - حسن بن عمارہ - امام ابویوسف - ابو یحیےٰ عبدالحمید بن عبدالرحمن الحمانی - یوسف سمتی - مسعر بن کدام - عبدالرزاق بن ہمام - اسد بن عمرو

اورکئی اَور بزرگ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے خاص شاگردوں میں سے ہیں اور امام صاحب کے بڑے مداح ومشکور ہیں۔ان کے اقوال کتب اسماء الرجال اورمناقب امام میں مذکور ہیں۔یہاں اُن کے ایراد کی گنجائش نہیں۔پس یہہ کہنا کہ اِن ائمہ نے اپنے اُستاد کی تضعیف کی ہے سراسر افترا ہے۔ائمہ ثلاثہ یعنی امام مالک وشافعی واحمد بھی امام صاحب کے بڑے مدّاح ہیں۔ابن خلکان وابن خلدون وابن حجر عسقلانی وابن عبدالبر وامام غزالی وامام فخر الدین رازی وغیرہ نے اپنی اپنی تصانیف میں بجائے تضعیف کے امام صاحب کے فضائل لکھے ہیں۔علامہ جلال الدین سیوطی نے امام صاحب کے مناقب میں ایک مستقل رسالہ موسومہ بہ تبییض الصحیفہ فی مناقب ابی حنیفہ لکھا ہے۔علامہ ذہبی نے بھی ایک مستقل رسالہ حضرت امام الائمہ کے مناقب میں تصنیف کیا ہے اور آپ کو حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے۔مگر علامۂ موصوف نے میزان الاعتدال (مطبوعہ مصر۔ مجلد ثالث۔ صـ۲۳۷) میں امام صاحب کے ترجمہ میں یوں لکھا ہے۔(النعمان بن ثابت ت س) بن زوطی ابوحنیفۃ الکوفی امام اهل الرأی ضعفه النسائی من جهة حفظه وابن عدی واخرون وترجم له الخطیب فی فصلین من تاریخه واستوفی کلام الفریقین معدلیه ومضعفیه انتهٰی۔اس کلام سے کوتاہ نظر یہہ سمجھے ہیں کہ امام ذہبی نے بھی امام صاحب کی تضعیف کی ہے۔مگر مجھے اِس کلام میں کلام ہے۔کیونکہ مصنف نے میزان الاعتدال کے دیباچہ صـ۲ میں لکھا ہے۔

وفیه من تکلم فیه مع ثقته وجلالته بادنی لین وباقل تجریح فلولا ان ابن عدی او غیره من مولفی کتب الجرح ذکروا ذلك الشخص لما ذکرته	اور اس کتاب میں ایسے شخص ہیں جنھیں باوجود ثقہ اور بزرگ ہونے کے ذراسی سُستی اور جرح کے سبب تکلم کیا گیا ہے۔پس اگر کتب جرح کے مؤلفین میں سے ابن عدی یا دوسروں نے ان شخصونکا ذکر نہ کیا ہوتا

لثقته ولم أر من الرأي
ان احذف اسم احد ممن
له ذكر تليين
ما في كتب الائمة
المذكورين خوفا
من ان يتعقب
علي لا اني ذكرته
لضعف فيه عندي
وما كان في كتاب البخاري
وابن عدي وغيرهما من الصحابة
فاني اسقطهم لجلالة الصحابة
رضي الله عنهم ولا اذكرهم
في هذا المصنف اذ كان الضعف
انما جاء من جهة الرواة اليهم
وكذا لا اذكر في كتابي من
الائمة المتبوعين في الفروع
احدا لجلالتهم في الاسلام
وعظمتهم في النفوس مثل ابي
حنيفة والشافعي والبخاري
فان اذكر احدا منهم
فاذكره على الانصاف

تو میں ان کے ثقہ ہونے کے سبب ان کا
ذکر نہ کرتا - اور مجھے یہہ راے پسند نہ
آئی کہ میں اُن اشخاص میں سے جن کا
ذکر ائمہ مذکورین کی کتابوں میں کسی
سُستی کے ساتھ موجود ہے کسی کا
نام حذف کر دوں اس لئے کہ مجھے ڈر
ہے کہ مجھپر اعتراض کیا جائے گا نہ اس لئے
کہ اُن میں میرے نزدیک ضعف ہے -
اور کتاب بخاری وابن عدی وغیرہ میں
جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مذکور ہیں -
میں ان کو ساقط کر دوں گا کیونکہ صحابہ
رضی اللہ عنہم جلیل الشان ہیں - اور
اس کتاب میں اُن کا ذکر نہ کروں گا -
کیونکہ ضعف اُن راویوں کی جہت سے ہے
جو صحابہ کرام سے نیچے ہیں - اسی طرح میں
اپنی اِس کتاب میں اُن اماموں میں سے جو
فروع میں متبوع ہیں مثل ابو حنیفہ اور شافعی اور
بخاری کے کسی کو ذکر نہ کروں گا - کیونکہ اسلام
میں ان کی جلالت اور دلوں میں انکی عظمت
ہے - پس اگر میں ان میں سے کسی کا ذکر کروں
گا - تو انصاف سے کروں گا -

عبارت بالا سے پایا جاتا ہے کہ علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں بالخصوص ابو حنیفہ رحؒ و شافعی و بخاری کا حال نہیں لکھا - مگر جب میزان الاعتدال مطبوعہ کو دیکھا جاتا ہے - تو اُس میں امام شافعی و امام بخاری کا ترجمہ تو نہیں پایا جاتا - مگر امام ابو حنیفہ کا ترجمہ پایا جاتا ہے - اس سے ثابت ہوتا ہے کہ امام ابو حنیفہ رضؓ کا

یہ حال علامہ ذہبی کے قلم سے نہیں۔ بلکہ کسی حاسد کی طرف سے الحاق کیا گیا ہے۔ اگر علامہ موصوف امام صاحب کا ذکر کرتے تو حسب وعدہ خود از روے انصاف کرتے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ ترجمہ علامہ موصوف کے نزدیک انصاف سے کوسوں دور ہے۔ کیونکہ مصنف نے اپنی دوسری کتاب یعنی تذکرۃ الحفاظ میں امام صاحب کو حفاظ حدیث میں شمار کرکے ان کے مناقب بیان کئے ہیں۔ بلکہ اُن مناقب کو قلیل سمجھ کر ایک مستقل رسالہ امام صاحب کے مناقب میں تصنیف کیا ہے۔ مزید غور کا مقام ہے کہ اس الحاقی ترجمہ میں لکھا ہے کہ امام نسائی نے امام ابو حنیفہ کو حفظ کی جہت سے ضعیف کہا ہے۔ مگر یہ امام نسائی پر افترا ہے۔ کیونکہ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی (مطبوعہ انوار احمد الہ آباد۔ صـ ۲۸) میں ہے۔ نعمان بن ثابت ابو حنیفۃ لیس بالقوی فی الحدیث کوفی۔ یعنی ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی حدیث میں قوی نہیں انتہےٰ جرح مفسر ومبہم اور ضعیف ولیس بالقوی کا فرق اہل علم سے پوشیدہ نہیں۔ امام نسائی جرح میں متشدد ہیں۔ ان کا لیس بالقوی جو جرح مبہم ہے اوروں کی تعدیل سے کم نہیں ہو سکتا۔ شیخ الاسلام تاج سبکی (طبقات الشافعیۃ الکبریٰ۔ جزء ثانی۔ صـ ۱۳۷) لکھتے ہیں۔ قال ابن طاھر المقدسی سألت سعد بن علی الزنجانی عن رجل فوثقہ فقلت قد ضعفہ النسائی فقال یا بنیّ ان لابی عبدالرحمن شرطاً فی الرجال اشد من شرط البخاری ومسلم۔ یعنی ابن طاہر مقدسی نے کہا کہ میں نے سعد بن علی زنجانی سے ایک شخص کی نسبت پوچھا۔ انہوں نے اس کو ثقہ بتایا۔ میں نے کہا کہ امام نسائی نے اُس کو ضعیف کہا ہے۔ اس پر سعد نے فرمایا۔ اے میرے پیارے بیٹے۔ ابو عبدالرحمٰن نسائی نے رجال کے لئے ایسی شرط رکھی ہے جو امام بخاری ومسلم کے شرط سے بھی کڑی ہے انتہےٰ۔

اگر امور متذکرۂ بالا سے قطع نظر کرکے بر سبیل تنزل تسلیم بھی کر لیا جائے کہ امام ابو حنیفہ کی نسبت جو کچھ میزان الاعتدال میں ہے وہ علامۂ ذہبی کے قلم سے ہے۔ تو ہمیں کچھ مضر نہیں۔ کیونکہ علامہ موصوف نے اس کتاب میں محض ابن عدی وغیرہ کا تتبع کیا ہے۔ اگر امام صاحب کی نسبت علامہ ذہبی کی راے مطلوب ہو تو اُن کی دیگر تصانیف ملاحظہ ہوں۔

شیخ الاسلام تاج سبکی طبقات الشافعیۃ الکبریٰ (جزء خامس۔ صفحہ ۲۱۹) میں ترجمہ ذہبی میں یوں لکھتے ہیں۔

ویعجبنی من کلام شیخنا ابی عبد اللہ الحافظ فصل ذکرہ بعد تصنیف کتاب المیزان وانا مورد بعضہ قال قد کتبت فی مصنفی المیزان عدد کثیرا من الثقات الذین احتج البخاری او مسلم او غیرھما بھم لکون الرجل منھم قد دون اسمہ فی مصنفات الجرح وما اوردتھم لضعف فیھم عندی بل لیعرف ذالک۔

ہمارے شیخ حافظ ابو عبد اللہ کے کلام میں سے ایک فصل مجھے تعجب میں ڈالتی ہے جو انہوں نے کتاب المیزان کی تصنیف کے بعد لکھی ہے۔ میں اُس کا کچھ حصہ ذکر کرتا ہوں۔ امام ذہبی نے کہا کہ میں نے اپنی تصنیف میزان میں عدد کثیر اُن ثقات کا لکھا ہے جن سے امام بخاری یا مسلم یا دوسروں نے احتجاج کیا ہے اسلئے کہ اُنکے نام کُتب جرح میں مذکور ہیں۔ میں نے انکو اسواسطے ذکر نہیں کیا کہ میرے نزدیک اُنمیں ضُعف ہے بلکہ اسواسطے کہ یہ معلوم ہو جائے۔

اب ابن عدی شافعی (متوفی ۳۶۵ھ) کی کامل کی نسبت بھی سُنیئے۔ علامۂ ذہبی حافظ ابو القاسم عبد اللہ البغوی کے ترجمہ (تذکرۃ الحفاظ۔ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن۔ مجلد ثانی۔ صفحہ ۳۰۳) میں لکھتے ہیں

واخذ ابن عدی یضعفہ ثم فی الاٰخر قواہ وقال طال عمرہ واحتاجوا الیہ وقبلہ الناس قال ولولا انی شرطت ان کل من تکلم فیہ متکلم ذکرتہ والا کنت لا اذکرہ

اور ابن عدی عبد اللہ بغوی کی تضعیف کرنے لگا۔ پھر اخیر میں اُس کی تقویت کی اور کہا کہ اُس کی عمر دراز ہوئی اور لوگ انکے حاجتمند ہوئے اور اُن کو قبول کر لیا۔ ابن عدی نے کہا کہ اگر میں یہ شرط نہ کر لیتا کہ میں ہر راوی کو جس میں کسی متکلم نے تکلم کیا ہے ذکر کروں گا۔ تو عبد اللہ بغوی کا ذکر نہ کرتا۔

شیخ الاسلام تاج سبکی (طبقات الشافعیۃ الکبریٰ۔ جزء ثانی۔ صفحہ ۲۳۳) ابن عدی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔ ذکر ابن عدی فی الکامل کل من تکلم فیہ ولو من

رجال الصحیح - یعنی ابن عدی نے کامل میں ہر ایک راوی کا ذکر کیا ہے جس میں تکلم کیا گیا ہے خواہ وہ راوی رجال صحیح میں سے ہو - اسی طرح سیوطی نے تدریب الراوی مطبوعہ مصر - ص۲۶۱ میں تصانیف فی الضعفاء کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے - ککتاب الساجی وابن حبان والازدی والکامل لابن عدی الا انہ ذکر کل من تکلم فیہ وان کان ثقۃ وتبعہ علی ذلک الذہبی فی المیزان - یعنی مثل کتاب ساجی اور ابن حبان اور ازدی اور کامل لابن عدی کے مگر ابن عدی نے ہر ایک راوی کا ذکر کیا ہے جس میں تکلم کیا گیا ہے خواہ وہ ثقہ ہی ہو - اور ذہبی نے میزان میں اسی کا اتباع کیا ہے انتہے - لہٰذا ابن عدی نے کامل میں جو امام صاحب کی تضعیف کی ہے اُس پر بھی اعتماد نہیں - علاوہ ازیں وہ جرح بھی مبہم ہے جو بنا بر قاعدۂ اصول مسموع نہیں ہو سکتی -

امام مجد الدین صاحب قاموس کا تشدد اُن کی کتاب سفر السعادت کے مطالعہ سے ظاہر ہے - مگر تاہم اُنہوں نے امام صاحب کے مناقب میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے جیسا کہ پہلے آ چکا ہے - امام دارقطنی اور بیہقی متعصبین میں سے ہیں - لہٰذا وہ خود مجروح ہیں - موطا امام محمد میں جو حدیث من صلی خلف الامام فان قرأۃ الامام قرأۃ لہ باسناد متصل مذکور ہے اُس پر بحث کرتے ہوئے علامۂ عینی تحریر فرماتے ہیں -

فان قلت اخرج ھذا الحدیث الدارقطنی فی سننہ ثم البیہقی عن ابی حنیفۃ مقرونا بالحسن بن عمارۃ وعن الحسن بن عمارۃ وحدہ بالاسناد المذکور وقال الدارقطنی وھذا الحدیث لم یسندہ عن جابر بن عبد اللہ غیر ابی حنیفۃ والحسن بن عمارۃ وھما ضعیفان وقد رواہ سفیان الثوری وابو الاحوص وشعبۃ

اگر تو کہے کہ اِس حدیث کو دارقطنی نے اپنی سنن میں - پھر بیہقی نے امام ابو حنیفہ اور حسن بن عمارہ ہر دو سے اور صرف حسن بن عمارہ سے اسناد مذکور کے ساتھ روایت کیا ہے - دارقطنی نے کہا کہ اِس حدیث کو جابر بن عبد اللہ سے سوا ابو حنیفہ اور حسن بن عمارہ کے کسی نے روایت نہیں کیا اور وہ دونوں ضعیف ہیں اور اس کو سفیان ثوری - ابو الاحوص - شعبہ -

واسرائيل وشريك وابوخالد الالانی
وسفيان بن عيينة وغيرهم عن
موسى بن ابی عائشة عن عبد الله
بن شدّاد عن النبي عليه السلام
مرسلا وهو الصواب قلت
سئل يحيى بن معين عن ابی
حنيفة فقال ثقة ما سمعت
احدا ضعفه هذا شعبة بن
الحجاج يكتب اليه ان يحدث
ويامره شعبة وسعيد و
قال ايضاً كان ابوحنيفة ثقة
من اهل الصدق ولم يتهم
بالكذب وكان مامونا على
دين الله صدوقا في الحديث و
اثنى عليه جماعة من ائمة الكبار
مثل عبد الله بن المبارك وسفيان بن
عيينة والاعمش وسفيان
الثوری وعبد الرزاق وحماد بن
زيد ووكيع وكان يفتي برأيه و
الائمة الثلاثة مالك والشافعي
واحمد وآخرون كثيرون
فقد ظهر لنا من هذا تحامل
الدارقطني وتعصبه الفاسد
فمن اين له تضعيف ابی حنيفة
وهو مستحق للتضعيف

اسرائیل۔ شریک۔ ابوخالد الالانی اور سفیان
بن عینیہ وغیرہ نے موسیٰ بن ابی عائشہ
سے اُس نے عبداللہ بن شدّاد سے
اُس نے بطریق ارسال نبی علیہ السلام
سے روایت کیا ہے اور یہی درست
ہے۔ میں کہتا ہوں۔ یحییٰ بن معین سے
امام ابوصنیفہ کی نسبت دریافت کیا گیا
فرمایا ثقہ ہیں۔ میں نے کسی کو نہیں
سُنا کہ آپ کو ضعیف کہتا ہو۔ یہہ شعبہ
بن حجاج آپ کو لکھتے ہیں کہ آپ حدیث
روایت کریں اور شعبہ و سعید آپ کو
روایت کے لئے فرماتے ہیں یحییٰ بن معین
نے یہہ بھی لکھا ہے کہ امام ابوصنیفہ ثقہ و
صادق ہیں اور کذب سے متہم نہیں اور اللہ
کے دین میں امین اور حدیث میں صدوق
ہیں۔ اور عبداللہ بن مبارک۔
سفیان بن عیینہ۔ اعمش۔ سفیان
ثوری۔ عبدالرزاق۔ حماد بن زید
اور وکیع (جو امام صاحب کے اجتہاد
پر فتوے دیا کرتا تھا) جیسے ائمہ کبار
اور ائمہ ثلاثہ مالک و شافعی و احمد اور
بہت سے دیگر اماموں نے امام صاحب کی ثنا کی
ہے۔ اس سے دارقطنی کا ستم اور تعصب
فاسد ظاہر ہوگیا۔ پس وہ کون ہیں امام
صاحب کو ضعیف کہنے والے۔ وہ تو
خود تضعیف کے لائق ہیں۔

وقد روی فی مسندہ احادیث سقیمۃ و معلولۃ و منکرۃ و غریبۃ و موضوعۃ و لقد صدق القائل فی قولہ حینئذ ؎ اذا لم ینالوا شانہ ووقارہ۔ فالقوم اعداء لہ وخصوم۔ فی المثل السائر البحر لا یکدرہ وقوع الذباب + ولا ینجسہ ولوغ الکلاب۔ وحدیث ابی حنیفہ حدیث صحیح۔ اما ابو حنیفۃ فابو حنیفۃ وابو الحسن موسیٰ بن ابی عائشۃ الکوفی فی الثقات الاثبات من رجال الصحیحین وعبد اللہ بن شداد من کبار التابعین وثقاتہم (بنایہ شرح ہدایہ۔ مجلد اول۔ جزء اول طبع لکھنؤ)

انہوں نے اپنی مسند میں سقیم و معلول و منکر و غریب و موضوع حدیثیں نقل کی ہیں۔ اس لئے وہ اس قول قائل کے مصداق ہیں ؎ جب لوگ امام صاحب کی شان و وقار کو نہ پہنچ سکے۔ تو آپ کے مخالف و دشمن بنگئے۔ مثل سائر ہے کہ سمندر مکھی کے گر پڑنے سے گدلا نہیں ہوتا اور کتوں کے پینے سے ناپاک نہیں ہوتا۔ امام ابو حنیفہ کی حدیث صحیح حدیث ہے۔ امام ابو حنیفہ تو ابو حنیفہ ہیں اور ابو الحسن موسےٰ بن ابی عائشہ کوفی ثقات اثبات میں سے ہیں اور صحیحین کے رجال میں سے ہیں۔ اور عبد اللہ بن شداد کبار تابعین اور ثقات میں سے ہیں۔

امام بیہقی شافعی کا تعصب اگر دیکھنا ہو۔ تو انکی سنن اور اُس کا جواب الجوہر النقی علی سنن البیہقی ملاحظہ ہو۔ امام بخاری۔ علی بن المدینی۔ خطیب بغدادی۔ محمد بن نصر مروزی۔ طاؤس۔ زہری۔ امام جعفر صادق۔ ابن جوزی۔ اسحاق بن ابراہیم حنظلی اور حضرت پیران پیر رحمہم اللہ کی نسبت پہلے لکھا جا چکا ہے۔ امام بخاری ہی کے شاگرد امام ترمذی ہیں۔ اور ابو داؤد نے اسحاق بن ابراہیم حنظلی سے سماع کیا ہے۔ غرض میں اس مختصر میں کہاں تک لکھوں۔ بقیہ اصحاب میں سے بہت سے ایسے ہیں جنہوں نے امام صاحب کی مدح کی ہے۔ مگر بنارسی نے تعداد بڑھانے کے لئے سب کو بلا تمیز درج فہرست کر دیا ہے۔ بنارسی کو چاہیئے کہ اُنکی عبارتیں نقل کرے۔ ہم انشاء اللہ اُس کا جواب لکھیں گے۔ اگر بنارسی اس پر چپ رہا۔ تو سمجھ لیجئے کہ جھوٹا ہے۔ اخیر میں ہم پھر کہنا چاہتے ہیں کہ بنارسی پہلے اُس قاعدہ جرح و تعدیل کا مطالعہ کرے جسے ہم شروع کتاب میں مع تشریح نقل کر آئے ہیں پھر اُسے مدنظر رکھ کر امام صاحب کی تضعیف میں کوئی

معتبر قول نقل کرے۔ ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ وہ ایسا نہیں کرسکتا۔ محض تحکم سننے کے لئے ہم تیار نہیں کیونکہ تحکم سے تو صحابہ کرام بھی خالی نہیں۔ امام بخاری رح کی نسبت بھی دو جلیل القدر اماموں یعنی ابوزرعہ اور ابو حاتم نے بسبب مسئلہ لفظ تکلم کیا ہے اور نوبت یہانتک پہنچی ہے کہ اُن سے روایت ترک کردی ہے۔ اس پر شیخ الاسلام تاج سبکی شافعی یوں پکار اٹھے ہیں۔ فیا للہ والمسلمین ایجوز لاحد ان یقول البخاری متروک وھو حامل لواء الصناعة و مقدم اھل السنة والجماعة (طبقات الشافعیة الکبرے۔ جزء اول۔ صفحہ ۱۹۰)۔ اسی طرح ہم بھی کہتے ہیں۔ فیا للہ والمسلمین ایجوز لاحد ان یقول الامام الاعظم ضعیف وھو حامل لواء تدوین علم الشریعة۔ ارأیتم اذا ضعف رئیس المجتہدین وامام الائمة فمن بقی فی الامة۔ ذرا غور کیجئے امام یحییٰ[1] بن سعید القطان جن کی نسبت امام احمد بن حنبل فرمایا کرتے تھے۔ مارأیت

---

[1] تذکرة الحفاظ (مجلد اول۔ صفحہ ۲۸۰) میں امام وکیع بن الجراح کے ترجمہ میں ہے۔ ویفتی بقول ابی حنیفة وکان یحیی القطان یفتی بقول ابی حنیفة ایضاً۔ یعنی وکیع امام ابوحنیفہ رح کے قول پر فتوے دیتے تھے اور یحییٰ قطان بھی امام ابوحنیفہ رض کے قول پر فتوے دیتے تھے۔ تہذیب التہذیب (مطبوعہ دائرة المعارف النظامیہ حیدرآباد۔ جزء عاشر۔ صفحہ ۴۵۰) میں ہے۔ وقال احمد بن علی بن سعید القاضی سمعت یحییٰ بن معین یقول سمعت یحییٰ بن سعید القطان یقول لا نکذب اللہ ما سمعنا احسن من رأی ابی حنیفة وقد اخذنا باکثر اقواله۔ یعنی کہا احمد بن علی بن سعید قاضی نے سنا میں نے یحییٰ بن معین کو کہ کہتے تھے سنا میں نے یحییٰ بن سعید قطان کو کہ فرماتے تھے۔ ہم اللہ سے جھوٹ نہیں بولتے۔ ہم نے امام ابوحنیفہ رح کے اجتہاد سے بہتر نہیں سنا۔ اور ہم نے آپ کے اکثر اقوال کو لیا ہے انتہٰی۔ اور یحییٰ بن سعید قطان ہی کا یہ قول ہے۔ جالسنا واللہ ابا حنیفة وسمعنا منه وکنت واللہ اذا نظرت الیه عرفت فی وجهه انه یتقی اللہ عزّ وجل (مناقب الامام الاعظم للموفق مطبوعہ دائرة المعارف النظامیہ۔ جلد اول۔ صفحہ ۱۹۱)۔ یعنی اللہ کی قسم۔ ہم امام ابوحنیفہ رض کی صحبت میں رہے اور آپ سے سماع کیا اور اللہ کی قسم جب میں آپ کی طرف دیکھتا تھا۔ تو آپ کی پیشانی سے پہچان جاتا تھا کہ آپ عزوجل سے ڈرنے والے ہیں۔

بعینی مثل یحییٰ بن سعید القطان یعنی میں نے اپنی آنکھوں سے یحییٰ بن سعید قطان کا مثل نہیں دیکھا (تذکرۃ الحفاظ للذہبی) حضرت عبداللہ بن مبارک[1] جنہیں امیر المومنین فی الحدیث کے لقب سے یاد کیا کرتے تھے (تذکرۃ الحفاظ)۔ امام لیث[2] بن سعد مصری جن کی نسبت امام نووی نے تہذیب الاسماء واللغات میں لکھا ہے۔ اجمعوا علی جلالتہ و علی مرتبتہ فی الفقہ والحدیث۔ یعنی لیث کی بزرگی اور فقہ و حدیث میں آپ کے عالی مرتبہ ہونے پر سب کا اتفاق ہے (الرحمۃ الغیثیۃ بالترجمۃ اللیثیۃ لابن حجر العسقلانی۔ مطبوعہ مصر صٹ) وکیع[3] بن جراح جن کی نسبت امام احمد بن حنبل فرمایا کرتے تھے۔ ما رأیت

---

[1] حضرت عبداللہ بن مبارک نے امام صاحب سے حدیثیں روایت کی ہیں جیسا کہ تہذیب الکمال مزی (تہذیب التہذیب۔ جزء عاشر۔ حاشیہ ص۴۴۹) اور تبییض الصحیفہ سیوطی ص۱ سے ظاہر ہے ان کا یہ قول مشہور ہے۔ لولا ان اللہ تعالیٰ اغاثنی بابی حنیفۃ وسفیان کنت کسائر الناس (تہذیب التہذیب جزء عاشر۔ ص۴۵)۔ یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے امام ابوحنیفہ و سفیان کے ذریعہ میری دستگیری نہ کی ہوتی۔ تو میں عام آدمیوں جیسا ہوتا۔

[2] قاضی ابن خلکان شافعی (وفیات الاعیان۔ جزء اول۔ ص۴۳۸) نے ان کے ترجمہ میں لکھا ہے ورأیت فی بعض المجامیع ان اللیث کان حنفی المذھب و ولی القضاء بمصر۔ یعنی میں نے کسی مجموعے میں دیکھا ہے کہ امام لیث حنفی المذہب تھے۔ اور مصر میں عہدۂ قضا پر مامور تھے۔ مناقب الامام الاعظم للکردری میں بھی امام لیث کو امام صاحب کے شاگردوں کے زمرہ میں ذکر کیا ہے۔

[3] انہوں نے امام صاحب سے حدیثیں روایت کی ہیں (تذکرۃ الحفاظ۔ مجلد اول ص۲۵۱ تہذیب التہذیب۔ جزء عاشر ص۴۴۹ تبییض الصحیفہ ص۱۱) قال ابن معین ما رأیت افضل من وکیع وکان یفتی بقول ابی حنیفۃ وکان قد سمع منہ شیئاً کثیراً۔ یعنی ابن معین نے کہا۔ میں نے وکیع سے افضل کوئی نہیں دیکھا اور وہ ابوحنیفہؒ کے قول پر فتوے دیتے تھے اور آپ سے بکثرت سماع کیا تھا (عمدۃ القاری شرح بخاری۔ جزء اول۔ ص۵۶۲) انکا قول ہے۔ لقد وجد الورع عن ابی حنیفۃ فی الحدیث ما لم یوجد عن غیرہ (مناقب الامام الاعظم للموفق۔ جزء اول۔ ص۱۹۷) یعنی حدیث میں امام ابوحنیفہ سے وہ پرہیزگاری پائی گئی جو کسی دوسرے میں نہیں پائی گئی ؞

ادعی للعلم ولا احفظ من وکیع - یعنی میں نے وکیع سے بڑھکر کسی کو علم کا یاد رکھنے والا اور حافظ نہیں دیکھا (تذکرۃ الحفاظ) یحیےٰ[1] بن زکریا بن ابی زائدہ جس کی نسبت امام بخاری کے اُستاد علی بن المدینی فرمایا کرتے تھے - انتہی العلم الیہ فی زمانہ - یعنی یحیےٰ کے زمانے میں یحیےٰ پر علم کا خاتمہ ہوگیا (میزان الاعتدال) - یزید[2] بن ہارون جن کی نسبت امام ابن المدینی کا یہہ قول ہے - ما رأیت احفظ من یزید بن ہارون - یعنی میں نے یزید بن ہارون سے بڑھکر کسی کو حافظ حدیث نہیں دیکھا (تذکرۃ الحفاظ) - حفص[3] بن غیاث جن کی نسبت یحیےٰ بن معین فرماتے ہیں -

ما حدث بہ حفص ببغداد وبالکوفۃ فمن حفظہ لم یخرج کتابًا کتبوا عنہ ثلاثۃ آلاف واربعۃ آلاف حدیث من حفظہ

یعنی حفص نے بغداد وکوفہ میں جو حدیثیں روایت کی ہیں وہ اپنی یادداشت سے کی ہیں - کوئی کتاب پاس نہ رکھتے تھے - اس طرح شاگردوں نے اُن سے تین یا چار ہزار حدیثیں لکھی ہیں (تذکرۃ الحفاظ) ....

---

[1] یحیےٰ بن زکریا امام صاحب کے خاص شاگردوں میں سے ہیں - علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ (مجلد اول صفحہ ۲۴۳) میں ان کا ترجمہ بدیں الفاظ شروع کیا ہے - یحیےٰ بن زکریا بن ابی زائدۃ الحافظ الثبت المتقن الفقیہ ابو سعید الہمدانی الوادعی مولاہم الکوفی صاحب ابی حنیفۃ

[2] یزید بن ہارون نے امام صاحب سے حدیثیں روایت کی ہیں (تذکرۃ الحفاظ - مجلد اول صفحہ ۱۵۱ - تبییض الصحیفہ - صفحہ ۱۱) - تبییض الصحیفہ صفحہ ۱ میں ہے - روی الخطیب عن محمد بن عبد الملک الدقیقی قال سمعت یزید بن ہارون یقول ادرکت الناس فما رأیت احدا اعقل ولا افضل ولا اورع من ابی حنیفۃ - یعنی خطیب نے محمد بن عبد الملک دقیقی سے روایت کی اُنہوں نے کہا - میں نے یزید بن ہارون کو سُنا کہ فرماتے تھے - میں لوگوں سے ملا - پس کسی کو امام صاحب سے بڑھکر عاقل وفاضل وپرہیزگار نہ پایا -

[3] امام حارثی نے حفص بن غیاث کے حال میں لکھا ہے - وکان اذا سمع الحدیث من شیخ عرضہ علی الامام فیصرف الحدیث مصارفہ ویبین لہ معناہ (مناقب الامام الاعظم للکردری - جزء ثانی - صفحہ ۲۰) - یعنی حفص بن غیاث جب کسی شیخ سے کوئی حدیث سنتے - تو اُسے امام ابو حنیفہ پر پیش کرتے - پس امام صاحب اس کے جائے استعمال بتادیتے اور اُس سے اُس کے معنے بیان فرما دیتے *

ابو عاصم النبیل[1] جن کی نسبت علامہ ذہبی نے لکھا ہے۔ اجمعوا علی توثیق ابی عاصم وقد قال عمر بن شیبۃ واللہ ما رأیت مثلہ۔ یعنی ابو عاصم کے ثقہ ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔ اور عمر بن شیبہ کا قول ہے کہ اللہ کی قسم۔ میں نے ابو عاصم کا مثل نہیں دیکھا (میزان الاعتدال) عبد الرزاق[2] بن ہمام جن کے بارے میں امام احمد بن حنبل سے دریافت کیا گیا۔ ھل رأیت احسن حدیثا من عبد الرزاق (کیا آپ نے حدیث میں عبد الرزاق سے بہتر کسی کو دیکھا ہے) جواب میں فرمایا۔ لا یعنی نہیں (میزان الاعتدال)۔ امام ابو یوسف[3] جن کی نسبت یحییٰ بن معین کا قول ہے صاحب حدیث وصاحب سنۃ (تذکرۃ الحفاظ) امام محمد[4] جن کی نسبت امام شافعی فرماتے ہیں حملت من علم محمد بن الحسن وقر بعیر۔ یعنی میں نے امام محمد بن حسن کے علم سے ایک بار شتر کے برابر علم حاصل کیا (وفیات الاعیان) یہ سب اور ایسے ہی اور بہت سے محدثین امام صاحب کی شاگردی پر فخر کیا کرتے تھے۔

---

[1] ابو عاصم النبیل نے امام صاحب سے حدیثیں روایت کی ہیں (تذکرۃ الحفاظ۔ مجلد اول۔ ص۱۵۱۔ تہذیب التہذیب۔ جزء عاشر۔ ص۴۴۹)۔ امام صاحب کی نسبت انکا قول ہے۔ ھو واللہ عندی افقہ من ابن جریج ما رأت عینی رجلاً اشد اقتدارًا علی الفقہ منہ (خیرات الحسان ص۳۵) یعنی اللہ کی قسم۔ امام صاحب میرے نزدیک ابن جریج سے بڑھکر فقیہ ہیں۔ میری آنکھ نے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جسے امام صاحب سے بڑھکر فقہ پر قدرت حاصل ہو

[2] عبد الرزاق نے امام صاحب سے حدیثیں روایت کی ہیں (تذکرۃ الحفاظ۔ مجلد اول۔ ص۱۵۱۔ تہذیب التہذیب جزء عاشر ص۴۴۹ تبییض الصحیفہ۔ ص۱)۔ امام صاحب کی نسبت انکا قول ہے۔ ما رأیت احلم منہ (خیرات الحسان) یعنی میں نے امام صاحب سے بڑھکر کسی کو حلیم نہیں دیکھا۔

[3] امام ابو یوسف نے امام صاحب سے حدیثیں روایت کی ہیں (تہذیب التہذیب جزء عاشر ص۴۴۹۔ تبییض الصحیفہ۔ ص۱۱) خیرات الحسان ص۲۶ میں ہے۔ عن ابی یوسف۔ ما رأیت احدا اعلم بتفسیر الحدیث ومواضع النکت التی فیہ من الفقہ من ابی حنیفۃ۔ یعنی ابو یوسف سے روایت ہے کہ میں نے امام صاحب سے بڑھکر کسی کو حدیث کی تفسیر اور ان باریک مقامات کا عالم نہیں دیکھا جن میں فقہ ہو

[4] امام محمد نے امام صاحب سے حدیثیں روایت کی ہیں (تہذیب التہذیب۔ جزء عاشر ص۴۴۹ تبییض الصحیفہ ص۱)

اگر امام صاحب کو حدیث کا علم نہ ہوتا یا حدیث میں ضعیف ہوتے۔ تو یہ بزرگ کبھی آپ کے سامنے زانوے شاگردی تہ نہ کرتے۔ بڑے بڑے محدثین کو جب کسی حدیث کے متعلق کچھ اشتباہ ہوتا۔ تو امام صاحب سے دریافت کر لیا کرتے تھے۔ چنانچہ امام ابو المؤید موفق مناقب الامام الاعظم (جزء ثانی صفحہ ۱۴۹) میں لکھتے ہیں۔

(د مه قال اخبرنا اسمعیل بن بشر انبأ شداد هو ابن حکیم عن زفر قال کان کبراء المحدثین مثل زکریا بن ابی زائدة وعبد الملک ابن ابی سلیمان واللیث ابن ابی سلیم ومطرف بن طریف وحصین هو ابن عبد الرحمن وغیرهم یختلفون الی ابی حنیفة ویسألونه عما ینوبهم من المسائل وما یشتبه علیهم من الحدیث

اور حافظ سمعانی نے سند مذکور کے ساتھ کہا۔ خبر دی ہم کو اسمعیل بن بشر نے کہ خبر دی شداد نے جو حکیم کا بیٹا ہے۔ امام زفر سے۔ کہا زفر نے کہ بڑے بڑے محدثین مثل زکریا بن ابی زائدہ اور عبد الملک بن ابی سلیمان اور لیث بن ابی سلیم اور مطرف بن طریف اور حصین بن عبد الرحمن وغیرہ کے امام ابو حنیفہ رض کے پاس آیا کرتے تھے۔ اور آپ سے دریافت کیا کرتے تھے وہ مسائل جو اُنہیں پیش آتے تھے اور وہ احادیث جو اُن پر مشتبہ ہوا کرتی تھیں۔

علاوہ ازیں یحییٰ بن معین جن کی نسبت امام احمد بن حنبل فرمایا کرتے تھے۔ کل حدیث لا یعرفه یحیی فلیس بحدیث یعنی جس حدیث کو یحییٰ نہ جانتے ہوں وہ حدیث ہی نہیں (خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال۔ مطبوعہ مصر۔ صفحہ ۴۲۸) اُنہوں نے امام صاحب کی توثیق کی ہے۔ اور حافظ ابن حجر عسقلانی تحریر فرماتے ہیں۔ وقال محمد بن سعد العوفی سمعت ابن معین یقول کان ابو حنیفة ثقة لا یحدث بالحدیث الا بما یحفظه ولا یحدث بما لا یحفظ وقال صالح بن محمد الاسدی عن ابن معین کان ابو حنیفة ثقة فی الحدیث۔ یعنی محمد بن سعد عوفی نے کہا۔ میں نے ابن معین کو سنا کہ فرماتے تھے۔ ابو حنیفہ رض ثقہ تھے۔ اُسی حدیث کی روایت کرتے تھے جو حفظ ہو۔ اور جو حفظ نہ ہو اُس کی روایت نہ کرتے تھے۔ اور صالح بن محمد اسدی نے بروایت ابن معین کہا۔ ابوحنیفہ رض حدیث میں ثقہ تھے (تہذیب التہذیب۔ جزء عاشر۔ صفحہ ۴۴۹)

علی بن المدینی جن کی نسبت امام بخاریؒ فرماتے تھے - ما استصغرت نفسی عند احد الا عند علی بن المدینی - یعنی علی بن المدینی کے سوا کسی کے آگے میں نے اپنے آپ کو چھوٹا نہیں سمجھا (تذکرۃ الحفاظ - مجلد ثانی - صفحہ) وہ بھی امام صاحب کی توثیق کرتے ہیں - جیساکہ پہلے مذکور ہو چکا - مکی بن ابراہیم جو امام بخاری کے اُستاد ہیں فرماتے ہیں - کان ابو حنیفۃ اعلم اھل زمانہ (خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال) شیخ ابن حجر مکی فرماتے ہیں - وقال شعبۃ کان واللہ حسن الفہم جید الحفظ حتی شنعوا علیہ بما ھو اعلم بہ منہم - یعنی شعبہ نے کہا کہ اللہ کی قسم امام ابوحنیفہؓ اچھی سمجھ والے اور اچھے حافظہ والے تھے - یہانتک کہ مخالفوں نے آپ کو بُرا کہا - بسبب اُس چیز کے جسے آپ اُن کی نسبت بہتر جانتے تھے - (خیرات الحسان - صفحہ ۳۳) غرض ہم امام صاحب کی توثیق میں کہانتک لکھتے چلے جائیں - العاقل تکفیہ الاشارۃ - معترضین کے اعتراضات کی تردید میں مولانا عبدالحیؒ کی تقریر کا خلاصہ یہہ ہے - کہ امام صاحب کا طاعن اگر کوئی حنبلی یا شافعی یا مالکی ہو - تو ہم اُس کو اُسی کے مذہب کے علماء کی تحریریں دکھا سکتے ہیں جو اُنہوں نے مناقب امام میں لکھی ہیں - اگر کوئی مجتہد ہو تو اُسے دیگر مجتہدین کے اقوال دکھا سکتے ہیں - اگر کوئی لامذہب ہو - فھو [1] من الانعام بل ھو اضل لقوم علیہ بالنکیر و نجعلہ مستحقاً للتعزیر (مقدمۃ التعلیق الممجد علی موطا الامام محمد - مطبوعہ لکھنؤ - صفحہ ۳) امام بخاری شافعی و نسائی شافعی و دارقطنی شافعی وغیرہ کی زبان سے جو کلمات بمقتضائے بشریت امام صاحب کے برخلاف نکلے وہ خلاف واقعہ اور خود اُن کے ائمہ متبوعین کے اقوال کے مناقض ہیں - جس صورت میں کہ امام مالک و شافعی و احمد رحمہم اللہ نے امام صاحب کی کمال مدح کی ہو - اُن کے متبوعین کو یہہ کب زیبا ہے کہ امام صاحب کے برخلاف اپنی زبان کھولیں - امام عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں

---

[1] ترجمہ - پس وہ چارپایوں میں سے ہے بلکہ اُن سے بھی گمراہ ہے - ہم اُسے بُرا کہیں گے اور اُس کو تعزیر کا مستحق قرار دیں گے ٭

وکان سیدی علی الخواص رحمہ
اللہ تعالیٰ یقول لو انصف المقلدون
للامام مالک والامام الشافعی
رضی اللہ عنہما لم یضعف احد
منہم قولا من اقوال الامام ابی
حنیفۃ رضی اللہ عنہ بعد
ان سمعوا مدح ائمتہم لہ او بلغہم
ذلک (کتاب المیزان جزء اول ص۵۵)

اور سیدی علی الخواص رحمہ اللہ فرماتے تھے
کہ اگر امام مالک اور امام شافعی رضی اللہ
عنہما کے مقلدین انصاف کریں۔ تو اُن میں
سے کوئی بھی امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے
کسی قول کی تضعیف نہ کرے بعد اس کے
کہ وہ مدح جو اُن کے اماموں نے امام
صاحب کی کی ہے اُنہوں نے سن لی یا اُن کو
پہنچ گئی۔

امام شعرانی اسی صفحہ پر آگے چل کر لکھتے ہیں۔

وسمعت سیدی علی الخواص رحمہ اللہ
تعالی یقول مرارا یتعین علی اتباع
الائمۃ ان یعظموا کل من مدحہ
امامہم لان امام المذہب اذا
مدح عالما وجب علی جمیع
اتباعہ ان یمدحوہ تقلید الامام
وان ینزہوہ عن القول فی
دین اللہ بالرأی وان یبالغوا
فی تعظیمہ وتبجیلہ
لان کل مقلد قد
اوجب علی نفسہ ان
یقلد امامہ فی کل ما قالہ
سواء فہم دلیلہ ام لم یفہمہ من
غیر ان یطالبہ بدلیل وھذا من جملۃ ذلک

اور میں نے سیدی علی الخواص رحمہ اللہ تعالیٰ
کو سُنا کہ بارہا فرماتے تھے۔ ائمہ کے مقلدین
پر واجب ہے کہ اُس شخص کی تعظیم کریں جسکی
مدح اپنے امام نے کی ہو۔ کیونکہ جب امام
مذہب کسی عالم کی مدح کرے۔ اُس کے
تمام مقلدین پر واجب ہے کہ اپنے امام کی
تقلید کر کے اس کی مدح کریں اور اللہ کے
دین میں رائے کے ساتھ کلام کرنے سے
اُسے پاک سمجھیں اور اُس کی تعظیم و تکریم میں
مبالغہ کریں کیونکہ ہر ایک مقلد نے اپنے
اوپر واجب کر لیا ہے کہ ہر قول میں اپنے
امام کی تقلید کرے خواہ اُس کی دلیل
سمجھا ہو یا نہ سمجھا ہو اور اُس سے دلیل کا
مطالبہ نہ کرے اور یہہ منجملہ اس کے ہے

امام بخاریؒ کی حدیث دانی کی نسبت بجائے خود ہیں تو کوئی شک نہیں۔ مگر بنارسی اور
دیگر متعصب اشخاص کے مطالعہ و غور کے لئے کچھ عرض کرنے پر مجبور ہیں۔ یہہ تو

معلوم ہے کہ امام مسلمؒ نے اپنی صحیح کے دیباچہ میں امام بخاریؒ کو منتحل الحدیث یعنی جھوٹ موٹ اپنے آپ کو محدث بنانے والا لکھا ہے۔ مگر یہاں ہمیں صرف اُن کے حافظہ پر بحث مطلوب ہے۔ جب صحیح بخاری کے کسی روای پر دیگر ائمہ جرح و تعدیل کے حوالے سے جرح کی جاتی ہے۔ تو اُس کا جواب یوں دیا جاتا ہے۔ وقد قال الامام الحافظ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادی وغیرہ ما احتج البخاری ومسلم وابو داؤد به من جماعة علم الطعن فیهم من غیرهم محمول علی انه لم یثبت الطعن الموثر مفسر السبب (دیباچہ شرح مسلم للنووی)۔ یعنی حافظ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت خطیب بغدادی وغیرہ نے کہا کہ بخاری ومسلم و ابوداؤد نے جو راویوں کی ایسی جماعت سے احتجاج کیا ہے جن پر دوسرے اماموں نے جرح کی ہے وہ اُس معنے پر محمول ہے کہ طعن موثر و مفسر السبب ثابت نہیں ہوا انتہیٰ۔ مگر بہت سے راوی ایسے ہیں کہ امام بخاریؒ نے اُن کا ضعیف ہونا تسلیم کر لیا ہے اور پھر اُن سے اپنی صحیح میں روایت کی ہے۔ چنانچہ امام بخاریؒ کی کتاب الضعفاء الصغیر سے چند نام ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔ ابراہیم بن اسماعیل بن مجمع۔ اسماعیل بن ابان ابو اسحاق۔ ایوب بن عائذ الطائی۔ زہیر بن محمد التمیمی الخبری۔ سعید بن ابی عروبۃ۔ عبداللہ بن ابی لبید۔ عبدالملک بن اعین۔ عبدالوارث بن سعید۔ عطاء بن السائب بن زید۔ عطاء بن ابی میمونۃ البصری۔ عکرمہ بن خالد المخزومی۔ کہمس بن منہال ان میں سے اسماعیل بن ابان کو امام بخاری نے متروک الحدیث اور عکرمہ بن خالد کو منکر الحدیث لکھا ہے۔ علامہ ذہبی میزان الاعتدال مجلد اول ص (نیز دیکھو طبقات الشافعیۃ الکبریٰ۔ جزء ثالث۔ ص۱۴۱۔ تدریب الراوی مطبوعہ مصر۔ ص۱۲۷) میں لکھتے ہیں۔ نقل ابن القطان ان البخاری قال کل من قلت فیه منکر الحدیث فلا تحل الروایة عنه۔ یعنی ابن قطان نے نقل کیا ہے کہ امام بخاریؒ نے کہا کہ جس راوی کی نسبت میں منکر الحدیث کہدوں اُس سے روایت جائز نہیں انتہے۔ اب سوال یہ ہے کہ امام بخاری نے ایسے راویوں سے جنہیں خود ضعیف و متروک الحدیث و منکر الحدیث لکھا ہے اپنی صحیح میں کیوں روایت کی۔ ایک معمولی شخص بھی اس سے یہی نتیجہ نکالیگا کہ اُن کا حافظہ قوی نہ تھا۔ ورنہ ایسا نہ کرتے۔ امام بخاریؒ کی اس روش پر علامہ

ذہبی نے بھی تعجب ظاہر کیا ہے۔ چنانچہ ایوب بن عائذ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔ وکان من المرجئۃ قال البخاری واورد لا فی الضعفاء لارجائہ والعجب من البخاری یغمزہ وقد احتج بہ (میزان الاعتدال۔ مجلد اول۔ ص۱۳۲)۔ یعنی امام بخاری نے کہا کہ ایوب مرجئہ میں سے تھا۔ اور ارجاء کے سبب اُسے ضعفاء میں داخل کیا ہے۔ امام بخاری سے تعجب ہے کہ ایوب پر طعن کرتے ہیں حالانکہ اونہوں نے اُس کے ساتھ احتجاج کیا ہے انتہے۔ اسی طرح علامہ ذہبی نے مقسم کے ترجمہ میں لکھا ہے۔ والعجب ان البخاری اخرج لہ فی صحیحہ وذکرہ فی کتاب الضعفاء (میزان الاعتدال مجلد ثالث۔ ص۱۹۸)۔ یعنی تعجب ہے کہ امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں مقسم سے حدیث روایت کی حالانکہ اُسے اپنی کتاب الضعفاء میں ذکر کیا ہے انتہے۔ اس مقام پر یہہ بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری کے کچھ اوہام بھی بیان کئے جائیں۔ امام شرف الدین ابوالحسین علی بن تقی الدین محمد بن احمد بن عبداللہ یونینی نے امام عبدالمومن بن خلف الدمیاطی شافعی (متوفی ۷۰۵ھ) سے مرارہ بن ربیع العمری اور ہلال بن امیہ الواقفی کی نسبت فتوے طلب کیا کہ آیا یہہ دونوں اہل بدر میں شامل ہیں یا نہیں۔ استفتاء میں امام یونینی نے یہہ بھی بتایا ہے کہ امام الدنیا ابو عبداللہ البخاری نے اپنی صحیح (دیکھو مطبوعہ مصر۔ جزء ثالث ص۵) میں ہر دو کو اہل بدر میں ذکر کیا ہے۔ امام دمیاطی جن کی نسبت شیخ الاسلام تاج سبکی نے لکھا ہے۔ کان حافظ زمانہ واستاذ الاستاذین فی معرفۃ الانساب وامام اہل الحدیث المجمع علی جلالتہ الجامع بین الدرایۃ والروایۃ بالسند العالی القدر الکبیر۔ اونہوں نے جواب میں لکھا کہ یہہ امام بخاریؒ کا وہم ہے۔ مرارہؓ و ہلالؓ جنگ بدر میں شامل نہ تھے۔ اس وہم کے علاوہ علامہ دمیاطی نے صحیح بخاری میں اور اوہام بھی بتائے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

واما امام الدنیا ابو عبداللہ البخاری ففی جامعہ الصحیح اوہام منہا فی باب من بدأ بالحلاب اوالطیب عند الغسل۔

رہے دُنیا کے امام ابو عبداللہ بخاری۔ سو اُن کی جامع صحیح میں اوہام ہیں۔ اُن میں سے ایک تو باب من بدأ بالحلاب اوالطیب عند الغسل میں ہے۔

ذکر فیہ حدیث عائشۃ رض کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا اغتسل من الجنابۃ دعا بشیٔ نحو الحلاب فاخذ بکفہ الحدیث ظن البخاری ان الحلاب ضرب من الطیب فوھم فیہ وانما ھو اناء یسع حلب الناقۃ وھو ایضاً المحلب بکسر المیم وحب المحلب بفتح المیم من العقاقیر الھندیۃ +

وذکر فی باب مسح الرأس کلہ من حدیث مالک عن عمرو بن یحیی عن ابیہ ان رجلا قال لعبد اللہ بن زید وھو جد عمرو بن یحیی اتستطیع ان ترینی کیف کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتوضأ - قولہ جد عمرو بن یحیی وھم وانما ھو عم ابیہ وھو عمرو بن ابی حسن وعمرو بن یحیی ابن عمارۃ ابن ابی حسن تمیم بن عمرو بن قیس بن محرب والحارث بن ثعلبۃ بن مازن ابن النجار المازنی ولابی حسن صحبۃ وقد ذکرہ فی الباب بعدہ علی الصواب من حدیث وھیب عن عمرو بن یحیی عن ابیہ

امام بخاری نے اس باب میں یہہ حدیث عائشہ رض کی ذکر کی ہے - کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا اغتسل من الجنابۃ دعا بشیٔ نحو الحلاب فاخذ بکفہ الحدیث امام بخاری نے گمان کیا کہ حلاب ایک قسم کی خوشبو ہے - مگر یہہ اُنکا وہم ہے - کیونکہ حلاب تو وہ برتن ہے جس میں اونٹنی کا دودھ ہوا دودھ آسکے - اُسے محلب بکسر میم بھی کہتے ہیں - اور حب المحلب بفتح میم عقاقیر ہند کی قسم ہے - اور باب مسح الراس کلہ میں مالک سے اُس نے عمرو بن یحییٰ سے اُسنے اپنے باپ سے روایت کی کہ ایک شخص نے عبد اللہ بن زید سے کہا اور وہ شخص عمرو بن یحییٰ کا دادا ہے - کیا تو مجھے دکھا سکتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیونکر وضو فرماتے تھے - امام بخاری کا اُس شخص کو عمرو بن یحییٰ کا دادا کہنا وہم ہے کیونکہ وہ شخص عمرو کے باپ کا چچا ہے - اُس شخص کا نام عمرو بن ابی حسن ہے - اور عمرو بیٹا ہے یحییٰ کا اور یحییٰ بیٹا ہے عمارہ بن ابی حسن تمیم کا وہ بیٹا ہے عمرو بن قیس مازنی کا - اور ابو حسن صحابی ہیں - امام بخاری نے اس کے بعد کے باب میں اُس شخص کا درست ذکر کیا ہے بروایت وہیب اس نے عمرو بن یحییٰ سے اُسنے اپنے باپ سے -

قال شهدت عمرو بن ابی حسن
سأل عبد الله بن زید عن وضوء
النبی صلی الله علیه وسلم الحدیث -
وذکر فیه ایضًا فی باب اذا
اقیمت الصلاة فلا صلاة الا
المکتوبة من حدیث شعبة عن
سعد بن ابراهیم عن حفص بن
عاصم عن رجل من الازد یقال له
مالك بن بحینة وقد وهم شعبة
فی قوله مالك بن بحینة وانما
هو ولده عبد الله بن بحینة وقد
رواه مسلم والنسائی وابن ماجه
علی الصواب قال ابن ماجه وقرأته من
حدیث ابراهیم بن سعد عن ابیه عن
حفص عن عبد الله بن مالك بن بحینة
یعنی عبد الله ولیس لمالك صحبة وانما
الصحبة لولده عبد الله بن مالك بن
القشب هذا قول ابن سعد قال ابن
الکلبی مالك بن معبد بن القشب وهو
جندب بن نضلة بن عبد الله بن رافع
بن محصب ابن میسر بن صعب بن
دهمان بن نصر بن زهران بن کعب
بن الحارث بن کعب بن عبد الله بن
مالك بن نصر بن الازد وبحینة ام
عبد الله بنت الحارث بن المطلب
ابن عبد مناف

قال شهدت عمرو بن ابی حسن سأل
عبد الله بن زید عن وضوء النبی صلی الله
علیه وسلم الحدیث - اور نیز صحیح بخاری میں
باب اذا اقیمت الصلوٰة فلا صلوٰة
الا المکتوبة میں ذکر کیا ہے شعبہ کی روایت
سے اس نے سعد بن ابراہیم سے اُس نے
حفص بن عاصم سے اُس نے ازد کے ایک
شخص سے جسے مالک بن بحینہ کہتے تھے - شعبہ
نے مالک بن بحینہ میں وہم کیا کیونکہ وہ شخص
تو مالک کا بیٹا عبد اللہ بن بحینہ ہے -
مسلم ونسائی وابن ماجہ نے اسے درست
روایت کیا ہے - ابن ماجہ نے کہا کہ میں نے
اسے پڑھا ہے ابراہیم بن سعد کی روایت
سے اس نے اپنے باپ سے اُس نے حفص سے
اُس نے عبد اللہ بن مالک بن بحینہ سے -
اور مالک صحابی نہیں - صحابی تو اُسکے بیٹے عبد اللہ
بن مالک بن قشب ہیں - یہہ قول ہے ابن سعد
کا - اور ابن کلبی نے کہا کہ مالک بیٹا ہے معبد
کا وہ بیٹا ہے قشب کا - اور قشب کا نام جندب
بن نضلہ بن عبد اللہ بن رافع بن محصب بن
میسر بن صعب بن دہمان بن نصر بن زہران
بن کعب بن حارث بن کعب بن عبد اللہ
بن مالک بن نصر بن ازد ہے - اور عبد اللہ
کی ماں بحینہ بیٹی ہے حارث بن مطلب
بن عبد مناف کی -

واسمها عبدة اخت عبيدة بن الحرث
بن المطلب المقتول يوم بدر رفيق
ضمرة وعلى الذين برزوا يوم بدر
لعتبة بن ربيعة واخيه شعبة بن
ربيعة بن شمس بن عبد مناف
والوليد بن عتبة ولبحينة صحبة
وذكر فيه ايضا فى باب من يقدم
فى اللحد فى الجنائز قال جابر فكفن
ابى وعمى فى نمرة واحدة ولم يكن
لجابر عم وانما عمرو بن الجموح بن
زيد بن حرام بن كعب كانت عنده
عمة جابر هند بنت عمرو بن
حرام بن ثعلبه وحرام بن كعب بن
غنم بن كعب بن سلمة وذكر فيه
ايضا فى غزوة المرأة البحر عن عبد الله
بن محمد عن معاوية بن عمرو عن ابى
اسحاق عن عبد الله بن عبد الرحمن
الانصارى عن انس قال دخل النبى
صلى الله عليه وسلم على بنت ملحان الحديث
قال ابو مسعود سقط بين ابى اسحاق
وبين ابى طوالة عبد الله بن عبد الرحمن
بن معمر بن حزم زائدة بن
قدامة الثقفى

اور بحینہ کا نام عبدہ ہے جو بہن ہے عبیدہ
بن حارث بن مطلب کی۔ عبیدہ بدر کے دن
شہید ہوا اور رفیق ہے ضمرہ اور علی کا۔
انہوں نے بدر کے دن عتبہ بن ربیعہ اور اسکے
بھائی شعبہ بن ربیعہ بن شمس بن عبد مناف
اور ولید بن عتبہ کا مقابلہ کیا۔ اور بحینہ صحابیہ
ہے۔ اور نیز صحیح بخاری میں باب من یقدم
فی اللحد فی الجنائز میں ذکر کیا ہے۔ کہا جابر
نے۔ پس میرا باپ اور چچا ایک ہی نمدے
میں کفن دئے گئے تھے۔ حالانکہ جابر کا کوئی
چچا نہ تھا۔ اور عمرو بن جموح بن زید بن
حرام بن کعب کے نکاح میں جابر[عہ] کی پھوپھی
ہند بیٹی عمرو بن حرام بن ثعلبہ کی تھی۔ اور
حرام بیٹا ہے کعب کا وہ بیٹا ہے غنم کا وہ
بیٹا ہے کعب کا وہ بیٹا ہے سلمہ کا۔ اور
نیز صحیح بخاری میں غزوۃ المرأۃ البحر میں ذکر
کیا ہے۔ عن عبد اللہ بن محمد عن معاویۃ بن
عمرو عن ابی اسحاق عن عبد اللہ بن
عبد الرحمن الانصاری عن انس قال
دخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی
بنت ملحان الحدیث۔ ابو مسعود نے کہا کہ ابو
اسحاق اور ابو طوالہ عبد اللہ بن عبد الرحمن
بن معمر بن حزم کے درمیان زائدہ بن
قدامہ ثقفی ساقط ہیں۔

عہ جابر کے والد کا نام عبد اللہ بن عمرو بن حرام تھا۔

وذكر فيه ايضاً في مناقب
عثمان بن عفان ان علياً جلد
الوليد بن عتبة ثمانين جلدة
والذي رواه مسلم وابوداؤد
وابن ماجه من حديث عبد العزيز
بن المختار عن الداناج عبد الله
بن فيروز عن حصين بن المنذر عن
علي ان عبد الله بن جعفر جلد
وعلي يعد فلما بلغ اربعين
قال علي امسك + وذكر فيه
ايضاً في باب وفود الانصار
حدثنا علي حدثنا سفيان
قال كان عمرو يقول
سمعت جابر بن عبد الله يقول
شهد بي خالاي العقبة قال
عبد الله بن محمد قال ابن عيينة
احدهما البراء بن معرور وهذا
وهم انما خالاه ثعلبة وعمرو
ابنا غنمة بن عدي بن سنان
بن ماتي بن عمرو بن سواد بن
غنم بن كعب بن سلمة اختهما
انيسة بنت غنمة ام جابر بن
عبد الله + وذكر فيه
ايضاً في باب فضل من
شهد بدراً

اور نیز صحیح بخاری میں مناقب عثمان بن
عفان میں ذکر کیا ہے۔ کہ حضرت علی نے ولید
بن عتبہ کو اسّی درّے مارے۔ مگر مسلم و
ابوداؤد و ابن ماجہ نے ذکر کیا ہے بروایت
عبد العزیز بن مختار۔ اُس نے داناج عبد اللہ
بن فیروز سے اُس نے حصین بن منذر سے
اُس نے حضرت علی سے کہ عبد اللہ بن جعفر
نے ولید بن عتبہ کو دُرّے مارے اور حضرت
علی گن رہے تھے۔ جب جعفر چالیس کو پہنچا
تو حضرت علی نے فرمایا۔ ٹھیر جا + اور نیز صحیح
بخاری باب وفود الانصار میں ذکر کیا ہے
کہ حدیث کی ہم سے علی نے حدیث کی ہم سے
سفیان نے کہا۔ عمرو کہتا تھا کہ میں نے جابر بن
عبد اللہ کو سُنا کہ فرماتے تھے کہ میرے دو
ماموں میرے ساتھ عقبہ (ثانیہ) میں حاضر
ہوئے عبد اللہ بن محمد نے کہا کہ (سفیان)
ابن عیینہ کا قول ہے کہ اُن دونوں میں سے
ایک براء بن معرور ہے۔ یہہ وہم ہے کیونکہ
جابر کے دو ماموں ثعلبہ اور عمرو ہیں جو بیٹے
ہیں غنمہ بن عدی بن سنان بن ماتی بن عمرو
بن سواد بن غنم بن کعب بن سلمہ کے۔ ان
دونوں کی بہن انیسہ بیٹی غنمہ کی ماں ہے
جابر بن عبد اللہ کی + اور نیز صحیح بخاری
میں باب فضل من شہد بدراً میں
ذکر کیا ہے

فابتاع بنو الحارث بن عامر بن نوفل بن عبد مناف خبيبًا وكان خبيب هو قتل الحارث ابن عامر يوم بدر، وهذا وهم ما شهد خبيب بن عدی بن مالك بن عامر بن مخرمة بن جحجبا بن كلفة بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالك بن الاوس بدرًا ولا قتل الحارث وانما الذی شهد بدرًا وقتل الحارث بن عامر هو خبيب بن ساف بن عنبة بن عمرو بن خديج بن عامر بن جشم بن الحارث بن الخزرج وفی الجامع اوهام غير ذلك وهذا قول عبد المؤمن بن خلف الدمياطی خادم السنة النبوية بالديار المصرية (طبقات الشافعية الكبرى للتاج السبکی جزء سادس ص ۱۳۸ و ۱۳۹)

کہ بنی حارث بن عامر بن نوفل بن عبد مناف نے خبیب کو خریدا اور خبیبؓ وہ ہے جس نے بدر کے دن حارث بن عامر کو قتل کیا - یہہ وہم ہے کیونکہ خبیب بن عدی بن مالک بن عامر بن مخرمہ بن جحجبا بن کلفہ بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس جنگ بدر میں حاضر نہیں ہوا اور نہ اُس نے حارث کو قتل کیا - جو جنگ بدر میں حاضر ہوا اور جس نے حارث بن عامر کو قتل کیا وہ تو خبیب بن ساف بن عنبہ بن عمرو بن خدیج بن عامر بن جشم بن حارث بن خزرج ہے - اور صحیح بخاری میں اِس کے سوا اور اوہام ہیں - اور یہہ قول ہے دیار مصریہ میں سنت نبویہ علے صاحبہا الصلوۃ والسلام کے خادم عبد المومن بن خلف دمیاطی کا

اگر بنارسی کو امام بخاری کے دیگر اوہام کے سننے کا شوق ہو - تو ہم اجمالاً بتا دیتے ہیں علامہ تاج سبکی کے والد بزرگوار شیخ الاسلام علی بن عبد الکافی السبکی (متوفی ۷۵۶ھ) فرماتے ہیں - ایضاح الجمع والتفریق من احسن علوم الحدیث وللخطیب فیہ تصنیف ذکر للبخاری اربعۃ و سبعین وهما علی ما زعم (طبقات الشافعیۃ الکبرٰی - جزء سادس - ص ۲۶۴) - یعنی ایضاح الجمع والتفریق احسن علوم حدیث میں سے ہے اور اِس علم میں خطیب بغدادی (متوفی ۴۶۳ھ) کی ایک تصنیف (المتفق والمفترق) ہے جس میں خطیب نے برحسب زعم خود امام بخاری کے چوہتر وہم ذکر کئے ہیں انتہٰی - اب ہم بنارسی اور اُسکے ہم مشرب اصحاب سے پوچھتے ہیں کہ جب امام کے اوہام اس قدر ہوں - اس کا حافظہ کیسا ہوگا -

قال البنارسی

اب سُنیئے ان کے بیٹے اور پوتے کی بابت۔ میزان الاعتدال جلد اول صفحہ ۹ میں ہے اسمٰعیل بن حماد بن نعمان بن ثابت الکوفی عن ابیہ عن جدہٖ قال ابن عدی ثلثتہم ضعفاء انتہی۔ یعنی ابن عدی نے کہا کہ اسماعیل اور اُن کے باپ حماد اور اُن کے باپ نعمان (ابوحنیفہ) تینوں کے تینوں ضعیف ہیں (خدا کی پناہ)۔ صہ۱

اقول

مولانا ابوالحسنات عبدالحیؒ ابن عدی کے اس قول کے جواب میں یوں لکھتے ہیں۔

قلت قول ابن عدی ان کان مقبولاً فی اسماعیل وحماد اذا بین سبب الضعف لعدم اعتبار الجرح المبہم فھو غیر مقبول قطعًا فی ابی حنیفۃ وکذا کلام غیرہ ممن ضعفہ کالدارقطنی وابن القطان کما حققہ العینی فی مواضع من البنایہ شرح الہدایہ وابن الھمام فی فتح القدیر وغیرھما من المحققین (الفوائد البہیہ فی تراجم الحنفیۃ مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ۔ صہ۲۳)

میں کہتا ہوں۔ ابن عدی کا قول اگرچہ اسماعیل و حماد کی نسبت مقبول ہو جب ضعف کا سبب بیان کیا جائے کیونکہ جرح مبہم معتبر نہیں۔ مگر امام ابوحنیفہؓ کی نسبت وہ قطعًا نامقبول ہے۔ اسی طرح قطعًا نامقبول ہے دارقطنی اور ابن قطان وغیرہ دوسروں کا قول جنہوں نے امام صاحب کو ضعیف کہا ہے جیسا کہ علامہ عینی نے بنایہ شرح ہدایہ کے کئی مقامات میں اور ابن ہمام نے فتح القدیر میں اور ان دونوں کے سوا دیگر محققین نے ثابت کیا ہے۔

فی الواقع ابن عدی کی یہ جرح قابل وثوق نہیں۔ اُنہوں نے کامل میں صحیحین کے بعض راویوں کو بھی ضعیف کہہ دیا ہے۔ اس پر علامہ ذہبی نے تنگ آکر عبداللہ بن یوسف تینسی (متوفی ۲۱۸ھ) کے ترجمہ میں یوں لکھ دیا ہے۔ عبداللہ بن یوسف التینسی الثقۃ شیخ البخاری اساء ابن عدی بذکرہ فی الکامل (میزان الاعتدال مجلد ثانی۔ صہ۹۵)۔ یعنی عبداللہ بن یوسف تینسی ثقہ اور امام بخاری کے استاد ہیں۔ ابن عدی نے برا کیا کہ کامل میں اس کا ذکر کر دیا۔ انتہیٰ۔

علامہ ذہبی نے تو عبد اللہ بن یوسف کی تضعیف پر ابن عدی کی نسبت ایسے الفاظ لکھدئے۔ مجھے بتائیں کہ حضرت امام الائمہ سراج الامہ رئیس المجتہدین کی تضعیف پر میں ابن عدی کے حق میں کیا کہوں۔ مجھ سے بے بضاعت کو تو ہر حال میں پاس ادب ہی چاہیئے۔ تجاوز اللہ عنا وعنہ۔

علامہ ذہبی نے جو ابن عدی کا یہہ قول میزان الاعتدال میں نقل کیا ہے۔ اس سے یہہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ علامۂ موصوف کے نزدیک بھی یہہ تینوں ضعیف ہیں۔ اس امر پر پہلے مفصل بحث ہو چکی ہے۔ لہذا اس کے اعادہ کی یہاں ضرورت نہیں۔ شیخ الاسلام تاج سبکی نے طبقات میں کئی جگہ شکایت کی ہے کہ علامہ ذہبی بڑے متعصب و متشدد ہیں۔ تنگ اگر ایک جگہ تو یوں لکھتے ہیں۔

فالذھبی رحمہ اللہ متعصب جلد وھو شیخنا ولہ علینا حق الا ان حق اللہ مقدم علی حقہ والذی نقولہ انہ لا ینبغی ان یسمع کلامہ فی حنفی ولا شافعی ولا تؤخذ تراجمہم من کتبہ فانہ یتعصب علیہم کثیرا واللہ تعالے اعلم (طبقات الشافعیۃ الکبریٰ جزء رابع۔ ص ۱۹۱)

ذہبی رحمہ اللہ متعصب و سخت ہیں۔ اور وہ ہمارے شیخ ہیں اور ہم پر اُن کا حق ہے۔ مگر اللہ کا حق اُنکے حق پر مقدم ہے۔ ہم جو کہتے ہیں وہ یہہ ہے کہ کسی حنفی یا شافعی کے حق میں ذہبی کا قول مسموع نہونا چاہیئے۔ اور نہ حنفیہ و شافعیہ کے ترجمے ذہبی کی کتابوں سے لئے جائیں کیونکہ وہ انکے برخلاف اکثر متعصب ہیں۔ واللہ اعلم۔

پس اگر باوجود اس تعصب و تشدد کے علامہ ذہبی حنفیہ و شافعیہ میں سے کسی امام کی توثیق کریں۔ تو اُس پر کمال وثوق ہونا چاہیئے۔ اب سُنیئے کہ ان علامہ ذہبی نے امام صاحب کو حفاظ حدیث میں شمار کرکے اُنکی نسبت یوں کہا ہے۔

وکان اماما ورعا عالما عاملا متعبدا کبیر الشان لا یقبل جوائز السلطان بل یتجر ویکسب قال ضرار بن صرد سئل یزید بن ھارون

ابو حنیفہ رض پرہیزگار عالم عامل عابد جلیل القدر امام تھے۔ آپ بادشاہ کے تحفے قبول نہ کیا کرتے بلکہ تجارت و کسب کیا کرتے۔ ضرار بن صرد نے کہا کہ یزید بن ہارون سے پوچھا گیا

ايما افقه الثوري وابو حنيفة
فقال ابو حنيفة افقه وسفيان
احفظ للحديث قال ابن المبارك
ابو حنيفة افقه الناس وقال الشافعي
الناس في الفقه عيال على ابي حنيفة
وقال يزيد ما رأيت احدا اورع
ولا اعقل من ابي حنيفة وروي احمد
بن محمد بن القسم بن محرز عن يحيى
بن معين قال لا باس به لم يكن يتهم
ولقد ضربه يزيد بن عمر بن هبيرة
على القضاء فابى ان يكون قاضيا
وقال ابوداؤد رحمه الله ان ابا
حنيفة كان اماما وروي بشر بن
الوليد عن ابي يوسف قال كنت
امشي مع ابي حنيفة فقال رجل
لآخر هذا ابو حنيفة
لا ينام الليل فقال والله
لا يتحدث الناس عني بما لم
افعل فكان يحيي الليل
صلاةً ودعاءً وتضرعًا
قلت مناقب هذا
الامام قد افردتها
في جزء (تذكرة الحفاظ
مجلد اول -
ص ۱۵۱ و ۱۵۲)

کہ ثوری و ابو حنیفہ میں سے کون افقہ ہے؟
فرمایا۔ ابو حنیفہ افقہ ہیں اور سفیان
حدیث میں احفظ ہیں۔ ابن مبارک کا
قول ہے کہ ابو حنیفہ رض سب لوگوں سے
بڑھکر فقیہ ہیں۔ امام شافعی فرماتے ہیں
کہ لوگ فقہ میں ابو حنیفہ کے عیال ہیں۔
یزید کا قول ہے کہ میں نے ابو حنیفہ سے بڑھکر
کسی کو پرہیزگار و عاقل نہیں دیکھا۔ اور احمد
بن القسم بن محرز نے روایت کی کہ یحیٰے
بن معین نے امام ابو حنیفہ کی نسبت فرمایا
لا باس به لم یکن یتهم۔ اور یزید بن
عمر بن ہبیرہ نے آپ کو قضاء کے لئے
مارا۔ مگر آپ نے قاضی بننے سے انکار
کر دیا۔ اور ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا
کہ ابو حنیفہ امام تھے۔ اور بشر بن ولید
نے روایت کی کہ ابو یوسف نے کہا۔
میں ابو حنیفہ کے ساتھ جارہا تھا۔ ایک
شخص نے دوسرے سے کہا۔ یہ ابو حنیفہ
ہیں جو رات کو نہیں سوتے۔ اس پر امام
صاحب نے فرمایا۔ اللہ کی قسم۔ لوگ میری
نسبت وہ بات نہ کہیں جو میں نے
نہیں کی۔ پس آپ تمام رات نماز و دعا
و تضرع میں گذارتے۔ میں کہتا ہوں۔
اِس امام کے مناقب میں میں نے ایک مستقل
رسالہ لکھا ہے۔

عبارت مذکورۂ بالا میں جو ابن معین نے امام صاحب کی نسبت فرمایا لا بأس بہ۔ اُس سے مراد ثقہ ہے۔ چنانچہ تدریب الراوی صفحہ ۱۲۶ میں ہے۔

(وعن یحیی بن معین) انہ قال لابی خیثمۃ وقد قال لہ انک تقول فلان لیس بہ باس فلان ضعیف (اذا قلت لک (لا بأس بہ فھو ثقۃ) واذا قلت لک ھو ضعیف فلیس ھو بثقۃ لا یکتب حدیثہ فاشعر باستواء اللفظین

ابو خیثمہ نے یحیےٰ بن معین سے کہا کہ آپ کسی کی نسبت کہہ دیتے ہیں لیس بہ باس اور کسی کی نسبت فلان ضعیف۔ اس پر یحیےٰ نے کہا۔ جب میں تجھ سے کسی راوی کی نسبت کہدوں لا بأس بہ۔ پس وہ ثقہ ہے۔ اور جب میں تجھ سے کہدوں۔ ھو ضعیف۔ پس وہ ثقہ نہیں۔ اس کی حدیث نہیں لکھی جاتی۔ پس یحیےٰ نے دونوں لفظوں کے مساوی ہونے کو بتا دیا۔

اسماعیل بن حماد کبار فقہاء میں سے ہیں۔ قال محمد بن عبد اللہ الانصاری ما ولی القضاء من لدن عمر الی الیوم اعلم من اسمعیل بن حماد قیل ولا الحسن البصری قال ولا الحسن (میزان الاعتدال مجلد اول ص۱۰۵) یعنی محمد بن عبد اللہ انصاری نے کہا کہ اسماعیل بن حماد سے بڑھکر کوئی عالم حضرت عمرؓ کے وقت سے آج تک عہدۂ قضا پر مامور نہیں ہوا۔ پوچھا گیا کہ حسن بصری بھی نہیں۔ کہا۔ نہ حسن انتہے۔

قال البنارسی

اب سنئے انکے مقرب شاگردوں کی نسبت ضعف کا تحفہ! پہلے امام ابو یوسف کو لیجئے جو امام صاحب کے اعلےٰ درجہ کے شاگرد ہیں اور یہہ وہ ہیں جن کی بابت میں پہلے بحوالہ ابن خلکان لکھ آیا ہوں کہ اگر ابو یوسف نہ ہوتے تو امام ابو حنیفہ کی شہرت نہ ہوتی ان کی بابت میزان الاعتدال میں ہے۔ قال الفلاس کثیر الغلط و قال البخاری ترکوہ۔ یعنی ابو یوسف بڑی غلطی کرتے ہیں۔ امام بخاری نے کہا کہ لوگوں نے انکو چھوڑ دیا (متروک ہیں)

یہہ ترکوہ کا لفظ بخاری نے اپنی تاریخ کبیر میں لکھا ہے جو قلمی ہے اور انکو امام بخاری نے

اپنے رسالہ کتاب الضعفاء صفحہ ۳۱ میں ذکر کیا ہے جو طبع ہوگیا ہے۔ اور لسان المیزان میں ہے۔ قال ابن المبارك ابو یوسف ضعیف الروایۃ انتہیٰ اور تاریخ خطیب جلد دوم صفحہ ۲ میں ہے قال ابن المبارك انی لاستثقل مجلسًا فیہ ذکر ابی یوسف وانہ لما قیل لہ مات ابو یوسف قال مسکین یعقوب ما اغنی عنہ ما کان فیہ انتہیٰ۔ یعنی عبد اللہ بن مبارک نے کہا کہ جس مجلس میں ابو یوسف کا تذکرہ ہو میں اُس میں بیٹھنا نہیں چاہتا۔ اور جب ابن مبارک کو یہہ خبر ملی کہ ابو یوسف کا انتقال ہوگیا تو کہنے لگے کہ مسکین یعقوب (ابو یوسف) نے جو کچھ حاصل کیا تھا وہ اُس کے کچھ کام نہ آیا۔ یہہ تو ہوا حال ابو یوسف کا۔ صفحہ ۱۴-۱۵ ۔

قال الرافضی

در مختار مختصر تاریخ خطیب مذکور است و فی جملۃ ما روی یعنی الخطیب عن ابن المبارك فی حقہ ای حق ابی یوسف انہ قال انی لاستثقل مجلسًا فیہ ذکر ابی یوسف وانہ لما قیل لہ مات ابو یوسف قال مسکین یعقوب ما اغنی عنہ ما کان فیہ۔ واز آنجملہ آنکہ خطیب از بخاری نقل کردہ کہ او در حق ابو یوسف گفتہ ترکوہ چنانچہ در مختار مختصر تاریخ بغداد نقلاً عن الخطیب مذکور است قال محمد بن اسمعیل البخاری ابو یوسف القاضی ترکوہ ۔

الحال عبارت ذہبی در بارۂ ابو یوسف باید شنید در میزان الاعتدال مے فرماید۔ یعقوب بن ابراھیم القاضی عن عطاء بن السائب وھشام بن عروۃ قال الفلاس صدوق کثیر الخطاء وقال البخاری ترکوہ وقال عمرو الناقد کان صاحب سنۃ وقال ابو حاتم یکتب حدیثہ وقال المزنی اتبع القوم للحدیث وقال ابن راھویۃ ثنا یحیی بن آدم قال شھد ابو یوسف عند شریك فردہ وقال لا اقبل من یزعم ان الصلوۃ لیست من الایمان وقد روی عن ابن معین تلیین ابی یوسف

ونیز ذہبی در مغنی میگوید یعقوب بن ابراھیم القاضی عن عطاء بن السائب قال الفلاس صدوق کثیر الغلط وقال خ ترکوہ وقال المزنی ابو یوسف اتبع القوم للحدیث وقال عمرو الناقد کان صاحب سنۃ وقال ابو حاتم یکتب حدیثہ قال العسقلانی فی لسان المیزان فی ترجمۃ ابی یوسف وذکر العقیلی بسند صحیح عن ابن المبارک انہ وھاہ۔ استقصاء۔ بقیہ حاشیہ ص ۲۲۹۔ صفحہ ۲ و ۳۔

اقول

بنارسی ورافضی کی نقول میں فرق ظاہر ہے۔ بنارسی نے تو صرف جرح نقل کی۔ مگر رافضی نے جرح کے ساتھ کسی قدر تعدیل بھی نقل کی۔ بنارسی کی اس بد دیانتی کو دیکھئے کہ میزان الاعتدال میں سے فلاس کا قول پورا نقل نہیں کیا۔ اس میں تو یوں ہے۔ قال الفلاس صدوق کثیر الغلط وقال البخاری ترکوہ (میزان الاعتدال۔ مجلد ثالث۔ ص۳۲۱)۔ مگر آپ نے صدوق کو چھوڑ دیا جو الفاظ تعدیل میں سے ہے۔ فلاس نے امام ابو یوسف کی نسبت تو صرف صدوق کثیر الغلط کہا۔ مگر عبد اللہ بن رجاء ابو عمرو الغدانی البصری کی نسبت جو امام بخاری کے اُستاد ہیں اُس نے یوں کہا ہے۔ صدوق کثیر الغلط والتصحیف (تذکرۃ الحفاظ۔ مجلد اول۔ ص۳۷۱) ہمام بن منبہ بن کامل کو جو صحیح بخاری کے راویوں میں سے ہیں فلاس نے ضعیف کہا ہے جس کا جواب یوں دیا جاتا ہے۔ ولا یلتفت الی تضعیف الفلاس لہ فانہ من فرسان الصحیحین (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری۔ مطبوعہ استنبول۔ جزء اول۔ ص۲۹۵) سعید بن یحییٰ بن سعید بن ابان جو امام بخاری کے شیخ ہیں اُنکی نسبت صالح بن محمد کا قول ہے۔ ھو ثقۃ الا انہ کان یغلط (عمدۃ القاری۔ جزء اول۔ ص۱۵۱)۔ قبیصہ بن عقبہ جو امام بخاری کے شیوخ میں سے ہیں اُنکی نسبت میزان الاعتدال۔ مجلد ثانی۔ ص۳۴۴ میں ہے۔ وقال احمد کان کثیر الغلط صالحاً ثقۃ لا بأس بہ انتہیٰ۔ پس اگر ہم بقول فلاس امام ابو یوسف کو صدوق (بڑا سچ بولنے والا) کے ساتھ کثیر الغلط تسلیم بھی کرلیں۔ تو اس سے امام صاحب تو درکنار امام ابو یوسف بھی غیر ثقہ ثابت

نہیں ہو سکتے۔ ورنہ امام بخاری بطریق اولےٰ غیر ثقہ ٹھیریں گے کیونکہ اُنکے اُستاد کثیر الغلط والتصحیف ہیں۔کیا بنارسی بتا سکتا ہے کہ ایسے کثیر الغلط راویوں کے سبب صحیح بخاری کی روایات پر کیا اثر پڑا ہے۔

امام بخاری نے جو امام ابو یوسف کی نسبت تاریخ کبیر میں ترکوہ اور کتاب الضعفاء الصغیر صفحہ ۳ میں ترکہ یحییٰ وابن معین وغیرہما لکھ دیا ہے اُسے وہی تسلیم کرسکتا ہے جسے تعصب و عناد نے اندھا کردیا ہو۔ اول تو یہ جرح غیر مفسر ہے جو ارباب اصول کے نزدیک مردود ہے۔ دوسرے یہ سراسر خلاف واقع ہے۔امام ابن قتیبہ نے کتاب المعارف مطبوعہ مصر صفحہ ۱۷۱ میں امام ابو یوسف کے حال میں لکھا ہے۔ وکان صاحب سنۃ حافظاً۔ علامۂ ذہبی نے باوجود تعصب و تشدد کے امام ابو یوسف کو حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے۔ اور اُن کا ترجمہ یوں لکھا ہے۔

القاضی ابو یوسف الامام العلامۃ فقیہ العراقین یعقوب بن ابراہیم الانصاری الکوفی صاحب ابی حنیفۃ سمع ہشام بن عروۃ واباسحٰق الشیبانی وعطاء بن السائب و طبقتہم وعنہ محمد بن الحسن الفقیہ واحمد بن حنبل وبشر بن الولید ویحییٰ بن معین وعلی بن الجعد و علی بن مسلم الطوسی وعمرو بن ابی عمرو وخلق سواہم + وقال المزنی ابو یوسف اتبع القوم للحدیث وروی ابواسحٰق ابراہیم بن ابی داؤد والبرلسی عن یحییٰ بن معین قال لیس

قاضی ابو یوسف امام علامہ فقیہ العراقین یعقوب بن ابراہیم انصاری کوفی شاگرد امام ابو حنیفہ کے۔اِنہوں نے سماع کیا ہے ہشام بن عروہ اور ابو اسحاق شیبانی اور عطاء بن سائب اور انکے طبقہ سے۔ اور امام ابو یوسف سے سماع کیا ہے محمد بن حسن فقیہ اور احمد بن حنبل اور بشر بن ولید اور یحییٰ بن معین اور علی بن جعد اور علی بن مسلم طوسی اور عمرو بن ابی عمرو اور انکے سوا اور لوگوں نے + اور امام مزنی کا قول ہے کہ ابو یوسف اہل عراق میں سب سے بڑھکر حدیث کے تابع ہیں۔ اور ابو اسحاق ابراہیم بن ابی داؤد برلسی نے روایت کی کہ یحییٰ بن معین نے فرمایا کہ

فی اصحاب الرأی اکثر حدیثا ولا اثبت من ابی یوسف۔ وروی عباس عن ابن معین قال ابو یوسف صاحب حدیث وصاحب سنۃ و قال ابن سماعۃ کان ابو یوسف یصلی بعد ما ولی القضاء فی کل یوم مائتی رکعۃ وقال احمد کان منصفاً فی الحدیث وقال الفلاس صدوق کثیر الغلط۔ مات فی ربیع الآخر سنۃ اثنتین و ثمانین ومائۃ عن سبعین سنۃ ولہ اخبار فی العلم والسعادۃ قد افردتہ وافردت صاحبہ محمد بن الحسن رحمہ اللہ فی جزء انتہیٰ مع الاختصار (تذکرۃ الحفاظ۔ مجلد اول۔ ص۲۶۷ و ۲۶۸)

اصحاب رائے میں ابو یوسف سے بڑھکر کوئی کثیر الحدیث اور ثابت نہیں۔ اور عباس نے روایت کی کہ ابن معین نے فرمایا کہ ابو یوسف صاحب حدیث اور صاحب سنت ہیں اور ابن سماعہ کا قول ہے کہ ابو یوسف عہدۂ قضا پر مامور ہونے کے بعد ہر روز دوسو رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ اور امام احمد بن حنبل کا قول ہے کہ ابو یوسف حدیث میں منصف تھے۔ اور فلاس کا قول ہے کہ صدوق کثیر الغلط تھے۔ ماہ ربیع الآخر ۱۸۲ھ میں ستّر برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔ آپ کے علم و سعادت کی بابت بہت سی خبریں ہیں۔ میں نے آپ کے مناقب میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے اور آپ کے شاگرد محمد بن حسن رحمہ اللہ کے مناقب میں بھی ایک مستقل رسالہ لکھا ہے۔

علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال۔ مجلد ثالث۔ ص۳۲۱ میں امام ابو یوسف کے ترجمہ میں یوں لکھا ہے۔

قال عمرو الناقد کان صاحب سنۃ وقال ابو حاتم تکتب حدیثہ وقال المزنی اتبع القوم للحدیث وقال ابن راھویہ

عمرو ناقد کا قول ہے کہ ابو یوسف صاحب سنت ہیں۔ اور ابو حاتم کا قول ہے کہ ابو یوسف کی حدیث لکھی جاتی ہے۔ اور امام مزنی نے فرمایا کہ اہل عراق میں امام ابو یوسف سب سے بڑھکر حدیث کے تابع ہیں۔ اور ابن راہویہ نے کہا۔

حدثنا یحییٰ بن آدم قال شهد ابو یوسف عند شریك فرده و قال لا اقبل من یزعم ان الصلوٰة لیست من الایمان و قد روی عن ابن معین تلیین ابی یوسف واما الطحاوی فقال سمعت ابراهیم بن ابی داوٗد البرلسی سمعت یحیی بن معین یقول لیس فی اصحاب الرأی اکثر حدیثا ولا اثبت من ابی یوسف و قال ابن عدی لیس فی اصحاب الرأی اکثر حدیثا منه	حدیث کی ہم سے یحییٰ بن آدم نے۔ کہا۔ شہادت دی ابو یوسف نے شریک کے آگے پس شریک نے اُسے رد کر دیا اور کہا۔ میں اُس شخص کی شہادت قبول نہیں کرتا۔ جو گمان کرتا ہے کہ نماز جزو ایمان نہیں۔ اور ابن معین سے ابو یوسف کا لیّن ہونا مروی ہے۔ مگر امام طحاوی نے فرمایا۔ میں نے ابراہیم بن ابی داؤد برلسی کو سُنا وہ کہتے ہیں میں نے یحییٰ بن معین کو سُنا کہ فرماتے تھے۔ اصحاب رائے میں کوئی شخص ابو یوسف سے بڑھکر کثیر الحدیث اور ثابت نہیں۔ اور ابن عدی کا قول ہے کہ اصحاب رائے میں ابو یوسف سے بڑھکر کوئی کثیر الحدیث نہیں۔

امام نسائی باوجود متشدد فی الجرح ہونے کے لکھتے ہیں۔ ابو یوسف القاضی ثقة (کتاب الضعفاء والمتروکین۔ مطبوعہ انوار احمدی الہ آباد۔ صفحہ ۳۵)۔ قاضی ابن خلکان شافعی امام ابو یوسف کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔

و روی عنه محمد بن الحسن الشیبانی الحنفی و بشر بن الولید الکندی و علی بن الجعد و احمد بن حنبل و یحیی بن معین فی آخرین و لم یختلف یحییٰ بن معین و احمد بن حنبل و علی بن المدینی فی ثقته فی النقل و ذکر ابو عمر بن عبد البر	اور امام ابو یوسف سے روایت کی محمد بن حسن شیبانی حنفی اور بشر بن ولید کندی اور علی بن جعد اور احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین اور دوسروں نے۔ اور یحییٰ بن معین اور احمد بن حنبل اور علی بن المدینی کا اس امر پر اتفاق ہے کہ ابو یوسف نقل میں ثقہ ہیں۔ اور ابو عمر بن عبد البر

مصنف کتاب الاستیعاب نے اپنی اُس کتاب میں جس کا نام کتاب الانتہاء فی فضائل الثلاثۃ الفقہاء رکھا ہے ذکر کیا ہے کہ ابو یوسف مذکور حافظ حدیث تھے۔ اور وہ محدث کی خدمت میں حاضر ہوتے اور پچاس ساٹھ حدیثیں حفظ کر لیتے۔ پھر اُٹھ کھڑے ہوتے اور وہی حدیثیں لوگوں کو لکھاتے۔ اور وہ کثیر الحدیث تھے۔	صاحب کتاب الاستیعاب فی کتابہ الذی سماہ کتاب الانتہاء فی فضائل الثلاثۃ الفقہاء ان ابا یوسف المذکور کان حافظا و انہ کان یحضر المحدث و یحفظ خمسین ستین حدیثًا ثم یقوم فیملیہا علی الناس وکان کثیر الحدیث (وفیات الاعیان۔ جزء ثانی صـــ۳۰۳)

ان شہادتوں کے آگے امام بخاری شافعی کے اقوال اور خطیب شافعی کی روایات پایہ اعتبار سے بالکل ساقط اور متروک ہیں۔ چنانچہ ابن خلکان شافعی لکھتے ہیں وقد نقل الخطیب البغدادی فی تاریخہ الکبیر الفاظًا عن عبد اللہ بن المبارک و وکیع بن الجراح ویزید بن ہارون ومحمد بن اسماعیل البخاری وابی الحسن الدارقطنی وغیرہم ینبوا التسمع عنہا فترکت ذکرہا (وفیات الاعیان۔ جزء ثانی صـــ۳۰۴)۔ یعنی خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ کبیر میں عبد اللہ بن مبارک اور وکیع بن جراح اور یزید بن ہارون اور محمد بن اسماعیل بخاری اور ابو الحسن دارقطنی وغیرہ سے (امام ابو یوسف کی نسبت) ایسے الفاظ نقل کئے ہیں جنکا سُننا ہمارے کان گوارا نہیں کرتے۔ لہذا میں نے اُن الفاظ کا ذکر ترک کر دیا ہے انتہے۔
قاضی ابن خلکان کے جواب سے بنارسی اور اُس کے ہم مشرب اصحاب کو عبرت پکڑنی چاہیئے *

قال البنارسی

اب سُنئے امام محمد کا حال جنہوں نے ایک مؤطا بھی لکھ ماری ہے (پانچوں سواروں میں اپنے کو شامل کرنے یا خون لگاکے شہید بننے کو) امام نسائیؒ اپنے رسالہ کتاب الضعفاء والمتروکین صـــ۳۵ میں لکھا ہے محمد بن الحسن ضعیف یعنی امام محمد ضعیف

ہیں- اور میزان الاعتدال جلد دوم صفحہ ۳۶۴ میں ہے - لینہ النسائی وغیرہ من قبل حفظہ یعنی نسائی نے اُنکو ضعیف کہاہے - اور لسان المیزان میں ہے قال ابو داؤد لا یکتب حدیثہ الخ یعنی ابو داؤد نے کہا کہ امام محمدؒ کی حدیث قابل لکھنے کے نہیں ہے - یہہ تو ہوا امام صاحب کے شاگردوں کا حال - صفحہ ۱۵

اقول

نسائی کا امام محمدؒ کو کتاب الضعفاء میں ضعیف کہنا اور ابو داؤد کا قول لا یکتب حدیثہ یہہ ہر دو جرحیں مبہم ہیں - میزان الاعتدال جلد ثالث صفحہ ۴۴ میں ہے - محمد بن الحسن ابو عبد اللہ احد الفقہاء لینہ النسائی وغیرہ من قبل حفظہ یروی عن مالک بن انس وغیرہ وکان من بحور العلم والفقہ قویا فی مالک - یعنی ابو عبد اللہ محمد بن حسن فقہاء میں سے ہیں - نسائی وغیرہ نے ان کو حافظہ کے سبب لین کہاہے - یہہ مالک بن انس وغیرہ سے روایت کرتے ہیں سا اور علم فقہ کے سمندروں میں سے ہیں اور امام مالک سے روایت کرنے میں قوی ہیں اتھے - کسی کو حدیث میں لین کہنا قریب تعدیل کے ہے - چنانچہ تدریب الراوی صفحہ ۱۲۶ میں ہے -

(اما الفاظ الجرح فمراتب) ایضًا ادناھا ما قرب من التعدیل (فاذا قالوا لین الحدیث کتب حدیثہ ونظر) فیہ (اعتبارا وقال الدارقطنی) لما قال لہ حمزۃ بن یوسف السہمی اذا قلت فلان لین ای شیٔ ترید (اذا قلت لین) الحدیث (لم یکن ساقطا) متروک الحدیث

الفاظ جرح کے بھی کئی مراتب ہیں - سب سے ادنےٰ وہ ہے جو قریب تعدیل کے ہو - پس جب ائمہ اصول کسی کو لین الحدیث کہیں - تو اس کی حدیث لکھی جاتی ہے اور اس میں اعتبار کی حیثیت سے نظر کی جاتی ہے - حمزہ بن یوسف سہمی نے دارقطنی سے پوچھا کہ جب آپ کہتے ہیں فلان لین تو اس سے آپ کی کیا مراد ہوتی ہے - دارقطنی نے جواب دیا کہ جب میں کسی کو لین الحدیث کہدوں تو وہ ساقط و متروک الحدیث نہیں ہوتا -

(ولکن مجروحًا بشیئ لا یسقط عن العدالة) ٭

بلکہ ذرا سا مجروح ہوتا ہے اور عدالت کے درجے سے ساقط نہیں ہوتا۔

علاوہ ازیں امام نسائی متشدد فی الجرح ہیں جیسا کہ پہلے مذکور ہوا۔ لہٰذا ان کا امام محمدؒ کو لین کہنا دوسروں کی تعدیل کے برابر ہے۔ اب یہاں اختصار کے طور پر امام محمدؒ کے کچھ مناقب ذکر کئے جاتے ہیں تاکہ ناظرین کو اُن کی علمیت و حدیث دانی کا پوری طرح اندازہ کرنے کا موقع مل جائے۔

امام نووی تہذیب الاسماء میں امام محمدؒ کے حال میں لکھتے ہیں۔

قال الخطیب البغدادی فی تاریخ بغداد اصل محمّد بن الحسن دمشقی من اھل قریة تسمی حرستا قدم ابوہ العراق فولد له محمّد بواسط و نشأ بالکوفة وسمع الحدیث بھا من ابی حنیفة ومسعر بن کدام وسفیان ثوری وعمر بن ذر ومالک بن مغول قال وکتب ایضًا عن مالک بن انس و الاوزاعی وربیعة بن صالح و بکیر بن عمار و ابی یوسف و سکن بغداد وحدث بھا وروی عنه الشافعی و ابو سلیمان الجوزجانی وابو عبید القاسم بن سلام وغیرھم وکان الرشید ولاہ القضاء وخرج معه فی سفرہ الی خراسان فمات بالری ودفن بھا۔

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں کہا کہ محمّد بن حسن کا اصل دمشقی ہے ایک گاؤں کے باشندوں میں سے جسے حرستا کہتے تھے آپ کا والد عراق میں آیا۔ پس واسط میں اُس کے ہاں امام محمّد پیدا ہوئے۔ اور کوفہ میں نشو و نما پایا اور وہاں ابو حنیفہ و مسعر بن کدام و سفیان ثوری و عمر بن ذر و مالک بن مغول سے حدیث سنی۔ خطیب نے کہا کہ مالک بن انس و اوزاعی و ربیعہ بن صالح و بکیر بن عمار و ابو یوسف سے بھی حدیثیں لکھیں۔ اور بغداد میں سکونت اختیار کی اور وہیں حدیثیں روایت کیں۔ اور امام شافعی و ابو سلیمان جوزجانی و ابو عبید قاسم بن سلام وغیرہم نے آپ سے حدیثیں روایت کیں۔ اور رشید نے قضاء آپ کے سپرد کی تھی۔ سفر خراسان میں آپ اُس کے ساتھ نکلے اور ری میں وفات پائی اور وہیں دفن کئے گئے۔

قال الخطيب و قال محمد بن سعد کاتب الواقدی کان اصل محمد من الجزيرة وکان ابوه من جند الشام فقدم واسط فولد بها محمد سنة ثنتين وثلثين ومائة ونشأ بالکوفة وطلب الحديث وسمع سماعاً کثيراً و جالس ابا حنيفة وسمع منه ونظر فی الرأی فغلب عليه وعرف به وتقدم فيه وقدم بغداد فنزلها واختلف اليه الناس وسمعوا منه الحديث والرای و خرج الی الرقة وهارون الرشيد فيها فولاه قضاءها ثم عزله فقدم بغداد فلما خرج هارون الی الری الخرجة الاولی امره بخرج معه فمات بالری سنة تسع وثمانين ومائة وهو ابن ثمان وخمسين سنة۔ ثم روی الخطيب باسناده عن محمد بن الحسن قال ترك ابی ثلثين الف درهم فانفقت خمسة عشر الفا علی النحو واللغة وخمسة عشر الفا علی الحديث والفقه وباسناده عن الشافعی

خطیب نے کہا کہ محمد بن سعد کاتب واقدی کا قول ہے کہ محمدؒ کا اصل جزیرہ سے تھا اور آپ کا والد شام کے لشکر سے تھا۔ پس واسط میں آیا۔ اور وہاں امام محمد ۱۳۲ھ میں پیدا ہوئے اور کوفہ میں نشو ونما پایا۔ اور حدیث کا علم طلب کیا۔ اور احادیث بکثرت سنیں۔ اور امام ابو حنیفہ کی صحبت اختیار کی اور آپ سے سماع کیا اور فقہ میں غور کی۔ پس فقہ آپ پر غالب ہوئی اور اسی کے ساتھ مشہور ہوگئے۔ اور اسمیں پیشرو بن گئے اور بغداد میں آئے۔ پس وہاں رہنے لگے اور لوگ آپ کے پاس آتے تھے اور آپ سے حدیث و فقہ سنتے تھے۔ آپ شہر رقہ کی طرف نکلے جبکہ ہارون رشید وہاں تھا۔ پس اس نے قضاء آپ کے سپرد کی۔ پھر آپ کو معزول کر دیا۔ پس آپ بغداد میں آئے۔ جب ہاروں پہلے دفعہ رے میں گیا۔ تو آپ کو ساتھ چلنے کا حکم دیا پس آپنے رے میں ۱۸۹ھ میں اٹھاون برس کی عمر میں وفات پائی۔ پھر خطیب نے بالاسناد روایت کی کہ محمد بن حسن نے کہا کہ میرے باپ نے تیس ہزار درہم چھوڑے پس میں نے پندرہ ہزار تو نحو و لغت پر اور پندرہ ہزار حدیث و فقہ پر خرچ کئے۔ خطیب نے امام شافعی سے روایت کی

کمله ؎ دیکھو طبقات ابن سعد مطبوعہ جرمنی۔ جزء سابع۔ قسم ثانی ص ۳۳

قال قال محمد بن الحسن اقمت
على باب مالك ثلث سنين و
كسرا قال وكان يقول انه سمع
لفظا اكثر من سبعمائة حديث
وكان اذا حدثهم عن مالك
امتلأ منزله وكثر الناس حتى
يضيق عليه الموضع واذا حدث
عن غير مالك لم يجيئه
الا اليسير من الناس فقال
ما اعلم احدا اسوء ثناءً
على اصحابه منكم اذا
حدثتكم عن مالك ملأتم
على الموضع واذا حدثتكم
عن اصحابكم انما تاتون
متكارهين - وباسناده
عن اسماعيل بن حماد بن
ابي حنيفة قال كان لمحمد
بن الحسن مجلس في مسجد
الكوفة وهو ابن عشرين
سنة وباسناده عن الشافعي
قال ما رأيت سمينا اخف
روحا من محمد بن الحسن

کہ محمد بن حسن نے فرمایا کہ میں تین سال سے
کچھ اوپر امام مالک کے دروازے پر رہا۔ اور
بیان کرتے تھے کہ میں نے سات سو سے زیادہ
حدیثیں لفظ بلفظ سنی ہیں۔ آپ جب امام
مالک کی روایت سے حدیثیں سناتے۔ تو آپکا
مکان بھر جاتا اور لوگ اس کثرت سے آتے
کہ آپکے لئے جگہ تنگ ہو جاتی۔ اور جب امام
مالک کے سوا کسی اور کی روایت سے حدیث
سناتے۔ تو سوائے تھوڑے سے آدمیوں کے
کوئی آپ کے پاس نہ آتا۔ اس پر آپ نے
فرمایا کہ مجھے کوئی ایسا شخص معلوم نہیں کہ
جو تمہاری نسبت اپنے اصحاب پر بڑی
ثنا کرنے والا ہو۔ جب میں تم کو امام مالک
کی روایت سناتا ہوں۔ تو تم سے میرا
مکان بھر جاتا ہے۔ اور جب تمہارے اصحاب
کی روایت سناتا ہوں۔ تو تم ناخوش آتے
ہو۔ اور خطیب نے بالاسناد اسماعیل بن
حماد بن ابی حنیفہ سے روایت کی کہ محمد
بن حسن بیس سال کی عمر میں کوفہ کی
مسجد میں تدریس کے لئے بیٹھا کرتے تھے۔
اور یہہ بھی بالاسناد روایت کی
کہ امام شافعی نے فرمایا۔ میں نے
کسی جسیم شخص کو نہیں دیکھا
کہ محمد بن حسن سے زیادہ
سبک روح والا ہو۔

وما رأيت افصح منه كنت
اذا رأيته يقرأ كان القرآن
نزل بلغته وعنه قال
ما رأيت اعقل من محمد
بن الحسن وعنه قال ما رأيت
مبدنا قط اذكى من محمد
بن الحسن وعنه قال محمد
بن الحسن اذا اخذ في
المسئلة كانه القرآن
ينزل لا يقدم حرفا ولا
يؤخره وعنه قال كان
محمد بن الحسن يملأ
العين والقلب وعنه
قال حملت عن محمد
بن الحسن وقر بختي
كتبا وعن يحيى
بن معين قال كتبت
الجامع الصغير عن محمد
بن الحسن وعن ابي عبيد
ما رأيت اعلم بكتاب الله من محمد
بن الحسن وعن ابراهيم الحربي
قال قلت للامام احمد من اين
لك هذه المسائل الدقيقة
قال من كتب محمد بن الحسن (كتاب
تهذیب الاسماء مطبوعہ گاٹنجن۔
سنہ ۱۸۴۲ - صفحہ ۱۰۴ تا ۱۰۵)

اور میں نے اُنسے زیادہ فصیح کسی کو نہیں
دیکھا۔ جب میں آپ کو قرآن پڑھتے دیکھتا
مجھے گمان ہوتا کہ گویا قرآن آپ کی لغت
میں اُترا ہے۔ اور امام شافعی ہی سے
روایت ہے کہ میں نے محمد بن حسن سے
بڑھکر کوئی عاقل نہیں دیکھا۔ اور اُنہی
سے روایت ہے کہ میں نے کبھی جسیم شخص
کو کبھی محمد بن حسن سے بڑھکر ذکی نہیں
دیکھا۔ اور اُن سے یہ بھی روایت ہے
کہ جب امام محمد کسی مسئلہ کو شروع کرتے
ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا قرآن اُتر رہا
ہے۔ ایک حرف آگے پیچھے نہ کرتے۔ اور
اون ہی سے روایت ہے کہ محمد بن حسن
(اپنے جمال صوری و معنوی سے) دل
اور آنکھوں کو بھر دیتے تھے اور اُن سے ایک
روایت ہے کہ میں نے محمد بن حسن سے دو شتر بار
علم حاصل کیا۔ اور یحییٰ بن معین سے روایت ہے
کہ میں نے محمد بن حسن سے جامع صغیر لکھی۔
اور ابو عبیدہ سے روایت ہے کہ محمد بن حسن
سے بڑھکر میں نے کتاب اللہ کا کوئی عالم
نہیں دیکھا اور ابراہیم حربی سے روایت ہے
کہ میں نے امام محمد سے پوچھا کہ یہ دقیق
مسئلے آپ کو کہاں سے ملے۔ فرمایا
امام محمد بن حسن کی کتابوں سے۔

قاضی ابن خلکان امام محمدؒ کے ترجمہ میں یوں لکھتے ہیں -

وکان اذا تکلم خیل الی سامعہ ان القرآن نزل بلغتہ + و قال الشافعی ما رأیت احدا یسئل عن مسئلة فیھا نظرا لا تبینت الکراھة فی وجھہ الا محمد بن الحسن وقال ایضا حملت من علم محمد بن الحسن وقر بعیر + وروی عن الشافعی انہ قال ما رأیت سمینا ذکیا الا محمد بن الحسن (وفیات الاعیان - جزء اول - صـ۴۵۴)

امام محمدؒ جب کلام کرتے تو سامع کو خیال ہوتا کہ قرآن آپ کی لغت میں اُترا ہے اور امام شافعی نے فرمایا کہ امام محمد بن حسن کے سوا میں نے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا کہ اُس سے کوئی ایسا مسئلہ دریافت کیا جائے جس میں نظر ہو مگر کراہت اُسکے پیشانی میں ظاہر ہوگی - اور یہہ بھی امام شافعی کا قول ہے کہ میں نے امام محمد بن حسن کے علم میں سے ایک شتر بار علم حاصل کیا - اور امام شافعی سے روایت ہے کہ اُنہوں نے فرمایا کہ سوائے امام محمدؒ بن حسن کے میں نے کسی جسیم شخص کو ذکی نہیں دیکھا -

حافظ ابن حجر عسقلانی لسان المیزان میں امام محمدؒ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں -

ولد بواسط ونشأ بالکوفة وتفقہ علی ابی حنیفة وسمع الحدیث عن الثوری ومسعر بن کدام ومالک بن مغول ومالک بن انس والاوزاعی وربیعة بن صالح وجماعة وعنہ الشافعی وابو سلیمان وھشام الرازی وعلی بن مسلم الطوسی وغیرھم ولی القضاء فی ایام الرشید

امام محمد شہر واسط میں پیدا ہوئے اور کوفہ میں نشو ونما پایا اور امام ابو حنیفہؓ سے علم فقہ پڑھا - اور ثوری و مسعر بن کدام و مالک بن مغول و مالک بن انس و اوزاعی و ربیعہ بن صالح اور انکے سوا ایک جماعت سے حدیث سنی اور آپ سے امام شافعی و ابو سلیمان و ہشام رازی و علی بن مسلم طوسی وغیرہ نے حدیث سنی - خلیفہ رشید کے عہد میں آپ عہدۂ قضا پر مامور کئے گئے

وقال عبد الحکم سمعت الشافعی یقول قال محمد اقمت علی باب مالک ثلث سنین و سمعت منہ اکثر من سبعمائۃ حدیث وقال الربیع سمعت الشافعی یقول حملت عن محمد وقر بعیر علما وقال عبد اللہ بن علی بن عبد اللہ المدینی عن ابیہ فی حق محمد بن الحسن انہ صدوق (تنویر الحاسہ فی مناقب الائمۃ الثلاثۃ للمولوی محمد حسن مطبوعہ لاھور۔ منہ)

اور عبد الحکم نے کہا کہ میں نے امام شافعی کو سنا کہ فرماتے تھے۔ امام محمد کا بیان ہے کہ میں امام مالک کے دروازے پر تین سال رہا اور اُن سے سات سو سے زیادہ حدیثیں سُنیں۔ اور ربیع کا قول ہے کہ میں نے امام شافعی کو سنا کہ فرماتے تھے میں نے امام محمد سے ایک شتر بار علم حاصل کیا۔ اور عبد اللہ بن علی مدینی نے کہا کہ میرے والد امام محمد بن حسن کے حق میں فرماتے تھے کہ وہ بڑے سچے ہیں۔

اسی طرح ابو سعد سمعانی کتاب الانساب میں لکھتے ہیں۔

ھو ابو عبد اللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی نسبۃ ولاء الی شیبان بفتح الشین المعجمۃ قبیلۃ معروفۃ الکوفی صاحب الامام ابی حنیفۃ اصلہ من دمشق من اھل قریۃ یقال لھا حرستا بفتح الحاء المھملۃ وسکون الراء المھملۃ فولد محمد بواسط ونشأ بالکوفۃ وتلمذ لابی حنیفۃ وسمع الحدیث عن مسعر بن کدام وسفیان الثوری وعمرو بن دینار ومالک بن مغول والامام مالک بن انس والاوزاعی وربیعۃ بن صالح وبکیر والقاضی ابی یوسف وسکن بغداد وحدث بھا وروی عنہ الامام الشافعی محمد بن ادریس وابو سلیمان موسی بن سلیمان الجوزجانی

ابو عبد اللہ محمد بن حسن بن فرقد شیبانی منسوب بحیثیت ولاء طرف شیبان کی جو ایک مشہور قبیلہ ہے کوفہ کے رہنے والے شاگرد امام ابو حنیفہ رح کے۔ آپ کی اصل دمشق سے ہے ایک گاؤں کے رہنے والوں میں سے جسے حرستا کہتے تھے۔ امام محمد شہر واسط میں پیدا ہوئے اور کوفہ میں نشو و نما پایا اور امام ابو حنیفہ کے شاگرد بنے۔ اور مسعر بن کدام و سفیان ثوری و عمرو بن دینار و مالک بن مغول و امام مالک بن انس و اوزاعی و ربیعہ بن صالح و بکیر و قاضی ابو یوسف سے حدیث سنی اور بغداد میں سکونت اختیار کی اور وہاں حدیثیں روایت کیں۔ اور آپ سے امام شافعی محمد بن ادریس و ابو سلیمان موسے بن سلیمان جوزجانی

وهشام بن عبيد الله الرازي
وابو عبيد قاسم بن سلام وعلی
بن مسلم الطوسی وابو حفص
الکبیر وخلف بن ایوب
وکان الرشید ولاہ القضاء
بالرقة فصنف کتاباً مسمّی
بالرقیات ثم عزله و قدم بغداد
فلما خرج هارون الرشید الی
الری الخرجة الاولی امرہ
فخرج معه فمات بالری سنة
تسع و ثمانین و مائة وحکی
عنه انه قال مات ابی و
ترك ثلاثین الف درهم
فانفقت خمسة عشر الفاً
علی النحو والشعر وخمسة
عشر الفاً علی الحدیث والفقه
وقال الشافعی ما رأیت سمیناً
اخف روحاً من محمد بن الحسن
وقال ایضاً ما رأیت افصح منه
کنت اظن اذا رأیته یقرأ
القران کان القران ینزل
علی لغته وقال ایضاً ما رأیت
اعقل من محمد بن الحسن

وہشام بن عبید اللہ رازی و ابو عبید قاسم
بن سلام و علی بن مسلم طوسی و ابو حفص
کبیر و خلف بن ایوب نے حدیثیں روایت
کیں۔ اور خلیفہ رشید نے آپ کو رقہ میں
عہدۂ قضا پر مامور کر دیا تھا۔ پس آپ نے
ایک کتاب تصنیف کی جس کا نام رقیات
ہے۔ پھر رشید نے آپ کو معزول کر دیا
اور آپ بغداد میں آ گئے۔ جب ہارون
رشید پہلی دفعہ رے کو گیا۔ تو آپ بھی
اس کے حکم سے اُس کے ساتھ گئے۔ اور رے
میں ۱۸۹ھ میں وفات پائی۔ اور امام محمدؒ
سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میرے والد
تیس ہزار درہم چھوڑ مرے۔ پس میں نے
پندرہ ہزار تو نحو و شعر میں اور پندرہ ہزار
حدیث و فقہ میں خرچ کر دیئے۔ امام شافعی
نے فرمایا کہ میں نے امام محمدؒ بن حسن سے بڑھکر
کسی جسیم شخص کو سبک روح نہیں دیکھا
اور یہ بھی فرمایا کہ میں نے امام محمدؒ سے
زیادہ فصیح نہیں دیکھا۔ جب میں آپ کو
قرآن پڑھتے دیکھا کرتا۔ تو مجھے گمان ہوتا
کہ گویا قرآن آپ کی لغت کے موافق اُتر
رہا ہے۔ اور نیز فرمایا کہ میں نے امام محمد
بن حسن سے بڑھکر کسی کو
عاقل نہیں دیکھا

وروی عنه ان رجلاً سأله
عن مسئلة فاجابه فقال
له الرجل خالفك الفقهاء
فقال له الشافعی وهل رأیت
فقیها قط اللهم الا ان تکون
رأیت محمد بن الحسن ووقف
رجل علی المزنی فسأله عن
اهل العراق فقال ما تقول
فی ابی حنیفة فقال سیدهم
قال فابو یوسف قال اتبعهم
للحدیث قال فمحمد بن الحسن قال
اکثرهم تفریعا قال فزفر قال
احدهم قیاسا وروی عن
الشافعی انه قال ما ناظرت
احدا الا تغیر وجهه ما خلا
محمد بن الحسن ولو لم یعرف لسانهم
لحکمنا انهم من الملئکة محمد
فی فقهه والکسائی فی نحوه و
الاصمعی فی شعره وروی عن
احمد بن حنبل انه قال اذا کان
فی المسئلة قول ثلثة لم
یسمع مخالفتهم

روایت ہے کہ ایک شخص نے امام شافعی
سے ایک مسئلہ پوچھا۔ پس آپ نے اُسکا
جواب دیا۔ اُس شخص نے امام شافعی سے
کہا کہ اس مسئلے میں فقہاء آپ کے
خلاف ہیں۔ اس پر امام شافعی نے فرمایا
کیا تو نے کبھی سوائے امام محمد بن حسن
کے کوئی فقیہ دیکھا ہے ایک شخص نے
امام مزنی کے پاس جاکر اہل عراق کی بابت
پوچھا اور کہا۔ ابو حنیفہ کی نسبت آپکا
کیا خیال ہے۔ کہا وہ سردار ہیں اہل
عراق کے۔ پوچھا۔ ابو یوسف کا کیا حال
ہے۔ کہا۔ وہ انمیں سے حدیث کے
سب سے زیادہ تابع ہیں۔ پوچھا۔ محمد
بن حسن کا کیا حال ہے۔ کہا۔ وہ تفریع
مسائل میں سب سے زیادہ ہیں۔ پس
امام زفر کا حال پوچھا۔ کہا۔ وہ قیاس میں
سب سے تیز ہیں۔ روایت ہے کہ امام
شافعی نے فرمایا۔ سوائے امام محمد بن حسن
کے میں نے جس سے مناظرہ کیا اُس کا
چہرہ متغیر ہوگیا۔ اگر انکی بولی نہ پہچانی
جاتی۔ تو ہم حکم لگا دیتے کہ وہ فرشتے ہیں
امام محمد فقہ میں اور کسائی نحو میں اور اصمعی
شعر میں۔ روایت ہے کہ امام احمد بن
حنبل نے فرمایا کہ جب کسی مسئلے میں تینوں کا
قول ایک ہو۔ تو ان کی مخالفت قابل
سماعت نہیں

فقیل لہ من ھم قال ابوحنیفۃ وابویوسف ومحمد فابوحنیفۃ ابصرھم بالقیاس وابو یوسف ابصر الناس بالآثار ومحمد ابصر الناس بالعربیۃ (تنویر الحاسر۔ ص۵۴ تا ۵۶)	آپ سے پوچھا گیا کہ وہ کون ہیں۔فرمایا ابو حنیفہ اور ابو یوسف اور محمد۔ان میں سے امام ابوحنیفہ کو قیاس میں زیادہ بصیرت ہے امام ابو یوسف لوگوں میں سے حدیث شناس زیادہ ہیں اور امام محمد عربیت میں زیادہ مبصر ہیں۔

غرض میں کہانتک لکھتا چلا جاؤں۔ علامہ ذہبی نے تو مناقب امام محمدؒ میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جس کا ذکر آپ نے تذکرۃ الحفاظ میں کیا ہے۔

عبارت بالا سے امام محمدؒ کی ثقاہت کے علاوہ یہہ امر بھی ظاہر ہوا کہ آپؒ ایک بڑا فخر یہہ بھی حاصل ہے کہ امام شافعی آپ کے شاگرد ہیں۔اور امام شافعی خود اپنی شاگردی کا اعتراف یوں کرتے ہیں۔

وکان محمد بن الحسن جید المنزلۃ عند الخلیفۃ فاختلف الیہ و قلت ھو اولی من جھۃ الفقۃ فلزمتہ وکتبت عنہ وعرفت اقاویلھم (توالی التاسیس بمعالی ابن ادریس لابن حجر العسقلانی مطبوعہ مصر ص۶۹)	امام محمد خلیفہ رشید کے نزدیک اچھے رتبہ والے تھے۔پس میں اُنکے پاس جانے لگا اور میں نے سوچا کہ فقہ کے اعتبار سے وہ اولے ہیں۔اس لئے میں نے اُن کی صحبت کو لازم پکڑا۔اور اُنسے علم نقل کیا اور فقہاء کے اقوال سے واقف ہوگیا۔

نقول بالا سے یہ بھی ثابت ہے کہ امام محمدؒ نے امام مالک سے انکا موطا بالتمام سنا ہے۔امام محمد کا موطا وہی موطا امام مالک ہے مع الزیادات۔اور موطا امام مالک کی نسبت امام شافعی فرماتے ہیں۔ مافی الارض کتاب اکثر صوابا من موطا مالک۔یعنی موطا امام مالک سے بڑھکر روے زمین پر کوئی کتاب صحیح نہیں ہے (تذکرۃ الحفاظ۔مجلد اول۔ص۱۵۱)۔پس یہہ کس قدر نادانی ہے کہ امام محمدؒ پر یوں طعن کیا جائے کہ انہوں نے ایک موطا بھی لکھ ماری ہے۔غیر مقلدین کے ہاں احادیث نبویہ علے صاحبہا الصلوۃ والسلام کی بھی تعظیم ہے۔العیاذ باللہ

بنارسی نے اپنی ہیٹی نی کو امام صاحب کے شاگردوں تک محدود رکھاہے اور شاگردوں کے شاگردوں کا ذکر نہیں کیا۔ شاید اس وجہ سے کہ انمیں تو امام بخاریؒ بھی آجاتے۔ مگر اہل انصاف تو اب بھی سمجھتے ہیں کہ امام محمدؒ پر جرح کرنا امام بخاریؒ پر جرح کرنا ہے۔

قال البنارسی

لیکن امام صاحب کا ایک مزیدار حال اور سنئے۔ امام صاحب علاوہ اس کے کہ ضعیف تھے مرجیہ بھی تھے اور مرجیہ کے بارے میں ترمذی میں بروایت ابن عباس مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا صنفان من امتی لیس لهما فی الاسلام نصیب المرجیة والقدریة۔ یعنی مرجیہ اور قدریہ اسلام سے خارج ہیں۔ (مطلب یہہ ہے کہ مسلمان نہیں)۔ اب سنئے ثبوت ابن قتیبہ دینوری نے کتاب المعارف میں فہرست اسماء مرجیہ کی یوں لکھی ہے۔ (۱) ابراہیم التیمی۔ (۲) عمرو بن مرہ (۳) ابو ذر ہمدانی (۴) طلق بن حبیب (۵) عبد العزیز بن ابی رواد (۶) ابنہ عبد المجید۔ (۷) خارجہ بن مصعب (۸) عمرو بن قیس الماجر (۹) ابو معاویہ الضریر (۱۰) یحیی بن زکریا (۱۱) ابن ابی زائدہ (۱۲) محمد بن السائب (۱۳) مسعر بن کدام (۱۴) حماد بن ابی سلیمان (۱۵) ابو حنیفۃ الفقیہ (۱۶) ابو یوسف صاحب الرای (۱۷) محمد بن حسن انتہے۔

اس میں حماد بن ابی سلیمان امام صاحب کے اُستاد ہیں اور امام صاحب بھی خود موجود ہیں۔ اور ابو یوسف اور محمد بن حسن امام صاحب کے شاگرد ہیں۔ چاروں کے چاروں مرجیہ۔ اور مرجیہ کی بابت حدیث اوپر سنائی گئی۔ یہہ لطف پر لطف ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ حضرت پیران پیر شیخ عبد القادر جیلانی نے تمام حنفیہ کو مرجیہ لکھاہے دیکھو غنیۃ الطالبین ص۲۲۲۔

اب تمام حنفیوں کی بابت یہہ کہنا بیجا نہ ہوگا لیس لهم فی الاسلام نصیب کما ورد فی الحدیث فافهموا ولا تعجلوا۔ ص۱۵-۱۶

قال الرافضی

ابن قتیبہ دینوری کہ از اعاظم ثقات اہلسنت وعمدہ ترین معتبرین ایشان است

ابو یوسف را مع استاد اعظمش یعنی ابو حنیفہ و استاد استادش یعنی حماد با رفیقش یعنی محمد بن الحسن مرجی قرار مے دہد و مجموعۂ ایں اساتذہ و تلامذہ در یک رسن بستہ بسوے دار البوار مے فرستد۔ چنانچہ در کتاب معارف کہ بعنایت ایزد متعال نسخہ متعارف آں پیش ایں تشتت البال حاضر است میفرماید۔ اسماء المرجئۃ الفقیہ عبد العزیز بن ابی رواد ابنہ عبد المجید خارجہ بن مصعب عمر بن قیس الماصر ابو معاویۃ الضریر یحیی بن زکریا بن ابی زائدہ ابو یوسف صاحب الرای محمد بن الحسن محمد بن السائب مسعر بن کدام انتہے۔ استقصاء۔ ص ۲۲۴۔ واز ہمیں جا است کہ عارف ربانی و قطب صمدانی شیخ عبد القادر جیلانی در کتاب غنیۃ ابو حنیفہ را مرجی گفتہ حضرات حنفیہ را ہم مرجئۃ قرار دادہ بمقتضاے حدیث صنفان من امتی لیس لھما من الاسلام نصیب احدھما مرجی والآخر قدری کما رواہ الترمذی امام اعظم واتباعش را از اسلام خارج فرمودہ۔ استقصاء۔ ص ۲۲۳ ملخصاً

اقول

امام صاحب سے پہلے حضرت عثمان و علی رضی اللہ عنہما بھی اسی اتہام کا نشانہ بن چکے تھے۔ چنانچہ علامہ ذہبی نے صحیح بخاری کے ایک راوی محارب بن دثار کے ترجمہ میں لکھا ہے۔ وقال ابن سعد لا یحتجون بہ کان ممن یرجئ علیاً و عثمان ولا یشہد علیہما بایمان ولا کفر (میزان الاعتدال۔ مجلد ثالث۔ ص ۹)۔ یعنی ابن سعد[1] نے کہا کہ لوگ محارب بن دثار کے ساتھ احتجاج نہیں کرتے۔ وہ منجملہ انکے تھا جو حضرت علی و عثمان کو مرجئہ کہتے تھے اور نہ اُن کے ایمان کی شہادت دیتے تھے اور نہ کفر کی انتہے۔ امام صاحب کا اس اتہام سے بری ہونا خود اُن کی تصانیف سے ظاہر ہے۔ آپ فقہ اکبر میں یوں

---

[1] ابن سعد کے الفاظ یہ ہیں۔ ولہ احادیث ولا یحتجون بہ وکان من المرجئۃ الاولی الذین کانوا یرجون علیاً و عثمان ولا یشہدون بایمان ولا کفر۔ (طبقات ابن سعد مطبوعہ جرمنی۔ جزء سادس۔ ص ۲۱۲)۔

التحریر فرماتے ہیں۔

ولا نقول ان المومن لا تضرہ الذنوب ولا نقول انہ لا یدخل النار ولا نقول انہ یخلد فیہا وان کان فاسقا بعد ان یخرج من الدنیا مؤمنًا ولا نقول ان حسناتنا مقبولۃ وسیئاتنا مغفورۃ کقول المرجئۃ

ہمارا یہہ عقیدہ نہیں کہ مومن کو گناہ مضر نہیں اور نہ یہہ کہ گنہگار مومن دوزخ میں داخل نہ ہوگا۔ اور نہ ہمارا عقیدہ ہے کہ مومن خواہ فاسق ہو دوزخ میں ہمیشہ رہے گا بعد اسکے کہ دنیا سے مومن گیا ہو اور نہ ہمارا یہہ عقیدہ ہے کہ مومن کی نیکیاں مقبول ہیں۔ اور اُس کی بُرائیاں معاف کی گئی ہیں۔ جیساکہ مرجیۂ کا قول ہے۔

اب سوال یہہ ہے کہ امام صاحب پر یہہ اتہام کس طرح لگایا گیا۔ اور ابن قتیبہ تک کیونکر پہنچا۔ امام محمد بن عبد الکریم شہرستانی شافعی (متوفی ۵۴۸ھ) اپنی کتاب ملل و نحل [1] (مطبوعہ مطبع عثمانیہ۔ جزء اول۔ صـ۷۹) میں مرجئہ کے فرقوں کے ذکر میں لکھتے ہیں۔

الغسانیۃ اصحاب غسان الکوفی زعم ان الایمان ھو المعرفۃ باللہ تعالی و برسولہ والاقرار بما انزل اللہ مما جاء بہ الرسول فی الجملۃ دون التفصیل و الایمان یزید ولا ینقص۔

غسانیہ اصحاب ہیں غسان کوفی کے غسان کا خیال تھا کہ ایمان پہچاننا اللہ و رسول کا ہے اور اقرار کرنا اجمال کے طور پر نہ کہ تفصیل کے طور پر ساتھ اُس کے جو جناب رسالتمآب اللہ کی طرف سے لائے اور ایمان زیادہ ہوتا ہے اور گھٹتا نہیں۔

[1] امام شہرستانی اپنی بے تعصبی کا اظہار اس کتاب کے مقدمہ صـ۵ میں بدیں الفاظ کرتے ہیں۔ و شرطی علے نفسی ان اورد مذھب کل فرقۃ علی ما وجدتہ فی کتبھم من غیر تعصب لھم۔ یعنی میں نے اپنے اوپر یہہ شرط کرلی ہے کہ ہر ایک فرقہ کا مذہب بغیر کسی تعصب کے ذکر کروں جیسا کہ میں نے اُس فرقہ کی کتابوں میں پایا۔ ۱۲

وزعم ان قائلا لو قال اعلم ان الله قد حرم اكل الخنزير ولا ادري هل الخنزير الذي حرمه هذه الشاة ام غيرها كان مومنا ولو قال ان الله قد فرض الحج الى الكعبة غير اني لا ادري اين الكعبة ولعلها بالهند كان مومنا ومقصوده ان امثال هذه الاعتقادات امور وراء الايمان لا انه كان شاكا في هذه الامور فان عاقلاً لا يستجيز من عقله ان يشك في ان الكعبة الى اي جهة وان الفرق بين الخنزير والشاة ظاهر ومن العجب ان غسان كان يحكي عن ابي حنيفة رحمه الله مثل مذهبه ويعده من المرجئة ولعله كذب ولعمري كان يقال لابي حنيفة واصحابه مرجئة السنة

اور اُس کا خیال تھا کہ اگر کوئی شخص کہے میں جانتا ہوں کہ اللہ نے سور کا کھانا حرام کر دیا ہے۔ مگر میں نہیں جانتا کہ وہ سور جسے حرام کیا ہے یہ بکری ہے یا اِس کے سوا اور۔ تو وہ مومن ہو گا۔ اور اگر کہے کہ اللہ نے کعبہ کا حج فرض کیا ہے مگر میں نہیں جانتا کہ کعبہ کہاں ہے۔ شائد وہ ہند میں ہے۔ تو وہ مومن ہے۔ غسان کا مقصود یہ ہے کہ اس طرح کے اعتقادات خارج از ایمان ہیں۔ نہ یہ کہ وہ ان امور میں شک کرتا تھا۔ کیونکہ کوئی عقلمند اپنی عقل سے جائز نہیں سمجھتا کہ اس امر میں شک کرے کہ کعبہ کس طرف کو ہے۔ اور سور اور بکری میں فرق ظاہر ہے۔ اور تعجب یہ ہے کہ غسان امام ابو حنیفہ رح سے اپنے مذہب کی مثل نقل کرتا تھا اور امام صاحب کو مرجئہ میں سے سمجھتا تھا۔ شائد یہ جھوٹ ہے۔ مجھے اپنی زندگی کی قسم ہے کہ امام ابو حنیفہ اور آپکے شاگردوں کو مرجئہ سنت[1] کہا جاتا تھا۔

[1] اس سے ظاہر ہے کہ امام صاحب اور آپ کے اصحاب کے علاوہ دیگر اہل سنت و جماعت کی طرف بھی ارجاء کی نسبت کی جاتی تھی۔ چنانچہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی شرح سفر السعادت مطبوعہ نولکشور صفحہ ۵۰۹ میں لکھتے ہیں۔ وبعض از علماے اہل اعتزال ارجا را باہل سنت و جماعت نسبت کنند کہ جانب مغفرت و امید واری را رعایت مینمائند ومیگویند۔ اگر خدا خواہد ہمہ گناہان را بہ بخشد اگر چہ مقرون بتوبہ نبود و فاسق مخلد در نار نبود و این محض تعصب و مکابرہ است اچہ ارجا آنست کہ مواخذہ و عقاب را اصلا راہ ندہند وبدان قائل نباشند و گویند کہ معصیت با وجود ایمان اصلا ضرر ندارد و آنچہ اہل سنت و جماعت میگویند نظر بمشیت و ارادت حق است کہ یغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء و عذاب را برائے عصاۃ اثبات مے کنند و از ضرر آن خائف میباشند ولیکن الایمان بین الخوف و الرجاء انتہی۔

ویعدّہ کثیر من اصحاب المقالات من جملۃ المرجئۃ ولعل السبب فیہ انہ لما کان یقول الایمان ھو التصدیق بالقلب وھو لا یزید ولا ینقص ظنوا بہ انہ یؤخر العمل عن الایمان و الرجل مع تحرجہ فی العمل کیف یفتی بترک العمل ولہ سبب اٰخر وھو انہ کان یخالف القدریۃ والمعتزلۃ الذین ظھروا فی الصدر الاوّل

اور بہت سے اصحاب مقالات نے امام ابوحنیفہ رض کو مرجیہ میں سے شمار کیا ہے۔ شاید اس کا سبب یہہ ہے کہ چونکہ امام صاحب قائل تھے کہ ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے اور وہ کم و بیش نہیں ہوتا۔ اسلئے اُنھوں نے گمان کیا کہ آپ عمل کو ایمان سے موخر کرتے ہیں۔ حالانکہ آپ عمل میں اپنے مبالغہ و اجتہاد کے باوجود کس طرح ترک عمل کا فتوےٰ دے سکتے تھے۔ اور اس کا ایک اور سبب ہے اور وہ یہہ ہے کہ امام صاحب اُن قدریہ و معتزلہ کی مخالفت بسلہ کرتے تھے جو صدر اوّل میں

لمہ علامہ عبدالعزیز بخاری (متوفی ۷۳۰ھ) نے امام فخرالاسلام ابوالحسن علی بن محمد بن حسین بزدوی (متوفی ۴۸۲ھ) کے قول وکان فی علم الاصول اماماً صادقاً کے تحت میں بحوالہ مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان للامام ظہیرالدین المرغینانی یوں لکھا ہے۔ ومما یدل علی تبحرہ فیہ ما روی یحیی بن شیبان عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ انہ قال کنت رجلاً اعطیت جدلاً فی الکلام فمضی دھر فیہ اتردد وبہ اخاصم وعنہ اناضل وکان الکثراصحاب الخصومات بالبصرۃ فدخلتہا نیفا وعشرین مرۃ اقیم سنۃ واقل و الکثر وکنت قد نازعت طبقات الخوارج من الاباضیۃ وغیرھم وطبقات المعتزلۃ وسائر طبقات اھل الاھواء وکنت بحمد اللہ اغلبہم واقہرھم ولم یکن فی طبقات اھل الاھواء احد اجدل من المعتزلۃ لان ظاھر کلامہم مموہ بقبلۃ القلوب وکنت ازیل تمویھہم بمبادی الکلام واما الروافض واھل الارجاء الذین یخالفون الحق فکانوا بالکوفۃ الکثر وکنت قہرتہم بحمد اللہ ایضاً (کشف الاسرار علی اصول البزدوی جلد اول۔ صفحہ ۹)۔ ترجمہ۔ علم کلام میں امام صاحب کے تبحر کی ایک دلیل یہہ ہے کہ یحیےٰ بن شیبان نے روایت کی کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ خدا نے مجھ کو کلام میں خصومت کی قدرت عطا کی تھی۔ پس ایک زمانہ گذر گیا۔ میں کلام میں متردد تھا اور اسی کے ساتھ مخاصمت کرتا

والمعتزلة كانوا يلقبون كل من
خالفهم في القدر مرجئاً
وكذلك الوعيدية من
الخوارج فلا يبعد ان اللقب
انما لزمه من فريقي
المعتزلة والخوارج
والله اعلم

ظاہر ہوئے۔ اور معتزلہ ہر ایک شخص کو جو
قدر میں اُنکی مخالفت کرتا تھا مرجی کہتے تھے۔
اسی طرح خوارج میں سے وعیدیہ اپنے
مخالف کو مرجی کہتے تھے۔ پس بعید نہیں کہ
یہہ لقب امام صاحب پر معتزلہ و خوارج
ہر دو فریق کی طرف سے چسپان ہو گیا ہو
واللہ اعلم۔

اسی طرح شرح مواقف (مطبوعہ استنبول۔ جلد ثالث۔ صـ۲۹۳) میں لکھا ہے۔

(الغسانية اصحاب غسان الكوفي
قالوا الايمان) هو (المعرفة بالله
ورسوله بما جاء من عنده
اجمالاً) لا تفصيلاً (وهو) اى
الايمان (يزيد ولا ينقص و
ذلك) الاجمال (مثل ان يقول
وقد فرض) الله (الحج ولا
ادري) اين الكعبة -

غسانیہ اصحاب ہیں غسان کوفی کے۔ وہ
کہتے تھے کہ ایمان معرفت ہے اللہ کی اور
اللہ کے رسول کی ساتھ اس کے جو آپ لائے
اللہ کے ہاں سے اجمال کے طور پر نہ کہ
تفصیل کے طور پر۔ اور ایمان بڑھتا ہے
اور گھٹتا نہیں۔ اور وہ اجمال یہہ ہے کہ مثلاً
کوئی شخص یوں کہے۔ کہ اللہ نے حج فرض کر دیا
ہے۔ اور میں نہیں جانتا کہ کعبہ کہاں ہے۔

تھا اور اسی کی حمایت کرتا تھا۔ اور اکثر اصحاب خصومات بصرہ میں تھے اس لئے کچھ اوپر بیس دفعہ میں
وہاں گیا۔ ایک سال یا کم و بیش وہاں قیام کرتا تھا اور اباضیہ وغیرہ خوارج کے فرقوں اور معتزلہ
کے فرقوں اور اہل بدعت کے باقی فرقوں کے ساتھ مناظرہ کرتا۔ اور بحمد اللہ میں اُن پر غالب
آجاتا اور اُن کو مغلوب کر لیتا۔ اور اہل بدعت کے فرقوں میں معتزلہ سے بڑھکر کوئی فرقہ
جھگڑنے والا نہ تھا۔ کیونکہ اُن کا ظاہر کلام دلوں کے جادو کے ساتھ ملمع کیا ہوا ہوتا تھا اور میں
اصول کلام سے اُنکی ملمع کاری کو زائل کر دیتا تھا۔ روافض اور مرجئہ جو حق کی مخالفت کرتے
تھے وہ توکوفہ میں کثرت سے تھے۔ اور بحمد اللہ میں اُن کو بھی مغلوب کر لیتا تھا انتہے۔

ولعلها بغير مكة وبعث محمداً ولا
ادري اهو الذي بالمدينة ام
غيره وحرم الخنزير ولا ادري
اهو هذه الشاة ام غيرها
فان القائل بهذه المقالات
مومن ومقصودهم بما ذكروه
ان هذه الامور ليست
داخلة في حقيقة الايمان
والا فلا شبهة في ان
عاقلا لا يشك فيها
(وغسان كان يحكيه) اى القول
بما ذهب اليه (عن ابي حنيفة
ويعده من المرجئة (وهو
افتراء) عليه قصد به غسان
ترويج مذهبه بموافقة رجل
كبير مشهور وقال الآمدي
ومع هذا فاصحاب المقالات
قدعدوا اباحنيفة واصحابه
من مرجئة اهل السنة ولعل
ذلك لان المعتزلة في الصدر الاول
كانوا يلقبون من خالفهم في القدر
مرجئا اولانه لما قال الايمان
هو التصديق ولا يزيد ولا ينقص
ظن به الارجاء بتاخير
العمل عن الايمان
وليس كذالك اذ عرف
منه المبالغة في العمل
والاجتهاد فيه -

شاید وہ مکہ کے سوا کسی اور جگہ ہے۔ اور
اللہ نے حضرت محمدؐ کو مبعوث کیا ہے۔ اور
میں نہیں جانتا کہ آپ وہی ہیں جو مدینہ
میں ہیں یا کوئی اور۔ اور اللہ نے سور کو
حرام کر دیا اور میں نہیں جانتا کہ وہ یہہ
بکری ہے یا کوئی اور چار پایہ۔ پس ان
اقوال کا قائل مومن ہے اور غسانیہ کا مقصود
ان اقوال سے یہہ ہے کہ یہہ امور حقیقت ایمان
میں داخل نہیں۔ ورنہ اس میں کوئی شبہہ
نہیں کہ عقلمند ان امور میں شک نہیں کرتا۔ اور
غسان اپنے اس قول کو امام ابو حنیفہ سے نقل
کرتا تھا اور آپ کو مرجئہ سے شمار کرتا تھا۔ مگر
یہہ آپ پر افترا ہے۔ اس سے غسان کا مقصود
یہہ تھا کہ ایک بڑے مشہور شخص کی موافقت سے
اپنے مذہب کو رواج دے۔ آمدی (متوفی ۶۳۱ھ)
نے (ابکار الافکار میں) کہا کہ باینہمہ اصحاب مقالات
نے امام ابو حنیفہ اور آپکے اصحاب کو مرجئہ
اہل سنت میں شمار کیا ہے۔ شاید اس کا سبب
یہہ ہے کہ معتزلہ صدر اول میں ان اشخاص کو
جو قدر میں انکی مخالفت کرتے تھے۔ مرجئہ کے
لقب سے پکارتے تھے۔ یا اس کا سبب یہہ ہے کہ
چونکہ امام صاحب قائل ہیں کہ ایمان تصدیق کا نام
ہے اور وہ کم و بیش نہیں ہوتا۔ اس لئے عمل
کو ایمان سے موخر کرنے کیوجہ سے آپ پر ارجا
کا گمان کیا گیا۔ حالانکہ ایسا نہیں کیونکہ
امام صاحب کا عمل و عبادت میں مبالغہ و
اجتہاد مشہور ہے۔

علامہ سید محمد مرتضیٰ (متوفی ۱۲۰۵ھ) عقود الجواہر المنیفہ (مطبوعہ قسطنطنیہ۔ جزء اول۔ ص۱) میں تحریر فرماتے ہیں۔

واما نسبة الارجاء الیه فغیر صحیح فان اصحاب الامام کلهم علی خلاف رأی اصحاب الارجاء فلو کان ابو حنیفة مرجئا لکان اصحابه علی رأیه وهم الآن موجودون علی خلاف ذلك واذا اجمع الناس علی امر وخالفهم واحدا واثنان لم یلتفت الی قوله ولم یصدق فی دعواه حتی ان الصلٰوة عند ابی حنیفة خلف المرجئة لا تجوز ومن اجمع الامة علی انه احد الائمة الاربعة المجمع علیهم لا یقدح فیه قول من لا یعرفه الا بعض المحدثین۔

امام صاحب کی طرف ارجاء کی نسبت صحیح نہیں۔ کیونکہ امام صاحب کے سب اصحاب مرجئہ کی رائے کے خلاف ہیں پس اگر امام ابو حنیفہ مرجی ہوتے۔ تو آپ کے اصحاب بے شک آپ کی رائے پر ہوتے۔ حالانکہ وہ اب تک اس کے خلاف پر موجود ہیں۔ اور جب لوگ کسی امر پر متفق ہوں اور ایک یا دو اُنکے مخالف ہوں۔ تو اُس ایک یا دو کے قول کی طرف التفات نہ کی جائیگی اور اُسے اپنے دعوے میں سچا نہ سمجھا جائیگا۔ یہانتک کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک مرجئہ کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ امت کا اس امر پر اجماع ہے کہ امام ابو حنیفہ اُن ائمہ اربعہ میں سے ہیں جن پر سب کا اتفاق ہے لہذا آپ میں ایسے شخص کا قول قادح نہ ہوگا جسکو سوائے بعض محدثین کے کوئی اور نہ جانتا ہو۔

بیان بالا سے ظاہر ہے کہ ارجاء کی نسبت امام صاحب اور آپ کے اصحاب کی طرف محض افترا ہے۔ جس کا بانی خواہ غسان ہو یا معتزلہ یا کوئی اور۔ نواب صدیق حسن بھوپالی نے اتحاف النبلا میں لکھا ہے کہ ہم نے تلاش کر کے یہہ بات معلوم کی کہ امام الائمہ محمد بن اسماعیل بخاری نے امام ابو حنیفہ کو کتاب الضعفاء[1] میں یوں ذکر کیا ہے۔

[1] امام بخاری کی ضعفاء صغیر مطبوعہ انوار احمدی الہ آباد میں تو امام ابو حنیفہ کی نسبت کچھ مذکور نہیں۔ شاید ضعفاء کبیر میں یہہ عبارت ہو۔ ۱۲

نعمان بن ثابت الكوفي روى عنه عباد بن العوام وابن المبارك وهشيم ووكيع ومسلم بن خالد وابو معاويه والمقرى وكان مرجئا سكتوا عن روايته وعن حديثه (تنوير الحاسه فى مناقب الائمة الثلاثة - ص۱۳)

نعمان بن ثابت کوفی۔ روایت کی آپ سے عباد بن عوام وابن مبارک وہشیم ووکیع ومسلم بن خالد وابو معاویہ ومقری نے۔ اور تھے آپ مرجی۔ سکوت کیا ہے لوگوں نے آپ کی روایت سے اور آپ کی حدیث سے۔

امام بخاری نے کتاب الضعفاء میں جو امام صاحب کی نسبت لکھا ہے وہ خود امام بخاری کے قاعدے کے موافق غلط ہے کیونکہ صحیح بخاری میں مرجئہ کی روایات سے حدیثیں موجود ہیں جیسا کہ عنقریب بیان کیا جائے گا۔ بنارسی نے جو تکفیر کا فتوے دیا ہے۔ اُس کا وہ قیامت کے دن جواب دہ ہوگا۔

بنارسی نے فہرست مرجئہ تو نقل کر دی اور خوش ہوگیا کہ اس میں امام صاحب وصاحبین اور حماد بن ابی سلیمان موجود ہیں۔ مگر ان کے علاوہ جو اور نام ہیں اُن پر بالکل غور نہیں کی۔ لہذا ہم انکو مع مختصر حالات (دیکھو خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال اور کتاب الجمع بین رجال الصحیحین لابن القیسرانی الشیبانی) یہاں لکھتے ہیں۔

(۱) ابراہیم تیمی صحیح بخاری کے راویوں میں سے ہیں۔ (صحیح بخاری۔ باب ظلم دون ظلم) تمام صحاح ستہ میں ان کی روایت سے حدیثیں موجود ہیں۔

(۲) عمرو بن مرہ۔ صحیح بخاری کے راویوں میں سے ہیں (صحیح بخاری۔ باب علامۃ حب اللہ عزوجل)۔ تمام صحاح ستہ میں ان کی روایت سے حدیثیں موجود ہیں۔

(۳) ذر ہمدانی۔ صحیح بخاری کے راویوں میں سے ہیں (صحیح بخاری۔ باب المتیمم هل ينفخ فيهما)۔ تمام صحاح ستہ میں ان کی روایت سے حدیثیں موجود ہیں۔

(۴) طلق بن حبیب۔ ادب مفرد للبخاری کے راویوں میں سے ہیں۔ صحیح بخاری کے سوا باقی صحاح ستہ میں ان کی روایت موجود ہے۔

(۵) عبد العزیز بن ابی رواد۔ صحیح بخاری میں انسے تعلیقاً روایت موجود ہے۔ مسلم کے سوا باقی ائمہ اربعہ نے ان سے روایت کی ہے۔

(۶) عبد المجید بن عبد العزیز بن ابی رواد۔ مسلم اور ائمہ اربعہ نے انسے روایت کی ہے۔

(۷) خارجہ بن مصعب - ترمذی اور ابن ماجہ کے راویوں میں سے ہیں۔
(۸) عمر بن قیس الماصر - امام ثوری کے اُستاد اور ادب مفرد للبخاری کے راویوں میں سے ہیں
(۹) ابو معاویہ ضریر - امام بخاری کے اُستاد کے اُستاد ہیں - تمام صحاح ستہ میں ان سے روایت موجود ہے -
(۱۰) یحیےٰ بن زکریا بن ابی زائدہ - ابن مدینی کے استاد اور امام بخاری کے استاد کے اُستاد ہیں - تمام صحاح ستہ میں انسے روایت موجود ہے -
(۱۱) محمد بن السائب - صحیح ترمذی کے راویوں میں سے ہیں -
(۱۲) مسعر بن کدام - امام بخاری کے استاد کے استاد ہیں - (صحیح بخاری - باب الوضوء بالمد) بلکہ تمام صحاح ستہ میں انسے روایت موجود ہے - اب ہم بنارسی سے پوچھتے ہیں کہ چار کی نسبت تو آپ نے نعوذ باللہ تکفیر کا فتوےٰ دے دیا - باقی بارہ کی نسبت جو اُسی فہرست میں شامل ہیں کیا فتوےٰ دیتے ہیں - اور یہ بھی بتائیے کہ امام بخاری اور دیگر ائمہ جنہوں نے اِنکی روایت کو صحیح سمجھ کر صحاح میں درج کر دیا انکا کیا حکم ہے اور صحاح ستہ کا اعتبار کہاں تک رہا - فافھموا ولا تعجلوا -
بنارسی نے جو غنیۃ الطالبین کا حوالہ بقید صفحہ دیا ہے - وہ غنیہ مترجم بہ ترجمہ فارسی مولوی عبد الحکیم سیالکوٹی مطبوعۂ لاہور سے ہے - اُس نے صرف حنفیہ کا نام مرجئۂ کے فرقوں میں دیکھ کر لکھ دیا کہ حضرت پیران پیر نے تمام حنفیہ کو مرجئۂ لکھا ہے - اُسے چاہئے تھا کہ حنفیہ کی تشریح بھی جو اُسی کتاب میں صنہ۲۲۳ پر درج ہے دیکھ لیتا - اور وہ یہ ہے - واما الحنفیۃ فہم بعض اصحاب ابی حنیفۃ النعمان بن ثابت زعموا ان الایمان ھو المعرفۃ والاقرار باللہ ورسولہ وبما جاء من عندہٗ جملۃ علی ما ذکرہ البرھوتی فی کتاب الشجرۃ - یعنی حنفیہ امام

علہ بنارسی غلطی سے اسے دو نام علیحدہ علیحدہ سمجھا ہے ۱۲ +

ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کے بعض اصحاب ہیں جنہوں نے گمان کیا کہ ایمان اللہ و رسول کی معرفت اور زبان سے انکا اقرار کرنا اور رسول جو کچھ اللہ کے ہاں سے لائے اس کا اقرار کرنا ہے بر سبیل اجمال جیسا کہ برہوتی نے کتاب الشجرہ میں ذکر کیا ہے انتہے۔

تشریح بالا سے ظاہر ہے کہ حنفیہ اہل سنت اور حنفیہ مرجیہ کے عقائد میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ حنفیہ اہلسنت کے نزدیک ایمان کی تعریف یہہ ہے۔ والایمان ھو الاقرار والتصدیق (فقہ اکبر) یعنی ایمان زبان سے اقرار کرنا اور دل سے تصدیق کرنا ہے انتہے۔ مگر حنفیہ مرجیہ کے نزدیک ایمان کا ایک رکن معرفت ہے۔ اور تصدیق و معرفت میں بڑا فرق ہے۔ چنانچہ شیخ زین الدین قاسم حنفی ہر دو کا فرق یوں بیان فرماتے ہیں۔

والمعرفۃ غیر التصدیق فانّ ضدّ التصدیق ھو التکذیب وضدّ المعرفۃ ھو النکرۃ والجھالۃ ولیس کل من جھل شیئًا کذب بہ ولا من عرف شیئًا صدق بہ فانّ اھل الکتاب عرفوا رسالۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وانکروا رسالتہ قال اللہ تعالٰی الذین اتینا ھم الکتاب یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم ونحن لا نعرف احاد الانبیاء والملائکۃ باعیانھم ونصدق بوجودھم

اور معرفت مغائر ہے تصدیق کے۔ کیونکہ تصدیق کی ضد تکذیب اور معرفت کی ضد ناشناختگی اور جہالت ہے۔ یہہ ضروری نہیں کہ ہر وہ شخص جو کسی شے سے جاہل ہو وہ اس کی تکذیب بھی کرے۔ اور نہ یہہ ضروری ہے کہ جس شخص کو کسی چیز کی معرفت حاصل ہو وہ اُس کی تصدیق بھی کرے۔ چنانچہ اہل کتاب کو حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی معرفت حاصل تھی۔ مگر اُنہوں نے حضور کی رسالت سے انکار کر دیا۔ اللہ تعالٰے فرماتا ہے کہ جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی (یعنی یہود و نصاریٰ) وہ حضرت کو پہچانتے ہیں جیسا کہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ اور ہم آحاد انبیاء و ملائکہ کو بر سبیل تعیین نہیں پہچانتے۔ مگر ان کے وجود کی تصدیق کرتے ہیں۔

فثبت المغائرة بین المعرفۃ و التصدیق (خاتمہ حاشیہ مسائرہ مطبوعہ مصر۔ صث)۔	پس معرفت و تصدیق کے درمیان مغائرت ثابت ہوگئی۔

و دیگر ائمہ حنفیہ مرجئہ ایمان میں اجمال کو کافی سمجھتے ہیں۔ مگر حنفیہ اہل سنت کے نزدیک اجمال و تفصیل دونو کا اعتبار ہے۔ چنانچہ کتاب مسامرہ مصری صث میں ہے۔ و یکفی الاجمال فیما یلاحظ اجمالاً کالایمان بالملئکۃ والکتب والرسل و یشترط التفصیل فیما یلاحظ تفصیلاً کجبریل و میکائیل و موسیٰ و عیسیٰ والتوریۃ والانجیل حتی ان من لم یصدق بواحد معین منہا فہو کافر۔ ترجمہ۔ اور اجمال کافی ہے ان امور میں جن میں اجمال کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ جیسا کہ ملائکہ۔ کتب آسمانی اور حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ اور تفصیل شرط ہے ان امور میں جن میں تفصیل کا لحاظ رکھا گیا ہے جیسا کہ حضرت جبرئیل و میکائیل اور حضرت موسیٰ و عیسیٰ اور تورات و انجیل یہانتک کہ جس شخص نے ان میں سے کسی معین کی تصدیق نہ کی وہ کافر ہے انتہےٰ تقریر بالا سے واضح ہوگیا کہ جو شخص یہہ کہتا ہے کہ حضور غوث پاک قطب الاقطاب سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی نے تمام حنفیہ کو یا سیدنا امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو مرجئہ کہا ہے وہ بالکل جاہل و نادان و خطا کار ہے۔ حضور نے تو صرف بعض اصحاب امام کو جن کا عقیدہ حنفیہ کرام کے عقیدہ سے بالکل مختلف ہے بنا بر قول برہوتی مرجئہ کہا ہے۔ اور برہوتی اور کتاب الشجرہ ہر دو غیر معروف ہیں۔ فافہم۔

قال البنارسی

اب بالتصریح امام صاحب کے استادوں کی نسبت سنئے۔ امام صاحب کے مشہور اُستاد دو ہیں۔ (۱) حماد بن ابی سلیمان (۲) سلیمان بن مہران الکاہلی کوفی اعمش۔ حماد کی بابت تقریب التہذیب ص۶۴ میں لکھا ہے۔ رمی بالارجاء

ملہ اس کے معنے نہیں کہ حماد مرجی تھے۔ بلکہ یہہ کہ اُن پر ارجاء کا اتہام لگایا گیا ہے۔ خواہ وہ اتہام صحیح ہو یا غلط۔ فافہم۔

اور میزان الاعتدال جلد اول صفحہ ۲ میں ہے تکلم فیہ بالارجاء دونوں عبارتوں کا ماحصل یہہ ہوا کہ حماد مرجئہ تھے - اب سنو اعمش کی بابت جو دوسرے استاد امام صاحب کے ہیں - میزان الاعتدال جلد اول صفحہ ۳ میں ہے
قال ابن المبارك انما افسد حديث اهل الكوفة ابو اسحق و الاعمش و قال احمد فى حديث الاعمش اضطراب كثير و قال ابن المدينى الاعمش كان كثير الوهم انتهى ملخصًا یعنی عبداللہ بن مبارک نے کہا کہ کوفہ والوں کی حدیث کو ابواسحاق اور اعمش نے خراب کر دیا - اور امام احمد نے کہا کہ اعمش کی حدیث میں کچاپن بہت ہے - اور علی بن مدینی نے کہا کہ اعمش کی روایت میں وہم بہت ہوتا تھا - یہہ لو - سن لو صاحب! اب دیکھو امام صاحب کے اُستاد کے اُستاد کی بابت یعنی ابراہیم نخعی جو حماد اور اعمش دونوں کے اُستاد ہیں - خود اعمش انکے شاگرد کہتے ہیں ما رأيت احدا روى بحديث لم يسمعه من ابراهيم انتهى - یعنی میں نے ابراہیم ہی کو ایسا دیکھا ہے کہ بے سُنی حدیثوں کو روایت کرتا ہے - امام ذہبی کہتے ہیں كان لا يحكم العربية یعنی ابراہیم نخعی کو عربی کا علم اچھا نہ تھا - شعبی نے کہا ذاك الذى يروى عن مسروق و لم يسمع منه شيئًا - یعنی یہہ ابراہیم ایسے شخص ہیں کہ مسروق سے روایت کرتے ہیں - حالانکہ مسروق سے کچھ سُنا ہی نہیں - صفحہ ۱۶

اقول

حماد و اعمش و ابو اسحاق سبیعی و ابراہیم پر طعن کرنا امام بخاری اور دیگر ائمہ محدثین پر طعن کرنا ہے - حماد بن ابی سلیمان امام مسعر کے اُستاد اور ادب مفرد للبخاری کے راویوں سے ہیں - صحیح بخاری میں بھی اِنسے تعلیقاً روایت موجود ہے - مسلم اور ائمہ اربعہ نے بھی اُن کی روایت سے حدیثیں نقل کی ہیں - اِنکو مرجی کہکر تکفیر کا فتوے دینے کی جرأت بجز بنارسی کون کرسکتا ہے امام اعمش و ابراہیم نخعی کی روایت سے تمام صحاح ستہ میں حدیثیں موجود

ہیں۔ کیا انکے اوہام واضطراب وغیرہ کا اثر صحاح ستہ پر نہ پڑا ہوگا۔ پھر صحاح صحاح کہاں رہیں ؟۔ میں مثال کے طور پر ایک حدیث بھی لکھ دیتا ہوں۔ حدثنا بشر بن خالد قال حدثنا محمد عن شعبة عن سلیمان عن ابراهیم عن علقمة عن عبد الله رضی الله عنہ لما نزلت الذین آمنوا و لم یلبسوا ایمانھم بظلم قال اصحاب رسول الله صلی الله علیہ وسلم اینا لم یظلم فانزل الله ان الشرك لظلم عظیم (صحیح بخاری ۔ باب ظلم دون ظلم)۔ اس اسناد میں سلیمان بن مہران اور ابراہیم نخعی دونوں موجود ہیں۔ اب اگر کوئی معترض بنارسی پر یوں اعتراض کر دے۔ اب سنو اعمش کی بابت جو امام بخاری کے استاد کے استاد کے اُستاد ہیں۔ پھر وہ میزان الاعتدال سے اعمش کی نسبت وہی اقوال نقل کر دے۔ بعد ازاں وہ معترض لکھے۔ اب دیکھو امام بخاری کے اُستاد کے استاد کے اُستاد کی بابت یعنی ابراہیم نخعی جو حماد اور اعمش دونوں کے استاد ہیں۔ پھر وہ میزان الاعتدال سے انکی نسبت وہی عبارت نقل کر دے۔ اور اخیر میں یوں کہہ دے۔ "لہذا صحیح بخاری کی احادیث قابل اعتماد نہیں"۔ اس صورت میں بجز سکوت بنارسی کیا کرے گا۔

ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں کہ علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں کامل لابن عدی کا تتبع کیا ہے۔ اور کامل میں ہر ایک راوی کا ذکر ہے جس میں تکلم کیا گیا ہے خواہ وہ ثقہ ہی ہو۔ لہذا ہم کو چاہیئے کہ صرف میزان الاعتدال کے قول پر کسی راوی کی نسبت فیصلہ نہ کریں۔ بلکہ دیگر کتب اسماء الرجال کو بھی دیکھیں۔ تذکرۃ الحفاظ للذہبی (مجلد اول۔ صفحہ ۱۳۸) میں امام اعمش کے ترجمہ میں یوں لکھا ہے۔

قال ابن عیینة کان الاعمش اقرأهم لکتاب الله واحفظهم للحدیث واعلمهم بالفرائض وقال الفلاس کان الاعمش	ابن عیینہ نے کہا کہ اعمش اپنے اصحاب میں سب سے بڑھکر کتاب اللہ کے قاری اور حدیث کے حافظ اور فرائض کے عالم ہیں۔ اور فلاس نے کہا کہ اعمش کو

یسمی المصحف من صدقہ وقال یحیی القطان الاعمش علامۃ الاسلام

اُنکے صدق کے سبب مصحف کہا کرتے تھے اور یحیے قطان نے کہا کہ اعمش علامہ اسلام ہیں

تہذیب التہذیب للعسقلانی (جزء رابع ۔ صفحہ ۲۲۳) میں اس طرح لکھاہے ۔

قال ابن المدینی حفظ العلم علی امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ستۃ عمرو بن دینار بمکۃ والزہری بالمدینۃ وابو اسحاق السبیعی والاعمش بالکوفۃ وقتادۃ ویحیی بن ابی کثیر بالبصرۃ وقال ابوبکر بن عیاش عن مغیرۃ لما مات ابراہیم اختلفنا الی الاعمش فی الفرائض وقال ہشیم ما رأیت بالکوفۃ احدا اقرأ لکتاب اللہ منہ وقال ابن عیینۃ سبق الاعمش اصحابہ باربع کان اقرأہم للقرآن واحفظہم للحدیث واعلمہم بالفرائض وذکر خصلۃ اخری وقال یحیی بن معین کان جریر اذا حدث عن الاعمش قال ہذا الدیباج الخسروانی و قال شعبۃ ما شفانی احد فی الحدیث ما شفانی الاعمش وقال عبداللہ بن داؤد الخریبی کان شعبۃ اذا ذکر الاعمش قال المصحف المصحف

ابن مدینی نے کہا کہ ان چھ بزرگوں نے اُمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر علم کی حفاظت کی ہے عمرو بن دینار مکہ میں اور زہری مدینہ میں اور ابو اسحاق سبیعی و اعمش کوفہ میں اور قتادہ و یحیے بن ابی کثیر بصرہ میں ۔ ابوبکر بن عیاش نے کہا ۔ مغیرہ سے روایت ہے کہ جب ابراہیم کا انتقال ہوگیا ۔ تو مسائل فرائض میں ہم اعمش کے پاس جایا کرتے تھے ۔ ہشیم کا قول ہے کہ میں نے کوفہ میں اعمش سے بڑھکر کسی کو کتاب اللہ کا قاری نہیں دیکھا ۔ اور ابن عیینہ کا قول ہے کہ اعمش اپنے اصحاب سے چار باتوں میں سبقت لیگئے ۔ اُن سب سے بڑھکر قرآن کے قاری اور حدیث کے حافظ اور فرائض کے عالم تھے اور ایک اور خصلت ذکر کی ۔ اور یحیے بن معین کا قول ہے کہ جب جریر امام اعمش سے حدیث روایت کیا کرتے تھے ۔ تو کہا کرتے تھے یہ دیبائے خسروانی ہے ۔ اور شعبہ کا قول ہے کہ حدیث میں کسی نے مجھے ایسی شفا نہیں دی جیسا کہ اعمش نے دی ہے ۔ اور عبداللہ بن داؤد خریبی کا قول ہے کہ جب شعبہ اعمش کا ذکر کیا کرتے تھے تو فرمایا کرتے وہ مصحف ہیں مصحف ہیں ۔

وقال عمرو بن علی کان الاعمش یسمی المصحف لصدقه وقال ابن عمار لیس فی المحدثین اثبت من الاعمش ومنصور ثبت ایضاً الا ان الاعمش اعرف بالمسند منه وقال العجلی کان ثقة ثبتا فی الحدیث وکان محدث اهل الکوفة فی زمانه ولم یکن لہ کتاب	اور عمرو بن علی کا قول ہے کہ اعمش کو اُنکے صدق کے سبب مصحف کہا کرتے تھے - اور ابن عمار کا قول ہے کہ محدثین میں کوئی اعمش سے اثبت نہیں اور منصور بھی ثبت ہیں مگر اعمش اُنسے بڑھکر حدیث مسند کے عارف ہیں - اور عجلی کا قول ہے کہ اعمش حدیث میں ثقہ و ثبت ہیں وہ اپنے زمانے میں اہل کوفہ کے محدث تھے - اور اُنکے پاس کتاب نہ تھی - (یعنی زبانی روایت کرتے تھے)

امام ابراہیم نخعی کی نسبت علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال ہی میں یوں فیصلہ کر دیا ہے قلت استقر الامر علی ان ابراهیم حجة - یعنی میں کہتا ہوں کہ فیصل شدہ امر یہ ہے کہ ابراہیم حجت ہیں انتہیٰ - علامہ موصوف تذکرۃ الحفاظ (مجلد اول - صفحہ ۶۴) میں یوں لکھتے ہیں -

قال الاعمش کان ابراهیم صیرفیاً فی الحدیث وکان یتوقی الشهرة ولا یجلس الی اسطوانة وقال الشعبی لما بلغه موت ابراهیم ما خلف بعده مثله	اعمش کا قول ہے کہ ابراہیم حدیث کے صراف تھے اور شہرت سے بچتے تھے اور ستون کی طرف نہ بیٹھتے تھے - جب شعبی کو ابراہیم کی موت کی خبر پہنچی - تو فرمایا کہ اُنہوں نے اپنے پیچھے اپنا مثل نہیں چھوڑا -

اسی طرح حافظ ابن حجر عسقلانی تہذیب التہذیب (جزء اول - صفحہ ۱۷۷) میں لکھتے ہیں - قال الاعمش کان ابراهیم صیرفی الحدیث وقال الشعبی ما ترک احداً اعلم منه وقال ابن معین مراسیل ابراهیم احب الی من مراسیل الشعبی - یعنی اعمش کا قول ہے کہ ابراہیم حدیث کے صرّاف تھے - اور شعبی کا قول ہے کہ ابراہیم نے اپنے پیچھے اپنے سے بڑھکر کوئی عالم نہیں چھوڑا - اور ابن معین کا قول ہے کہ ابراہیم کی مرسل حدیثیں میرے نزدیک

شعبی کی مرسل حدیثوں سے پسندیدہ تر ہیں - انتہے۔

قال البنارسی

یہانتک تو ناظرین کو امام صاحب اور اُن کے شاگردوں اور اُنکے استادوں کا حال معلوم ہوگیا ہوگا - ع - ایں خانہ ہمہ آفتاب است +

لیکن ہم ایک اور مزے دار بات سنانا چاہتے ہیں - وہ یہہ کہ خود امام صاحب کے اعلےٰ شاگرد (وہی شاگرد کہ اگر وہ نہ ہوتے تو امام صاحب کو کوئی جانتا بھی نہیں) یعنی امام ابو یوسف - اونہوں نے اپنے اُستاد امام صاحب کے جہمیہ اور مرجیہ ہونے کی بابت کن صاف لفظوں میں تصدیق کی ہے کہ اللہ اللہ - چنانچہ خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے - عن سعید بن سالم قال قلت لقاضی القضاۃ ابی یوسف سمعت اھل خراسان یقولون ان ابا حنیفۃ جھمی مرجی فقال لی صدقوا قلت لہ فاین انت منہ فقال انا کنا نأتیہ یدرسنا الفقہ و لم نکن نقلدہ دیننا انتہیٰ - یعنی سعید بن سالم کہتے ہیں کہ میں نے ابو یوسف سے کہا کہ میں نے خراسان والوں کو سنا ہے کہ وہ ابو حنیفہ کو جہمیہ اور مرجیہ کہتے ہیں - ابو یوسف نے کہا کہ وہ لوگ سچ کہتے ہیں - میں نے کہا کہ آپ بھی تو اُنہیں کی صحبت سے فیضیاب ہیں - ابو یوسف نے کہا کہ اجی ہم تو صرف اُنکے پاس فقہ پڑھنے آتے تھے باقی ہم اپنے دین میں اُنکی تقلید نہیں کرتے (کہاں ہو مقلدو! غور سے دیکھو) ابو یوسف نے تو اپنے استاد کی یہہ گت کیا اور امام محمد نے یہہ گت کیا کہ امام مالک کو ہر بات میں ابو حنیفہ پر فضیلت دیدی - دیکھو ابن خلکان صفحہ ۴۳۹ ج ۱ - صفحہ ۱۶۱ +

قال الرافضی

ولطیفہ دیگر شنیدنیست کہ جناب قاضی القضاۃ حضرت ابی یوسف کہ شاگرد رشید امام اعظم بود در جواب مستفسرے تصدیق جہمی و مرجی او بودن فرمودہ

از طرفِ خود خارجیت را ہم بروا فزودہ وچوں سائل اعتراض بر تلمذ اینچنیں کس کرد درامر حق شرم نکردہ مے فرماید کہ ما محض درس فقہ از ومیگرفتیم و تقلید او در دین نے ساختیم چنانچہ ابو علی یحیےٰ نقلاً عن القاضی ابی الیمن متصل عبارات سابقہ مے آرد والعجب ما مرفی هذا الباب ماخنه به باسناده عن سعید بن سالم قال قلت لقاضی القضاۃ ابی یوسف سمعت اهل خراسان یقولون ان ابا حنیفة جهمی مرجی فقال لی صدقوا ویری السیف ایضًا قلت له فاین انت منه فقال انا کنا نأتیه یدرسنا الفقه و لم نکن نقلده دیننا - استقصاء الافحام - صـ۲۲۲

اقول

قاضی ابن خلکان شافعی (وفیات الاعیان - جزء ثانی - صفحہ [illegible]) کے حوالہ سے پہلے مذکور ہو چکا ہے کہ خطیب بغدادی نے ابن مبارک و وکیع وغیرہ کی روایت سے امام ابو یوسف کی طرف ایسے الفاظ منسوب کئے ہیں جنکو سننا [illegible] ہمارے کان گوارا نہیں کرتے - یہ خبر بھی اُسی قبیل سے ہے - قاضی ابوالیمن نے مختار مختصر تاریخ بغداد میں اس کے جواب میں یوں لکھا ہے -

اما استحیی هذا الشیخ الحافظ من ان یورد مثل هذا الخبر عن ابی یوسف تلمیذ الرجل وصاحبه المنتمی الیه المنتفع به اعاذنا الله من فرط الغفلة والجهالة (استقصاء الافحام - صـ۲۲۹)

کیا اِس شیخ حافظ (خطیب بغدادی) کو ایسی خبر امام ابو یوسف سے نقل کرتے شرم نہ آئی جو امام صاحب کے شاگرد اور آپ کی طرف منسوب اور آپ سے فیضیاب ہیں - اللہ ہم کو ایسی غفلت و جہالت کی زیادتی سے بچائے -

امام صاحب چونکہ مرجئہ و جہمیہ و معتزلہ وغیرہ فرقوں کی تردید کیا کرتے تھے - جیسا کہ مذکور ہوا - اس لئے مخالفین نے آپ کو مرجی وغیرہ مشہور کر دیا - اور ایسے افترا کی روایت آپ کے شاگردوں اور دیگر ہمعصروں کی طرف منسوب کر دی - چنانچہ امام موفق نے مناقب امام (جلد اول - صـ۱۴۵) میں فرقہ جہمیہ کے

بانی کے ساتھ آپ کا ایک مناظرہ باسناد متصل بروایت ابو اسحاق خوارزمی بدیں الفاظ شروع کیا ہے۔

قال ان جہم بن صفوان قصد اباحنیفة للكلام فلما لقيه قال يا باحنيفة اتيتك لاكلمك فی اشياء هيأتها لك فقال ابوحنيفة الكلام معك عار والخوض فيما انت فيه نار تتلظی قال فكيف حكمت علی بما حكمت ولم تسمع كلامی ولم تلقنی قال بلغت عنك اقاويل لا يقولها اهل الصلاة قال افتحكم علی بالغيب قال اشتهر ذلك عنك وظهر عند العامة والخاصة فجاز لی ان احقق ذلك عليك

کہا کہ جہم بن صفوان کلام کرنے کے لئے امام ابو حنیفہ کے پاس آیا۔ جب آپ سے ملا۔ تو کہا۔ اے ابو حنیفہ میں چند امور میں جنکو میں نے آپ کے لئے تیار کیا ہے آپکے ساتھ کلام کرنے آیا ہوں۔ امام ابو حنیفہ نے فرمایا تیرے ساتھ کلام کرنا عار ہے اور تیرے امور میں خوض کرنا شعلہ زن آگ ہے اُس نے کہا۔ آپ نے یہہ حکم مجھ پر کس طرح لگا دیا حالانکہ آپنے میری بات نہیں سُنی اور آپ مجھ سے ملے نہیں۔ آپنے فرمایا۔ تجھ سے ایسے اقوال مجھے پہنچے ہیں جنکے اہل صلاۃ قائل نہیں کہا۔ کیا آپ مجھ پر غیب سے حکم لگاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ تیرا عقیدہ مشہور اور خاص و عام کے نزدیک ظاہر ہے۔ پس میرے لئے جائز ہے کہ تجھ پر اُس کی تصدیق کروں

علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال (مجلد ثالث۔ صـ۱۶۶ـ) میں لکھا ہے۔ قال ابوحنيفة افرط جهم في نفي التشبيه حتی قال انه تعالی ليس بشيئ وافرط مقاتل في معنی الاثبات حتی جعله مثل خلقه۔ یعنی امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ جہم نے نفی تشبیہ میں افراط کی یہانتک کہ کہدیا کہ اللہ تعالےٰ شے نہیں ہے اور مقاتل نے اثبات تشبیہ میں افراط کی یہانتک کہ اللہ تعالےٰ کو مثل اُس کی مخلوق کے قرار دیا انتہیٰ۔ ان عبارتوں سے ظاہر ہے کہ امام صاحب جہمیت کو بہت برا سمجھتے تھے۔ امام بیہقی جن کا تعصب و تشدد اُن کی سنن کبرےٰ کے مطالعہ سے ظاہر و باہر ہے

امام صاحب کو کیسے صاف الفاظ میں اِس الزام سے بری کرتے ہیں۔ وھی ھذہٖ

اخبرنا ابو سعد عبد الملک بن ابی عثمان الزاھد قال انا اسمٰعیل بن احمد الجرجانی قال حدثنا عبد الملک بن محمد الفقیہ قال ثنا سلیمان بن الربیع بن ھشام النہدی الکوفی قال سمعت کادح بن رحمۃ یقول سمعت ابا بکر بن عیاش یقول من قال القراٰن مخلوق فھو زندیق قال سمعت سلیمان یقول سمعت الحارث بن ادریس یقول سمعت محمد بن الحسن الفقیہ یقول من قال القراٰن مخلوق فلا تصل خلفہ وقرات فی کتاب ابی عبد اللہ محمد بن یوسف بن ابراھیم الدقاق روایتہ عن القاسم بن ابی صالح الھمدانی عن محمد بن ابی ایوب الرازی قال سمعت محمد بن سابق یقول سألت ابا یوسف فقلت اکان ابو حنیفۃ یقول القراٰن مخلوق فقال معاذ اللہ ولا انا اقولہ فقلت اکان یری رأی جہم فقال معاذ اللہ ولا انا اقولہ رواتہ ثقات (کتاب الاسماء والصفات مطبوعہ مطبع انوار احمدی الہ آباد۔ صـ۱۸۱)

(بحذف اسناد) ابوبکر بن عیاش کہتے ہیں۔ جو شخص یہہ کہے کہ قرآن مخلوق ہے۔ وہ زندیق ہے۔ کہا میں نے سُنا سلیمان کو کہ کہتے تھے۔ میں نے سُنا حارث بن ادریس کو کہ کہتے تھے۔ میں نے سُنا امام محمد بن حسن فقیہ کو کہ فرماتے تھے۔ جو شخص یہہ کہے کہ قرآن مخلوق ہے تو اس کے پیچھے نماز نہ پڑھ۔ اور میں نے ابو عبد اللہ محمد بن یوسف بن ابراہیم دقاق کی کتاب میں بروایت قاسم بن ابی صالح ہمدانی پڑھا ہے کہ محمد بن ابی ایوب رازی نے کہا کہ میں نے محمد بن سابق کو سُنا کہ کہتے تھے۔ میں نے امام ابویوسف سے پوچھا کہ کیا امام ابو حنیفہ فرماتے تھے کہ قرآن مخلوق ہے۔ امام ابو یوسف نے جواب دیا کہ معاذ اللہ۔ اور نہ میں خلق قرآن کا قائل ہوں۔ پس میں نے پوچھا کہ کیا امام صاحب جہم کی رائے کو پسند فرماتے تھے۔ جواب دیا کہ معاذ اللہ۔ اور نہ میں جہم کی رائے کا قائل ہوں۔ اس کے راوی ثقہ ہیں۔

ارجاء سے امام صاحب کا بری ہونا عنقریب بتفصیل مذکور ہو چکا ہے۔ یہہ سب حاسدوں کی عنایت ہے۔ وکفی للحسود حسدہٗ۔ امام محمدؒ کی بابت بھی جو لکھا ہے

بے اصل ہے۔ کیونکہ خود امام مالکؒ امام صاحب کے بڑے مداح ہیں۔ اور مناظرہ و حجت میں آپ کی افضلیت کو تسلیم فرماتے ہیں جیسا کہ پہلے آچکا ہے۔ علاوہ ازیں امام صاحب کے اعلم وافقہ وافضل واورع ہونے کی اور بہت سی شہادتیں ہیں جو اِس کتاب میں اپنے اپنے موقع پر مذکور ہیں۔ فافہم۔

قال البنارسی

لو صاحبو اور کچھ سنو گے۔ آؤ ہم تم کو اور بھی سُناتے ہیں۔ امام صاحب زندیق بھی تھے۔ خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔ ان اباحنیفۃ استتیب من الزندقۃ مرتین اعاذنا اللہ من ذکرھا وتسطیرھا انتہی یعنی ابوحنیفہ زندیقیت سے دو دفعہ توبہ کرائے جا چکے ہیں (خدا کی پناہ! خدا کی پناہ!!) ص۱۷۱

قال الرافضی

خطیب بغدادی جزاہ اللہ خیرا ہیچ دقیقہ از دقایق تکفیر وتضلیل امام اعظم باقی نگزاشتہ بار احسان و امتنان بر اہل حق نہادہ قلوب حضرات اہل سنت را بسان کباب سوختہ عرض و آبروے دین وایمان ایشان را بر باد فنا دادہ روایت مے فرماید کہ استتابۃ ابوحنیفہ از زندقہ دو مرتبہ و بنا بر روایتے از کفر چند بار واقع شدہ چنانچہ قاضی ابوالیمن از داد وبیداد خطیب بغدادی درحق امام اعظم خویش مے نالد و کف تاسف بر فضیحت جنابش مے مالد و بمکافات تفضیح امام اعظم خطیب را بسب و دشنام یاد مے سازد بعد نقل روایت سابق کما فی مختار المختصر مے گوید۔ وھذا الخبر مع بطلانہ وضعفہ یناسب ما رواہ الخطیب ایضا واقدم علی حکایتہ فی ھذا الباب ان اباحنیفۃ استتیب من الزندقۃ مرتین وذلک کذب وفی روایۃ من الکفر مرارا ثم الفاظ رواھا ھی بالسب والمشاتمۃ اشبہ منھا بکلام العلماء اعاذنا اللہ من ذکرھا

وتسطیرھا۔ استقصاء الافحام۔ صـ ۳۲۲

اقول

رافضی کی کلام سے ظاہر ہے کہ قاضی ابوالیمن نے مختار المختصر میں اس حکایت کی تکذیب کی ہے۔ مولانا مولوی محمد عنایت علی حیدرآبادی ضمیمہ کتاب الابانۃ (مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ۔ صـ ۱۱۴) میں یوں تحریر فرماتے ہیں۔

قال ابوالمؤید فی جامع المسانید اما قول الخطیب حاکیا عن سفیان الثوری انہ قال استتیب ابوحنیفۃ مرتین من الکفر لہ وجوہ ثلاثۃ۔ احدھا ان سفیان کان بینہ وبین ابی حنیفۃ عداوۃ لان اباحنیفۃ کان یباحثہم فلا یقدرون علی ان یتکلموا فکان سفیان وامثالہ من البشر تامرھم النفس الامارۃ بالسوء علی الوقیعۃ فیہ بحکم البشریۃ کاخوۃ یوسف اولاد یعقوبؑ ثم یتذکرون فاذا ھم مبصرون۔ والثانی ان ابا یوسف فسر ذلک فقال لما دعا ابن ھبیرۃ اباحنیفۃ الی القضاۃ

ابوالمؤید نے جامع المسانید میں کہا کہ خطیب کا یہہ قول کہ سفیان ثوری نے کہا کہ امام ابوحنیفہ دو دفعہ کفر سے توبہ کرائے گئے اس کی تین وجہیں ہیں۔ ایک تو یہہ کہ سفیان ثوری اور اور امام ابوحنیفہ کے درمیان عداوت تھی کیونکہ امام صاحب اُنسے مباحثہ کیا کرتے تھے اور وہ کلام نہ کرسکتے تھے اس لئے نفس امارہ سفیان اور ایسے ہی دیگر اشخاص کو بمقتضاے بشریت حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں یعنی حضرت یعقوبؑ کے بیٹوں کی طرح امام صاحب کے حق میں عیب گوئی پر برانگیختہ کرتا تھا۔ پھر وہ نصیحت پکڑتے تھے۔ پس ناگاہ وہ بینا ہوجاتے تھے۔ دوسرے یہہ کہ امام ابو یوسف نے اس کی تفسیر کی ہے اور فرمایا کہ جب ابن ہبیرہ نے امام ابوحنیفہؒ کو منصب قضاء کے لئے بُلایا

فامتنع وكان مذهب ابن هبيرة ان من خرج عن طاعة الامام كفر فقال له كفرت يا اباحنيفة تب الى الله تعالیٰ فقال اتوب الى الله من كل سوء ثم دعاه الثانية ففعل ذلك ثلاث مرات الى ان قال فهذا معنى قول سفيان استتيب ابو حنيفة من الكفر مرتين۔ الثالث ما قيل ان الخوارج دخلوا الكوفة فقصدوا اباحنيفة بالسيوف المشهرة فقالوا تزعم انه لا يكفر احد بذنب و الحكاية مشهورة الى ان قال ابو حنيفة اتوب الى الله من كل ذنب فقال اعداؤه استتيب ابو حنيفة۔	تو آپنے قضاء سے انکار کر دیا۔ ابن ہبیرہ کا یہہ مذہب تھا کہ جو شخص امام کی طاعت سے نکل جائے۔ وہ کافر ہو جاتا ہے۔ لہذا اُسنے امام صاحب سے کہا۔ اے ابو حنیفہ آپ کافر ہو گئے۔ اللہ تعالےٰ کے آگے توبہ کیجیے۔ امام صاحب نے فرمایا۔ میں اللہ تعالےٰ کے آگے ہر ایک بُرائی سے توبہ کرتا ہوں۔ پھر اُس نے آپ کو دوبارہ بُلایا۔ پس اس طرح تین دفعہ کیا۔ یہانتک کہ امام ابو یوسف نے فرمایا کہ یہی معنے ہیں سفیان کے اِس قول کے کہ امام ابو حنیفہ دو دفعہ کفر سے توبہ کرائے گئے۔ تیسرے وہ جو کہا گیا ہے کہ جب خوارج کوفہ میں داخل ہوئے تو اُنہوں نے ننگی تلواروں کے ساتھ امام ابو حنیفہ کا قصد کیا اور کہا۔ آپ کہتے ہیں کہ کوئی شخص کسی گناہ سے کافر نہیں ہوتا۔ اور یہہ حکایت مشہور ہے یہانتک کہ امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالےٰ کے آگے ہر ایک گناہ سے توبہ کرتا ہوں۔ پس آپ کے دشمنوں نے کہا کہ امام ابو حنیفہ توبہ کرائے گئے۔

علامہ موفق مناقب امام (جلد اول۔ صفحہ ۱۶۲) میں لکھتے ہیں۔

اخبرنا الامام الاجل ركن الدين ابوالفضل عبد الرحمن بن محمد الكرمانى	خبر دی ہم کو امام اجل رکن الدین ابو الفضل عبد الرحمن بن محمد کرمانی نے

انا القاضی الامام ابوبکر عتیق
بن داؤد الیمانی قال حکی ان
الخوارج لما ظهروا علی
الکوفة اخذوا اباحنیفة
فقیل لهم هذا شیخهم
والخوارج یعتقدون
تکفیر من خالفهم
فقالوا تب یا شیخ من الکفر
فقال انا تائب الی الله
من کلّ کفر فخلّوا عنه
فلمّا ولی قیل لهم انّه
تاب من الکفر وانّما
یعنی به ما انتم علیه
فاسترجعوہ فقال رأسهم
یا شیخ انّما تبت من الکفر
وتعنی به ما نحن علیه فقال
ابوحنیفه ابظن تقول هٰذا
ام بعلم فقال بل بظن
فقال ابوحنیفة انّ الله
تعالیٰ یقول ان بعض
الظّن اثم وهٰذہ
خطیئة منك وكلّ
خطیئة عندك كفر فتب انت
اولا من الكفر فقال
صدقت یا شیخ انا تائب

کہ خبر دی ہم کو قاضی امام ابو بکر عتیق داؤد
یمانی نے۔ کہا۔ حکایت ہے کہ جب خوارج
کوفہ پر غالب آئے۔ تو اُنھوں نے امام
ابو حنیفہ کو گرفتار کرلیا۔ اُن سے کہا
گیا کہ یہہ اُن کے شیخ ہیں۔ اور
خارجیوں کا عقیدہ ہے کہ جو شخص
اُن کا مخالف ہو وہ کافر ہے۔ لہذا
اُنہوں نے کہا۔ اے شیخ تو کفر سے توبہ
کر۔ امام صاحب نے فرمایا۔ میں اللہ
کے آگے ہر ایک کفر سے توبہ کرتا
ہوں۔ پس اُنہوں نے امام صاحب
کو چھوڑ دیا۔ جب امام صاحب واپس
ہوئے۔ تو اُن سے کہا گیا کہ اُس شیخ نے
تو کفر سے توبہ کی ہے۔ جس سے اُسکی مراد وُہ
عقیدہ ہے۔ جس پر تم ہو۔ پس اُنھوں نے امام صاحب
کو واپس بُلایا اور اُنکے سردار نے کہا۔ اے
شیخ تونے تو کفر سے توبہ کی جس سے تیری مُراد
وہ عقیدہ ہے جس پر ہم ہیں۔ امام ابو حنیفہ نے
فرمایا۔ کیا تو گمان سے کہتا ہے یا علم سے۔
اُس نے کہا۔ بلکہ ظن سے پس امام ابوحنیفہ
نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ
بعض ظن گناہ ہے۔ اور یہہ تیرا گناہ
ہے۔ اور تیرے نزدیک ہر ایک گناہ کفر
ہے۔ لہذا پہلے تو کفر سے توبہ کر۔ اسنے کہا اے
شیخ تونے سچ کہا۔ میں کفر سے تائب ہوں

من الكفر فتب انت ایضا من الکفر فقال ابوحنیفۃ رحمہ اللہ انا تائب الی اللہ من کل کفر فخلوا عنہ - فاھذا قال خصماؤہ استتیب ابوحنیفۃ من الکفر مرتین فلبسوا علی الناس وانما یعنون بہ استتابۃ الخوارج انتھی -

تو بھی کفر سے توبہ کر - امام ابو حنیفہ رض نے فرمایا - میں اللہ کے آگے ہر ایک کفر سے توبہ کرتا ہوں - پس اُنہوں نے امام صاحب کو چھوڑ دیا - اسی وجہ سے امام صاحب کے دشمنوں نے کہا کہ امام ابو حنیفہ دو دفعہ کفر سے توبہ کرائے گئے - پس اُنہوں نے لوگوں کو دھوکا دیا حالانکہ اس سے اُن کی مراد صرف خوارج کا توبہ کرانا ہے -

شیخ ابن حجر مکی خیرات الحسان ص۷۳ میں اس حکایت کو بیان کر کے یوں تحریر فرماتے ہیں -

وقع لبعض حساد ابی حنیفۃ الذین ینقصونہ بما ھو بری منہ انہ ذکر من مثالبہ انہ کفر مرتین و استتیب مرتین وانما وقع لہ ذلك مع الخوارج فارادوا انتقاصہ بہ ولیس بنقص بل ھو غایۃ فی رفعتہ اذ لم یوجد احد یحاجھم غیرہ رحمۃ اللہ علیہ انتھی -

امام ابو حنیفہ کے بعض حاسدوں نے جو آپ پر وہ عیب لگاتے ہیں جن سے آپ بری ہیں آپ کے عیبوں میں سے یہ ذکر کیا ہے کہ آپ سے دو دفعہ کفر سرزد ہوا اور دو دفعہ آپ سے توبہ کرائی گئی - اور یہہ تو صرف آپ کو خوارج کے ساتھ پیش آیا تھا - اُنکا ارادہ اس سے آپکی تنقیص تھا - حالانکہ یہہ کوئی نقص نہیں بلکہ آپ کی کمال رفعت ہے کیونکہ آپ کے سوا کوئی اور خوارج پر حجت نہ لاتا تھا - رحمۃ اللہ علیہ

امام صاحب پر ارجاء وغیرہ کے اتہام کی کافی تردید ہو چکی ہے - اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بنارسی کے مطالعہ کے لئے صحیح بخاری کے راویوں کے اعتقاد پر ایک اجمالی نظر ڈالی جائے - لہذا ذیل میں فقط چند نام مع حوالہ درج کئے جاتے ہیں ؂

ص۲۰۹)۔ ترجمہ۔ کہا ابو داؤد نے کہ محمد بن فضیل سخت شیعہ تھا۔ ابن حبان نے اُسے ثقات میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ تشیع میں غلو کرتا تھا۔ انتہٰے

۳۳ مالک ابن اسمٰعیل۔ تستمۃ کلام ابن سعد وکان ابو غسان صدوقا شدید التشیع (تہذیب التہذیب جزء عاشر۔ ص۲) - ترجمہ - ابن سعد کے کلام کا تتمہ یہ ہے کہ ابو غسان (یعنی مالک بن اسمٰعیل) صدوق مگر سخت شیعہ تھا۔ انتہٰے

۳۵ حکم بن عتیبہ۔ ۳۶ سالم بن ابی الجعد۔ ۳۷ حبیب بن ابی ثابت۔ ۳۸ منصور بن المعتمر۔ ۳۹ سفیان ثوری۔ ۴۰ شعبہ بن الحجاج۔ ۴۱ ہشیم۔ ۴۲ سلیمان التیمی۔ ۴۳ ہشام بن عمار۔ ۴۴ مغیرہ صاحب ابراہیم۔ ۴۵ معروف بن خربوذ۔ | کتاب المعارف مطبوعہ مصر صفحہ ۲۰۶

۴۶ محمد بن عبداللہ القطان۔ عن محمد بن جریر الطبری وغیرہ رافضی معتزلی۔ (میزان الاعتدال۔ مجلد ثالث۔ ص۸۵) - ترجمہ۔ محمد بن جریر طبری وغیرہ سے روایت ہے کہ محمد بن عبداللہ قطان رافضی معتزلی تھا۔ انتہٰے

صحیح بخاری کے قدریہ[1] رواۃ

۵۰ ثور بن یزید الحمصی قال عثمان الدارمی عن دحیم ثور بن یزید ثقۃ وما رأیت احدا یشک انہ قدری + قال عبداللہ بن احمد عن ابیہ ثور بن یزید الکلاعی کان یری القدر وکان اہل حمص نفوہ لاجل ذلک ولم یکن بہ بأس و قال ابو مسہر عن عبداللہ بن سالم ادرکت اہل حمص وقد اخرجوا ثور بن یزید واحرقوا دارہ لکلامہ فی القدر وقال ابن معین کان مکحول قدریا ثم رجع و ثور بن یزید قدری (تہذیب التہذیب - جزء ثانی - ص۳۳) ترجمہ - عثمان دارمی نے دحیم سے روایت کی کہ ثور بن یزید ثقہ ہے - میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ اُس کے قدری ہونے میں شک کرتا ہو + عبداللہ بن احمد نے اپنے باپ سے روایت کی کہ ثور بن یزید قدری تھا - اسی وجہ سے شہر حمص کے لوگوں نے اُسے نکال دیا تھا - اور اُس سے روایت کرنے میں کچھ ڈر نہیں - ابو مسہر نے عبداللہ بن سالم سے روایت کی کہ میں نے

[1] اِن کا عقیدہ ہے کہ شر کا خالق بندہ ہے - ۱۲ +

اہل حمص کو دیکھا کہ اُنہوں نے قدر میں کلام کرنے کے سبب ثور بن یزید کو نکال دیا تھا اور اس کا گھر جلا دیا تھا - ابن معین نے کہا کہ مکحول قدری تھا پھر اُس نے اپنے عقیدے سے رجوع کیا - اور ثور بن یزید قدری ہی رہا - انتہیٰ

۵۱ حسان بن عطیۃ المحاربی - قال ابن ابی خیثمۃ عن ابن معین کان قدریا وقال سعید بن عبد العزیز ھو قدری (تہذیب التہذیب - جزء ثانی - ص۲۵۱) ترجمہ - ابن ابی خیثمہ نے ابن معین سے روایت کی کہ حسان بن عطیہ قدری تھا - اور سعید بن عبد العزیز نے کہا کہ وہ قدری ہے انتہیٰ

۵۲ حسن بن ذکوان - قال (یحییٰ بن معین) وکان قدریا + قال الآجری عن ابی داؤد کان قدریا قلت زعم قوم انہ کان فاضلاً قال ما بلغنی عنہ فضل (تہذیب التہذیب - جزء ثانی - ص۲۷۷) یحییٰ بن معین نے کہا کہ حسن بن ذکوان قدری تھا - آجری نے بروایت ابو داؤد کہا کہ وہ قدری تھا - میں نے کہا - ایک گروہ نے گمان کیا کہ وہ فاضل تھا - جواب دیا کہ مجھے اُس کی فضیلت کی کوئی خبر نہیں پہنچی - انتہیٰ -

۵۳ زکریا بن اسحاق - قال ابن معین کان یری القدر (تہذیب التہذیب - جزء ثالث ص۳۲۹) - ترجمہ - کہا ابن معین نے کہ زکریا بن اسحاق قدری تھا - انتہیٰ

۵۴ شبل بن عباد المکی - قال الآجری عن ابی داؤد ثقۃ الا انہ یری القدر (تہذیب التہذیب - جزء رابع - ص۳۰۵) - ترجمہ - آجری نے ابو داؤد سے روایت کی کہ شبل ثقہ مگر قدری تھا -

۵۵ شریک بن عبد اللہ بن ابی نمر - قال الساجی کان یری القدر (تہذیب التہذیب - جزء رابع - ص۳۳۸) - ترجمہ - کہا ساجی نے کہ شریک بن عبد اللہ قدری تھا -

۵۶ عبد اللہ بن عمرو ابو معمر - قال یعقوب بن شیبۃ کان ثقۃ ثبتا صحیح الکتاب وکان یقول بالقدر + قال ابو داؤد وکان الاذی لا یحدث عن ابی معمر لاجل القدر وکان لا یتکلم فیہ + قال العجلی ثقۃ وکان یری القدر + قال ابن خراش کان صدوقا وکان قدریا (تہذیب التہذیب - جزء خامس - ص۳۳۵) - ترجمہ - یعقوب بن شیبہ نے کہا کہ عبد اللہ

بن عمر و ثقہ ثبت صحیح الکتاب تھا۔ اور قائل بالقدر تھا۔ ابو داؤد نے کہا کہ از دہی قدر کے سبب ابو معمر سے حدیث نہ کرتا تھا اور اُس میں کلام نہ کرتا تھا۔ عجلی نے کہا کہ وہ ثقہ و قدری تھا۔ ابن خراش نے کہا کہ وہ صدوق و قدری تھا۔ انتہٰے

۵۴ عبداللہ بن ابی لبید المدنی + قال ابن سعد کان من العباد المنقطعین و کان یقول بالقدر (تہذیب التہذیب۔ جزء خامس۔ ص۳۷۲)۔ ترجمہ۔ ابن سعد نے کہا کہ عبداللہ بن ابی لبید تارک الدنیا عابدوں میں سے تھا اور قدر کا قائل تھا۔ انتہٰے۔

۵۵ عبداللہ بن ابی نجیح۔ قال الساجی عن ابن معین کان مشہورًا بالقدر عن احمد بن حنبل قال اصحاب ابن ابی نجیح قدریۃ کلہم (تہذیب التہذیب جزء سادس۔ ص۵۴) ترجمہ ساجی نے ابن معین سے روایت کی کہ عبداللہ بن ابی نجیح قدر میں مشہور تھا۔ امام احمد بن حنبل نے کہا کہ ابن ابی نجیح کے اصحاب سب کے سب قدری تھے۔ میزان الاعتدال (مجلد ثانی۔ ص۹۵) میں ہے۔ قال یحیی کان من رؤس الدعاۃ الی القدر انتہیٰ

۵۶ عبدالاعلیٰ بن عبدالاعلیٰ۔ قال احمد کان یری القدر (تہذیب التہذیب۔ جزء سادس ص۹۶) ترجمہ امام احمد نے فرمایا کہ عبدالاعلیٰ قدری تھا۔ انتہٰے

۶۰ عبدالرحمٰن بن اسحاق بن عبداللہ (خت) قال علی وسمعت سفیان سئل عنہ فقال کان قدریا فنفاہ اھل المدینۃ قال ابن المدینی کان یری القدر ولم یحمل عنہ اھل المدینۃ (تہذیب التہذیب جزء سادس۔ ص۱۳۸)۔ ترجمہ۔ کہا علی نے کہ سنا میں نے سفیان کو کہ پوچھے گئے عبدالرحمٰن کی بابت پس جواب دیا کہ وہ قدری تھا۔ اس لئے اہل مدینہ نے اُس کو نکال دیا تھا۔ کہا ابن مدینی نے کہ وہ قدری تھا۔ اہل مدینہ نے اُس سے روایت نہیں کی۔ انتہٰے۔

۶۱ عبدالوارث بن سعید التنوری۔ قال (ابن حبان) وکان قدریا متقنا فی الحدیث قال الساجی کان قدریا صدوقا + قال ابن معین ثقۃ الا انہ کان یری القدر ویظہرہ (تہذیب التہذیب جزء سادس۔ ص۴۴۲)۔ خلاصہ یہ کہ

عبدالوارث بقول ابن حبان وساجی وابن معین قدری تھا۔

۶۲
عطاء بن ابی میمونہ۔ قال حماد بن زید والبخاری وابن سعد والجوزجانی کان یری القدر (تہذیب التہذیب۔ جزء سابع۔ صفحہ ۲۱۶)۔ ترجمہ۔ حماد بن زید اور بخاری اور ابن سعد اور جوزجانی نے کہا کہ عطاء بن ابی میمونہ قدری تھا۔ انتہی

۶۳
عمر بن ابی زائدہ۔ قال احمد ھو فی الحدیث مستقیم وکان یری القدر۔ وقال یحیی القطان کان یرے القدر (میزان الاعتدال۔ جلد ثانی۔ صفحہ ۲۵۷)۔ یعنی عمر مذکور بقول احمد ویحیے قطان قدری تھا۔

۶۴
عمران بن مسلم القصیر۔ قال یحیی وکان عمران یری القدر (میزان الاعتدال۔ مجلد ثانی۔ صفحہ ۲۸)۔ ترجمہ۔ یحیے نے کہا کہ عمران قدری تھا۔ انتہی۔

۶۵
عمیر بن ھانی۔ قال ابوداؤد کان قدریا (تہذیب التہذیب۔ جزء ثامن۔ صفحہ ۱۵۰)۔ ترجمہ۔ ابوداؤد نے کہا کہ عمیر قدری تھا۔ انتہی

۶۶
کہمس بن المنہال۔ ذکرہ ابن حبان فی الثقات وقال کان یقول بالقدر۔ قال الساجی کان قدریا ضعیفا لم یحدث عنہ الثقات (تہذیب التہذیب جزء ثامن۔ صفحہ ۴۵۱)۔ ترجمہ۔ کہمس کو ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ قدری تھا۔ ساجی نے کہا کہ وہ قدری وضعیف تھا۔ ثقات نے اُس سے روایت نہیں کی۔ انتہی۔

۶۷
محمد بن سواء البصری۔ قال الازدی فی الضعفاء کان یغلو فی القدر وھو صدوق (تہذیب التہذیب۔ جزء تاسع۔ صفحہ ۲۰۵)۔ ترجمہ۔ ازدی نے ضعفاء میں کہا کہ محمد بن سواء قدر میں غلو کرتا تھا۔ اور وہ صدوق ہے۔ انتہی۔

۶۸
ھارون بن موسی الاعور النحوی۔ قال سلیمان بن حرب ثنا ھارون الاعور وکان شدید القول فی القدر (تہذیب التہذیب۔ جزء حادی عشر۔ صفحہ ۱۴)۔ ترجمہ۔ کہا سلیمان بن حرب نے کہ حدیث کی ہم سے ہارون اعور نے اور وہ سخت قدری تھا۔ انتہی۔

۶۹
ہشام الدستوائی۔ قال العجلی بصری ثقۃ ثبت فی الحدیث حجۃ الا انہ یری القدر (تہذیب التہذیب۔ جزء حادی عشر۔ صفحہ ۴۴)۔ ترجمہ۔ کہا

عجلی نے کہ ہشام بصری ثقہ ثبت فی الحدیث حجت ہے مگر وہ قدری ہے انتہیٰ

یحییٰ بن حمزۃ الحضری۔ قال الدوری عن ابن معین کان قدریا + قال الآجری عن ابی داؤد ثقۃ قلت کان قدریا قال نعم (تہذیب التہذیب۔ جزء حادی عشر۔ ص۲۰۰)۔ ترجمہ۔ دوری نے بروایت ابن معین کہا کہ یحییٰ قدری تھا۔ آجری نے بروایت ابی داؤد کہا کہ وہ ثقہ ہے۔ میں نے پوچھا۔ کیا وہ قدری تھا۔ بولے۔ ہاں۔ انتہیٰ۔

ہمام بن یحییٰ۔ ثور بن زید۔ خالد بن معدان (کتاب المعارف۔ ص۲۰۷)

معاذ بن ہشام بن ابی عبداللہ الدستوائی۔ قال الحمیدی بمکۃ لما قدم معاذ بن ہشام لا تسمعوا من ھذا القدری (میزان الاعتدال۔ مجلد ثالث۔ ص۱۷۹) ترجمہ۔ جب معاذ بن ہشام مکہ میں آیا۔ تو حمیدی نے کہا۔ اس قدری سے حدیث نہ سنو۔ انتہیٰ۔

صحیح بخاری کے خوارج[1] رواۃ

عکرمہ مولے ابن عباس۔ قال علی بن المدینی کان عکرمۃ یری رأی نجدۃ وقال یحییٰ بن معین انما لم یذکر مالک بن انس عکرمۃ کان عکرمۃ کان ینتحل رأی الصفریۃ وقال عطاء کان اباضیا (تہذیب التہذیب جزء سابع۔ ص۲۶۷)۔ ترجمہ علی بن مدینی نے کہا کہ عکرمہ نجدۃ[2] کے رائے کو پسند کرتا تھا۔ اور یحییٰ بن معین نے کہا کہ مالک بن انس نے عکرمہ کا

---

[1] خوارج فرقہ ایست از اہل اسلام و موسوم شدند بخوارج بدان جہت کہ بر علی کرم اللہ وجہہ خروج کردہ بودند (منتہی الارب)

[2] (نجدۃ بن عامر) الحروری من رؤس الخوارج زائغ عن الحق ذکر فی الضعفاء للجوزجانی (میزان الاعتدال۔ مجلد ثالث۔ ص۲۳۵)۔ یعنی نجدۃ بن عامر حروری خوارج کے سرداروں میں سے اور حق سے برگشتہ تھا۔ کتاب الضعفاء للجوزجانی میں اس کا ذکر ہے۔ انتہیٰ

ذکر نہیں کیا کیونکہ عکرمہ صُفریہ[1] کے رائے سے منسوب تھا۔ اور عطا نے کہا کہ وہ اباضی[2] تھا۔ انتہے۔

۷۶ ولید بن کثیر۔ قال الآجری عن ابی داؤد ثقة الا انه اباضی + وقال الساجی وکان اباضیا ولکنه کان صدوقا (تہذیب التہذیب ۔جزء حادی عشر ص۱۴۸)۔ ترجمہ۔ آجری نے بروایت ابو داؤد کہا کہ ولید ثقہ مگر اباضی تھا۔ اور ساجی نے کہا کہ وہ اباضی مگر صدوق تھا۔ انتہے۔

۷۷ عمران بن حطان ۔ قال یعقوب بن شیبه ادرك جماعة من الصحابة وصار فی اخر امرہ ان رأی رأی الخوارج (تہذیب التہذیب ۔جزء ثامن ص۱۲۷) ترجمہ ۔یعقوب بن شیبہ نے کہا ۔کہ عمران نے صحابہ کی ایک جماعت کو پایا۔ اور آخر کار خارجی بن گیا۔ انتہے۔

۷۸ داؤد بن الحصین ۔ ذکرہ ابن حبان فی الثقات وقال کان یذهب مذهب الشراة (تہذیب التہذیب ۔جزء ثالث ۔ص۱۸۱)۔ ترجمہ۔ داؤد بن حصین کو ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ شراۃ[3] کا مذہب رکھتا تھا۔ انتہے

صحیح بخاری کے جہمیہ[4] رواۃ

۷۹ بشر بن السری ۔ قال الحمیدی جهمی لا یحل ان یکتب عنه (میزان الاعتدال ۔ص۱۴۶)۔ ترجمہ ۔کہا حمیدی نے کہ بشر بن سری جہمی ہے۔ اس سے حدیث لکھنی جائز نہیں انتہے۔

---

[1] صفریہ بالضم والکسر گروہے است از خوارج منسوب بعبد اللہ بن صفار یا بسوے زیاد بن اصفر یا بدانجہت کہ زرد رنگ اند یا بجہت خالی شدن ایشاں از دین (منتہے الارب)

[2] یہ خوارج کا ایک فرقہ ہے جو عبد اللہ بن اباض کے اصحاب ہیں جنہے مروان بن محمد کے عہد میں خروج کیا۔

[3] شراۃ کقضاۃ فرقہ از خوارج سموا بذلك من شری یشری اذا غضب ولج او من قولهم شرینا انفسنا فی طاعة اللہ ای بعناها بالجنة حین فارقنا الائمة الجائرة (منتہی الارب)

[4] یعنی جہم بن صفوان کے اصحاب ۔یہ صفات الٰہی کی نفی کرتے ہیں اور قرآن کو مخلوق کہتے ہیں۔ ۱۲

قطر بن خلیفہ۔ کان احمد بن حنبل یقول ھو خشبی مفرط (تہذیب التہذیب جزء ثامن۔ ص۳۰۱)۔ ترجمہ۔ امام احمد بن حنبل فرماتے تھے کہ قطر بن خلیفہ پرلے درجہ کا خشبی[1] تھا۔ انتہٰے۔

یحییٰ بن صالح الوحاظی۔ قال العقیلی حمصی جہمی۔ (تہذیب التہذیب۔ جزء حادی عشر ص۲۳۰)۔ ترجمہ۔ کہا عقیلی نے کہ یحییٰ بن صالح وحاظی حمص کا رہنے والا جہمی ہے۔ انتہٰے۔

علی بن الجود۔ قال مسلم ثقۃ لکنہ جہمی۔ (میزان الاعتدال۔ مجلد ثانی ص۲۱۹) ترجمہ کہا مسلم نے کہ علی بن جود ثقہ ہے مگر جہمی ہے۔ انتہٰے۔

صحیح بخاری کے راوی جنہوں نے مسئلہ لفظ میں توقف کیا

علی بن ابی ہاشم۔ کتب عنہ ابوحاتم و لم یحدث عنہ و قال ماعلمتہ الا صدوقا ترك الناس حدیثہ لانہ کان یتوقف فی القرآن (تہذیب التہذیب جزء سابع۔ ص۳۹۲)۔ ترجمہ۔ ابوحاتم نے علی بن ابی ہاشم سے حدیثیں لکھیں مگر اُس سے روایت نہیں کی اور کہا کہ میں تو اُسے صدوق جانتا ہوں۔ لوگوں نے اُس کی حدیث ترک کر دی ہے کیونکہ وہ قرآن میں توقف کرتا تھا۔ انتہٰے۔

اسمائے مندرجۂ بالا کے سوا صحیح بخاری کے اور بھی بہت سے متبدعین رواۃ ہیں جنہیں بخوف طوالت پس انداز کیا گیا ہے۔

اب بنارسی اور اس کے ہم مشرب اصحاب سے معترض بطریق الزام یہ سوال کر سکتا ہے کہ امام بخاری جنہوں نے مرجئہ و قدریہ و روافض و خوارج کی روایات کو صحیح سمجھ کر اپنی صحیح میں جگہ دی وہ خود کیسے ٹھیرے۔ اور اُن کی صحیح جسے اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہا جاتا ہے وہ کہانتک قابل اعتماد رہی۔

اخیر میں ہم یہ بھی بتانا چاہتے ہیں کہ صحیح بخاری کے راویوں میں سے ایک جماعت ضعیف و مجہول راویوں کی بھی ہے۔ مگر جب تک بنارسی ہمارے پہلے سوال کا جواب نہ دے لے۔ ہم اس بحث کو ملتوی رکھتے ہیں۔ اور یہاں صرف دو ایک حوالوں پر

---

[1] خشبیہ محرکۃ قومے است از جہمیہ (منتہی الارب)

کفایت کرتے ہیں۔ ملا علی قاری حنفی نزہتہ النظر فی توضیح نخبتہ الفکر کی شرح مسمٰے ب مصطلحات اہل الاثر علے شرح نخبتہ الفکر میں لکھتے ہیں۔

فان الذین انفرد البخاری بہم اربعمائۃ وخمسۃ وثلاثون رجلا والمتکلم فیہم منہم بالضعف نحو من ثمانین رجلا والذین انفرد بہم مسلم ستمائۃ و عشرون رجلا والمتکلم فیہم منہم مائۃ وستون رجلا کذا ذکرہ السخاوی فی شرح الفیۃ العراقی
(الجرح علے البخاری۔ ص۲۵)

جو راوی امام بخاری کے ساتھ مخصوص ہیں وہ سب ۴۳۵ ہیں جن میں سے ۸۰ راویوں کو ضعیف کہا گیا ہے۔ اور جو راوی امام مسلم کے ساتھ مخصوص ہیں وہ سب ۶۲۰ ہیں جن میں سے ۱۶۰ کو ضعیف کہا گیا ہے ایسا ہی ذکر کیا ہے سخاوی نے شرح الفیہ عراقی میں۔

علامہ ذہبی میزان الاعتدال (مجلد ثالث۔ ص۳) میں تحریر فرماتے ہیں۔ و فی رواۃ الصحیحین عدد کثیر ما علمنا ان احدا نص علی توثیقہم۔ یعنی صحیح بخاری و مسلم کے راویوں میں ایک بڑی جماعت ایسی ہے کہ ہمیں معلوم نہیں۔ کسی نے اُنکی توثیق کی تصریح کی ہو۔ انتہے۔ یہی وجوہ ہیں جن کے سبب صحیح بخاری کو مجرد صحیح یا اصح الکتب بعد کتاب اللہ نہیں کہہ سکتے۔ جسے تفصیل مقصود ہو۔ وہ الجرح علی البخاری کا مطالعہ کرے۔

اندکے با تو بگفتم و بدل ترسیدم
کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

قال البنارسی

اسی بنا پر کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے ابو حنیفہ سراج امتی (موضوع حدیث ہے) یعنی ابو حنیفہ میرے اُمت کے چراغ ہوں گے۔ اور اسی برتے پر فضول شور مچایا جاتا ہے کہ حضرت عیسٰے قیامت کے قریب آکر ابو حنیفہ کی پیروی کریں گے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ ع۔ ایں خیال است و محال است و جنوں۔ ص۱۷۔

اقول

علامہ ابو الموید موفق نے اس حدیث کو متعدد طریق سے روایت کیا ہے۔

(مناقب الامام الاعظم - جلد اول - صنا تا ۱۵۱) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی کوئی اصل ہے - پس اقل درجہ یہ ہوگا کہ اسے ضعیف قرار دیا جائے - اور حدیثِ ضعیف فضائل میں مقبول ہوتی ہے کیونکہ اس پر کسی حکم شرعی کا اثبات مترتب نہیں ہوتا - در مختار میں ہے - قال فی الضیاء المعنوی و قول ابن الجوزی انہ موضوع تعصب لانہ روی بطرق مختلفۃ (در مختار بر حاشیہ رد المحتار مطبوعہ مصر - ص۳۹) - یعنی ضیاء معنوی میں لکھا ہے کہ ابن جوزی کا یہ کہنا کہ یہ حدیث موضوع ہے تعصب ہے کیونکہ یہ مختلف طریقوں سے مروی ہے - انتہٰی -

قطع نظر اس کے امام صاحب کی بشارت ایک دوسری حدیث سے ثابت ہوتی ہے جس کی صحت پر سب کا اتفاق ہے - چنانچہ علامہ سیوطی شافعی تبییض الصحیفہ ص۳ میں لکھتے ہیں -

قد ذکر الائمۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بشر بالامام مالک فی حدیث یوشک ان یضرب الناس اکباد الابل یطلبون العلم فلا یجدون احدا اعلم من عالم المدینۃ و بشر بالامام الشافعی فی حدیث لا تسبوا قریشا فان عالمها یملأ الارض علماً - اقول - قد بشر صلی اللہ علیہ وسلم بالامام ابی حنیفۃ فی الحدیث الذی اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ائمہ نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے امام مالک کی بشارت اس حدیث میں دی ہے کہ قریب ہے کہ لوگ علم کی تلاش میں اونٹوں پہ سفر کریں گے پس کسی کو مدینہ کے عالم سے بڑھکر عالم نہ پائیں گے - اور امام شافعی کی بشارت اس حدیث میں دی ہے کہ قریش کو برا نہ کہو کیونکہ اس قبیلہ کا عالم دنیا کو علم سے بھر دے گا - میں کہتا ہوں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے امام ابو حنیفہ کی بشارت اس حدیث میں دی ہے جس کو ابو نعیم نے حلیہ میں حضرت ابو ہریرہ کی روایت سے یوں بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا -

لوكان العلم بالثريا لتناوله رجال من
ابناء فارس - واخرج الشيرازي في
الالقاب عن قيس بن سعد بن عبادة
قال قال رسول الله صلے الله عليه وسلم
لوكان العلم معلقا بالثريا لتناوله قوم
من ابناء فارس وحديث ابي
هريرة اصله في صحيح البخاري
و مسلم بلفظ لوكان الايمان
عند الثريا لناوله رجال من
فارس و في لفظ لمسلم لوكان
الايمان عند الثريا لذهب به
رجل من ابناء فارس حتى
يتناوله - وحديث قيس بن
سعد في معجم الطبراني
الكبير بلفظ لوكان الايمان
معلقا بالثريا لا تناله العرب
لناله رجال فارس -
و في معجم الطبراني ايضا عن ابن
مسعود قال قال رسول الله
صلى الله عليه وسلم لوكان الدين
معلقا بالثريا لتناوله ناس من
ابناء فارس فهذا اصل صحيح
يعتمد عليه في البشارة والفضيلة
نظير الحديثين الذين
في الامامين و يستغني به
عن الخبر الموضوع - انتهى

اگر علم ثریا پر ہوتا - تو فارس کے لوگ
اس کو لے لیتے - اور شیرازی نے القاب میں
قیس بن سعد بن عبادہ کی روایت سے بیان
کیا ہے کہ کہا انہوں نے - فرمایا رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے - اگر علم ثریا پر معلق
ہوتا - تو ابنائے فارس میں سے ایک قوم
اُس کو لے لیتی - اور حدیث ابو ہریرہ
کی اصل صحیح بخاری و مسلم میں بدین
الفاظ ہے - لوکان الایمان عند الثریا
لناولہ رجال من فارس - اور مسلم
کی ایک روایت میں یہ لفظ ہیں -
لوکان الایمان عند الثریا لذھب بہ
رجل من ابناء فارس حتی یتناولہ
اور قیس بن سعد کی حدیث معجم طبرانی میں
بدیں الفاظ ہے - لوکان الایمان معلقا
بالثریا لا تنالہ العرب لنالہ رجال
فارس - اور معجم طبرانی ہی میں ابن مسعود
کی روایت میں یوں ہے - قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم لوکان الدین معلقا
بالثریا لتناولہ ناس من ابناء فارس
پس یہ اصل صحیح ہے جس پر بشارت و
فضیلت میں مثل پہلی دو حدیثوں کے جو
دو نو اماموں کے حق میں وارد ہیں اعتماد کیا جاتا
ہے - اور اس کی موجودگی میں حدیث موضوع
کی کوئی حاجت نہیں -

شیخ ابن حجر مکی علامہ جلال الدین سیوطی کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال بعض تلامذة الجلال وما جزم به شیخنا من ان الامام ابا حنیفة هو المراد من هذا الحدیث ظاهر لاشك فیه لانه لم یبلغ احد فی زمنه من ابناء فارس فی العلم مبلغه ولا مبلغ اصحابه وفیه معجزة ظاهرة للنبی صلی الله علیه وسلم حیث اخبر بما سیقع (خیرات الحسان۔ صـ ۱۵)

جلال الدین سیوطی کے ایک شاگرد نے کہا کہ وہ جو ہمارے استاد نے یقین کیا کہ اس حدیث سے امام ابو حنیفہ ہی مراد ہیں ظاہر ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں۔ کیونکہ امام صاحب کے زمانے میں اہل فارس میں سے کوئی شخص آپ کے مبلغ علم کو نہیں پہنچا اور نہ آپ کے اصحاب کے مبلغ علم کو پہنچا۔ اور اس میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے معجزہ ظاہر ہے کیونکہ حضور نے اس امر کی خبر دی جو آئندہ واقع ہوگا۔

عبارت بالا میں علامۂ سیوطی کے جس شاگرد کا ذکر ہے اُن کا نام حافظ محمد بن یوسف شامی ہے جو سیرت شامی کے مصنف ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن عابدین تحریر فرماتے ہیں۔

فی حاشیة الشبراملسی علی المواهب عن العلامة الشامی تلمیذ الحافظ السیوطی قال ما جزم به شیخنا من ان اباحنیفة هو المراد من هذا الحدیث ظاهر لا شك فیه لانه لم یبلغ من ابناء فارس فی العلم مبلغه احد (رد المحتار۔ مطبوعۂ مصر۔ جزء اول۔ صـ ۴۰)

مواہب پر شبراملسی کے حاشیہ میں ہے کہ حافظ سیوطی کے شاگرد علامۂ شامی نے فرمایا کہ وہ جو ہمارے استاد نے یقین کیا کہ اِس حدیث سے ابو حنیفہ رض ہی مراد ہیں ظاہر ہے۔ اُس میں کچھ شک نہیں کیونکہ اہل فارس میں سے کوئی شخص علم میں امام صاحب کے پایہ کو نہیں پہنچا۔

لہٰذا اگر ہم حدیث ابو حنیفة سراج امتی کو موضوع بھی تسلیم کر لیں۔ تو ہمیں مضر نہیں۔ کیونکہ ہمارا مقصود دوسری حدیث سے ثابت ہے جس کی صحت پر سب محدثین کا اتفاق ہے۔

جو لوگ یہہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسےٰ علےٰ نبینا و علیہ الصلوٰة والسلام امام صاحب

کی پیروی کریں گے - وہ بطور تسامح ایسا کہتے ہیں - انکی مراد صرف یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کا اجتہاد امام صاحب کے اجتہاد کے موافق ہوگا - علامہ شعرانی فرماتے ہیں و مذهبه اول المذاهب تدوينا و اخرها انقراضا كما قاله بعض اهل الكشف (میزان - جزء اول - صفحہ ۵۵) - یعنی امام صاحب کا مذہب سب مذاہب سے پہلے جمع کیا گیا اور سب سے اخیر میں ختم ہو گا جیسا کہ بعض اہل کشف نے فرمایا ہے - انتہیٰ

حضرت غوث ربانی مجدد الف ثانی سیدنا شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ (متوفی ۲۷ - صفر ۱۰۳۴ھ) مکتوبات شریف - جلد ثانی - مکتوب ۵۵ میں یوں تحریر فرماتے ہیں - حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام بعد از نزول کہ متابعت ایں شریعت خواہد نمود اتباع سنت آں سرور علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام خواہد کرد - نسخ ایں شریعت مجوز نیست - نزدیک است کہ علمائے ظواہر مجتہدات او را علیٰ نبینا و علیہ الصلوۃ والسلام از کمال دقت و غموض ماخذ انکار نمایند و مخالف کتاب و سنت دانند - مثل روح اللہ مثل امام اعظم کوفی است کہ ببرکت ورع و تقوے و بدولت متابعت سنت درجہ علیا در اجتہاد و استنباط یافتہ است کہ دیگراں در فہم آں عاجز اند و مجتہدات او را بواسطہ دقت معانی مخالف کتاب و سنت دانند و او را و اصحاب او را اصحاب رائے پندارند - كل ذالك لعدم الوصول الى حقيقة علمه و درايته و عدم الاطلاع على فهمه و فراسته - امام شافعی شمہ از دقت فقاہت او علیہ الرضوان دریافت کہ گفت الفقهاء كلهم عيال ابى حنيفة - وائے جرأتہائے قاصر نظراں کہ قصور خود را بدیگرے نسبت نمایند ؎

قاصرے گر کند ایں قافلہ را طعن قصور ❊ حاشا للہ کہ برآرم بزباں ایں گلہ را

ہمہ شیران جہاں بستۂ ایں سلسلہ اند ❊ روبہ از حیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را

و بواسطہ ہمیں مناسبت کہ بحضرت روح اللہ دارد تواند بود آنچہ خواجہ محمد پارسا در فصول ستہ نوشتہ است کہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام بعد از نزول بمذہب امام ابی حنیفہ عمل خواہد کرد - یعنی اجتہاد روح اللہ موافق اجتہاد

امام اعظم خواہد بود نہ آنکہ تقلید این مذہب خواہد کرد ـ علےٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کہ شان او علےٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام ازاں بلند تر است کہ تقلید علماء امت فرماید ـ انتہٰی ـ

قال البنارسی

سنو اور غور سے سنو ـ رسول اللہ صلعم نے خود امام ابو حنیفہ کی فقہ سیکھنے سے منع کیا ہے تاریخ ابن خلکان جلد اول صفحہ ۴۵ میں ابو جعفر محمد بن احمد کے ترجمہ میں لکھا ہے ـ و کان یقول تفقہت علی مذھب ابی حنیفہ فرأیت النبی صلعم فی مسجد المدینۃ عام حججت فقلت یا رسول اللہ قد تفقہت بقول ابی حنیفہ افاخذ بہ قال لا انتہٰی ـ یعنی محمد بن احمد کہتے تھے کہ میں نے ابو حنیفہ کی فقہ سیکھی تھی ـ جس سال میں حج کو گیا ـ مدینہ کی مسجد میں آنحضرت صلعم کو خواب میں میں نے دیکھا اور کہا اے رسول خدا ـ میں نے ابو حنیفہ کی فقہ سیکھی ہے ـ کیا میں اسکو لوں (اور اس کے مطابق عمل کروں) آپ نے فرمایا نہیں (مت لے ـ چھوڑ دے) ـ اسی طرح بہت سے لوگوں نے اس مذہب کو چھوڑ دیا ـ جب اون کو امام صاحب کے مزید ار مسائل سے واقفیت ہوئی ـ جس کو ہم مختصراً ذیل میں بیان کرکے ان لوگوں کے نام بالتصریح بتلا دیں گے جنہوں نے حنفی مذہب کو چھوڑ دیا ـ صفحہ ۱۷ ـ ۱۸ ÷

اقول

علامہ عبدالوہاب شعرانی الکبریت الاحمر فی بیان علوم الشیخ الاکبر (بہامش الیواقیت والجواہر مطبوعہ مصر ـ جزء ثانی ـ صفحہ ۸۹ ـ ۹۰) میں یوں تحریر فرماتے ہیں ـ

وقال الشیخ فی الفتوحات فی الباب التاسع عشر واربعمائۃ فی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم من رآنی فی المنام فقد رآنی حقًا فان الشیطان لا یتمثل بی اعلم

شیخ اکبر (ابن عربی متوفی ۶۳۸ھ) نے فتوحات مکیہ کے باب ۴۱۹ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد من رآنی فی المنام فقد رآنی فان الشیطان لا یتمثل بی کے بارے میں فرمایا ہے

ان من التوفيقات الالهية المبشرات
وهي الرؤيا الصالحة يراها المسلم
او ترى له فقال وله العمل بما
من الحكم فيها في حق نفسه فقط
بشرط ان يرى رسول الله صلى الله
عليه وسلم على الصورة الجسدة
التي كان عليها في دار الدنيا
كما نقل اليه من الوجه
الذي صح عنده حتى انه
يرى رسول الله صلى الله عليه وسلم
مكسور الثنية العليا فان لم
يره بهذه العلامة فما هو ذاك
وان تحقق انه رأى رسول الله
صلى الله عليه وسلم في رؤياه
لكن رآه شيخا او شابا مغايرا
للصورة التي كان عليها في
الدنيا ومات عليها او رآه
في حسن ازيد مما وصف
له او في اقبح صورة او وقع
منه سوء ادب مع رسول
الله صلى الله عليه وسلم
فذلك راجع الى الرأي لا اليه
صلى الله عليه وسلم
فلا يجوز له الحكم بصحة
ما رآه ولا يجوز له العمل

جان لے کہ توفیقات الٰہیہ میں سے مبشرات
ہیں۔ اور وہ رویائے صالحہ ہے جو مسلمان
دیکھتا ہے یا اُسکو دکھایا جاتا ہے۔ شیخ
فرماتے ہیں کہ رؤیا میں جو حکم ہو اُس پر
عمل کرنا فقط دیکھنے والے کے لئے ہی
جائز ہے۔ بشرطیکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو اُس جسمانی صورت میں دیکھے
جس میں آپ اس دُنیا میں تھے جیسا کہ
صحیح طریق سے اُسے معلوم ہوا ہو۔ یہانتک
کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا اوپر
کا سامنے کا دانت مبارک شہید ہوا دیکھے
پس اگر وہ حضور کو اس علامت کے ساتھ
نہ دیکھے۔ تو وہ شکل صحیح نہیں۔ اور اگر
ثابت ہو کہ اُس نے خواب میں رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ مگر آپ کو اُس
صورت کے مغائر جس میں آپ اِس دنیا میں
تھے اور انتقال فرمایا بوڑھے یا جوان دیکھا
یا آپ کو آپ کے حسن موصوف سے زاید خوبصورت
یا نہایت بدصورت دیکھا یا اُس کی طرف سے
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی
بے ادبی سرزد ہوئی۔ تو یہ دیکھنے والے
کی طرف راجع ہے نہ کہ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کی طرف پس اُس کے لئے جائز نہیں
کہ جو کچھ اُس نے دیکھا اسکی صحت کا حکم لگائے
اور نہ اُسکے لئے جائز ہے عمل کرنا اُس پر

بما اخبره به لا سيما ان خالف نصا صريحا فى الشريعة او اقتضى نسخ حكم ثابت و نحو ذلك قال وقد رأيناه على الصورة التى كان عليها وسألناه عن عدة احاديث قيل بضعفها فاخبرنا صلى الله عليه وسلم فى المنام بصحتها فعملنا بها- وقد ذكر الامام مسلم فى صدر كتابه عن شخص انه راى رسول صلى الله عليه وسلم فعرض عليه الف حديث كان فى ذهنه انها صحيحة فاثبت له صلى الله عليه وسلم من الالف ستة احاديث وانكر صلى الله عليه وسلم ما بقى- فعلم ان من راٰه صلى الله عليه وسلم فى المنام فقد راٰه فى اليقظة مالم تتغير عليه الصورة فان الشيطان لا يتمثل على صورته اصلا فهو معصوم الصورة حيا و ميتا

جس کی اُس نے خبر دی خصوصاً جبکہ اُس کی خبر شریعت کی کسی نص صریح کے مخالف ہو یا کسی حکم ثابت کے نسخ یا ایسے ہی کسی اور امر کی مقتضی ہو۔ ہم نے حضور کو اُس صورت میں دیکھا ہے جس میں آپ تھے اور آپ سے چند احادیث کی نسبت دریافت کیا جنہیں ضعیف کہا گیا ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو اُن احادیث کے صحیح ہونے کی خبر دی۔ اس لئے ہم نے اُن پر عمل کیا۔ امام مسلم نے اپنی کتاب کے آغاز میں ایک شخص کی نسبت ذکر کیا ہے کہ اُس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ پس ایک ہزار حدیثیں حضور پر پیش کیں جن کی نسبت اُس کا خیال تھا کہ وہ صحیح ہیں پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہزار میں سے چھ حدیثوں کو صحیح فرمایا اور باقی سے انکار کر دیا۔ پس معلوم ہوا کہ جس شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ اُس نے بے شک آپ کو بیداری میں دیکھا جبتک کہ اُس پر آپ کی صورت متغیر نہ ہوئی ہو۔ کیونکہ شیطان کبھی آپ کی صورت نہیں بن سکتا۔ پس حضور حیات و ممات ہر دو حالت میں معصوم الصورۃ ہیں ۔

فمن رآه فقد رآه فی ای صورة لکن منها ما ھو اوضح۔ انتہی

پس جس نے آپ کو دیکھا اُس نے بے شک آپ کو دیکھا خواہ کسی صورت میں۔ مگر بعض صورت دوسری سے زیادہ واضح ہے۔

امام نووی شافعی (متوفی ۶۷۶ھ) تہذیب الاسماء والصفات میں جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وسلم کے خاص فضائل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ومنه ان من رآه فی المنام فقد رآه حقاً فان الشیطان لا یتمثل بصورته ولکن لا یعمل بما یسمع الرائی منه فی المنام فیما یتعلق بالاحکام ان خالف ما استقر فی الشرع لعدم ضبط الرائی لا للشك فی الرؤیة لان الخبر لا یقبل الا ضابط مکلف والنائم بخلافه (جواھر البحار فی فضائل النبی المختار للنبہانی۔ مطبوعہ مصر۔ صفحہ ۲۰۴)

اور منجملہ فضائل۔ یہہ ہے کہ جس شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اُس نے بے شک آپ کو دیکھا کیونکہ شیطان آپ کی صورت نہیں بن سکتا مگر دیکھنے والا اُس حکم پر عمل نہ کرے جو وہ خواب میں حضور سے سُنے اگروہ حکم شریعت کے کسی حکم ثابت کے مخالف ہو۔ یہہ عمل نہ کرنے کا حکم اسلئے ہے کہ دیکھنے والے کو ضبط نہیں ہوتا نہ اس لئے کہ رویت میں شک ہے۔ کیونکہ خبر اُس شخص کی مقبول ہوتی ہے جو ضابطہ ومکلف ہو۔ اور سونے والا اس کے برعکس ہوتا ہے۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی (متوفی ۸۵۵ھ) عمدة القاری شرح صحیح بخاری (مطبوعہ استنبول۔ جزء اول صفحہ ۵۵۹) میں من رآنی فی المنام الحدیث کے تحت میں اسئلہ واجوبہ کے ضمن میں تحریر فرماتے ہیں۔

ومنها ما قیل الحدیث المسموع عنه فی المنام

اور منجملہ سوالات وجوابات ایک یہہ ہے کہ وہ حدیث جو جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وسلم سے خواب میں سنی جائے

هل هو حجة يستدل بها ام لا اجيب بلا اذ يشترط فى الاستدلال به ان يكون الراوى ضابطا عند السماع والنوم ليس حال الضبط	آیا وہ حجت ہے جس سے استدلال کیا جائے یا نہیں۔ اس کا جواب نفی میں دیا گیا ہے کیونکہ حدیث مسموع سے استدلال میں یہہ شرط ہے کہ راوی سننے کے وقت ضابط ہو اور نیند ضبط کی حالت نہیں۔

عبارات مذکورۂ بالا سے ظاہر ہے کہ اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خواب میں کسی شخص سے کچھ فرماویں۔ تو اُس شخص کی خبر کسی حالت میں دوسروں کے لئے حجت نہیں ہوسکتی۔ ناظرین کے مطالعہ کے لئے چند رویائے صادقہ بھی ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ شیخ الاسلام تاج سبکی نے طبقات الشافعیۃ الکبرٰے (جزء رابع۔ صلـــــ۱۱۶۔۱۱۸) میں امام ابو الفتح عامر بن عامر الساوی رح کا ایک طویل خواب بالاسناد ذکر کیا ہے۔ جو امام موصوف نے حرم شریف میں کعبہ مشرفہ کے مقابل لیٹے ہوئے بتاریخ ۱۴ ماہ شوال ۵۴۵ھ ظہر وعصر کے درمیان دیکھا۔ ہم اُس میں سے بقدر ضرورت یہاں اقتباس کرتے ہیں۔ امام ممدوح فرماتے ہیں۔

فبينا انا كذلك اذ طرأ على النعاس وغلبني وكأني بين اليقظة والمنام فرأيت عرصة واسعة فيها ناس كثيرون واقفون وفى يد كل واحد منهم كتاب مجلد قد تحلقوا كلهم على شخص فسألت الناس عن حالهم وعمن فى الحلقة فقالوا هو رسول الله صلى الله عليه وسلم	جب میں اس حالت میں تھا۔ ناگاہ نیند نے طاری ہوکر مجھ پر غلبہ پا لیا۔ گویا کہ میں بیداری و خواب کے درمیان تھا پس میں نے ایک کشادہ میدان دیکھا جس میں بہت سے لوگ کھڑے تھے۔ ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک مجلد کتاب تھی۔ ان سب نے ایک شخص کے گرد حلقہ بنایا ہوا تھا۔ میں نے لوگوں سے اُن کا اور صاحب حلقہ کا حال دریافت کیا۔ انھوں نے کہا کہ یہہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں

وهؤلاء اصحاب المذاهب يريدون
ان يقرؤا مذاهبهم واعتقادهم
من كتبهم على رسول الله صلى الله
عليه وسلم و يصححونها
عليه قال فبينا انا كذالك
انظر الى القوم اذ جاء واحد
من الحلقة و بيده كتاب
قيل ان هذا هو الشافعي
رضى الله عنه فدخل فى وسط
الحلقة وسلم على رسول الله
صلى الله عليه وسلم قال
فرأيت رسول الله صلى الله
عليه وسلم فى جماله وكماله
متلبسا بالثياب البيض المغسولة
النظيفة من العمامة
والقميص وسائر الثياب
على زى اهل التصوف فرد
عليه الجواب و رحب به
وقرأ الشافعي بين يديه وقرأ
من الكتاب مذهبه واعتقاده
عليه وبعد ذلك جاء شخص
اخر قيل هو ابو حنيفة رضى الله
عنه وبيده كتاب فسلم و
قعد بجنب الشافعي وقرأ من الكتاب
مذهبه واعتقاده عليه

اور وہ لوگ اصحاب مذاہب ہیں جو چاہتے
ہیں کہ اپنے مذاہب و اعتقاد کو۔ اپنی
کتابوں سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کے آگے پڑھیں اور درست کرلیں۔ امام
موصوف نے کہا کہ جب میں اس طرح
لوگوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ناگاہ
اُس حلقہ میں سے ایک شخص آیا اور
اس کے ہاتھ میں ایک کتاب تھی۔ کہا گیا
کہ یہی امام شافعی رضی اللہ عنہ ہیں۔ پس
وہ حلقہ کے درمیان داخل ہوئے اور
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر
سلام عرض کیا۔ امام موصوف نے کہا۔
پس میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم کو اہل تصوف کے لباس و ہیئت میں
سفید دھوئے ہوئے پاکیزہ کپڑے یعنی
عمامہ و قمیص اور باقی کپڑے پہنے ہوئے اپنے
جمال و کمال میں دیکھا۔ پس حضور نے
امام شافعی کے سلام کا جواب دیا اور اُن کو
مرحبا کہا۔ امام شافعی نے آپ کے سامنے
پڑھنا شروع کیا۔ اور کتاب میں سے اپنا
مذہب و اعتقاد آپکے سامنے پڑھا۔
اسکے بعد ایک اور شخص آیا۔ کہا گیا کہ یہ امام
ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ہیں اور اُنکے ہاتھ میں
ایک کتاب تھی۔ امام صاحب نے سلام عرض کیا
اور امام شافعی کے پہلو میں بیٹھ گئے اور کتاب سے
اپنا مذہب و اعتقاد حضور کے آگے پڑھا۔

فقرأ فی اجلده کل صاحب مذهب الی ان لم یبق الا القلیل و کل من یقرأ یقعد بجنب الاخر فلما فرغوا اذا واحد من المبتدعة الملقبة بالرافضة قد جاء و فی یده کراریس غیر مجلدة فیہا ذکر عقائده الباطلة وھمّ ان یدخل الحلقة و یقرأھا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فخرج واحد ممّن کان مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الیہ وزجرہ واخذ الکراریس من یدہ ورمی بھا الی خارج الحلقة وطردہ واھانہ

پھر امام صاحب کے بعد ہر ایک صاحبِ مذہب آیا یہانتک کہ صرف تھوڑے باقی رہگئے۔ اور جو شخص پڑھتا تھا وہ دوسرے کے پہلو میں بیٹھ جاتا تھا۔ جب فارغ ہو چکے۔ تو اہل بدعت جنہیں رافضی کہتے ہیں اُن میں سے ایک شخص آیا۔ اُس کے ہاتھ میں کچھ اجزاء بے جلد تھے جن میں اُس کے عقائد باطلہ کا ذکر تھا۔ اُس نے قصد کیا کہ حلقہ میں داخل ہوکر اپنے عقائد کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے آگے پڑھے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہیوں میں سے ایک اس کی طرف نکلا۔ اور اُس کو جھڑکا۔ وہ اجزاء اس کے ہاتھ سے لے لئے اور حلقہ کے باہر پھینک دئے۔ اور اُس شخص کو نکال دیا اور ذلیل کیا۔

شیخ ابن حجر مکی شافعی خیرات الحسان صـ میں تحریر فرماتے ہیں۔

عن ابی معانی الفضل بن خالد قال رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقلت یا رسول اللہ ما تقول فی علم ابی حنیفة فقال ذلک علم یحتاج الناس الیہ وعن مسدد بن عبد الرحمٰن البصری انہ نام بمکة بین الرکن والمقام قبیل الفجر

ابو معانی فضل بن خالد نے کہا کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ مینے عرض کی۔ یا رسول اللہ آپ امام ابو حنیفہ کے علم کی نسبت کیا فرماتے ہیں۔ فرمایا۔ وہ ایسا علم ہے جس کی لوگوں کو ضرورت ہے۔ مسدد بن عبد الرحمٰن بصری سے روایت ہے کہ میں مکہ میں فجر سے کچھ پہلے رکن و مقام کے درمیان سو گیا۔

فرأى رسول الله صلى الله
عليه وسلم فقال يا
رسول الله ما تقول في
هذا الرجل الذي بالكوفة
النعمان بن ثابت
أخذ من علمه فقال
صلى الله عليه وسلم
خذ من علمه واعمل
بعمله فنعم الرجل
هو قال فقمت وكنت
اكره الناس للنعمان
وانا استغفر الله مما
كان مني ورأى بعض
ائمة الحنابلة النبي صلى الله
عليه وسلم قال
فقلت له يا رسول الله
حدثني عن المذاهب فقال
المذاهب ثلاثة فوقع في نفسي
انه يخرج مذهب ابي حنيفة
لتمسكه بالرأي فابتدأ
وقال ابو حنيفة والشافعي
واحمد ثم قال ومالك
اربعة اربعة فقلت
ايها خير فغالب ظني انه
قال مذهب احمد

پس میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کو دیکھا۔ میں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ
آپ نعمان بن ثابت کی نسبت جو کوفہ میں
ہیں کیا فرماتے ہیں۔ کیا میں ان کے علم سے
لے لوں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا۔ تو انکے علم سے لے لے اور انکی مانند
عمل کر۔ وہ اچھے شخص ہیں۔ مسدد نے کہا
پس میں اُٹھا۔ اور میں سب لوگوں سے
بڑھکر نعمان (ابوحنیفہ رض) کو ناپسند کرنے
والا تھا۔ اس لئے میں اللہ سے اپنی اس
خطا کی معافی مانگتا تھا۔ ائمہ حنابلہ میں
سے ایک نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو
خواب میں دیکھا۔ اُس نے کہا۔ میں نے
عرض کی۔ یا رسول اللہ۔ مجھے آپ مذاہب
کی نسبت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا۔
مذہب تین ہیں۔ اس پر میرے دل میں
آیا کہ ابو حنیفہ رض کا مذہب ان تین میں
نہ آئے گا کیونکہ اُنہوں نے رائے سے
استدلال کیا ہے۔ پس حضور نے
شروع کیا اور فرمایا۔ ابو حنیفہ رض
وشافعی واحمد۔ پھر فرمایا۔ اور مالک
چار چار۔ میں نے عرض کی۔ ان چاروں
میں سے بہتر کونسا ہے۔ میرا غالب
گمان یہ ہے کہ آپ نے فرمایا
امام احمد کا مذہب

حضرت قطب العارفین علی بن عثمان الجلالی المعروف بہ ہجویری رحمہ اللہ کشف المحجوب (مطبوعہ مطبع پنجابی لاہور۔ صفحہ ۵۵) میں فرماتے ہیں۔ ویحیے بن معاذ الرازی گوید۔ پیغامبررا صلے اللہ علیہ وسلم بخواب دیدم۔ گفتمش یارسول اللہ این اطلبک قال عند علم ابی حنیفۃ۔ انتھی۔ یعنی یحیے بن معاذ رازی فرماتے ہیں۔ کہ میں نے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ میں نے آپ سے عرض کی۔ یارسول اللہ۔ میں آپ کو کہاں ڈھونڈوں۔ آپنے فرمایا۔ ابو حنیفہ کے علم کے پاس انتہے

مولانا مولوی عبد الجلیل صاحب سیف المقلدین علے اعناق المنکرین (مطبوعہ اصح المطابع لکھنؤ۔ صفحہ ۸۴) میں لکھتے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی در رسالہ فیوض الحرمین نوشتہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مرا معلوم کنانید کہ در مذہب حنفی چنیں طریقہ پسندیدہ است کہ از مذاہب دیگر بآں سنت معروفہ کہ در زمانۂ بخاری و اصحاب وے جمع ونختہ شدہ موافق تراست۔ انتہے۔ تبدیل مذہب کی نسبت انشاء اللہ مناسب موقع پر لکھا جائے گا۔

قال البنارسی

ہم کو ایک بہت بڑا تعجب تو یہہ ہے کہ امام صاحب کا حافظہ جیسا کچھ تھا ہم نے اوپر بیان کیا۔ لیکن پھر بھی امام صاحب کی نسبت کس خوش اعتقادی سے کہا جاتا ہے کہ صلی ابو حنیفۃ صلوٰۃ الفجر بوضوء العشاء اربعین سنۃ (وفیات الاعیان وغیرہ) یعنی ابو حنیفہ نے چالیس برس تک عشائ کے وضوء سے برابر فجر کی نماز پڑھی۔ یہہ گپ علی الغپ نہیں تو کیا ہے۔ اُن کو بھلا اپنا وضو کیونکر یاد رہتا تھا۔ کیونکہ امام صاحب اگر عشاء پڑھکر سو رہتے تھے تو وضو ندارد۔ اور اگر جاگتے رہتے برابر فجر تک تو دن کو سوتے یا نہیں۔ اگر دن کو سوتے تو یہہ غفلت عبادت شب کے مناقض اور عبادت شب بے سود ہے۔ اور اگر دن رات برابر جاگتے اور عبادت کرتے تو چالیس برس تک جاگنا محال ہے کیونکہ بوجہ ضائع کرنے نوم طبعی کے امید حیات نہیں۔ لہذا یہہ لڑکوں کی بات ہے جو صاحب عقل سلیم کے نزدیک ہرگز حیز قبول میں نہیں آسکتی۔

اب میں اس بحث کے متعلق اپنی مختصر تقریر ختم کرتا ہوں۔ ؎
نہیں معلوم تمکو ما جرائے دل کی کیفیت ٭ سُنائیں گے تمہیں ہم ایکدن ؍ یہہ داستاں پھر (صفحہ ۱۸) ٭

اقول

بنارسی نے ابن خلکان کا حوالہ تو نقل کر ہی دیا ہے۔ اُسے نمبر (۱) سمجھئے۔ اور باقی حوالجات سُن لیجئے۔

(۲) امام نووی تہذیب الاسماء صفحہ ۷۰۴ میں لکھتے ہیں۔

عن اسد بن عمرو قال صلے ابو حنیفۃ صلوۃ الفجر بوضوء العشاء اربعین سنۃ وکان عامۃ اللیل یقرأ القران فی رکعۃ وکان یسمع بکاؤہ حتی ترحمہ جیرانہ وحفظ علیہ انہ ختم القران فی الموضع الذے توفی فیہ سبعۃ الاف مرۃ وعن الحسن بن عمارۃ انہ غسل ابا حنیفۃ حین توفے وقال غفر اللہ لک لم تفطر منذ ثلاثین سنۃ ولم تتوسد یمینک فی اللیل منذ اربعین سنۃ ولقد اتعبت من بعدک

اسد بن عمرو سے روایت ہے کہ امام ابو حنیفہ نے چالیس سال فجر کی نماز عشاء کے وضوء سے پڑھی۔ اور عموماً رات کو سارا قرآن ایک رکعت میں ختم کرتے تھے۔ آپ کا رونا سُنائی دیتا تھا یہانتک کہ ہمسائے آپ پر رحم کھاتے۔ اور ثابت ہے کہ آپنے اُس جگہ میں جہاں وفات پائی سات ہزار مرتبہ قرآن ختم کیا۔ حسن بن عمارہ سے روایت ہے کہ جب امام ابو حنیفہ نے وفات پائی۔ تو اُس نے آپ کو غسل دیا اور کہا۔ اللہ تیرے گناہ معاف کرے۔ تونے تیس سال سے روزہ نہیں چھوڑا اور چالیس سال سے اپنے دائیں ہاتھ کو رات کے وقت تکیہ نہیں بنایا بے شک تونے اپنے بعد کے لوگوں کو مشقت میں ڈال دیا۔

(۳) علامہ دمیری حیوۃ الحیوان (مطبوعہ مصر۔ جزء اول صفحہ ۱۲۲) میں لکھتے ہیں۔

وکان ابو حنیفۃ اماما فی القیاس وداوم علی صلوۃ الفجر بوضوء العشاء اربعین سنۃ

امام ابو حنیفہ قیاس میں امام تھے۔ آپ نے برابر چالیس سال فجر کی نماز عشاء کے وضوء سے پڑھی

وکان عامة لیله یقرأ القرآن فی رکعة واحدة وکان یبکی فی اللیل حتی یرحمه جیرانه وختم القرآن فی الموضع الذی توفی فیه سبعة آلاف مرة ولم یفطر منذ ثلاثین سنة	اور عموماً رات کو سارا قرآن ایک رکعت میں ختم کرتے تھے۔ اور رات کو اتنا رویا کرتے کہ ہمسائے آپ پر رحم کھاتے۔ آپ نے اُس جگہ میں جہاں وفات پائی سات ہزار مرتبہ قرآن ختم کیا۔ اور تیس سال تک برابر روزے رکھے۔

(۴) حافظ ابن حجر عسقلانی تہذیب التہذیب (جزء عاشر۔ صفحہ ۴۵۰) میں لکھتے ہیں۔

قال اسمعیل بن حماد بن ابی حنیفة عن ابیه قال لما مات ابی سألنا الحسن بن عمارة ان یتولی غسله ففعل فلما غسله قال رحمك الله تعالیٰ وغفر لك لم تفطر منذ ثلاثین سنة ولم تتوسد یمینك باللیل منذ اربعین سنة وقد اتعبت من بعدك وفضحت القراء	اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہ نے کہا کہ میرے والد حماد نے بیان کیا کہ جب میرے والد (امام ابو حنیفہؒ) نے وفات پائی۔ تو ہم نے حسن بن عمارہ سے درخواست کی کہ آپ اُنہیں غسل دیں۔ حسن بن عمارہ نے منظور کیا۔ جب غسل دیا تو کہا۔ اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم کرے۔ اور تیرے گناہ معاف کرے۔ تو نے تیس سال سے روزہ نہیں چھوڑا اور چالیس سال سے رات کے وقت اپنے دائیں ہاتھ کو تکیہ نہیں بنایا۔ بیشک تو نے اپنے بعد کے لوگوں کو مشقت میں ڈال دیا۔ اور قاریوں کو رُسوا کر دیا۔

(۵) علامہ جلال الدین سیوطی تبییض الصحیفہ صفحہ ۱۵ میں لکھتے ہیں۔

روی الخطیب عن حماد بن یونس قال سمعت اسد بن عمرو یقول صلی ابو حنیفة فیما حفظ علیه صلوٰة الفجر بوضوء العشاء اربعین سنة	خطیب نے حماد بن یونس سے روایت کی۔ کہا۔ سنا میں نے اسد بن عمرو کو کہ کہتے تھے۔ امام ابو حنیفہ نے جیسا کہ ان کی نسبت ثابت ہے چالیس سال فجر کی نماز عشاء کے وضوء سے پڑھی۔

علامۂ موصوف دوسری جگہ (تبییض الصحیفہ۔ صـ۲۳) لکھتے ہیں۔

وروی ایضا عن ابی یحییٰ الحمانی عن بعض اصحاب ابی حنیفۃ انہ کان یصلی الفجر بوضوء العشاء وکان اذا اراد ان یصلی من اللیل تزین و سرح لحیتہ

ابو عبداللہ الحسین بن محمد بن خسرو بلخی نے بروایت ابو یحییٰ الحمانی نقل کیا ہے کہ ابو حنیفہؓ کے بعض اصحاب سے روایت ہے کہ امام صاحب فجر کی نماز عشاء کے وضو سے پڑھا کرتے تھے۔ اور جب آپ رات کو نماز پڑھنے کا قصد کرتے تو آرائش کرتے اور ڈاڑھی کو کنگھی کرتے۔

(۶) قاضی حسین بن محمد دیار بکری مالکی تاریخ الخمیس (جزء ثانی۔ صـ۳۶۶) میں لکھتے ہیں۔

روی عن اسد بن عمرو انہ قال صلی ابو حنیفۃ الفجر بوضوء العشاء اربعین سنۃ وکان یسمع بکاؤہ فی اللیل حتی ترحمہ جیرانہ

اسد بن عمرو سے روایت ہے کہ امام ابو حنیفہؓ نے چالیس سال فجر کی نماز عشاء کے وضوء سے پڑھی اور رات کو اُنکا رونا سنائی دیتا یہانتک کہ اُنکے ہمسائے اُن پر رحم کرتے۔

(۷) شیخ عبد الوہاب شعرانی کتاب المیزان (جزء اول۔ صـ۶۱) میں لکھتے ہیں۔

وروی ابو نعیم وغیرہ عن الامام ابی حنیفۃ رضی اللہ عنہ انہ صلی الصبح بوضوء العشاء اکثر من خمسین سنۃ ولم یکن یضع جنبہ علی الارض فی اللیل ابدا وانما کان ینام لحظۃ بعد صلوۃ الظہر وھو جالس ویقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استعینوا علی قیام اللیل بالقیلولۃ یعنی النوم بعد الظہر

ابو نعیم وغیرہ نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آپ نے پچاس سال سے زیادہ صبح کی نماز عشاء کے وضو سے پڑھی۔ اور کبھی رات کے وقت اپنا پہلو زمین پر نہ رکھا۔ آپ نماز ظہر کے بعد بیٹھے ہوئے ایک لحظہ سویا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیلولہ یعنی ظہر کے بعد سونے کے ساتھ قیام شب پر مدد چاہو۔

(۸) شیخ ابن حجر مکی خیرات الحسان [illegible] میں تحریر فرماتے ہیں۔

قال الذهبي قد تواتر قيامه الليل وتهجده وتعبده ومن ثمه كان يسمى الوتد من كثرة قيامه الليل بل احياه بقراءة القرآن في ركعة ثلاثين سنة وحفظ عنه انه صلى صلوة الفجر بوضوء العشاء اربعين سنة فكان عامة الليل يقرأ جميع القرآن في ركعة واحدة يسمع بكاؤه في الليل حتى يرحمه جيرانه

ذہبی نے کہا کہ امام صاحب کا قیام شب اور آپ کا تہجد و عبادت بر سبیل تواتر ثابت ہے۔ اور قیام شب کی کثرت کے سبب آپ کو وتد کہا کرتے تھے۔ بلکہ آپ نے تیس سال ایک رکعت میں قرآن شریف ختم کرنے سے شب بیداری کی۔ اور ثابت ہے کہ آپ نے چالیس سال فجر کی نماز عشاء کے وضوء سے پڑھی۔ اور اکثر رات کو سارا قرآن ایک ہی رکعت میں ختم کر دیتے۔ رات کو آپ کا رونا سنائی دیتا یہاں تک کہ ہمسائے آپ پر رحم کرتے۔

اقتباسات بالا سے ظاہر ہے کہ امام صاحب کا چالیس سال عشاء کے وضوء سے نماز فجر پڑھنا ایک ایسا واقعہ ہے جس میں ذرا بھی شک نہیں ہو سکتا۔ امام صاحب کی طرح اور بہت سے تابعین اور حافظ حدیث اور اولیائے کرام فجر کی نماز عشاء کے وضوء سے پڑھا کرتے تھے۔ چنانچہ وہب بن منبہ کے ترجمہ میں لکھا ہے۔ قال مثنى ابن الصباح لبث وهب عشرين سنة لم يجعل بين العشاء والصبح وضوء (طبقات ابن سعد مطبوعہ جرمنی۔ جزء خامس۔ صفحہ ۳۹۶۔ تذکرۃ الحفاظ مجلد اول۔ صفحہ ۸۹)۔ یعنی مثنی بن الصباح نے کہا کہ وہب بیس سال اس حال میں رہے کہ عشاء و صبح کے درمیان آپ نے وضوء نہ کیا۔ انتہے۔ ابو المعتمر سلیمان التیمی کے ترجمہ میں مذکور ہے۔ قال معتمر مكث ابي اربعين سنة يصوم يوما ويفطر يوما ويصلي صلوة الفجر بوضوء العشاء (تذکرۃ الحفاظ۔ مجلد اول صفحہ ۱۳۱)۔ یعنی معتمر نے کہا کہ میرا باپ چالیس سال اس طرح رہا کہ ایک دن روزہ رکھتا اور ایک دن افطار کرتا۔ اور نماز فجر عشاء کے وضوء سے پڑھتا۔ انتہے

یزید بن ہارون کے ترجمہ میں لکھا ہے۔ عن عاصم بن علی قال کان یزید یقوم اللیل وصلی الصبح بوضوء العتمة نیفا وا ربعین سنة (تذکرۃ الحفاظ مجلد اول ۔ صـ۲۹۱)۔ یعنی عاصم بن علی کا بیان ہے کہ یزید تمام رات عبادت کرتے تھے۔ اُنہوں نے چالیس سال سے کچھ اوپر عشاء کی نماز فجر کے وضوء سے پڑھی انتہے۔ ہشیم بن بشیر السلمی کے حال میں لکھا ہے۔ قال ابن ابی الدنیا حدثنی من سمع عمرو بن عون یقول مکث هشیم قبل موته عشر سنین یصلی الفجر بوضوء العشاء (میزان الاعتدال۔ مجلد ثالث ۔ صـ۲۵۵)۔ یعنی ابن ابی الدنیا نے کہا کہ حدیث کی مجھ سے اُس شخص نے جس نے سُنا عمرو بن عون کو کہ کہتے تھے ہشیم اپنے مرنے سے پہلے دس سال فجر کی نماز عشاء کے وضوء سے پڑھتا رہا۔ انتہے۔ سعید بن المسیب کے حال میں مذکور ہے۔ وصلی رضی اللہ عنه الصبح بوضوء العشاء خمسین سنة (طبقات کبرٰے للشعرانی ۔ مطبوعۂ مصر۔ جزء اوّل صـ۳۴)۔ یعنی سعید بن مسیب نے پچاس سال صبح کی نماز عشاء کے وضوء سے پڑھی۔ انتہے۔ امام طاؤس بن کیسان کی نسبت لکھا ہے۔ وصلی الصبح بوضوء العتمة اربعین سنة (طبقات کبرٰے للشعرانی ۔ جزء اول۔ صـ۳۳)۔ یعنی طاؤس بن کیسان نے چالیس سال صبح کی نماز عشاء کے وضوء سے پڑھی۔ انتہے۔ علامۂ ذہبی نے امام عبدالواحد بن زید کے ترجمہ میں لکھا ہے۔ وحدث عنه وکیع و مسلم وسلیمان الدارانی فقال انه صلی الصبح بوضوء العتمة اربعین سنة (میزان الاعتدال۔ مجلد ثانی ۔ صـ۱۵۸)۔ یعنی وکیع و مسلم وسلیمان دارانی کا بیان ہے کہ امام عبدالواحد نے چالیس سال صبح کی نماز عشاء کے وضوء سے پڑھی۔ انتہے۔

شیخ الاسلام تاج سبکی امام ابوبکر نیسابوری کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔

کان یقال ان ابا بکر نیسابوری قام اربعین سنة لا ینام اللیل ویتقوت کل یوم بخمس حبات	کہا جاتا تھا کہ ابوبکر نیسابوری چالیس سال اس حالت میں رہے کہ رات کو نہ سوتے اور ہر روز پانچ دانے کھاتے۔

يصلي صلوٰة الغداة على طهارة العشاء الآخرة توفي في رابع ربيع الآخر سنة اربع وعشرين وثلثمائة (طبقات الشافعية الكبرى - جزء ثاني ص۲۳۱)	ررعشاء کی نماز عشاء کے وضو سے پڑھتے ۴- ربیع الآخر ۳۲۴ھ کو انہوں نے وفات پائی۔

شیخ الاسلام ابو عبداللہ محمد بن نصر مروزی (متوفی ۲۹۴ھ) اپنی کتاب قیام اللیل ص۲۲-۲۵ میں یوں تحریر فرماتے ہیں۔

وكان العباس جار عمر وكان يقول ما رأيت مثل عمر قط نهاره صائم وفي حاجات الناس وليله قائم وقال عامر ما رأيت مثل الجنة نام طالبها ولا رأيت مثل النار نام هاربها وكان اذا جاء الليل قال ذهب حر النار النوم فما ينام حتى يصبح واذا جاء النهار قال اذهب حر النار النوم فما ينام حتى يمسي فاذا جاء الليل قال من خاف ادلج ويقول عند الصباح يحمد القوم السرى وكانت معاذة العدوية اذا جاء الليل تقول	حضرت عباسؓ جو حضرت عمرؓ کے ہمسائے تھے فرماتے تھے کہ میں نے حضرت عمرؓ کا مثل کبھی نہیں دیکھا۔ وہ دن کو روزہ رکھتے اور لوگوں کی ضروریات مہیا کرتے اور رات کو عبادت کرتے۔ عامرؒ نے فرمایا کہ میں نے بہشت جیسی شئے کا طالب سویا ہوا نہ دیکھا اور دوزخ جیسی شئے سے بچنے والا سویا ہوا نہ دیکھا۔ جب رات آتی تو آپ فرماتے کہ دوزخ کی آگ کی حرارت نے میری نیند کو دور کر دیا۔ پس آپ نہ سوتے یہاں تک کہ صبح ہو جاتی۔ اور جب دن آتا تو فرماتے کہ دوزخ کی آگ کی حرارت نے میری نیند کو دور کر دیا۔ پس آپ نہ سوتے یہاں تک کہ شام ہو جاتی۔ پس جب رات آتی تو فرماتے جس شخص کو خوف ہوتا ہے۔ وہ رات کو چلتا ہے۔ اور فرماتے صبح کے وقت لوگ رات کے چلنے کی تعریف کرتے ہیں۔ اور معاذہ عدویہ جب رات آتی فرماتیں۔

هذه ليلتي التي اموت فيها
فما تنام حتىٰ تصبح و
اذا جاء النهار قالت هذا
يومي الذي اموت فيه فما
تنام حتىٰ تمسي واذا جاء
الشتاء لبست الثياب الرقاق
حتىٰ يمنعها البرد من النوم +
وكان همام لا ينام على
فراشه يصلي حتىٰ ينعس
في مسجده ثم يقوم فيصلي
ليله كله + قال سفيان الثوري
بت عند الحجاج بن فرافصة احدىٰ
عشرة ليلة فلا اكل و شرب ولا
نام + وكان سليمان التيمي عامة
دهره يصلي العشاء بوضوء
واحد وليس وقت صلوٰة الا
وهو يصلي وكان يسبح بعد العصر
الى المغرب ويصوم الدهر
وقال سليمان التيمي ان العين
اذا عودتها النوم اعتادت
واذا عودتها التسهر
اعتادت وكان منصور
بن المعتمر يصلي
العتمة ثم يحول نعليه
عن مقامه

یہہ میری رات ہے جس میں میں مروں گی ـ پس
نہ سوتیں یہانتک کہ صبح ہوجاتی ـ اور
جب دن آتا ـ تو فرماتیں ـ یہہ میرا دن ہے
جس میں میں مروں گی ـ پس نہ سوتیں ـ
یہانتک کہ شام ہو جاتی ـ اور جب موسم
سرما آتا ـ تو باریک کپڑے پہنتیں تاکہ
سردی اُن کو نہ سونے دے ـ ہمام رح
اپنے بستر پر نہ سوتے تھے ـ اور نماز
پڑھتے تھے یہانتک کہ اپنی مسجد میں سو جاتے ـ
پھر اُٹھتے اور تمام رات نماز پڑھتے ـ
سفیان ثوری نے فرمایا کہ میں گیارہ راتیں
حجاج بن فرافصہ کے پاس رہا ـ پس آپنے
نہ کھایا پیا اور نہ سوئے ـ سلیمان تیمی
اکثر وقت ایک ہی وضوء سے عشاء کی
نماز پڑھتے ـ اور کوئی نماز کا وقت ایسا
نہ ہوتا جس میں آپ نماز نہ پڑھتے ـ اور عصر
کے بعد مغرب تک آپ تسبیح میں مشغول ہوتے
اور آپ صائم الدہر تھے ـ سلیمان تیمی نے
فرمایا کہ آنکھ کو جب تو خواب کا عادی بنالے
تو خواب کی عادی بن جاتی ہے اور جب
تو اُس کو بیداری کا عادی بنائے ـ
تو بیداری کی عادی بن جاتی ہے ـ
منصور بن معتمر عشاء کی نماز پڑھا کرتے ـ
پھر اپنی نعلین کو اپنی جگہ سے
اُٹھا دیتے ـ

فيفتتح الصلوٰة فيجيء القوم غدوة فاذا هو مكانه و كان منصور بن زادان خفيف القرأة يقرأ القرآن كله في صلوٰة الضحيٰ ويختم القرآن بين الاولىٰ و العصر في يوم مرتين و كان يصلي الليل كله + و قال عبثر ابو زبيد اختفى عندي محمد بن النضر الحارثي من يعقوب بن داؤد في هذه العلية اربعين ليلة فما رأيته نائما ليلا ولا نهارا + وقيل لعفيرة العابدة انك لاتنامين الليل فبكت ثم قالت ربما اشتهيت ان انام فلا اقدر عليه وكيف ينام او يقدر على النوم من لاينام حافظاه عنه ليلا ونهارا ـ

اور نماز شروع کرتے - پس لوگ صبح کو آتے اور وہ اپنی ہی جگہ پر ہوا کرتے - منصور بن زادان قرأت جلد پڑھتے تھے ـ صلوٰۃ الضحیٰ میں سارا قرآن پڑھ جاتے اور ظہر و عصر کے درمیان قرآن ختم کر دیتے ـ یعنی ایک دن میں دو ختم کرتے اور تمام رات نماز پڑھتے - عبثر ابو زبید نے کہا کہ محمد بن نضر حارثی میرے پاس یعقوب بن داؤد سے چالیس راتیں اِس بالاخانے میں چھپا رہا - پس میں نے اُنکو نہ رات کو اور نہ دن کو سوتے ہوئے دیکھا ـ اور عفیرہ عابدہ سے پوچھا گیا کہ آپ رات کو نہیں سوتیں - پس روئیں - پھر فرمایا - میں نے اکثر چاہا کہ سو جاؤں - مگر نہ سو سکی - وہ کیسے سو جائے یا سو سکے جس کے دو محافظ فرشتے اُس سے رات اور دن نہیں سوتے

حجۃ الاسلام امام غزالیؒ احیاء العلوم (مطبوعہ مصر جزء اوّل صفحہ ۲۲۴) میں لکھتے ہیں -

اعلم ان احياء الليل من حيث المقدار له سبع مراتب (الاولى) احياء كل الليل وهذا شان الاقوياء الذين تجردوا لعبادة الله تعالىٰ وتلذذوا بمناجاته وصار ذالك غذاء لهم

جان لے کہ مقدار کے لحاظ سے شب بیداری کے سات مرتبے ہیں - پہلا مرتبہ تمام رات کا زندہ رکھنا یعنی عبادت میں گزارنا ہے - اور یہہ کام ہے اُن قوی لوگوں کا جو سب کچھ چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہیں اور اُس کی مناجات سے لطف اُٹھاتے ہیں - یہہ عمل اُن کی غذا

وحياة لقلوبهم فلم يتعبوا بطول
القيام وردوا المنام الى النهار
في وقت اشتغال الناس وقد كان
ذلك طريق جماعة من السلف
كانوا يصلون الصبح بوضوء
العشاء حكى ابوطالب المكي
ان ذلك حكي على سبيل التواتر
والاشتهار من اربعين من
التابعين وكان فيهم من
واظب عليه اربعين سنة
قال منهم سعيد بن المسيب
وصفوان بن سليم المدنيان و
فضيل بن عياض ووهيب
بن الورد المكيان وطاؤس
ووهب بن منبه اليمانيان والربيع
بن خيثم والحكم الكوفيان وابو
سليمان الداراني وعلي بن بكار
الشاميان وابوعبدالله الخواص
وابوعاصم العباديان وحبيب ابو
محمد وابوجابر السلماني الفارسيان
ومالك بن دينار وسليمان التيمي
ويزيد الرقاشي وحبيب
بن ابي ثابت
ويحيى البكاء

اور اُن کے دلوں کی حیات بن گیا ہے۔
اس لئے وہ طول قیام سے نہیں تھکتے۔
اور بجائے رات کے دن کو لوگوں کے
کاروبار کے وقت سوتے ہیں۔ سلف
صالحین کی ایک جماعت کا یہی طریق
تھا۔ اور وہ صبح کی نماز عشاء کے
وضوء سے پڑھا کرتے تھے۔
ابوطالب مکی نے حکایت کی کہ یہ
عمل چالیس تابعین سے بر سبیل
تواتر و اشتہار منقول ہے۔
اور اُن میں سے بعض نے برابر چالیس
سال نماز فجر عشاء کے وضوء سے
پڑھی۔ فرمایا کہ اُن میں سے ہیں
بزرگان ذیل۔ اہل مدینہ میں سے
سعید بن مسیب اور صفوان بن سلیم
اور اہل مکہ میں سے فضیل بن عیاض
اور وہیب بن ورد اور اہل یمن
میں سے طاؤس اور وہب بن منبہ اور
اہل کوفہ میں سے ربیع بن خیثم اور حکم اور
اہل شام میں سے ابو سلیمان دارانی اور
علی بن بکار اور اہل عبادان میں سے ابو عبداللہ
خواص اور ابو عاصم اور اہل فارس میں سے حبیب
ابو محمد اور ابو جابر سلمانی اور اہل بصرہ میں
سے مالک بن دینار اور سلیمان تیمی اور یزید
رقاشی اور حبیب بن ابی ثابت اور یحییٰ البکاء۔

البصریون وکھمس بن المنہال وکان یختم فی الشہر تسعین ختمة ومالم یفہمہ رجع و قرأہ مرة اخرے وایضاً من اھل المدینة ابو حازم ومحمد بن المنکدر فی جماعة یکثر عددھم

کہمس بن منہال مہینے میں نوے ختم قرآن کیا کرتے اور جس آیت کو وہ نہ سمجھتے رجوع کرتے اور دوسری دفعہ پڑھتے۔ اور نیز اہل مدینہ میں سے ہیں ابو حازم اور محمد بن منکدر ایک جماعت میں جن کی تعداد کثیر ہے۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین

جناب حضرت غوث اعظم سیدنا و مولانا سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ (غنیۃ الطالبین۔ مطبوعہ مصر۔ جزء ثانی صـ۵۳) یوں تحریر فرماتے ہیں۔

واما قیام جمیع اللیل فمحل الاقویاء الذین سبقت لھم منہ العنایة وادیمت لھم الرعایة واحیط علی قلوبھم بالتوفیق ونور الجلال والجمال فجعل القیام باللیل لھم موھبة وخلقة فلم یسلبہ منھم مولاھم عز وجل حتی اللقاء وقد روی عن ابن عفان رضی اللہ عنہ انہ کان یحیی اللیل برکعة واحدة یختم فیھا القرآن وقد مما ذکرہ۔ وذکر عن اربعین رجلا من التابعین انھم کانوا یحیون اللیل کلہ ویصلون صلوة الغداء بوضوء العشاء الاخرة اربعین سنة صح النقل عنھم واشتہر منھم

رہا تمام رات کا قیام۔ سو یہ کام ہے اُن قوی لوگوں کا جن پر پہلے سے اللہ کی عنایت ہے اور جن کے لئے رعایت ہمیشہ رکھی گئی ہے اور جن کے دلوں کو توفیق اور نور جلال وجمال نے گھیرا ہوا ہے۔ پس قیام شب اُنکے لئے عطیہ وخلقت بنایا گیا اور وصال تک اُنکے مولےٰ عز وجل نے اُن سے یہ عمل سلب نہ کیا۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی نسبت مروی ہے کہ آپ ایک ہی رکعت میں تمام رات گزار دیتے اور اُس میں سارا قرآن ختم کرتے۔ جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے۔ اور تابعین میں سے چالیس بزرگوں کی نسبت منقول ہے کہ وہ تمام رات عبادت میں گزارتے اور چالیس سال صبح کی نماز عشاء کے وضوء سے پڑھتے رہے۔ یہ روایت اُنکی نسبت صحیح ومشہور ہے اُن میں سے ہیں۔ بزرگان ذیل۔

سعید بن جبیر وصفوان بن سلیم وابو حازم ومحمد بن المنکدر من اهل المدینۃ وفضیل بن عیاض ووھیب بن الورد من اھل مکۃ وطاؤس ووھب بن منبہ من اھل الیمن والربیع بن خثیم والحکم من اھل الکوفۃ وابو سلیمان الدارانی وعلی بن بکار من اھل الشام وابو عبد اللہ الخواص وابو عاصم من اھل عبادان وحبیب ابو محمد وابو جابر السلمانی من اھل فارس ومالک بن دینار وسلیمان التیمی ویزید الرقاشی وحبیب بن ابی ثابت ویحیی البکاء من اھل البصرۃ وغیرھم مما یطول ذکرھم رحمۃ اللہ علیھم ورضوانہ

اہل مدینہ میں سے سعید بن جبیر اور صفوان بن سلیم اور ابو حازم اور محمد بن منکدر۔ اور اہل مکہ میں سے فضیل بن عیاض اور وہیب بن ورد۔ اور اہل یمن میں سے طاؤس اور وہب بن منبہ۔ اور اہل کوفہ میں سے ربیع بن خثیم اور حکم۔ اور اہل شام میں سے سلیمان دارانی اور علی بن بکار۔ اور اہل عبادان میں سے ابو عبداللہ خواص اور ابو عاصم۔ اور اہل فارس میں سے حبیب ابو محمد اور ابو جابر سلمانی اور اہل بصرہ میں سے مالک بن دینار اور سلیمان تیمی اور یزید رقاشی اور حبیب بن ابی ثابت اور یحیی البکاء اور ان کے سوا اور جن کا ذکر طویل ہے رحمۃ اللہ علیہم ورضوانہ۔

اب ہم بنارسی سے پوچھتے ہیں کہ کیا یہ سب گپ علی الغیب ہے۔ حاشا وکلا۔

کارپاکاں را قیاس از خود مگیر ✻ گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

غیر مقلدین تو تمام رات عبادت میں گزارنے کو بدعت کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ عمل صحابہ و تابعین سے ثابت ہے۔ تابعین کی تو کافی مثالیں گذر چکیں۔ مگر صحابہ میں سے صرف حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کا ذکر آیا ہے۔ لہذا ہم دو ایک مثالیں اور زیادہ کر دیتے ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ کے حال میں لکھا ہے۔ وکان یصلی لیلہ ولا یھجع الا یسیرا (طبقات کبرے للشعرانی ص۲۰)
یعنی حضرت علیؓ تمام رات نماز پڑھتے اور صرف تھوڑا سا سوتے۔ انتہے۔
حضرت تمیم الداری رضی اللہ عنہ کے ترجمہ میں مذکور ہے۔ قام لیلۃ حتی اصبح

آیۃ واحدۃ من القرآن (طبقات کبرے للشعرانی ۔ صلا) ۔ یعنی تمام رات نماز پڑھتے یہانتک کہ قرآن کی ایک آیت میں صبح کر دیتے ۔ انتہٰے ۔ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے حال میں مذکور ہے وکان یحیی الدھر کلہ لیلۃ قائما حتی یصبح ولیلۃ یحیبہا راکعا حتی یصبح ولیلۃ یحیبہا ساجدا حتی یصبح (طبقات کبرے للشعرانی ۔ صلا) ۔ یعنی حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ہمیشہ تمام رات جاگتے ۔ ایک رات حالت قیام میں صبح کر دیتے اور ایک رات حالت رکوع میں صبح کر دیتے اور ایک رات حالتِ سجود میں صبح کر دیتے ۔ انتہٰے اسی طرح بہتیرے اور صحابہ مثل حضرت عبد اللہ بن عمر اور شداد بن اوس وغیرہ رضی اللہ عنہم کے تمام رات نمازمیں گزار دیتے ۔ غیر مقلدین شاید اب بھی کہدیں کہ یہہ فعل قرآن و حدیث سے ثابت نہیں ۔ لہذا قرآن و حدیث پیش کرتا ہوں ۔

(۱) وعباد الرحمن الذین یمشون علی الارض ھونا واذا خاطبہم الجاھلون قالوا سلاما ۵ والذین یبیتون لربہم سجدا وقیاما ۵ (پ ۱۹ فرقان ۔ ع) ۔ ترجمہ ۔ اور بندے رحمٰن کے وہ لوگ ہیں کہ چلتے ہیں اوپر زمین کے آہستہ اور جس وقت کہ بات کرتے ہیں اُن سے جاہل ۔ کہتے ہیں کہ سلام ہے اور وہ لوگ کہ رات کاٹتے ہیں واسطے پروردگار اپنے کے سجدہ کرتے ہوئے اور کھڑے ہوتے ہوئے ۔ انتہٰے ۔ اِس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ تمام رات نماز پڑھنا اللہ کے خاص بندوں کا وصف ہے ۔

(۲) ان المتقین فی جنت وعیون ۵ اخذین ما اتہم ربہم انہم کانوا قبل ذلک محسنین ۵ کانوا قلیلا من الیل ما یھجعون ۵ (پ ۲۶ ۔ ذاریات ۔ ع) ترجمہ تحقیق پرہیزگار بیچ باغوں اور چشموں کے (ہونگے) لینے والے اُس چیز کے کہ دیا اُنکو اُنکے پروردگار نے تحقیق وہ تھے پہلے اس سے نیکی کرنے والے ۔ تھے وہ کہ تھوڑی ہی رات سوتے تھے ۔ انتہٰے ۔ بعض قراء نے قلیلا پر وقف کیا ہے ۔ اُس صورت میں یہہ معنے ہونگے کہ وہ رات کو سوتے نہیں تھے

(۳) سورۂ قدر پ ۳۰ میں لیلۃ القدر کی فضیلت میں آیا ہے ۔ لیلۃ القدر خیر من الف شہر ۔ یعنی شب قدر کی عبادت ہزار مہینے کی عبادت سے افضل ہے ۔

پس اس سورت میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے لیلۃ القدر کے قیام پر نہایت ترغیب وتحریص ہے - اور لیلۃ القدر کی عدم تعیین میں یہہ مصلحت ملحوظ ہے کہ اس کی تلاش میں بندگانِ الٰہی اور راتوں کو بھی جاگا کریں اور عبادت کیا کریں۔

(۴) عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل العشر شد میزرہ واحیی لیلہ وایقظ اھلہ متفق علیہ (مشکوۃ - باب لیلۃ القدر)

ترجمہ - حضرت عائشہ رض سے روایت ہے - فرماتی ہیں کہ جب رمضان کا اخیر عشرہ شروع ہوتا - تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنا ازار باندھتے - (یعنی مباشرت نہ فرماتے) اور تمام رات عبادت میں جاگتے اور اپنے اہل کو جگاتے - یہہ حدیث متفق علیہ ہے - انتہے -

(۵) حدثنا بکر بن خلف ابو بشر ثنا یحیے بن سعید عن قدامۃ بن عبد اللہ عن جسرۃ بنت دجاجۃ قالت سمعت ابا ذر یقول قام النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم بآیۃ حتّی اصبح یرددھا والآیۃ ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفرلہم فانّک انت العزیز الحکیم (سنن ابن ماجہ - باب ما جاء فی القرأۃ فی صلوۃ اللیل - ترجمہ (بحذف اسناد) حضرت ابو ذر فرماتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک آیت کے ساتھ قیام شب کیا یہانتک کہ آپ نے اسی آیت کو بار بار پڑھتے صبح کردی - اور آیت یہہ ہے - ان تعذّبہم فانّہم عبادک وان تغفرلہم فانّک انت العزیز الحکیم - انتہیٰ - ترمذی میں یہہ حدیث یوں ہے - عن عائشۃ قالت قام النبیّ صلّی اللہ علیہ وسلم بآیۃ من القرآن لیلۃ (سنن ترمذی - باب ما جاء فی القرأۃ باللیل) - علامہ ابن قیم زاد المعاد (مطبوعہ مصر - جزء اول - صـ۸۸) میں لکھتے ہیں - (قام لیلۃ تامۃ بآیۃ یتلوھا ویرددھا حتی الصّباح وھی ان تعذبہم فانہم عبادک الآیۃ - یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پوری رات ایک آیت کے ساتھ قیام کیا اسی کو بار بار پڑھتے رہتے - اور وہ آیت یہہ ہے - ان تعذّبہم فانہم عبادک الآیہ - انتہیٰ ٭

(۶) عن بلال رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم علیکم بقیام اللیل فانہ داب الصالحین قبلکم و قربۃ الی ربکم و منہاۃ عن الاثام و تکفیر للسیئات و مطردۃ للداء عن الجسد اخرجہ الترمذی (تیسیر الوصول الی جامع الاصول۔ مطبوعہ نولکشور مجلد اول۔ صفحہ ۳۳۹) ترجمہ۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم قیام لیل کو لازم پکڑو کیونکہ یہہ اُن صالحین کا طریق ہے جو تم سے پہلے تھے اور تمہارے رب کی طرف قربت اور گناہوں سے روک اور برائیوں کا کفارہ اور جسم سے بیماری کا دفعیہ ہے۔ اِس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔ انتہے "

(۷) عن جابر رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول ان فی اللیل ساعۃ لا یوا فقہا رجل مسلم یسال اللہ خیرا من امر الدنیا و الاخرۃ الا اعطاہ ایاہ و ذلک کل لیلۃ اخرجہ مسلم (تیسیر الوصول الے جامع الاصول۔ مجلد ثانی صفحہ ۔۔) ترجمہ۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہا سنا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کہ فرماتے تھے کہ رات میں ایک ساعت ہے کہ نہیں پاتا اُسکو کوئی مُسلمان مرد حالانکہ وہ سوال کرتا ہو اللہ سے دنیا و آخرت کے کسی نیک امر کا مگر عطا کرتا ہے اُس کو وہ امر۔ اور یہہ ساعت ہر رات ہوتی ہے۔ اِس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے۔ انتہے۔ ظاہر ہے کہ جو شخص تمام رات قیام کرے گا۔ وہ اس ساعت اجابت کو پالے گا۔ لہٰذا اِس حدیث میں بھی تمام رات کے قیام کی ترغیب ہے۔

(۸) اخبرنا عمرو بن عثمان بن سعید بن کثیر قال حدثنا ابی و بقیۃ قالا حدثنا ابن ابی حمزۃ قال حدثنی الزھری قال اخبرنی عبید اللہ بن عبد اللہ بن الحرث بن نوفل عن عبد اللہ بن خباب بن الارت عن ابیہ و کان قد شہد بدرا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ راقب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللیلۃ کلہا حتی کان مع الفجر

فلما سلم رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم من صلوٰتہ جاءہ خباب فقال یا رسول اللہ بابی انت وامی لقد صلیت اللیلۃ صلاۃ ما رأیتک صلیت نحوھا فقال رسول اللہ صلّے اللہ علیہ وسلم اجل انھا صلاۃ رغب ورھب سألت ربّی عزّ وجل فیھا ثلاث خصال فاعطا نی اثنتین ومنعنی واحدۃ سألت ربی عزّ وجلّ ان لا یھلکنا بما اھلک بہ الامم قبلنا فاعطانیھا وسألت ربّی عزّ وجلّ ان لا یظھر علینا عدوا من غیرنا فاعطانیھا وسألت ربی ان لا یلبسنا شیعًا فمنعنیھا (سنن نسائی- باب احیاء اللیل) ترجمہ- (بحذف اسناد)-
عبد اللہ بن خباب بن الارت نے اپنے باپ سے روایت کی (اور اُس کا باپ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ بدر میں حاضر تھا) کہ اُس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو تمام رات دیکھا یہانتک کہ صبح ہوگئی- پس جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی نماز سے سلام پھیرا- حضرت خبابؓ آپ کے پاس آئے اور عرض کی- یا رسول اللہ- میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں- البتہ آپ نے رات بھر وہ نماز پڑھی کہ میں نے آپ کو ایسی نماز پڑھتے نہیں دیکھا- پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا- ہاں- بیشک یہہ رغبت اور ڈر کی نماز ہے- میں نے اس میں اپنے رب عزّ وجل سے تین چیزیں مانگیں- دو تو مجھے عنایت کیں اور ایک سے روک دیا- میں نے اپنے رب عزّ وجل سے سوال کیا کہ میری اُمّت کو ایسے عذاب سے ہلاک نہ کرے جس سے پہلی اُمتوں کو ہلاک کیا- اللہ نے میرا یہہ سوال منظور کر لیا اور میں نے اپنے رب عزّ وجل سے سوال کیا کہ کفار میں سے کسی دشمن کو ہم پر غالب نہ کرے- یہہ سوال بھی اللہ نے منظور فرمایا- اور میں نے اپنے رب سے سوال کیا کہ ہمیں (میدان جنگ میں) نہ ملائے اس حالت میں کہ ہم مختلف فرقہ ہوں (کہ بعض بعض کو قتل کرتے ہوں) پس اللہ نے اِس سے مجھے روک دیا- انتہےٰ ؎

اگر کوئی شخص اب بھی قیام جمیع اللیل کو بدعت کہے جائے- تو یہہ اُسکی کمال

بد نصیبی ہے۔ جو لوگ امام صاحب کی کثرتِ عبادت کے منکر ہیں۔ وہ حقیقت میں کرامات اولیاء کے منکر ہیں۔ اللہ تعالےٰ انہیں ہدایت دے۔ جس قسم کے اعتراضات بنارسی نے امام صاحب کے قیام اللیل پر کئے ہیں۔ وہ فی الواقع لڑکوں کی سی باتیں ہیں۔ جو ہرگز قابل تسلیم نہیں۔ امام عبد الوہاب شعرانی نے امام بخاری رح کے حال میں لکھا ہے۔ کان صائم الدھر وجاع حتی انتھی اکلہ کل یوم الی تمرۃ او لوزۃ ورعا وحیاء من اللہ تعالیٰ فی تردده الی الخلاء۔ (طبقات کبرےٰ۔ جزء اول۔ صفحہ ۵۴) ۔ یعنی امام بخاری رح صائم الدہر تھے۔ اور بھوکے رہا کرتے تھے یہانتک کہ آپ کی روزانہ خوراک ایک چھوارے یا بادام تک پہنچگئی تھی۔ یہ عمل آپ نے بیت الخلاء میں جاتے ہوئے اللہ سے حیا اور پرہیزگاری کے سبب اختیار کیا۔ انتہے۔ دیکھئے اب بنارسی صائم الدہر رہنے اور اس طرح کی نفس کشی پر کیا حاشیہ چڑھاتا ہے۔

قال البنارسی

خاص امام صاحب کے مزیدار مسائل (مختصراً)

(۱) خطیب بغدادی نے امام ابوضیفہ سے بسند متصل نقل کیاہے۔ ان اباحنیفۃ قال لو ان رجلا عبد ھذہ النعل یتقرب بہ الی اللہ تعالےٰ لم ار بذلک باسًا انتھی۔ یعنی ابوحنیفہ نے کہا کہ اگر کوئی شخص اِس جوتہ کو بغرض تقرب الے اللہ پوجے تو میرے نزدیک کوئی حرج نہیں ہے۔ اللہ اکبر۔ جس شرک کی بیخ کاٹنے کو قرآن مجید اُترا اُس کو قائم کرنا مسلمانوں کا کام ہے یا مشرکوں کا۔ صفحہ ۱۹

قال الرافضی

وانچہ بعرض رسانیدم درچہ حسابست امام اعظم عبادت نعال را بہ نیت تقرب بجناب ذی الجلال جائز دانستہ چنانچہ قاضی ابوالیمن علی مانقل ابوعلی یحیےٰ بعد کلام برروایت منقولہ از خطیب نقل مے نماید۔ ومصیبت عظمےٰ وطامہ کبرےٰ نامش میگزارد وجمیع محامد ومناقب امام اعظم را درجنب آن حقیر ویسیر مے

شمارد ولا ریب فیه ولفظہ ھکذا- ثم اتبع الخطیب ذٰلک بالطامۃ الکبرٰے یروی باسناد ان اباحنیفۃ قال لو ان رجلا عبد ھٰذہ النعل یتقرب بہ الی اللہ تعالیٰ لم ار بذٰلک باسًا وحکی عن سعید انہ قال ھذا ھو الکفر- وقاضی ابوالیمن در جواب ایں قول قبیح بلکہ کفر صریح باب تسویل وتاویل را مسدود یافتہ تصریح صریح بر کمال شناعت آں کردہ وگفتہ کہ آں عین قول مشرکین لئام است وعبادت نعال عین عبادت اصنام است وھذہ عبارتہ- ولعمر اللہ ان الاضراب عن ذکر ما قالہ الخطیب وصنعہ فی ھذا الباب اولی واجمل واحق فان الرزیۃ قد انقلبت من رمی ابی حنیفۃ بالارجاء وقولہ فی الایمان قول بلا عمل الی عبادۃ الاصنام فانہ لا فرق بین عبادۃ النعل وعبادۃ الحجر والخشب وھل جاھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم قریشا وقتلھم ودعاھم الا الی ترک عبادۃ الاصنام وان یعبد اللہ فاذا قال قائل انی اعبد النعل اتقرب بہ الی اللہ فھل ھو الا نفس قول المشرکین ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفی- استقصاء الافھام- ص۲۳۱

اقول

یہہ امام صاحب پر محض افتراء ہے- اس لئے قاضی ابوالیمن نے اِس کے جواب میں لکھدیا ہے کہ اس کا ذکر ترک کرنا اولے واجمل واحق ہے جیسا رافضی نے نقل کیا ہے ٭

قال البنارسی

(۲) انہیں خطیب نے تاریخ میں نقل کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے کہا- ان ایمان ابی بکرؓ الصدیق وایمان ابلیس واحد- یعنی ابوبکر کا اور ابلیس کا ایمان ایک ہے (لاحول ولا قوۃ استغفر اللہ)- ص۱۹ ٭

قال الرافضی

و (قاضی ابوالیمن) بعد شورش دیگر بر خطیب گفته وجسیح ما اتی به بعد ذالك حقیر یسیر عند هذه الحکایة فانه ذکر عنه ان الایمان قول بلا عمل و شنع فی حکایات اوردها عنه یرتفع قدره عن مثلها وعن التفوه بها منها ان ایمان ابی بکر الصدیق رضی الله عنه و ایمان ابلیس واحد. نعوذ بالله؛ استقصاء الافحام۔ ص ۲۲۱؛

اقول

یہ بھی محض افترا ہے جیسا کہ قاضی ابوالیمن نے فرما دیا ہے ۔

قال البنارسی

(۳) اور انہیں خطیب نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے ۔حکی عن ابی حنیفة القول بخلق القران وانه کان بمجلس عیسی بن موسی فقال القران مخلوق فقال اخرجوه فان تاب والا فاضربوا عنقه انتهی۔ یعنی امام ابو حنیفہ قرآن کو مخلوق کہا کرتے تھے ۔ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ امام صاحب عیسےٰ بن موسےٰ کی مجلس میں بیٹھے تھے کہ کہا قرآن مخلوق ہے ۔ عیسےٰ نے کہا کہ نکالدو اسکو اگر توبہ کرے تو خیر۔ ورنہ اس کی گردن مارو۔ ص ۱۹

قال الرّافضی

ولطیفہ دیگر آنکہ قائل بخلق قرآن ہم بودند۔ چنانچہ ابو علی یحییٰ از خطیب نقل مے سازد۔ واما القول بخلق القران فقد قیل ان ابا حنیفة لم یکن یذهب الیه والمشهور انه کان یقول استتیب وخطیب بغدادی روایات بسیار متضمن اینکہ امام اعظم قائل بخلق قرآن بود در تاریخ بغداد ایراد فرمودہ چنانچہ در مختار مختصر آں مسطور است ۔فاول ما بدء بعد

ما تقدم ذکرہ ان قال ذکر الروایات فی من حکی عن ابی حنیفۃ القول بخلق القرآن والطال وانہ کان فی مجلس عیسیٰ بن موسیٰ فقال القرآن مخلوق فقال اخرجوہ فان تاب والا فاضربوا عنقہ انتہیٰ۔ استقصاء الافحام۔ صفحہ ۲۲۱-۲۲۲ ؎

اقول

یہہ بھی محض افتراء ہے۔ امام صاحب فقہ اکبر میں تحریر فرماتے ہیں۔ وکلام اللہ تعالےٰ غیر مخلوق و کلام موسیٰ وغیرہ من المخلوقین مخلوق والقرآن کلام اللہ تعالیٰ فھو قدیم لا کلامھم (شرح فقہ اکبر۔ مطبوعہ مطبع محمدی لاہور۔ صفحہ ۳۳) یعنی اللہ تعالےٰ کا کلام غیر مخلوق ہے اور حضرت موسےٰ اور دیگر انسانوں کا کلام مخلوق ہے۔ اور قرآن اللہ تعالےٰ کا کلام ہے۔ پس وہ قدیم ہے نہ کہ مخلوقین کا کلام انتہےٰ۔ باوجود ایسی صراحت کے اگر خطیب یا اُنکا کوئی اور کاسہ لیس یہہ کہہ دے کہ امام صاحب قائل بخلق قرآن تھے۔ تو اُس کا کیا اعتبار ہوسکتا ہے۔ ہم پہلے اس کتاب کے صفحہ ۲۰۸ پر امام بیہقی جیسے متشدد و متعصب شافعی کی شہادت سے امام صاحب کا اس افتراء سے بری ہونا نقل کرچکے ہیں۔ یہاں انہی سے ایک روایت اور بھی لکھدیتے ہیں۔ وھی ھذہ۔

وانبانی ابو عبداللہ الحافظ اجازۃً قال انا ابو سعید احمد بن یعقوب الثقفی قال ثنا عبداللہ بن احمد بن عبدالرحمن بن عبداللہ الدشتکی قال سمعت ابی یقول سمعت ابا یوسف القاضی یقول کلمت ابا حنیفۃ سنۃ

خبر دی مجھکو ابو عبداللہ حافظ نے اجازۃً کہا خبر دی ہم کو ابو سعید احمد بن یعقوب ثقفی نے۔ کہا بیان کیا ہم سے عبداللہ بن احمد بن عبدالرحمن بن عبداللہ دشتکی نے۔ کہا سُنا میں نے اپنے باپ کو کہ کہتے تھے۔ سنا میں نے قاضی ابو یوسف کو کہ کہتے تھے میں نے امام ابو حنیفہ رضؓ سے پورا ایک سال

جرداء فی ان القرآن مخلوق ام لا فاتفق رأیہ ورأیی علے ان من قال القرآن مخلوق فھو کافر قال ابو عبد اللہ رواۃ ھٰذہ کلھم ثقات (کتاب الاسماء والصفات ص۱۸۱)

اس بارے میں کلام کی کہ قرآن مخلوق ہے یا نہیں پس انکی رائے اور میری رائے اس بات پر متفق ہوئی کہ جو شخص یوں کہے کہ قرآن مخلوق ہے۔ وہ کافر ہے۔ ابو عبد اللہ (بیہقی) نے کہا کہ اس کے راوی تمام ثقہ ہیں۔

اسی طرح اصول بزدوی (بہامش کشف الاسرار۔ جلد اول۔ ص۹) میں ہے۔

وقد صح عن ابی یوسف انہ قال ناظرت اباحنیفۃ فی مسئلہ خلق القرآن ستۃ اشھر فاتفق رائی ورایہ علی ان من قال بخلق القرآن فھو کافر صح ھذا القول عن محمد رحمہ اللہ

بے شک ابو یوسف رحمہ سے ثابت ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ میں نے امام ابو حنیفہؒ سے مسئلہ خلق قرآن میں چھ مہینے مناظرہ کیا۔ پس میری رائے اور انکی رائے اس بات پر متفق ہوئی کہ جو شخص قائل بخلق قرآن ہو وہ کافر ہے۔ اور یہ قول امام محمد رحمہ اللہ سے بھی ثابت ہے۔

قال البنارسی

(۴) ہدایہ میں ہے کہ جو شخص اپنی محرمات ابدی جیسے ماں بہن بیٹی وغیرہ (خواہ محرمات ابدی) سے جانکر نکاح کرے اور ان سے صحبت کرے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر حد نہیں آتی۔ ص۹۱

اقول

ہدایہ میں یہ مسئلہ یوں مذکور ہے (ومن تزوج امرأۃ لا یحل لہ نکاحھا فوطئھا لا یجب علیہ الحد عند ابی حنیفۃ) ولکن یوجع عقوبۃ اذا کان علم بذلک۔ یعنی جو شخص ایسی عورت سے نکاح کرے کہ جس سے اس کا نکاح جائز نہیں پس اس سے وطی کرے تو امام ابوحنیفہؒ

کے نزدیک اُس پر حد واجب نہیں۔ مگر اُس کو تعزیر کی جائیگی جبکہ اُسکو حرمت کا علم تھا۔ انتہے۔ پس امام صاحب کے نزدیک ایسے شخص پر حد زنا یعنی سو دُرّہ مارنا یا سنگسار کرنا واجب نہیں۔ مگر اس سے یہہ سمجھنا کہ آپ کے نزدیک اُس شخص کے لئے کوئی سزا ہی نہیں۔ سخت غلطی ہے۔ کیونکہ آپ کے نزدیک اس کو تعزیر کی جائیگی جس کی مقدار حاکم و قاضی کی رائے پر موقوف ہوگی۔ امام صاحب کا یہہ علم کسی آیت و حدیث کے مخالف نہیں۔ قرآن میں کہیں مذکور نہیں کہ جو شخص اپنی محرمات سے نکاح کرکے اُس سے وطی کرے۔ اُس پر حد زنا واجب ہے۔ حدیث میں بجاے مخالفت کے امام صاحب کے قول کی تائید پائی جاتی ہے۔ چنانچہ مشکوۃ (باب الولی فی النکاح واستئذان المرأۃ) میں ہے۔ عن عائشۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ایما امرأۃ نکحت بغیر اذن ولیہا فنکاحہا باطل فنکاحہا باطل فنکاحہا باطل فان دخل بہا فلہا المہر بما استحل من فرجہا فان اشتجروا فالسلطان ولی من لا ولی لہ رواہ احمد والترمذی وابو داؤد وابن ماجہ والدارمی۔ یعنی حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرے۔ تو اُس کا نکاح باطل ہے۔ اس کا نکاح باطل ہے۔ اس کا نکاح باطل ہے۔ پس اگر اُس کے ساتھ وطی کرے۔ تو اُس عورت کو بسبب وطی کے مہر ملے گا۔ پس اگر اولیاء اختلاف کریں۔ تو سلطان ولی ہے اُس کا جس کا کوئی ولی نہ ہو۔ اس حدیث کو احمد و ترمذی وابو داؤد وابن ماجہ و دارمی نے روایت کیا ہے۔ انتہے۔ دیکھئے اِس حدیث میں بطلان نکاح کے بعد وطی کرنے سے مہر واجب ہوا۔ اور حد ساقط ہوگئی۔ نکاح محرمات باطل ہے تو کسی طرح زیادہ نہیں۔ پس اگر اُس میں حد ساقط ہوگئی۔ اور تعزیر واجب کیگئی۔ تو کیا ہوا۔ شاید اس مقام پر کوئی معترض یہہ حدیث پیش کرے۔ عن البراء بن عازب قال مر بی خالی ابو بردہ بن نیار ومعہ لواء فقلت این تذھب قال بعثنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

الی رجل تزوج امرأۃ ابیہ اٰتیہ براسہ رواہ الترمذی وابو داؤد وفی روایۃ لہ وللنسائی وابن ماجہ والدارمی فامرنی ان اضرب عنقہ واٰخذ مالہ وفی ھذہ الروایۃ قال عمی بدل خالی (مشکوۃ۔ باب المحرمات)۔ ترجمہ۔ براء بن عازب سے روایت ہے۔ کہا کہ میرا ماموں ابو بردہ بن نیار مجھ پر گزرا اور اس کے پاس جھنڈا تھا۔ میں نے پوچھا کہ تو کہاں جاتا ہے۔ اُس نے کہا کہ مجھے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کی طرف بھیجا ہے جس نے اپنے باپ کی عورت سے نکاح کیا تاکہ میں اُس کا سر لے آؤں۔ اس حدیث کو ترمذی وابو داؤد نے روایت کیا ہے۔ اور ابو داؤد کی ایک روایت میں اور نسائی وابن ماجہ و دارمی کی روایت میں ہے۔ فامرنی ان اضرب عنقہ واٰخذ مالہ (پس مجھے حکم دیا کہ میں اس کی گردن ماروں اور اُس کا مال چھین لوں)۔ اور اس روایت میں خالی کے بجائے عمی ہے۔ انتہٰے۔ علامہ ابن ہمام نے اس کے جواب میں لکھا ہے۔ واجیب بان معناہ انہ عقد مستحلا فارتد بذٰلک وھذا لان الحد لیس ضرب العنق و اخذ المال بل ذلک لازم للکفر (فتح القدیر شرح ہدایہ۔ جزء خامس صہ ۴۱)۔ یعنی اس اعتراض کا یہہ جواب دیا گیا ہے کہ اس کے معنے یہہ ہیں کہ اُس شخص نے حلال سمجھ کر نکاح کیا تھا۔ پس وہ اس سبب سے مرتد ہوگیا اور یہہ معنے اس لئے ہیں کہ گردن مارنا اور مال چھین لینا حد زنا نہیں بلکہ یہہ تو کفر کے لئے لازم ہے۔ انتہٰے۔ پس امام صاحب کا مسئلہ اس حدیث کے کیسے مخالف ہوسکتا ہے۔ علاوہ اس کے قتل بھی تعزیر میں داخل ہے۔ فافھم ولا تعجل ۰

قال البنارسی

(۵) ہدایہ وشرح وقایہ وکنز وعالمگیری و درمختار وقاضی خاں میں ہے۔ کہ جھوٹھے گواہ گذار کر بیگانی عورت کے لینے اور اُس سے صحبت کرنے والے پر ابو حنیفہ کے نزدیک گناہ نہیں۔ صہ ۱۹ ۰

اقول

ہدایہ میں یوں ہے وان شہد شاھدان علی امرأۃ بالنکاح بمقدار مہر مثلہا ثم رجعا فلا ضمان علیہما وکذلك اذا شہدا باقل من مہر مثلہا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی عورت پر دعوے کرے کہ میں نے اُس سے مہر مثل یا مہر مثل سے کم پر نکاح کیا ہے۔ اور دو گواہ اس امر کی شہادت دیدیں اور اُنکی شہادت کے موافق فیصلہ کیا جائے۔ پھر وہ دونوں شہادت سے رجوع کریں۔ تو اُنکے رجوع کرنے سے نکاح فسخ نہ کیا جائیگا اور اُن دونوں پر کوئی ضمان نہ ہوگی انتہٰے۔

جہاں تک مجھے معلوم ہے۔ اس مسئلے پر سب سے پہلے امام بخاری رح نے اعتراض کیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

وقال بعض النّاس ان لم تستاذن البکر ولم تزوج فاحتال رجل فاقام شاھدی زور انہ تزوجہا برضاھا فاثبت القاضی نکاحہا والزوج یعلم ان الشہادۃ باطل فلا باس ان یطأھا وھو تزویج صحیح + وقال بعض النّاس ان احتال انسان بشاھدی زور علی تزویج امرأۃ ثیب بامرھا فاثبت القاضی نکاحہا ایاہ	کہا بعض النّاس (امام ابوحنیفہ رض) نے کہ اگر کنواری عورت اجازت نہ دے اور نکاح نہ کرے۔ پس ایک شخص حیلہ کرے کہ دو جھوٹھے گواہ اِس امر پر قائم کرے کہ اُس نے اُس عورت کی رضامندی سے اُس سے نکاح کیا۔ اور قاضی اُس کے نکاح کو ثابت رکھے۔ اور زوج کو معلوم ہے کہ وہ شہادت باطل ہے۔ تو اُسے ڈر نہیں کہ اُس عورت سے وطی کرے اور یہہ تزویج صحیح ہے + اور کہا بعض الناس نے کہ اگر کوئی انسان یہہ حیلہ کرے کہ دو جھوٹھے گواہ پیش کرے کہ اُس نے فلان زن مرد دیدہ سے اُس کی رضامندی سے نکاح کیا۔ پس قاضی اُس نکاح کو قائم رکھے

والزّوج یعلم انه لم یتزوجها قط انه یسعه هذا النکاح و ولا بأس بالمقام له معها + وقال بعض النّاس ان هوی رجل جاریة یتیمة او بکرا فابت فاحتال فجاء بشاهدی زور علے انه تزوّجها فادرکت الیتیمة فقبل القاضی شهادة الزّور والزّوج یعلم ببطلان ذٰلك حل له الوطی (صحیح بخاری - کتاب الحیل باب فی النکاح)	اور زوج کو معلوم ہو کہ اُسنے کبھی اس عورت سے نکاح نہیں کیا - تو یہہ نکاح اُسے کافی ہے اور اس کے ساتھ مجامعت میں کوئی ڈر نہیں - اور کہا بعض الناس نے کہ اگر کوئی مرد کسی یتیم لڑکی یا کنواری کو پسند کرے - مگر وہ انکار کردے - پس وہ یہہ حیلہ کرے کہ دو جھوٹھے گواہ اس امر پر پیش کرے کہ اُس نے اُس سے نکاح کیا ہوا ہے - اور یتیم لڑکی بالغ ہوجائے پس قاضی جھوٹی شہادت کو قبول کرلے - اور زوج کو معلوم ہو کہ یہہ شہادت باطل ہے - تو اُس کے لئے وطی حلال ہے -

علامہ عینی والزّوج یعلم کے تحت میں یوں تحریر فرماتے ہیں -

وابو حنیفة امام مجتهد ادرك صحابة ومن التابعین خلقًا کثیرًا وقد تکلم فی هذه المسئلة باصل وهو ان القضاء لقطع المنازعة بین الزوجین من کل وجه فلو لم ینفذ القضاء بشهادة الزّور باطنا کان تمهید اللمنازعة بینهما وقد عهدنا بنفوذ مثل ذٰلك فی الشرع الا تری ان التفریق باللعان ینفذ باطنًا	اور ابو حنیفہ امام مجتہد ہیں آپ صحابہ کرام سے اور تابعین میں سے ایک بڑے گروہ سے ملے ہیں - اس مسئلے میں آپ نے ایک اصل کے ساتھ کلام کی ہے - اور وہ اصل یہہ ہے کہ قضاء قاضی میاں بیوی کے درمیان ہر ایک طرح سے جھگڑا مٹانے کے لئے ہے - پس اگر جھوٹی شہادت سے قضاء باطن میں نافذ نہ ہو - تو یہہ اُنکے درمیان جھگڑے کا پھیلانا ہوا حالانکہ ہم شریعت میں اِس قسم کی قضاء کا نافذ ہونا پاتے ہیں - کیا تو نہیں دیکھتا کہ لعان کے ساتھ تفریق باطن میں نافذ ہو جاتی ہے -

واحد هما كاذب بيقين والقاضي اذا حكم بطلاقها بشاهدي زور وهو لا يعلم انه يجوز ان يتزوجها من لا يعلم ببطلان النكاح ولا يحرم عليه بالاجماع وقال بعض المشنعين هذا خطأ في القياس ثم مثل لذلك بقوله ولا خلاف بين الائمة ان رجلا لو اقام شاهدي زور على ابنته انها امته و حكم الحاكم بذالك لا يجوز له وطئها فكذلك الذي شهد على نكاحها هما في التحريم سواء قلت هذا القياس الذي فيه الخطاء الظاهر يفرق بين القياسين من له ادراك مستقيم (عمدة القاري - جزء حادي عشر - صـ ۲۷۱) -	حالانکہ دونوں میں سے ایک یقیناً کاذب ہوتا ہے - اور جب قاضی دو جھوٹے گواہوں کے ساتھ طلاق کا حکم لگاوے اور اُسے علم نہ ہو کہ یہہ جھوٹے ہیں - تو جائز ہے کہ اُس عورت سے نکاح کرے وہ شخص جسے بطلان نکاح کا علم نہ ہو - اور یہہ بالاجماع اُس پر حرام نہیں - اور طاعنین میں سے کسی نے کہا کہ یہہ قیاس میں خطا ہے - پھر اُس نے اس کی یہہ مثال دی کہ ائمہ کے درمیان اس امر میں اختلاف نہیں کہ اگر کوئی شخص اپنی بیٹی کے برخلاف دو جھوٹے گواہ قائم کرے کہ وہ اُس کی لونڈی ہے اور حاکم بنابر شہادت حکم لگاوے - تو اُس کے لئے اس کی وطی جائز نہیں - اسی طرح سے وہ ہے جو اس کے نکاح پر جھوٹے گواہ قائم کردے - یہہ دونوں صورتیں حرمت میں برابر ہیں - میں جواب میں کہتا ہوں کہ اس قیاس میں خطا ظاہر ہے - جس کو عقل سلیم ہو وہ اِن دو قیاسوں میں فرق کر سکتا ہے -

امام صاحب کا یہہ قاعدہ کہ عقود و فسوخ میں حکم قاضی ظاہر و باطن میں نافذ ہوتا ہے - اس کے ثبوت میں امام طحاوی (معانی الآثار - جلد دوم - کتاب القضا والشہادات - باب حکم الحاکم بخلاف ما فی الحقیقۃ) یوں لکھتے ہیں - والدليل على هذا ما قد روى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم في المتلاعنين

حدثنا یونس قال انا سفیان عن عمرو بن دینار عن سعید بن جبیر عن عبد اللہ بن عمر قال فرق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین اخوی بنی العجلان وقال لهما حسابکما علی اللہ اللہ یعلم ان احدکما کاذب لا سبیل لک علیها قال یا رسول اللہ صداقی الذی اصدقتها قال لا مال لک علیها ان کنت اصدقت علیها فهو بما استحللت من فرجها وان کنت کاذبًا علیها فهو ابعد لک منه - ترجمہ - اور اس قاعدے کی دلیل وہ ہے جو مثلاً عنین کے بارے میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ حدیث کی ہم سے یونس نے - کہا خبر دی ہم کو سفیان نے عمرو بن دینار سے - اُس نے سعید بن جبیر سے - اُس نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے - کہا کہ تفریق فرما دی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بنی عجلان کے میاں (عویمر) بیوی کے درمیان - اور فرما دیا اُن سے کہ تمہارا حساب اللہ پر ہے - اللہ جانتا ہے کہ تم دو میں سے ایک جھوٹا ہے - تیرے لئے اپنی بیوی پر کوئی سبیل نہیں - عویمر نے عرض کی - یا رسول اللہ میرا مہر جو میں نے اُسکو دیا - آپ نے فرمایا - تیرا اُس پر کوئی مال نہیں اگر تو نے اُسے مہر دیا - تو وہ استحلال فرج کے عوض میں ہے - اور اگر تو اُس پر کاذب ہے - تو وہ مہر تیرے لئے اُس سے بھی بعید ہے - انتہےٰ - اس کے بعد امام ممدوح لکھتے ہیں - فقد علمنا ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لو علم الکاذب منهما بعینه لم یفرق بینهما ولم یلاعن لو علم ان المرأۃ صادقۃ لحد الزوج لها بقذفه ایاها ولو علم ان الزوج صادق لحد المرأۃ بالزناء الذی کان منها - فلما خفی الصادق منهما علی الحاکم وجب حکم اٰخر فحرم الفرج علی الزوج فی الباطن والظاهر - یعنی ہمیں معلوم ہو گیا کہ اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اُن دو میں سے کاذب معلوم ہو جاتا - تو ملاعنت و تفریق نہ فرماتے - کیونکہ اگر آپ کو معلوم ہوتا کہ عورت سچی ہے - تو خاوند پر حد قذف قائم فرماتے - اور اگر معلوم ہوتا کہ خاوند سچا ہے - تو عورت پر حد زنا قائم فرماتے - پس جب حاکم پر صادق مخفی رہا - تو اور حکم واجب ہوا - اور زوج پر فرج ظاہر و باطن میں حرام ہوئی - انتہےٰ -

پھر آگے تحریر فرماتے ہیں۔ وقد حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المتبایعین اذا اختلفا فی الثمن والسلعۃ قائمۃ انھما یتحالفان و یترادان فتعود الجاریۃ الی البائع ویحل لہ فرجھا ویحرم علی المشتری ولو علم الکاذب منھما بعینہ اذا قضے بما یقول الصادق و لم یقض بفسخ بیع ولا بوجوب حرمۃ فرج الجاریۃ المبیعۃ علی المشتری فلما کان ذلک علی ما وصفنا کان کذلک کل قضاء بتحریم او تحلیل او عقد نکاح او حلہ علی ما حکم القاضی فیہ فی الظاھر لا علی حکمہ فی الباطن وھذا قول ابی حنیفۃ ومحمد رحمھما اللہ۔ حاصل اس کا یہہ ہے کہ اگر ایک شخص کوئی لونڈی یا کوئی اور چیز کسی کے ہاتھ فروخت کرے۔ اور بعد اُس کے دونوں میں مقدار قیمت میں نزاع پڑے۔ اور کسی کے پاس گواہ نہ ہوں اور وہ شئے فروخت شدہ موجود ہو۔ ایسی صورت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دونوں اپنی سچائی پر قسم کھا جائیں اگر ایک نے قسم سے انکار کیا۔ تو اُسے جھوٹا قرار دیکر مناسب حکم دیا جائے۔ اور اگر دونوں قسم کھا گئے۔ اُسوقت آپ نے فسخ بیع کا حکم دیا حالانکہ دو میں سے ایک ضرور جھوٹا ہوگا۔ اور یہہ حکم آپ کا ظاہر و باطن میں نافذ ہوگیا حتے کہ اگر کسی لونڈی کی خرید و فروخت کا معاملہ ہو۔ تو بعد تحالف ہردو کے وہ لونڈی بائع کے پاس پھر آئیگی۔ اور اُس کے لئے اُسکی مجامعت حلال ہوگی اور مشتری پر حرام ہوگی۔ پس معلوم ہوا کہ وہ عقود و فسوخ جن میں قاضی کے لئے انشائے عقد ممکن ہے اُن میں حکم قاضی ظاہر و باطن میں نافذ ہوگا۔ جیسا کہ امام صاحب کا قول ہے۔ جن آثار سے یہہ پایا جاتا ہے کہ قضائے قاضی صرف ظاہر میں نافذ ہوگی۔ وہ قضاء بالاموال کی صورتیں ہیں جیسا کہ امام طحاوی نے تطبیق دی ہے۔ اُن کے الفاظ یہہ ہیں۔ فیکون الاثار الاول ھی فی القضاء بالاموال والاثار الاخر ھی فی القضاء بغیر الاموال۔ فافہم رسالہ لبعض الناس فی دفع الوسواس صـ۲۲ میں امام بخاری رح کے اس اعتراض کے جواب میں یوں لکھا ہے :۔

هذه المسئلة مبنية على شيء
آخر وهو ان قضاء القاضي بالعقود
والفسوخ كالنكاح والطلاق و
العتاق بشهادة الزور ينفذ
ظاهراً وباطنا عند الامام
واحتج في ذلك كما قال
شمس الائمة في المبسوط
بما روى ان رجلاً ادعى
على امرأة نكاحا بين
يدي علي رضي الله عنه
واقام شاهدين
فقضى علي بالنّكاح
بينهما فقالت المرأة
ان لم يكن بد يا
امير المؤمنين فزوّجني
منه فانه لا نكاح
بيننا فقال علي رضي الله
عنه شاهداك زوجاك
فقد طلبت منه ان يعفها
عن الزّنا بان يعقد النكاح
بينهما فلم يجبها الى ذلك
ولا يقال انما لم يجبها الى ذلك
لانّ الزّوج لم يرض بذلك لانا
نقول ليس كذلك بل
الزوج راض لانه يدعي

یہہ مسئلہ ایک قاعدے پر مبنی ہے اور وہ یہہ ہے
کہ قاضی کا حکم عقود و فسوخ میں مثل نکاح
وطلاق وعتاق کے جھوٹی شہادت سے
امام صاحب کے نزدیک ظاہر و باطن میں
نافذ ہو جاتا ہے - امام صاحب نے جیسا کہ
شمس الائمہ نے مبسوط میں فرمایا اس کے
لئے اس روایت سے حجت پکڑی ہے کہ
ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ
کے سامنے ایک عورت پر نکاح کا دعوے
کیا اور دو شاہد قائم کئے - پس حضرت
علی رضؓ نے اُن دونوں کے درمیان نکاح کے
ثبوت کا حکم دیا - اس پر اُس عورت نے
کہا - اے امیر المومنین - اگر کوئی اور چارہ
نہ ہو تو اُس سے میرا نکاح کر دیں کیونکہ
ہمارے درمیان نکاح نہیں حضرت علی
رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تیرے دو
گواہوں نے تیرا نکاح کر دیا - پس اُس
عورت نے تو حضرت علی رضؓ سے درخواست
کی کہ اُسے زنا سے بچائیں بدینطور کہ اُن
دونوں میں عقد نکاح کر دیں - مگر آپ نے
وہ درخواست قبول نہ کی - یہہ اعتراض
نکیا جائے کہ حضرت علی رضؓ نے اُس عورت
کی درخواست اسلیئے نہ مانی کہ خاوند
اس پر راضی نہ تھا - کیونکہ ہم کہتے
ہیں کہ ایسا نہیں بلکہ زوج راضی ہے

النّکاح والمرأة راضیة
ایضًا حیث قالت فزوّجنی
منه وکما ینتشر علیه
ذلك فقد کان الزوج
راغبا فیها ثمّ لم یشتغل
به وبیّن ان مقصودهما
قدحصل بقضائه
فقال شاهداك زوجاك
ای الزمانی القضاء
بالنّکاح بینکما فثبت
النّکاح بقضائی ومانقل
عنه فی هذا الباب
کالمرفوع الی رسول الله صلی الله
علیه وسلم اذ لاطریق للعقل
معرفة ذلك حقیقة بالرائی

کیونکہ وہ نکاح کا دعوےٰ کرتا ہے۔اور
عورت بھی راضی ہے کیونکہ وہ کہتی ہے
کہ میرا اُس سے نکاح کردیں۔اور جونہی یہہ
زوج کو معلوم ہوتا ہے وہ اُس عورت میں
راغب ہے۔ با ایں ہمہ حضرت علیؓ عقد
نکاح میں مشغول نہ ہوئے اور بیان فرمایا
کہ دونوں کا مقصود آپکے حکم سے حاصل
ہوگیا اور فرمایا کہ تیرے دو شاہدوں نے
تیرا نکاح کردیا۔یعنی مجھ پر لازم کردیا
کہ تم دونوں کے درمیان نکاح کا حکم دوں
پس میرے حکم سے نکاح ثابت ہوگیا۔اور
جو کچھ اِس باب میں حضرت علی رضؓ سے
منقول ہے وہ حدیث مرفوع کی مانند
ہے۔کیونکہ حقیقت میں رائے سے یہہ
حکم کسی طرح معلوم نہیں ہوسکتا۔

ہدایہ (فصل فی المحرمات) میں اسی قسم کا دوسرا مسئلہ مذکور ہے جس میں بجاے
مرد کے عورت مدعی ہے۔اُس کے تحت میں علامہ ابن ہمام یوں تحریر فرماتے ہیں۔

لقب المسئلة ان القضاء بشهادة
الزّور فی العقود والفسوخ
ینفذ عند ابی حنیفة ظاهرًا
وباطنًا اذا کان [illegible]
القاضی انشاء العقود فیه
فلو ادعی نکاح امرأة او هی ادعت
النکاح او الطّلاق الثلاث
کذبا وبرهنا زورا

اس مسئلے کا لقب یہہ ہے کہ عقود وفسوخ
میں جھوٹی شہادت کے ساتھ قضا
امام صاحب کے نزدیک ظاہر وباطن
میں نافذ ہوجاتی ہے جبکہ اُس صورت
میں قاضی کے لئے انشاء عقد ممکن ہو
پس اگر کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ
نکاح کا یا عورت نکاح یا تین طلاق کا جھوٹا
دعوےٰ کرے۔اور جھوٹے گواہ پیش کرے

تقضی بالنکاح او الطلاق نفذ ظاهرًا فتطالب المرأة فی الحکم بالقسم والوطء والنفقة وباطنًا فیحل له وطؤها وان علم حقیقة الحال ولها ان تمکنه و قولنا اذا کان مما یمکن القاضی انشاؤه یخرج ما اذا کانت معتدة الغیر او مطلقته ثلاثا فادعی انه تزوجها بعد زوج اخر ونحو ذلك مما لا یقدر القاضی علی انشاء العقد فیه (الی ان قال) المقصود من القضاء قطع المنازعة ولا تنقطع فیما نحن فیه الا بتنفیذه باطنا اذ لو بقیت الحرمة تکررت المنازعة فی طلبها الوطء او طلبه مع امتناع الاخر لعلمه بحقیقة الحال فوجب تقدیم الانشاء

پس قاضی نکاح یا طلاق کا حکم کردے۔ تو اُس کا حکم ظاہر میں نافذ ہوگا پس عورت حکماً نوبت و وطی و نفقہ میں مطالبہ کرے گی اور باطن میں بھی نافذ ہوگا پس مرد کے لئے اُس کی وطی حلال ہے اگرچہ حقیقت حال کو جانتا ہو۔ اور عورت کے لئے حلال ہے کہ اُسکو وطی پر قادر کرے۔ اور ہمارے قول جبکہ اس صورت میں قاضی کے لئے انشائے عقد ممکن ہو سے وہ صورت نکل جاتی ہے جبکہ عورت غیر کی معتدہ یا غیر کی مطلقہ ثلاث ہو۔ پس وہ دعوے کرے کہ اُسنے دوسرے خاوند کے بعد اُس سے نکاح کیا ہے۔ اور اس طرح کی اور صورتیں خارج ہوجاتی ہیں جن میں قاضی انشائے عقد نہیں کرسکتا۔ (یہانتک کہ کہا صاحب فتح القدیر نے)۔ قضا سے مقصود جھگڑے کا مٹانا ہے۔ اور صورت زیر بحث میں جھگڑا جب ہی منقطع ہوتا ہے کہ قضا باطن میں نافذ ہو۔ کیونکہ اگر حرمت باقی رہی۔ تو پھر جھگڑا ہوگا۔ دونوں میں سے ایک وطی کا خواہاں ہوگا اور دوسرا حقیقت حال معلوم ہونے کے سبب مانع آئے گا۔ پس انشاء کی تقدیم واجب ہے۔

فكان القاضي قال زوجتكها وقضيت بذلك (فتح القدير-جزء ثالث-صفحہ ۱۵۵)

گویا کہ قاضی نے کہا- میں نے اُس عورت سے تیرا نکاح کر دیا اور اس کے ساتھ حکم لگا دیا۔

علامہ موصوف آگے چل کر لکھتے ہیں -

ثمّ على المبتدئ بالدعوى الباطلة واثباتها بالطريق الباطل اثمٌ يا له من اثم غير ان الوطء بعد ذلك في حل وقول ابي حنيفة اوجه وقد استدل على اصل المسئلة بدلالة الاجماع على ان من اشترى جارية ثم ادعى فسخ بيعها كذبا وبرهن فقضى به حل للبائع وطؤها واستخدامها مع علمه بكذب دعوى المشتري مع انه يمكنه التخلص بالعتق وان كان فيه اتلاف ماله لانه ابتلي بامرين فعليه ان يختار اهونهما وذلك ما يسلم له فيه دينه (فتح القدير جزء ثالث - صفحہ ۱۵۶)

پھر اُس شخص پر جو ایسا جھوٹا دعوٰے کرے اور باطل طریق سے اُسے ثابت کرے گناہ ہے - بڑا گناہ - مگر اس کے بعد وطی حلال ہے - اور امام ابو حنیفہ رح کا قول زیادہ مدلل ہے - اور اصل مسئلے پر ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اس امر پر سب کا اجماع ہے کہ جو شخص کسی لونڈی کو خریدے - پھر فسخ بیع کا جھوٹا دعوٰے کرے اور گواہ لائے - پس قاضی حکم کردے - تو بائع کے لئے باوجودیکہ وہ جانتا ہے کہ مشتری کا دعوٰے جھوٹا ہے اُس لونڈی کی وطی اور اُس سے خدمت لینی حلال ہے - حالانکہ اس میں تو آزاد کرکے بھی خلاصی پا سکتا ہے - اگرچہ اِس میں اپنے مال کا تلف کرنا ہے کیونکہ وہ دو امروں میں مبتلا ہے - پس اُسے چاہئے کہ دونوں میں سے آسان کو اختیار کرے - اور وہ امر وہ ہے جس میں اُس کا دین سلامت رہے -

اب ناظرین بیان بالا کی روشنی میں بنارسی کی عبارت بالا پر غور فرمادیں -
"دو جھوٹے گواہ گذار کر بیگانی عورت کے لینے اور اس سے صحبت کرنیوالے پر ابو حنیفہ رض

کے نزدیک گناہ نہیں"۔ ہدایہ یا حنفیہ کی کسی اور کتاب میں یہ کہیں نہیں لکھا کہ کسی کی منکوحہ کو اس طرح لے سکتے ہیں ۔منکوحہ کی صورت میں تو قضاے قاضی نافذ ہو ہی نہیں سکتی۔ چنانچہ عالمگیری میں مسئلہ ثانیہ (جس میں عورت مدعی ہے) کے بعد یوں لکھا ہے ۔ ثم یجعل قضاء القاضی انشاء ولهذا یشترط ان تکون المرأة محلا للانشاء حتی لو کانت ذات زوج او فی عدة غیرہ او مطلقة منه ثلاثا لا ینفذ قضاؤہ ویشترط حضور الشهود عند القضاء فی قول العامة هکذا فی التبیین (فتاوے عالمگیریہ مجلد ثانی۔کتاب النکاح الباب الثالث فی المحرمات)۔ ترجمہ۔ پھر قضاے قاضی انشاء قرار دیجائیگی۔ اوراس کے لئے شرط یہہ ہے کہ عورت محل انشاء ہو حتے کہ اگر زوج والی ہو یا غیر کی عدت میں ہو یا غیر کی مطلقہ ثلاث ہو۔ تو اُس کی قضا نافذ نہ ہوگی۔ اور عامۂ فقہاء کے نزدیک قضاء کے وقت گواہوں کا حاضر ہونا شرط ہے۔ اسی طرح ہے تبیین الحقائق میں۔ انتہے۔ علاوہ اس کے یہہ بھی بنارسی کا افتراء ہے کہ ایسے حیلہ کرنے والے پر کوئی گناہ نہیں۔ جیسا کہ فتح القدیر کی عبارت سے ظاہر و ہویدا ہے۔ بنارسی کیا سمجھے فقہ حنفی کو ؎ والناس اعداء ما جهلوا ؎

قال البنارسی

(۶) چلپی حاشیہ شرح وقایہ میں بحوالہ محیط منقول ہے کہ خرچی عورت زانیہ کی امام ابو حنیفہ کے نزدیک حلال طیب ہے توبہ! توبہ!! توبہ!!!۔ ص۱۹

اقول

شرح وقایہ باب الاجارة الفاسدہ میں ماتن کے قول وفیہا اجر المثل الخ چلپی نے یہہ حاشیہ لکھا ہے ۔قولہ وفیہا اجر المثل ای یجب اجرہ حتی ان ما اخذته الزانیه ان کان بعقد الاجارة فحلال عند الاعظم

لان اجر المثل طیب وان کان السبب حراماً وحرام عندھما وان کان بغیر عقد فحرام اتفاقاً لانہا اخذتہ بغیر حق کذا فی المحیط۔ ترجمہ
قول ماتن کا وفیہا اجر المثل یعنی اجر مثل واجب ہے یہانتک کہ جو کچھ زانی عورت لے اگر عقد اجارہ سے ہو۔ تو امام اعظم کے نزدیک حلال ہے کیونکہ اجر مثل طیب ہے۔ اگرچہ سبب حرام ہے۔ اور صاحبین کے نزدیک حرام ہے۔ اور اگر بغیر عقد کے ہو۔ تو حرام ہے بالاتفاق۔ کیونکہ اُس عورت نے ناحق لیا ہے محیط میں ایسا لکھا ہے۔ انتہے۔ یہی اعتراض صاحب ظفر مبین نے بھی کیا تھا اُس کا جواب جو مولانا مولوی محمد منصور علی صاحب مرادآبادی جزاہ اللہ خیرا نے دیا ہے۔ ذیل میں بلفظ نقل کیا جاتا ہے۔
جُب معترض صاحب فقہ کا مطلب نہیں سمجھتے اور اجارۂ فاسد اور باطل میں فرق نہیں کرسکتے تو پھر کیوں ائمہ پر طعن کرتے ہیں۔ اور گناہ گار ہوتے ہیں۔ آنکھیں بند کرکے اعتراض کر دیا اور یہہ نہ دیکھا کہ چلپی نے اجر مثل اور اجارہ فاسد میں گفتگو کی ہے۔ اور معترض صاحب نے اُس کو اجارۂ باطل قرار دیا اور اجر مثل کو زنا کی خرچی سمجھ گئے۔ اتنا بھی غور نہ فرمایا کہ اجارہ فاسد میں چلپی نے اس اختلاف کو لکھا ہے۔ زنا کی خرچی کیونکر مراد ہوسکتی ہے۔ اب اس کا جواب سنئے کہ تمام حنفیہ کے نزدیک یہہ کلیہ مسلم ہے اور سب کتب فقہ اسپر متفق ہیں کہ اجارۂ باطل وہ ہے کہ باصلہ غیر مشروع ہو اور اجارۂ فاسد وہ ہے کہ باصلہ مشروع اور بوصفہ غیر مشروع ہو یعنی کسی شرط یا عارض کی وجہ سے اُس میں فساد آیا ہے ورنہ اصل میں وہ جائز اور حلال تھا۔ اور یہہ بھی متفق علیہ سب کا ہے کہ جس اجارے کا معقود علیہ معصیت ہوویگا وہ باطل ہوگا نہ فاسد۔ بعد اِن دونوں قاعدوں کے محقق اور متفق علیہ ہونے کے وہ کون عاقل ہے کہ زنا کی اُجرت کو حلال کہہ سکے اور کسی ادنئے عالم کی بھی یہہ شان نہیں کہ اُس میں تامل کرے۔ چہ جائے صاحب محیط وچلپی وردمختار خصوصاً جب نص صریح حدیث کی اُس میں وارد ہووے۔ پس بالضرورت واجب ہے کہ اُجرت زنا سب کے نزدیک حرام ہووے۔ ایک ادنٰے عامی کا بھی اس میں

خلاف نہیں۔ چنانچہ امام نووی شرح مسلم میں لکھتے ہیں۔ اما مھر البغی فھو ما تاخذہ الزانیۃ علی الزناء وسماہ مھرا لکونہ علی صورتہ و ھو حرام باجماع المسلمین۔ یعنی لیکن مہر زانیہ کا پس وہ شئے ہے کہ جس کو زانیہ بعوض زنا کے لیوے اور اس کا نام اس لئے مہر رکھا ہے کہ وہ بصورت مہر ہے اور حرمت اُس کی تمام مسلمانوں کے نزدیک بالاجماع ہے انتہٰے۔ لہذا ضرور ہے کہ روایت محیط کے ایسے معنے ہوں گے جس سے اجارہ فاسد کی صورت پیدا ہو کیونکہ وہ خود ہی کلام اجارہ فاسد میں کرتا ہے اور حلتِ اجرت کا درصورت فساد قائل ہوا ہے نہ درصورت بطلان۔ پس سنئے۔ وہ کہتا ہے کہ کسی عورت کو اس کے منافع خدمت پر ایام معین میں اجارہ لیا اور یہہ بھی شرط کر لی کہ ان ایام میں زنا بھی کرونگا۔ سو اصل معقود علیہ خدمت ہے کہ امر حلال ہے اور شرط حرام اُس کے ساتھ مل گئی ہے۔ پس یہہ اجارہ فاسد ہے نہ باطل۔ اس کی اُجرت مثل میں خلاف ہے، نہ اُجرت مشروط میں کیونکہ اُجرت مشروط ومسمے تو خبث سے خالی نہیں بسبب اسکے کہ بمقابلہ اسی اجارے کے واقع ہوئی ہے جو دراصل درست تھا مگر شرط حرام کے اقتران سے اِس معقود علیہ میں حرمت آگئی لہذا مسمےٰ بھی خبیث بن گیا۔ مگر جب شارع نے اُس کا اجارہ رد کیا اور شرط حرام کو لغو بنایا تو وہ منافع مباح کہ موجر نے دیئے اور مستاجر نے وصول کئے اُن کو ضائع نہ کیا اُس کی اُجرت مثل دلائی اُس میں کیا قبح ہے۔ خدمت کے منافع تو اصلاً حلال تھے۔ اور اب بھی منافع خدمت ہی کی اُجرت دلائی ہے نہ منافع بضع کی۔ سو اس میں کسی وجہ سے شرکت زنا کی نہیں۔ یہہ ہر حال میں طیب ہے۔ اور حدیث میں جو اُجرت زانیہ کو حرام فرمایا ہے تو زنا کی اُجرت کو حرام کیا ہے۔ زانیہ کی خدمت کے منافع کو تو حرام نہیں کیا۔ اگر زانیہ کسی قسم کی اُجرت مباح کرے تو وہ حرام نہیں مثلاً اگر کوئی شخص کسی عورت کو انگرکھا سینے پر دو روپیہ کو اجارہ میں لے اور یہہ بھی شرط کرلے کہ زنا بھی کرونگا چنانچہ اُسنے انگرکھا بھی سی دیا اور اُسکے ساتھ صدور زنا کا بھی ہوگیا۔ پس اس صورت میں فقط اُجرت مثل یعنی انگرکھا سینے کی قیمت چار پانچ آنے اُسکو دلائے جائینگے اور دو روپیہ جو اجارہ فاسد کے قرار پائے تھے رد کردئے جائیں گے۔ کیونکہ وہ بھی بوجہ

شرکت زنا حرام ہیں اور زنا کی اُجرت تو قطعی حرام ہے اُسکو ہرگز نہیں دلایا بلکہ فقط اُجرت مثل اُس اصل معقود علیہ کا ضائع نہ کیا کیونکہ یہہ اُجرت امر مباح کی ہے ہاں اگر زنا کی خرچی یا کل دام اُس کو دلائے جاتے تو حرام ہوتے جو دلایا ہے وہ حرام نہیں پس اسی طرح یہاں یہہ اُجرت بھی ایسے ہی مباح امر کی ہے اور وہ شرط زنا کی جو اجارے میں فضول لگا دی تھی وہ ردّ ہی ہو گئی کیونکہ اُس مسئے کا اعتبار ہی نہیں رہا۔ فقط منافع کی اُجرت مثل دلائی جس میں شرط زنا کا نام و نشان بھی نہیں۔ پس کسب البغی کو اُس میں کچھ علاقہ اور دخل نہیں رہا۔ اور مصداق اِس حدیث کا ہرگز یہہ واقعہ نہیں ہوا۔ اُجرت مثل حلال اور طیب ہوئی نہ اُجرت مسمے فوضح الفرق و ثبت الحق۔ حکم مشتق میں معانی مشتق منہ کا مرعی ہونا واجب ہے۔ اُجرت زانیہ بوجہ زنا حرام ہے نہ یہہ کہ اُجرت زانیہ بوجہ مباح بھی حرام ہووے۔ پس حاصل مذہب امام صاحب کا یہہ ہوا کہ اُجرت زنا خواہ عقد اجارہ زنا سے ہو خواہ بلا عقد ہو حرام مطلق ہے۔ کیونکہ اجارہ باطل ہے اور جو اجارہ فاسد ہو بایں طور کہ اصل معقود علیہ خدمت ہو اور شرط زائد زنا کی اُس پر عارض ہو تو مسمے مشروط بھی حرام خبیث ہے جیسا کہ معقود علیہ حرام تھا مگر بعد رد عمل خبیث اُس کے کیے اگر نفس امر مباح کی اُجرت مثل ہووے تو وہ درست ہے بایں وجہ کہ اُس کے اجارے کو جس میں شرط فاسد تھی معدوم کر دیا جس کے سبب مسمی بھی نہ دلایا گیا۔ اور یہی نشان رد اجارہ کا ہے۔ ورنہ بعد حاصل کرنے منافع کے رد کی کیا صورت ہو سکتی تھی۔ جب شارع نے مسمے یعنی اُجرت فاسد کی نہ دلائی تو گویا اُس معقود علیہ ہی کو رد کر دیا۔ اب اصل منافع کا اجر مثل جو مباح ہے اپنی طرف سے تشخیص کر کے دلایا تو اس میں نہ زنا کا کوئی دخل رہا نہ اثر آیا۔ ہاں اگر اُجرت مثل منافع زنا کی ہوتی تو لاریب حرام ہو جاتی یا زنا کی رعایت اُجرت میں رہتی تو بھی بیشک اُجرت حرام ہوتی۔ مگر یہاں تو کوئی امر محرّم موجود نہیں۔ نہ زنا کی اُجرت دلائی ہے نہ اجارہ فاسد کا مسمے دلایا بلکہ خدمت کا اجر مثل یعنی جتنی اُجرت فقط اُس کی خدمت مباح کی ہوئی ہے وہ دلوائی ہے۔ لہذا اُجرت حلال ہے اگرچہ کسب اصل اور سبب اصلی کہ تسمیہ معقود علیہ ہے حرام تھا اور وہ سبب کہ اجارۂ فاسد تھا اب سبب بعید

ہوگیا کیونکہ اُجرت مثل کے سبب کا وہی سبب واقع ہوا ہے ورنہ کیوں یہہ امر پیش آتا۔ مگر صاحبین نے اس شرط کو شرط نہیں جانا بلکہ عین معقود علیہ یا جزو معقود علیہ ٹھیرایا تو اس صورت میں اجارہ باطل قرار دیا اور یہہ حکم بطلان کا فرمانا یا بسبب احتیاط کے ہے یا بسبب غلو زانیہ عورتوں اور کثرت اور غلبہ اِس فعل کے اُن کے زمانے میں ہوّا ہے۔ بہرحال صاحبین کو اس تقریر امام صاحب پر کلام نہیں بلکہ اُنہوں نے شرط زنا کو جزو معقود علیہ ٹھیرایا ہے کیونکہ زانی کو مقصود زنا ہوتا ہے نہ دیگر منافع کہ وہ یا زوائد ہیں یا جزو مقصود ہیں۔ بہرحال یہہ وجہ خلاف کی ہے اور یہہ خلاف اختلاف زمانہ پر محمول ہو سکتا ہے۔ فائدہ۔ پس اس تقریر سے واضح ہوا کہ جو معنے معترض صاحب اس عبارت کے لیتے ہیں ہرگز ہرگز یہہ معنے کسی طور سے نہیں ہو سکتے۔ سیاق اور سباق کے بالکل خلاف ہے۔ گفتگو چلپی نے اجارۂ فاسدہ میں کی ہے۔ معترض صاحب اُسکو اجارہ باطلہ بناتے ہیں جو جو سب کے نزدیک حرام ہے کسی مسلمان کا اُس میں اختلاف نہیں اور معترض صاحب کے معنوں سے اجارہ باطل ہوگا جس میں یہاں بحث نہیں۔ اگر معترض صاحب اپنے اِن معنوں سے اجارۂ فاسد ثابت کر دیں تو ہم سو روپیہ چہرہ شاہی اُنکی نذر کریں۔ پس امام صاحب اور صاحبین کے اصل قاعدے میں خلاف نہیں۔ فقط فرق اتنا ہے کہ صاحبین نے شرط کو شرط نہیں رکھا بلکہ معقود علیہ بنایا ہے اور اب اِس زمانے میں ایسا ہی ہے اور امام صاحب نے شرط زائد جانا اور اُس وقت میں ایسا ہی تھا یا نہ سہی مگر وہ تقریر در صورت وجود اجارہ فاسد ہے اگر پایا جاوے نہ در صورت بطلان۔ اور حکم حلت اجرت مثل کا فساد کی صورت میں لکھا ہے بطلان کی صورت میں نہیں لکھا۔ اگر فساد محقق ہو جاوے تو صاحبین کو تسلیم ہے اور اگر بطلان محقق ہو جاوے تو امام صاحب کو بھی حرمت میں کلام نہیں۔ پس یا تو معترض صاحب اُن معنوں کو جو اُنہوں نے عبارت چلپی سے اجتہاد کر کے نکالے ہیں ثابت کریں بہ بشرطیکہ اُن معنوں سے اجارۂ فاسد بنجائے جس میں چلپی کلام کرتا ہے اور ہماری طرف سے اجازت ہے کہ اس میں اپنے اعوان اور انصار سے

معترض صاحب استمداد بھی کریں یا آئندہ ایسے بیہودہ مطاعن سے توبہ کریں اور بغیر مطلب سمجھے دخل نہ دیا کریں۔ (فتح المبین۔ مطبوعہ اصح المطابع لکھنؤ۔ صفحہ ۲۵۴-۲۵۵) *

صاحب فتح المبین نے روایت محیط کا جو مطلب بیان کیا ہے وہ بر تقدیر صحت روایت ہے۔ مگر مجھے اس روایت کی صحت میں کلام ہے۔ چنانچہ علامہ شیخ عبدالقادر فاروقی حنفی مفتی دیار مصریہ نے روایت مذکورہ کا مطلب بیان کرکے یوں لکھا ہے۔ ثم رایت السندی قال نقلا عن الحموی ما ذکرہ شرح المجمع عن المحیط ان ما تاخذہ الزانیۃ بعقد الاجارۃ حلال عندہ لم أرہ فیہ وبعید عن الامام المعروف بالورع فتح ھذا الباب (التحریر المختار لرد المحتار۔ جزء ثانی صفحہ ۲۶۳) ترجمہ۔ پھر میں نے حاشیہ سندی کو دیکھا۔ علامہ سندی نے حموی سے نقل کیا ہے۔ کہ یہہ جو شرح مجمع میں محیط سے مذکور ہے کہ زانیہ جو کچھ عقد اجارہ سے لیتی ہے امام صاحب کے نزدیک حلال ہے میں نے محیط میں یہہ قول نہیں دیکھا۔ وہ امام عالی مقام کہ جن کا تقویٰ و ورع مشہور آفاق ہے۔ اُن سے بعید ہے کہ اس قسم کی آمدنی کو حلال بتائیں انتہیٰ

قال البنارسی

(۷) غایۃ الاوطار میں ہے کہ اگر مسلمان نے وکیل کیا ذمی کو شراب یا سور کے بیچنے یا خرید لینے کے واسطے تو یہہ وکیل اور یہہ بیع شراء ابوحنیفہ کے نزدیک صحیح ہے۔ صفحہ ۲ *

اقول

اس کے جواب میں غایۃ الاوطار کی پوری عبارت نقل کی جاتی ہے۔ وھی ھذہ۔ اذا امر المسلم بیع خمر او خنزیر او شراءھما الخ یا جیسے امر کیا مسلم نے یعنی وکیل کیا مسلم نے ذمی کو شراب یا سور کے بیچنے یا خرید کرنے

کے واسطے یا محرم نے غیر محرم سے کہا اپنے شکار کے بیچنے کے واسطے یعنی یہہ توکیل اور بیع اور شراء امام کے نزدیک صحیح ہے نہایت کراہت کے ساتھ جیسے ضمانت سابقہ صحیح ہے - اِس واسطے کہ عاقد یعنی ذمی وکیل پہلی صورت میں اور غیر محرم وکیل دوسری صورت میں تصرف کرتا ہے بیع اور شرائ میں اپنی اہلیت سے نہ موکل کی اہلیت سے اور انتقال ملک کا موکل کی طرف امر حکمی ہے - اور صاحبین نے کہا کہ بیع مذکور صحیح نہیں یعنی باطل ہے اور یہی قول ظاہر تر ہے کذا فی الشرنبلالیہ عن البرہان - ثم جب امام کے نزدیک جواز بیع اور شراء اشد کراہت کے ساتھ ہوا تو مسلم کو واجب ہے کہ درصورت خرید شراب کو سرکہ بنادے یا اُس کو زمین پر بہادے اور سؤر کو چھوڑ دے اور درصورت بیع اُس کے ثمن کو تصدق کرے کذا فی الطحطاوی عن الحموی - انتہےٰ

اب ناظرین خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ معترض نے اس مسئلے کے نقل کرنے میں کہاں تک دیانتداری سے کام لیا ہے -

اگر بنارسی کے نزدیک یہہ مسئلہ جیسے غایۃ الاوطار سے لفظ بلفظ نقل کیا گیا ہے غلط ہے تو اُسے چاہیئے کہ بحوالہ قرآن و حدیث غلطی کو ظاہر کرے - ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ وہ ایسا نہیں کرسکتا - یہہ بھی معلوم رہے کہ صاحبین کے اقوال امام صاحب ہی کے اقوال ہیں - اونہوں نے بعض مقام پر ایک قول کو دوسرے پر ترجیح دے کر اُسے اختیار کر لیا ہے - جیسا کہ رد المحتار وغیرہ میں ہے -

قال البنارسی

(۸) ہدایہ اور شرح وقایہ اور کنز میں ہے کہ ذمی جزیہ دینے والا اگر ہمارے پیغمبر محمد صلعم کو گالیاں دے تو ابو حنیفہ کے نزدیک عہد ذمی نہیں ٹوٹتا - اُس کو قتل نہ کرنا چاہیئے - صنہ۲

اقول

بنارسی سے پہلے یہہ اعتراض صاحب ظفر مبین نے کیا ہے اور کہا ہے کہ اِس

مسئلے میں امام صاحب نے صریح ان دو حدیثوں کے خلاف کیا ہے - پہلی حدیث ابو داؤد میں روایت ہے علی سے - ان یھودیۃ کانت تشتم النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم الخ یعنی تحقیق ایک عورت یہودیہ بُرا کہتی تھی آنحضرت کو اور عیب اور طعن کرتی تھی پس گلا گھونٹا ایک شخص نے اس کا یہانتک کہ مرگئی - پس معاف فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے خون اُس کا - دوسری حدیث ابو داؤد میں روایت ہے ابن عباس سے ان اعمی کانت لہ ام ولد الخ یعنی تحقیق ایک اندھا کہ تھی اُس کے پاس حرم گالی دینے والی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو - پھر منع کرتا تھا وہ اندھا اُس کو اس بات سے پس باز نہ آتی تھی - پس جب ہوئی ایک رات لی اُس اندھے نے ایک لکڑی سیخ لگی ہوئی - پس رکھا اس کو اُس کے پیٹ پر اور تکیہ کیا اُس پر یعنی زور سے دبایا پس قتل کیا اُس کو پس پہنچی خبر اُس کی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو پس فرمایا خبردار گواہ رہو تحقیق خون اُس کا رایگان ہے - اِس اعتراض کا جو جواب ناصر الملۃ والدین جناب مولانا حکیم وکیل احمد صاحب نے دیا ہے - اُسے ذیل میں لفظ بلفظ نقل کیا جاتا ہے +

؎ وہ ہم نہیں جسے تو اے فلک بگاڑ سکے :: کدھر خیال ہے اتنی تری مجال نہیں +

ان دونوں حدیثوں میں اور امام کے مذہب میں کیا مخالفت ہے - امام یہ کہتے ہیں کہ جو کافر ذمی کہ مطیع اہل اسلام ہوگیا ہو اور جزیہ دینا اُس نے قبول کرلیا ہو اور باد لے جزیہ اُسنے اپنی جان و مال کی حفاظت کرلی ہو وہ اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو گالی دے تو اُس گالی دینے سے اُس کا عہد امان نہیں ٹوٹے گا اور عقد ذمیت اُس سے مرتفع نہ ہوگا بشرطیکہ اعلان اور مداومت نہ کرے اسوجہ سے کہ گالی دینا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کفر ہے اور ذمی میں کفر پہلے ہی موجود ہے - پس ہرگاہ کفر سابق قدیم اُس کا مانع اُسکے ذمی ہونے سے نہوا اور باوجود کفر کے بسبب ادا کرنے جزیہ کے جان و مال کا اُس کے محفوظ رکھنا اہل اسلام پر واجب ہوا پس کفر طاری جو ذمی ہونے کی حالت میں اُس سے صادر ہوا کیوں اُس کے عہد کو توڑ ڈالیگا - اور با اینہمہ اسکے

بھی امام قائل ہیں کہ اگرچہ قتل اُس کا واجب نہیں مگر تادیب اور تعزیر دینا اُسکو واجب ہے اور تعزیر بالقتل بھی جائز ہے۔ درمختار میں ہے۔ ویؤدب الذمی و یعاقب علی سبہ دین الاسلام او القرآن او النبی حاوی و غیرہ ۔ قال العینی واختیاری فی السب انہ یقتل وتبعہ ابن الھمام انتھیٰ ۔ یعنی حاوی وغیرہ میں ہے کہ ادب دیا جاوے ذمی اور عقاب کیا جاوے اُس پر بسبب گالی دینے کے دین اسلام کو یا قرآن یا نبی کو اور کہا عینی نے کہ مختار میرا گالی دینے میں یہہ ہے کہ مار ڈالا جاوے اور تابع ہوا اُنکے جواز قتل میں ابن الہمام۔ اور ردالمحتار میں خیرالدین رملی اُستاد صاحب درمختار سے منقول ہے۔ لا یلزم من عدم النقض عدم القتل و قد صرحوا قاطبۃ بانہ یعزر علیٰ ذالک ویؤدب وھو یدل علی جواز القتل زجرالغیرہ اذ یجوز الترقی فی التعزیر الی القتل انتہیٰ ۔ حاصل اس کا یہہ ہے کہ نہیں لازم آتا ہے نہ ٹوٹنے سے عہد ذمیت کے نہ جائز ہونا قتل کا اور تحقیق تصریح کی ہے تمام مشائخ نے اِس امر کی کہ گالی دینے والا ذمی تعزیر کیا جاوے ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مارڈالنا بھی اُس کا جائز ہے۔ جب اُس سے مقصود تنبیہ اوروں کی ہو کیونکہ تعزیر ساتھ قتل کے بھی جائز ہے ۔ اور اس کے بھی امام قائل ہیں کہ وہ حکم اُسی وقت تک ہے جب ذمی اعلان اور تکرار نہ کرے بلکہ ایک دومرتبہ پوشیدہ گالی دیدیوے اور اگر وہ بطور اعلان کے سبھوں کے سامنے بیباک ہوکے گالی دیتا ہو یا اُس کی عادت گالی دینے کی ہو اور اکثر اُس سے یہہ حرکت سرزد ہوتی ہو تو ایسی صورت میں قتل اُس کا ضرور ہے۔ ردالمحتار میں درمنتقی سے منقول ہے ای اذا لم یعلن فلو اعلن بشتمہ او اعتادہ قتل ولو امرأۃ و بہ یفتی الیوم انتھیٰ یعنی نہ مارنا ذمی کو بسبب گالی دینے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اُسوقت ہے جب کہ وہ بطور اعلان کے گالی نہ دے۔ پس اگر اعلان کیا اُس نے شتم نبیؐ کا یا عادت کرلی اُس کی مارڈالا جاوے گا اگرچہ عورت ہو اور اسی پر فتوےٰ ہے اِس زمانے میں۔ اور بھی ردالمحتار میں ابن تیمیہ کی کتاب الصارم المسلول سے منقول ہے افتی اکثرھم

بقتل من سب النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اھل الذمۃ وان اسلم بعد
اخذہ وقالوا یقتل سیاسۃ انتھی یعنی فتوے دیا ہے اکثر حنفیہ نے
اُس ذمی کے مار ڈالنے کے ساتھ جو گالی دے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اگر
اسلام لائے وہ بعد گرفتار ہونے کے اور کہا حنفیہ نے کہ مار ڈالا جاوے وہ بنظر
سیاست۔ اور بھی در مختار میں ہے رأیت فی معروضات المفتی ابی السعود
انہ ورد امر سلطانی بالعمل بقول ائمتنا القائلین بقتلہ
اذا ظہر انہ معتادہ انتھی۔ یعنی دیکھا میں نے معروضات مفتی ابوالسعود
رومی میں کہ وارد ہوا حکم پادشاہی واسطے عمل کرنے کے اوپر قول ائمہ حنفیہ کے
کہ قتل کیا جاوے جبکہ گالی دینا اُس کی عادت ہووے۔ اور بھی در مختار میں
ابن کمال باشاہ سے منقول ہے۔ الحق انہ یقتل عندنا اذا اعلن
بشتمہ علیہ السلام صرح بہ فی سیر الذخیرہ انتھی۔ یعنی حق
یہہ ہے کہ ذمی گالی دینے والا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو قتل کیا جاویگا۔ جب کہ
اعلان کرے ساتھ گالی دینے کے تصریح کی ہے اِسکی کتاب السیر میں ذخیرہ برہانیہ
کے۔ ایسے ہی اور کتب فقہ میں مصرح ہے۔ خلاصہ یہہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک ذمی
اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اتفاقاً گالی دیدے۔ تو عہد ذمیت اُس کا
صرف اس گالی دینے سے نہ ٹوٹے گا اور بمجرد اس گالی کے وہ حربی نہ سمجھا جاویگا
اور قتل اُسکا واجب نہ ہوگا مگر تعزیر اس پر قائم کی جاویگی اور سیاست اگرچہ
ساتھ قتل کے ہو اُس پر جاری ہوگی۔ اور اگر وہ باعلان دیتا ہو یا عادت اُس کی
رکھتا ہو تو اُس کو مار ڈالنا ضرور ہے۔ ہرگاہ یہہ معلوم ہوا۔ پس اب سمجھنا چاہیئے
کہ مذہب حنفیہ میں اور اُن دونوں حدیثوں میں جو آپ نے ذکر کیں کچھ بھی مخالفت
نہیں۔ ایک تو اسوجہ سے کہ مذہب حنفیہ کا یعنی نہ مارنا کافر کو بسبب گالی دینے
نبیؐ کے ذمی میں ہے نہ ہر کافر میں اور اُن دونوں حدیثوں میں یہہ تصریح نہیں کہ
وہ دونوں عورتیں کہ بوجہ گالی دینے کے ماری گئیں ذمی تھیں بلکہ اوّل حدیث
میں تو تصریح ہے کہ وہ عورت یہود میں سے تھی اور یہود جو مدینہ منورہ میں تھے
وہ ذمّی نہ تھے کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی اُن پر جزیہ نہیں مقرر کیا

ورنہ اُن پر حکم اہل ذمہ کا جاری کیا بلکہ اوائل میں اُن سے مصالحہ بلا عوض مال کر لیا
گیا تھا۔ بعد چند سال کے یہود کا اخراج کر دیا گیا اور بعضوں سے مقاتلہ کیا گیا
جیسا کہ فتح القدیر میں مذکور ہے۔ اما الیہود فلم یکونوا اھل ذمۃ بمعنے
اعطائھم الجزیۃ بل کانوا اصحاب موادعۃ بلا مال یوخذ عنھم
الی ان امکن اللہ منھم لانہ لم توضع جزیۃ قط علی الیھود انتہیٰ
یعنی لیکن یہود پس نہ تھے وہ لوگ اہل ذمہ بمعنے دینے اُنکے جزیہ کو بلکہ تھے
وہ اصحاب مصالحت بغیر مال کے کہ لیا جاتا ہو اُنسے یہانتک کہ قادر کیا اللہ نے
اپنے رسول کو اُن پر اور غالب کیا اُن پر اسواسطے کہ نہیں مقرر کیا گیا جزیہ
کبھی اوپر یہود کے۔ پس اگر ایسی کوئی روایت ہوتی جس سے یہہ صاف ثابت
ہوتا کہ کوئی کافر ذمی بسبب گالی دینے نبیؐ کے عہد نبویؐ میں مارا گیا یا آپ نے
کسی ایسے کافر کے مارنے کا حکم کیا تو البتہ مذہب حنفیہ پر اعتراض ہوتا اور یہہ
حدیثیں جو آپ نے بیان کیں اُن میں اِس کا نشان نہیں۔ دوسرے یہہ کہ اِن
دونوں حدیثوں سے یہہ ثابت ہے کہ وہ دونوں عورتیں جو ماری گئیں وہ
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو باعلان گالی دیتی تھیں اور عادت اس کی رکھتی
تھیں۔ اور ابھی معلوم ہو گیا کہ ایسی صورت میں حنفیہ کے نزدیک قتل ضرور ہے۔
اور نہ واجب ہونا قتل کا اُسوقت ہے جب ذمی گالی کے ساتھ اعلان نہ کرے
اور اُس کی عادت نہ رکھے۔ ہاں اگر ایسی کوئی حدیث ہووے کہ جس سے مارا
جانا ذمی کا صرف دو ایک دفعہ گالی دینے سے ثابت ہووے تو البتہ اعتراض
ہو سکتا ہے ورنہ نہ تیسرے یہہ کہ جس صورت میں کہ حنفیہ کے نزدیک عہد
ذمہ نہیں ٹوٹتا ہے اُس صورت میں بھی مار ڈالنا ذمی کو بقصد زجر و سیاست
جائز ہے اور ان دونوں حدیثوں سے اسی قدر ثابت ہے کہ وہ دونوں
عورتیں بسبب گالی دینے کے ماری گئیں اور آنحضرتؐ نے اُنکو جائز رکھا۔
اور مارنے والے پر کچھ زجر نہیں کیا۔ یہہ نہیں ثابت ہوتا ہے کہ ایسے شخص کو
خواہ مخواہ مار ڈالنا واجب ہے تاکہ اعتراض مخالفت درست ہووے۔ علاوہ
ازیں ایسی بھی حدیثیں وارد ہیں کہ جن سے یہہ امر ثابت ہوتا ہے کہ کفار نے

بارہا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو گالی دی ہے اور آپ نے اُنکو نہیں مارا۔ ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں ابن عباس سے روایت کی ہے تفسیر میں اس آیت کی۔ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوْا انْظُرْنَا یعنے اے ایمان والو نہ کہو تم ہمارے رسولؐ سے رَاعِنَا بلکہ کہو اُنْظُرْنَا۔ راعنا بلسان الیہود السبّ القبیح فکان الیہود یقولون لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سرّا فلمّا سمع اصحابہ یقولون اعلنوا بہا فکانوا یقولون ذٰلک و یضحکون فیما بینہم فانزل اللہ ھذہ الآیۃ انتہیٰ۔ حاصل اس کا یہہ ہے کہ راعنا بلغت یہود بری گالی ہے پس جب وہ آنحضرت کی خدمت میں آتے تھے راعنا کہتے تھے۔ صحابہ اُن کے کہنے سے یہہ سمجھے کہ یہہ کوئی اچھا کلمہ ہے۔ وہ بھی کہنے لگے۔ پس اللہ نے اس آیت کو نازل کیا اور حکم کیا کہ تم راعنا نہ کہو۔ اگر کہنا ہو تو انظرنا کہو کہ جس کے معنے یہہ ہیں کہ اے رسول اللہ آپ ہماری طرف دیکھئے اور توجہ کیجئے۔ اور صحیح بخاری و مسلم و سنن وغیرہ میں موجود ہے کہ یہود جب آنحضرتؐ کی خدمت میں آتے بجائے السّلام علیکم السام علیکم کہتے اور سام کے معنے اُن کے نزدیک موت اور لعنت کے ہیں۔ آنحضرتؐ اس کے جواب میں صرف علیکم فرما دیتے۔ پس اِن احادیث سے یہہ ثابت ہے کہ یہود آنحضرتؐ کو گالیاں دیتے تھے۔ مگر آپ اِن کے مارنے کا حکم نہیں فرماتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کافر کو بسبب گالی دینے کے مار ڈالنا ضرور نہیں ہے۔ ہاں اگر تعزیرا مار ڈالا جائیگا تو کچھ حرج بھی نہ ہوگا بخلاف مسلمان کے کہ اگر وہ نبیؐ کو گالی دے گا تو کافر ہو جاویگا اور مسلمانوں پر اُس کا مار ڈالنا لازم و واجب ہو جاویگا" انتہےٰ۔ (نصرۃ المجتہدین۔ اصح المطابع لکھنؤ۔ صہ ۱۵-۵۵)

قال البنارسی

(۹) شرح عقائد نسفی میں ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک ایمان گھٹتا بڑھتا نہیں ہے جو صریح قرآن کے خلاف ہے۔ صہ ۲ ؛

اقول

ایمان کی کمی بیشی تفسیر ایمان کی فرع ہے۔ایمان کے معنے لغت میں گرویدن دباور کردن کے ہیں۔امام صاحب فقہ اکبر میں تحریر فرماتے ہیں۔ والایمان هوالاقرار والتصدیق۔یعنی ایمان اقرار زبان اور تصدیق قلب کا نام ہے۔انتہٰے۔آیات قرانی پر نظر ڈالنے سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ عمل نفس ایمان کا جزء نہیں۔دیکھو آیات ذیل

(۱) والذین امنوا وعملوا الصّٰلحٰت اولٰئك اصحاب الجنة هم فیها خٰلدون (پ۱-بقرہ-ع۹) کے تحت میں امام فخر رازی لکھتے ہیں۔ وههنا مسائل (المسئلة الاولیٰ) العمل الصّالح خارج عن مسمّی الایمان لانّه تعالیٰ قال والّذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت فلو دل الایمان علی العمل الصّالح لکان ذکر العمل الصّالح بعد الایمان تکرارا یعنی اس مقام پر کئی مسئلے ہیں پہلا مسئلہ یہہ ہے کہ عمل صالح ایمان کے مسمے سے خارج ہے۔کیونکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ والّذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت پس اگر ایمان عمل صالح پر دلالت کرے۔تو ایمان کے بعد عمل صالح کا ذکر تکرار ہوگا۔انتہٰے ؞

(۲) وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینهما (پ ۲۶-حجرات-ع۱)۔اس آیت میں باوجود قتال کے اللہ تعالےٰ نے ہر دو فریق کو مومن فرمایا۔پس معلوم ہوا کہ عمل صالح کے ترک سے مومن ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔علامۂ عینی لکھتے ہیں۔ وجه دلالته علی المطلوب انه لا یجوز مقارنة الشئ بضد جزئه یعنی مطلوب پر اس آیت کے دلالت کرنے کی وجہ یہہ ہے کہ کسی شئے کی مقارنت اُس کے جزء کی ضد کے ساتھ جائز نہیں (عمدۃ القاری-جزء اول-صفحہ ۱۲۵) ؞

(۳) الّذین اٰمنوا ولم یلبسوا ایمانهم بظلم اولٰئك لهم الامن وهم مهتدون (پ۷-انعام-ع۹) علامۂ عینی فرماتے ہیں۔ لم یلبسوا

ایمانھم بظلم اے لم یخلطوہ بارتکاب المحرمات ولو کانت الطّاعۃ داخلۃ فی الایمان لکان الظلم منفیا عن الایمان لان ضد جزء الشیٔ یکون منفیا عنہ والا یلزم اجتماع الضّدین فیکون عطف الاجتناب منھا علیہ تکرارا بلا فائدۃ یعنی اونھوں نے ایمان کو ارتکاب محرمات کے ساتھ نہیں ملایا۔ اگر طاعت ایمان میں داخل ہو۔ تو ظلم ایمان سے منفی ہوا۔ کیونکہ کسی شے کے جزء کی ضد اُس شے سے منفی ہوتی ہے ورنہ اجتماع ضدین لازم آئے گا۔ پس اجتناب من المحرمات کا عطف ایمان پر بیفائدہ تکرار ہوگا۔ انتہٰے

(۴) فمن یعمل من الصّالحات وھو مؤمن فلا کفران لسعیہ و انالہ کاتبون (پ۱۷۔ انبیاء۔ ع۷) اس آیت میں صحت عمل کے لئے ایمان کو شرط قرار دیا گیا ہے۔ اور شرط شے ماہیت شے سے خارج ہوتی ہے۔ لہذا عمل صالح ماہیت ایمان سے خارج ثابت ہوا۔

(۵) (ا) یا ایھا الّذین اٰمنوا کتب علیکم الصّیام کما کتب علی الّذین من قبلکم لعلّکم تتّقون (پ۲۔ بقرۃ۔ ع۲۳)۔

(ب) قل لعبادی الّذین اٰمنوا یقیموا الصّلوٰۃ و ینفقوا ممّا رزقنٰھم سرّا وعلانیۃ من قبل ان یأتی یوم لا بیع فیہ ولا خلال (پ۱۳۔ ابراھیم۔ ع۵)

(ج) یا ایّھا الّذین اٰمنوا اذا قمتم الی الصّلوٰۃ فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برؤسکم وارجلکم الی الکعبین (پ۶۔ مائدہ۔ ع۲) ان آیتوں میں اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں کو پہلے ایمان کے ساتھ خطاب کیا۔ پھر اعمال کے ساتھ مکلف فرمایا۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ عمل مفہوم ایمان سے خارج ہے ورنہ تحصیل حاصل کے ساتھ مکلف کرنا لازم آئے گا۔ کذا قال العینی۔

(۶) (ا) یا ایّھا الّذین اٰمنوا توبوا الی اللہ توبۃ نصوحًا (پ۲۸۔ تحریم۔ ع۲)

(ب) وتوبوا الی اللہ جمیعًا ایّھا المؤمنون لعلّکم تفلحون (پ۱۸۔

نور ر-ع-) علامہ عینی لکھتے ہیں۔ وھٰذا یدل علی صحۃ اجتماع الایمان مع المعصیۃ لان التوبۃ لاتکون الامن المعصیۃ والشیٔ لایجتمع مع ضد جزئہ۔ یعنی اس سے پایا جاتا ہے کہ ایمان معصیت کے ساتھ جمع ہوسکتا ہے۔ کیونکہ توبہ معصیت ہی سے ہوتی ہے۔ اور کوئی شئے اپنے جزء کی کی ضد کے ساتھ جمع نہیں ہوتی۔ انتہٰے ﴿

(۷) یاایّھا الرّسول لایحزنك الّذین یسارعون فی الکفر من الّذین قالوا اٰمنّا بافواھھم ولم تؤمن قلوبھم (پ - مائدہ - ع)۔ اس آیت میں ایمان کو دل کا فعل بنایا گیا ہے۔

(۸) (ا) من کفر باللّٰہ من بعد ایمانہٖ الامن اکرہ وقلبہ مطمئنّ بالایمان (پ۱۴۔ نحل۔ ع) ﴿

(ب) قالت الاعراب اٰمنّا قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا ولمّا یدخل الایمان فی قلوبکم (پ۲۶۔ حجرات۔ ع) ﴿

(ج) اولٰئك کتب فی قلوبھم الایمان وایّدھم بروح منہ (پ۲۸۔ مجادلہ۔ ع) ان آیتوں میں ایمان کا محل دل قرار دیا گیا ہے ﴿

پس آیاتِ مذکورۂ بالا سے صاف ظاہر ہوگیا کہ ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے۔ اسی تصدیق قلبی کی نسبت امام صاحب فرماتے ہیں کہ اُس میں باعتبار کمیت زیادت و نقصان متصور نہیں۔ چنانچہ آپ کتاب الوصیتہ میں فرماتے ہیں۔ ثم الایمان لایزید ولاینقص لانہ لایتصور زیادۃ الایمان الا بنقصان الکفر ولایتصور نقصان الایمان الا بزیادۃ الکفر فکیف یجوز ان یکون الشخص الواحد فی حالۃ واحدۃ مؤمنا وکافرا (شرح فقہ اکبر لعلی القاری مطبوعہ لاہور۔ ص۹۹)۔ ترجمہ۔ پھر ایمان نہ زائد ہوتا ہے نہ ناقص اِس وجہ سے کہ نہیں متصور زیادتی ایمان کی مگر ساتھ نقصان کفر کے اور نہیں متصور نقصان ایمان کا مگر ساتھ زیادتی کفر کے۔ پس کیونکر جائز ہے کہ ایک شخص ایک حالت میں مومن بھی ہو اور کافر بھی۔ انتہٰے ﴿

اب ہم ان آیتوں کو ذکر کرتے ہیں جن میں زیادت ایمان مذکور ہے۔

(۷) الذی انزل السکینۃ فی قلوب المؤمنین لیزدادوا ایمانا مع
ایمانہم (پ۲۶ - فتح - ع) - اس آیت کے تحت میں تفسیر روح البیان میں ہے
ای یقینا منضما الی یقینہم الذی علیہ برسوخ العقیدۃ واطمئنان
النفس علیہا ومن ثمہ قال علیہ السلام لو وزن ایمان ابی بکر
مع الثقلین لرجح وکلمۃ مع فی ایمانہم لیست علی حقیقتہا لان الواقع
فی الحقیقۃ لیس انضمام یقین الی یقین لامتناع اجتماع المثلین بل
حصول نوع یقین اقوی من الاول فان لہ مراتب لاتحصی من
اجلی البدیہیات الی اخفی النظریات ثم لاینفی الاول ماقلنا و
ذلک کما فی مراتب البیاض علی ما حقق فی مقامہ ففیہا استعارۃ
او المعنے انزل فیہا السکون الی ما جاء بہ النبی علیہ السلام من
الشرائع لیزدادوا ایمانا بہا مقرونا مع ایمانہم بالوحدانیہ والیوم
الاخر فکلمۃ القران علی حقیقتہا والقران فی الحقیقۃ لتعلق الایمان
بزیادۃ متعلقہ فلا یلزم اجتماع المثلین وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما
ان اول ما اتاہم بہ النبی علیہ السلام التوحید ثم الصلاۃ والزکاۃ
ثم الحج والجہاد حتی اکمل لہم دینہم کما قال الیوم اکملت لکم دینکم
فازدادوا ایمانا مع ایمانہم فکان الایمان یزید فی ذلک الزمان بزیادۃ
الشرائع والاحکام واما الان فلا یزید ولا ینقص بل یزید نورہ ویقوی
بکثرۃ الاعمال وقوۃ الاحوال فہو کالجوہر الفرد فکما لا یتصور الزیادۃ و
النقصان فی الجوہر الفرد من حیث ہو فکذا فی الایمان - یعنی اللہ تعالے
نے مومنوں کے دلوں میں ثبات وطمانیت نازل کی تاکہ رسوخ عقیدہ واطمینان
نفس کے سبب انکے پہلے یقین کے ساتھ اور یقین مل جائے - اسی وجہ سے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایمان جن وانس
کے ساتھ وزن کیا جاوے - تو غالب نکلے - اور مع ایمانہم میں کلمہ مع اپنے حقیقی
معنے پر نہیں کیونکہ حقیقت میں یقین کی زیادتی یقین پر واقع نہیں اسلئے کہ اجتماع
مثلین ممتنع ہے بلکہ نوع یقین کا حصول جو پہلے سے اقوی ہو - کیونکہ یقین کے

مراتب اجلی البدیہیات سے لیکر اخفی النظریات تک بے شمار ہیں۔ پھر ہمارا یہہ قول
اول کا منافی نہیں۔ اور یہہ اسی طرح ہے جیسا کہ مراتب بیاض جس کی تحقیق اپنے
مقام پر مذکور ہے۔ پس اس میں استعارہ ہے۔ یا معنے یہہ ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے
شرائع و احکام کے ساتھ مومنوں کے دلوں میں سکون نازل کر دیا تاکہ وہ وحدانیت
و یوم آخر کے ایمان پر ان شرائع کے ایمان کو زائد کرلیں۔ پس کلمہ قرآن اپنے حقیقی
معنے پر رہے گا اور قرآن حقیقت پر محمول ہوگا کیونکہ اس صورت میں ایمان کا
تعلق اپنے متعلق کی زیادتی کے ساتھ ہوگا۔ پس اجتماع مثلین نہ لازم آئے گا۔
اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ پہلے جو نبی علیہ السلام لائے
وہ توحید تھی۔ پھر نماز و زکوٰۃ۔ پھر حج و جہاد یہانتک کہ دین کو کامل کر دیا جیسا
کہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے الیوم اکملت لکم دینکم۔ پس اونہوں نے ایمان
کے ساتھ ایمان کو زیادہ کیا۔ لہذا اُس زمانے میں شرائع و احکام کی زیادتی کے ساتھ
ایمان زائد ہوتا تھا۔ لیکن اب نہ زائد ہوتا ہے نہ ناقص۔ بلکہ اُس کا نور زائد ہوتا ہے
اور وہ کثرتِ اعمال اور قوتِ احوال سے قوی ہوتا ہے۔ پس وہ جوہر فرد کی مانند ہے
جیسا کہ جوہر فرد میں من حیث ھو زیادت و نقصان متصور نہیں۔ اسیطرح ایمان
میں بحثیت ماہیت کمی بیشی متصور نہیں۔ انتہے۔

(۲) وما جعلنا اصحاب النار الا ملٰئکة وما جعلنا عدتهم الا فتنة
للذین کفروا لیستیقن الذین اوتوا الکتاب ویزداد الذین امنوا ایمانا
(پ۲۹۔ مدثر۔ ع) ای یزداد ایمانهم کیفیة بما رأوا من تسلیم اهل الکتاب
وتصدیقهم انه کذٰلك او کمیة بانضمام ایمانهم بذٰلك الی ایمانهم
بسائر ما انزل (تفسیر روح البیان) یعنی مومنوں کا ایمان اہل کتاب کی
تسلیم و تصدیق کو دیکھ کر کیفیت میں زیادہ ہو جائے۔ یا کمیت میں زیادہ ہو جائے
بدیں طور کہ اِس عدد ملائک نار کے ساتھ باقی احکام و شرائع پر بھی ایمان لائیں انتہے۔

(۳) الذین قال لهم الناس ان الناس قد جمعوا لکم فاخشوهم
فزادهم ایمانا وقالوا حسبنا الله ونعم الوکیل (پ۔ ال عمران۔ ع)
اس آیت میں بھی زیادت ایمان سے مراد زیادت اطمینان نفس ہے۔ چنانچہ روح البیان

میں ہے۔ والمعنے لم یلتفتوا الی ذلک بل ثبت به یقینهم وازداد اطمینانهم واظهر واحمیة الاسلام و اخلصوا النیّة عنده +

(۴) واذا ما انزلت سورة فمنهم من یقول ایّکم زادته هٰذه ایمانًا ج فامّا الّذین اٰمنوا فزادتهم ایمانا وهم یستبشرون (پ۱۱ ۔توبہ۔ اخیر رکوع) ۔روح البیان میں فزادتہم ایماناً کے تحت میں ہے ۔ هٰذا بحسب المتعلق وهو مخصوص بزمان النّبی علیہ السّلام واما الاٰن فالمذهب علی انّ الایمان لایزید ولاینقص وانّما تتفاوت درجاته قوّة وضعفا فانّه لیس من یعرف الشیئ اجمالا کمن یعرفه تفصیلا کما ان من رأی الشیئ من بعید لیس کمن یراه من قریب ۔ یعنی یہہ زیادت ایمان متعلق ایمان کے لحاظ سے ہے ۔ اور یہہ خاص ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے ساتھ ۔ رہا اب سو مذہب یہہ ہے کہ ایمان نہ زائد ہوتا ہے نہ ناقص ۔ ہاں ایماں کے درجے قوت وضعف کے لحاظ سے متفاوت ہیں ۔ کیونکہ جو شخص کسی چیز کو بطریق اجمال جانتا ہو وہ اس کی مانند نہیں جو اُس چیز کو بطریق تفصیل جانتا ہے جیسا کہ جو شخص کسی شئے کو دور سے دیکھے وہ اُس کی مانند نہیں جو اُسے نزدیک سے دیکھتا ہے انتہی

(۵) ولمّا رأی المؤمنون الاحزاب قالوا هٰذا ما وعدنا الله ورسوله وصدق الله ورسوله وما زادهم الّا ایمانا وتسلیما (پ۲۱ ۔احزاب۔ ع۳) ۔ اس آیت میں بھی زیادت ایمان سے مراد زیادت بحسب الکیفیت ہے ۔ فافهم

(۶) انّما المؤمنون الّذین اذا ذکر الله وجلت قلوبهم واذا تلیت علیهم اٰیاته زادتهم ایمانا وعلی ربّهم یتوکّلون (پ۹ ۔ انفال ۔ع۱) ۔ علامہ علی القاری واذا تلیت علیهم اٰیاته زادتهم ایمانا کی نسبت لکھتے ہیں ۔ فمعناه ایقانا اومؤل بانّ المراد زیادة الایمان بزیادة نزول المؤمن به اے القرآن (شرح فقہ اکبر ۔صـ۱۰۱) ۔ یعنی زیادت ایمان کے معنے ایقان ہیں ۔ یا

اس کی تاویل کیجائے بدینطور کہ مومن بہ یعنی قرآن کے نزول کی زیادتی سے ایمان کی زیادتی مراد ہے۔ انتہے۔

امام فخر رازی لکھتے ہیں۔ وقولہ واذا تلیت علیہم ایاتہ زادتہم ایمانا معناہ انہم کلما سمعوا ایۃ جدیدۃ اتوا باقرار جدید فکان ذٰلک زیادۃ فی الایمان والتصدیق (تفسیر کبیر۔ جزء رابع۔ صـ۴۱۲)۔ یعنی اس کے معنے یہہ ہیں کہ جب اونہوں نے کوئی نئی آیت سُنی۔ تو نیا اقرار کیا۔ پس یہہ ایمان و تصدیق میں زیادتی ہوئی۔ انتہے۔

پس آیات مذکورۂ بالا میں زیادتِ ایمان کو اگر حقیقت پر محمول کریں۔ تو یہہ زیادت بحسب المتعلق ہوگی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمان مبارک سے مخصوص ہوگی۔ اور اگر مجاز پر محمول کریں۔ تو زیادت بحسب الکیفیۃ ثابت ہوگی۔ امام صاحب نے کہیں اس طرح کی زیادتی کی مخالفت نہیں کی۔ آپ کا مطلب تو یہہ ہے کہ ہمارا ایمان بحسب الکمیۃ نہ زائد ہوتا ہے نہ ناقص اور یہہ قرآن کریم کی کسی آیت کے مخالف نہیں۔ شرح مواقف میں ماتن کے قول (الاوّل القوّۃ والضّعف) پر ایک محشی نے کیا خوب لکھا ہے قیل ھذا مسلم لکن لا طائل تحتہ اذ النزاع انّما ھو فی تفاوت الایمان بحسب الکمیۃ اعنی القلّۃ والکثرۃ فانّ الزیادۃ اکثر ما یستعمل فی الاعداد وامّا التفاوت فی الکیفیۃ اعنی القوۃ والضعف فخارج عن محل النزاع۔ (شرح مواقف مطبوعۂ استنبول۔ جلد ثالث۔ صـ۲۵۲)۔ یعنی کہا گیا کہ یہہ امر (یعنی زیادت و نقصان تصدیق بحیثیت قوت وضعف) مسلّم ہے۔ لیکن اس میں کچھ فائدہ نہیں۔ کیونکہ نزاع تو اس میں ہے کہ آیا ایمان بحسب الکمیۃ یعنی قلت وکثرت میں متفاوت ہوتا ہے۔ کیونکہ لفظ زیادت اکثر عددوں میں مستعمل ہوتا ہے۔ رہا تفاوت کیفیت یعنی قوت وضعف میں۔ سو وہ محل نزاع سے خارج ہے۔ انتہے۔

علامہ علی القاری شرح فقہ اکبر صـ۹۹ میں لکھتے ہیں۔ فالتحقیق انّ الایمان کما قال الامام الرّازی لا یقبل الزیادۃ والنقصان من

حیثیۃ اصل التّصدیق لا من جھۃ الیقین فان مراتب اھلھا مختلفۃ فی کمال الدّین کما اشار الیہ سبحانہ بقولہ واذ قال ابراھیم ربّ ارنی کیف تحی الموتیٰ قال اولم تؤمن قال بلی ولکن لیطمئنّ قلبی فان مرتبۃ عین الیقین فوق مرتبۃ علم الیقین ولذا ورد لیس الخبر کالمعائنۃ۔ یعنی تحقیق یہہ ہے کہ ایمان جیسا کہ امام رازی نے فرمایا بحیثیت اصل تصدیق زیادتی ونقصان کو قبول نہیں کرتا۔ ہاں بحیثیت یقین قبول کرتاہے کیونکہ اہل یقین کے مراتب کمال دین میں مختلف ہوتے ہیں جیساکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ اور جب کہا حضرت ابراہیمؑ نے اے میرے پروردگار۔ تو دکھا مجھکو کیونکر زندہ کرتاہے تو مردوں کو۔ ارشاد باریتعالےٰ ہوا۔ کیا تو ایمان نہیں لایا۔ آپ نے عرض کی۔ ہاں۔ لیکن اس لئے تاکہ میرا دل اطمینان پائے۔ کیونکہ مرتبہ عین الیقین کا بڑھکر ہے مرتبہ علم الیقین سے۔ اور اسی لئے آیاہے کہ خبر معائنہ کی مانند نہیں۔ انتہےٰ۔

محدثین نے جو ایمان کی تفسیر میں یوں لکھاہے۔ وھو قول وفعل ویزید وینقص۔ سو انکی مراد ایمان کامل ہے جس میں اعمال صالح بھی داخل ہیں۔

علامہ عینی عمدۃ القاری (جزء اول ص۱۲۵) میں لکھتے ہیں۔ وقال الامام ھذا البحث لفظی لانّ المراد بالایمان ان کان ھو التّصدیق فلا یقبلھا وان کان الطّاعات فیقبلھا ثمّ قال الطّاعات مکمّلۃ للتصدیق فکل ما قام من الدّلیل علی انّ الایمان لا یقبل الزّیادۃ والنقصان کان مصروفا الی اصل الایمان الّذی ھو التّصدیق وکلّ ما دل علی کون الایمان یقبل الزیادۃ والنّقصان فھو مصروف الی الکامل وھو مقرون بالعمل۔ یعنی کہا امام رحمہ اللہ نے کہ یہہ بحث لفظی ہے۔ کیونکہ اگر ایمان سے مراد تصدیق ہو۔ تو وہ زیادتی ونقصان کو قبول نہیں کرتا۔ اور اگر ایمان سے مراد طاعات ہو۔ تو وہ کمی بیشی کو قبول کریگا۔ پھر فرمایا امام رحمہ اللہ نے کہ اعمال صالح تصدیق کے کامل بنانے والے ہیں۔ پس ہر دلیل اس امر پر کہ ایمان زیادتی ونقصان کو قبول نہیں کرتا اصل ایمان یعنی

تصدیق کی طرف راجع ہوگی۔ اور ہر چیز جو دلالت کرے اس بات پر کہ ایمان زیادت و نقصان کو قبول کرتا ہے۔ وہ ایمان کامل کی طرف راجع ہوگی۔ اور ایمان کامل وہ ہے جو عمل سے مقرون ہو۔ انتہے۔
نظر بر اعتراض بنارسی میں نے آیات قرآن ہی کو پیش کیا ہے۔ امام صاحب کا قول کسی آیت کے مخالف نہیں۔ صرف بنارسی کی سمجھ کا قصور ہے۔
ے چو بشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطا ست ٭ سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجا ست۔

قال البنارسی

(۱۰) احمد بن علی سقریزی ملخص محمدؐ بن نصر مروزی میں فرماتے ہیں کہ ابو حنیفہ کے نزدیک تین رکعت وتر سے نہ زیادہ کرنا جائز ہے نہ کم کرنا۔ جو شخص ایک رکعت پڑھے اُس کی وتر فاسد ہے اُس پر لوٹانا آتا ہے۔ یہہ صریح حدیث صحیح صریح کے خلاف ہے۔ تلك عشرۃ کاملۃ۔ ص۲۰ ٭

اقول

اس کتاب میں پہلے آچکا ہے کہ امام محمد بن نصر مروزی نہایت درجے کے متعصب ہیں۔ اُنکا حضرت امام الائمہ کو سخت الفاظ میں یاد کرنا نہایت سوء ادب اور قلت حیا ہے۔ تجاوز اللہ عنا وعنہ۔ علامہ بدر الدین عینی اس مسئلے میں یوں لکھتے ہیں۔ قال عمر بن عبد العزیز والثوری وابو حنیفۃ وابو یوسف ومحمّد واحمد فی روایۃ الحسن ابن حی وابن المبارك الوتر ثلاث رکعات لا یسلم الا فی اٰخرھن کصلاۃ المغرب وقال ابو عمر یروی ذٰلك عن عمر بن الخطاب وعلی بن ابیطالب وعبد اللہ بن مسعود وابی بن کعب وزید بن ثابت وانس بن مالك وابی امامۃ وحذیفہ والفقہاء السبعۃ واجابوا عما احتجب بہ اھل المقالۃ الاولی من الحدیث المذکور ونحوہ فی ھذا الباب بان قولہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم الوتر رکعۃ من اٰخر اللیل یحتمل ما ذھبوا الیہ ویحتمل ان یکون رکعۃ من شفع

تقدمها وذلك كلہ وتر فيكون تلك الركعة توتر الشفع المتقدم لها
وقد بين ذلك اٰخر حديث الباب الذی احتج به هٰؤلاء وهو قوله
فاوترت له ما صلی وكذلك قوله صلی الله عليه وسلم فی الحديث الثانی
من هٰذا الباب فاوتر بواحدة توتر لك ما قد صليت والاٰخر حديثهم
حجة عليهم وروی الترمذی فی جامعه عن علی رضی الله تعالیٰ عنه
ان رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم كان يوتر بثلاث الحديث وروی
الحاكم فی مستدركه عن عائشة قالت كان رسول الله صلی الله تعالیٰ
عليه وسلم يوتر بثلاث لا يقعد الا فی اٰخره وروی النسائی والبيهقی
من رواية سعيد بن ابی عروبة عن قتادة عن زرارة عن سعيد بن هشام
عن عائشة قالت كان رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم لا يسلم فی ركعتی
الوتر قال الحاكم لا يسلم فی الركعتين الاوليين من الوتر وقال هٰذا
حديث حسن صحيح علی شرط الشيخين ولم يخرجاه وروی الامام محمد
بن نصر المروزی من حديث عمران بن حصين ان النبی صلی الله
تعالیٰ عليه وسلم كان يوتر بثلاث الحديث وروی مسلم وابو داؤد من
رواية علی بن عبد الله بن عباس عن ابيه انه رقد عند رسول الله
صلی الله تعالیٰ عليه وسلم فذكر الحديث وفيه ثم اوتر بثلاث وروی
النسائی من رواية يحيی بن الجزار عن ابن عباس قال كان رسول الله
صلی الله تعالیٰ عليه وسلم يصلی من الليل ثمان ركعات ويوتر بثلاث
وروی ابو داؤد والنسائی وابن ماجه من رواية عبد الرحمٰن بن
ابزی عن ابی بن كعب ان رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم كان يوتر
بثلاث ركعات وروی ابن ماجه من رواية الشعبی قال سألت عبد الله
بن عباس وعبد الله بن عمر رضی الله تعالیٰ عنهم عن صلاة رسول الله
صلی الله تعالیٰ عليه وسلم فقالا ثلاث عشرة منها ثمان بالليل ويوتر
بثلاث وركعتين بعد الفجر وروی الدارقطنی فی سننه من حديث عبد الله
بن مسعود قال قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم وتر الليل ثلاث

كوتر النهار صلاة المغرب وروى محمد بن نصر المروزي من حديث
انس بن مالك ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كان يوتر بثلاث وروى
ايضًا من حديث عبد الرحمن بن ابزى عن ابيه ان رسول الله صلى الله
تعالى عليه وسلم كان يوتر بثلاث وروى ابن ابي شيبة في مصنفه قال
حدثنا حفص عن عمرو عن الحسن قال اجمع المسلمون ان الوتر ثلاث لا
يسلم الا في اخرهن - فان قلت روى عن ابي هريرة عن النبي صلى الله
تعالى عليه وسلم لا توتروا بثلاث واوتروا بخمس او بسبع ولا تشبهوا
بصلاة المغرب قلت روى هذا موقوفًا على ابي هريرة كما روى مرفوعًا
ومع هذا هو معارض بحديث علي وعائشة ومن ذكرنا معها من
الصحابة وايضًا ان قوله لا توتروا بثلاث يحتمل كراهة الوتر من غير
تطوع قبله من الشفع ويكون المعنى لا توتروا بثلاث ركعات وحدها
من غير ان يتقدمها شيئ من التطوع الشفع بل اوتروا هٰذه الثلاث
مع شفع قبلها لتكون خمسا واليه اشار بقوله واوتروا بخمس او اوتروا
هٰذه الثلاث مع شفعين قبلها لتكون سبعا واليه اشار بقوله او بسبع
اى اوتروا بسبع ركعات اربع تطوع وثلاث وتر ولا تفردوا هذه الثلاث
كصلاة المغرب ليس قبلها شئ واليه اشار بقوله ولا تشبهوا بصلاة
المغرب كونها ثلاث ركعات والنهى ليس بوارد على تشبيه الذات
بالذات وانما هو وارد على تشبيه الصفة بالصفة ومع هذا انما ذكره
نفى ان تكون الركعة الواحدة وترا لانه امر بالايتار بخمس او بسبع ليس[عه]
الا فافهم فان قلت قال محمد بن نصر المروزي لم نجد عن النبى صلى الله
تعالى عليه وسلم خبرا ثابتا مفسرا انه اوتر بثلاث لم يسلم الا في اخرهن
كما وجدنا في الخمس والسبع والتسع غير انا وجدنا عنه اخبارا انه اوتر
بثلاث لا ذكر للتسليم فيها قلت يرد عليه ما ذكرناه من المسند اليه من

[عه] اصل کتاب میں اسی طرح ہے۔ غالبًا یہاں لا بواحدۃ ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب ۔

حدیث عائشۃ انہ کان یوتر بثلاث لا یقعد الا فی اخرھن وفی حدیث ابی بن کعب لا یسلم الا فی اخرھن وقد قیل لعل محمد بن نصر لا یری هذا ثابتاً قلت هذا تعصب لا یجدی ولا یلزم من عدم رویتہ ثابتاً ان لا یکون ثابتاً عند غیرہ (عمدۃ القاری جزء ثانی - ص ۲۴۲ و ۳۴۳)۔

ترجمہ۔ کہا عمر بن عبد العزیز اور ثوری اور ابو حنیفہ اور ابو یوسف اور محمدؒ نے اور احمد نے حسن بن حی کی روایت میں اور ابن مبارک نے کہ وتر تین رکعتیں ہیں۔ نہ سلام پھیرے مگر اُن کے آخر میں مانند نماز مغرب کے۔ اور کہا ابو عمر نے کہ یہی مروی ہے حضرت عمر بن الخطاب اور علی بن ابیطالب اور عبد اللہ بن مسعود اور ابی بن کعب اور زید بن ثابت اور انس بن مالک اور ابو امامہ اور حذیفہ اور فقہائے سبعہ سے۔ اور انہوں نے حدیث مذکور اور اس باب میں ایسی ہی اور حدیث کا جس سے ایک رکعت وتر والوں نے حجت پکڑی ہے یوں جواب دیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہہ قول کہ وتر[1] آخر شب سے ایک رکعت ہے اُس معنے کا محتمل ہے جو اُنہوں نے لئے ہیں اور یہہ بھی احتمال رکھتا ہے کہ ایک رکعت مع پہلی دو رکعتوں کے ہو اور وہ کل وتر ہے۔ پس یہہ رکعت پہلے شفع کو وتر بناویگی۔ اور اس امر کو باب کی اوس حدیث کے آخر نے جس سے اُنہوں نے احتجاج کیا ہے واضح کر دیا ہے اور وہ آخر یہہ ہے فاوترت له ما صلے (یعنی اُس ایک رکعت نے پہلی رکعتوں کو نمازی کے لئے وتر بنادیا)۔ اور اسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اس باب بخاری شریف کی دوسری حدیث میں۔ فاوتر بواحدۃ توتر لك ما قد صلیت۔ (پس تو ایک رکعت کے ساتھ وتر کر۔ یہہ رکعت تیری پہلی نماز کو وتر بنا دے گی) اور اُن کی حدیث کا آخر اُن پر حجت ہے۔ اور ترمذی نے اپنی جامع میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم تین وتر پڑھا کرتے تھے۔ اور حاکم نے اپنی مستدرک میں روایت کی کہ حضرت عائشہ

---

[1] یہہ لفظ مسلم کا ترجمہ ہے ❊

نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم تین وتر پڑھا کرتے تھے - اور صرف اُس کے آخر میں قعدہ کیا کرتے تھے - اور نسائی اور بیہقی نے سعید بن ابی عروبہ کی روایت سے اُس نے قتادہ سے اُس نے زرارہ سے اُس نے سعید بن ہشام سے نقل کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم وتر کی دو رکعتوں میں سلام نہ پھیرا کرتے تھے - اور حاکم نے کہا کہ وتر کی پہلی دو رکعتوں میں سلام نہ پھیرا کرتے تھے - اور حاکم نے کہا کہ یہہ حدیث حسن صحیح اور مسلم و بخاری کی شرط پر ہے اور شیخین نے اِسکو روایت نہیں کیا - اور امام محمد بن نصر مروزی نے عمران بن حصین کی روایت سے نقل کیا ہے کہ نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم تین وتر پڑھا کرتے تھے - اور مسلم و ابو داؤد نے علی بن عبداللہ بن عباس کی روایت سے اُس نے اپنے باپ عبداللہ بن عباس سے نقل کیا ہے کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے پاس سوئے - پس حدیث بیان کی - اور اُس حدیث میں ہے - ثم اوتر بثلاث (پھر آپ نے تین وتر پڑھے) - اور نسائی نے یحییٰ بن جزار کی روایت سے نقل کیا کہ ابن عباس نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نماز شب کی آٹھ رکعتیں پڑھا کرتے تھے اور تین وتر پڑھا کرتے تھے - اور ابو داؤد و نسائی و ابن ماجہ نے عبدالرحمٰن بن ابزی کی روایت سے اُس نے ابی بن کعب سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم تین رکعت وتر پڑھا کرتے تھے - اور ابن ماجہ نے شعبی کی روایت سے نقل کیا کہ شعبی نے کہا - میں نے عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہم سے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی نماز کی نسبت دریافت کیا - پس اُنھوں نے جواب دیا - تیرہ رکعت - اُن میں سے آٹھ رات کو - اور تین رکعت وتر اور دو رکعت بعد طلوع فجر - اور دار قطنی نے اپنی سنن میں عبداللہ بن مسعود کی روایت سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا - رات کے وتر تین رکعتیں ہیں جیساکہ دن کے وتر یعنی نماز مغرب - اور محمد بن نصر مروزی نے انس بن مالک کی روایت سے نقل کیا کہ نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم تین وتر پڑھا کرتے تھے - اور اُسی نے عبدالرحمٰن بن ابزی کی روایت سے اُس نے اپنے باپ ابزی سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم تین وتر پڑھا

کرتے تھے۔ اور ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں روایت کی۔ کہا حدیث کی ہم سے حفص نے اُسنے عمرو سے اُس نے حسن سے۔ کہا۔ مسلمانوں نے اجماع کیا ہے اِس پر کہ وتر تین رکعتیں ہیں۔ جن کے صرف آخر میں سلام پھیرا جاتا ہے۔ اگر تو کہے کہ ابو ہریرہ نے روایت کی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نہ وتر پڑھو تین۔ اور وتر ادا کرو پانچ یا سات۔ اور نماز مغرب کے ساتھ مشابہ نہ بناؤ۔ میں جواب میں کہتا ہوں کہ یہہ حدیث ابو ہریرہ پر موقوف بھی روایت کی گئی ہے۔ جیساکہ مرفوع روایت کی گئی ہے۔ اور باوجود اِس کے معارض ہے ساتھ حدیث علی و عائشہ رض و دیگر صحابہ کے جن کو ہم نے اُن دونوں کے ساتھ ذکر کیا۔ اور نیز لا توتروا بثلاث میں اس معنے کا احتمال ہے کہ وتر مکروہ ہے جس کے پہلے دو رکعت نماز تطوع نہ ہو۔ اِس صورت میں یہہ معنے ہونگے کہ تنہا تین رکعت وتر نہ پڑھو بدیں طور کہ اُس سے پہلے دو رکعت نماز تطوع نہ ہو۔ بلکہ یہہ تین رکعت پڑھو اور دو رکعت اس سے پہلے پڑھو تاکہ پانچ ہوجاویں چنانچہ اوتروا بخمس میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ یا تین رکعت وتر پڑھو اور دو شفع یعنی چار رکعت تطوع اِس سے پہلے پڑھو تاکہ سات ہوجاویں۔ او بسبع میں اِسی کی طرف اشارہ ہے یعنی وتر بناؤ سات۔ چار تطوع اور تین وتر۔ اور اِن تین رکعتوں کو تنہا نہ رکھو مانند نماز مغرب کے جس سے پہلے کچھ نہیں۔ ولا تشبہوا بصلاۃ المغرب میں اِسی کی طرف اشارہ ہے۔ اور اِس کے معنے یہہ ہیں کہ اِن تین رکعت کو نماز مغرب کے مشابہ نہ بناؤ کہ اِنسے پہلے کوئی نماز تطوع نہ ہو۔ اس کے یہہ معنے نہیں کہ نماز وتر کو نماز مغرب کے مشابہ نہ بناؤ۔ بدینطور کہ یہہ بھی تین رکعت ہو۔ اور نہی وارد نہیں تشبیہ الذات بالذات پر بلکہ نہی وارد ہے تشبیہ الصفۃ بالصفۃ پر۔ اور باوجود اِس کے اِس روایت میں نفی ہے اس امر کی کہ وتر ایک رکعت ہو کیونکہ اس میں ایتار بخمس و سبع کا امر ہے نہ ایتار بواحدہ کا فافہم۔ اگر تو کہے کہ محمد بن نصر مروزی نے کہا کہ ہم نے نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے کوئی خبر ثابت مفسر نہ پائی کہ آپ نے تین رکعت وتر پڑھے اور صرف آخر میں سلام پھیرا جیساکہ ہم نے خبر ثابت مفسر پائی پانچ سات اور نو میں۔ ہاں ہم نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اخبار پائے کہ آپ نے تین وتر

پڑھے۔ مگر اُن میں سلام کا کوئی ذکر نہیں۔ میں جواب میں کہتا ہوں کہ محمد بن نصر مروزی پر وارد ہوتی ہے وہ حدیث عائشہ رضؓ جسے ہم نے مستدرک حاکم سے ذکر کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تین وتر پڑھا کرتے تھے اور صرف اُن کے اخیر میں قعدہ فرماتے تھے اور حدیث ابی بن کعب میں ہے کہ سلام نہیں پھیرتے تھے مگر اُنکے آخر میں۔ کہا گیا ہے کہ شائد محمد بن نصر حدیث مستدرک کو ثابت خیال نہیں کرتے۔ میں جواب میں کہتا ہوں کہ یہہ بے فائدہ تعصب ہے۔ محمد بن نصر اگر حدیث مستدرک کو ثابت نہ خیال کریں تو اِس سے یہہ لازم نہیں آتا کہ وہ دوسروں کے نزدیک ثابت نہ ہو۔ انتہٰے۔

علامۂ عینی دوسری جگہ لکھتے ہیں: وروی الطحاوی عن انس قال الوتر ثلاث رکعات وروی ایضاً عن المسور بن مخرمۃ قال دفنا ابا بکر لیلاً فقال عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ انی لم اوتر فقام وصففنا وراءہ فصلی بثلاث رکعات لم یسلم الا فی اٰخرھن۔ وروی ابن ابی شیبۃ فی مصنفہ حدثنا حفص عن عمر وعن الحسن قال اجمع المسلمون علی ان الوتر ثلاثۃ لا یسلم الا فی اٰخرھن وقال الکرخی اجمع المسلمون الی اٰخرہ بنحوہ ثم قال واوتر سعد بن ابی وقاص برکعۃ فانکر علیہ ابن مسعود وقال ماھذہ البتیراء التی لا نعرفھا علی عہد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم وعن عبد اللہ بن قیس قال قلت لعائشۃ بکم کان رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم یوتر قالت کان یوتر باربع وثلاث وست وثلاث وثمان وثلاث وعشر وثلاث ولم یکن یوتر باقل من سبع ولا باکثر من ثلاث وعشرۃ رواہ ابوداؤد فقد نصت علی الوتر بثلاثۃ ولم تذکر الوتر بواحدۃ فدل علی انہ لا اعتبار للرکعۃ البتیراء (عمدۃ القاری جزء ثالث ص۱۴۰)

ترجمہ۔ اور امام طحاوی نے انس سے روایت کی۔ کہا۔ وتر تین رکعتیں ہیں۔ اور طحاوی ہی نے مسور بن مخرمہ سے روایت کی۔ کہا۔ ہم نے حضرت ابوبکر رضؓ کو رات کے وقت دفن کیا۔ پس حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے

وتر نہیں پڑھے۔ پس وہ کھڑے ہوئے اور ہم نے اُنکے پیچھے صف باندھ لی۔ پس آپ نے تین رکعتیں پڑھیں اور سلام نہ پھیرا مگر اُنکے آخر میں۔ اور ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں روایت کی کہ حدیث کی ہم سے حفص نے اُس نے عمرو سے اُس نے حسن سے کہا۔ اجماع کیا ہے مسلمانوں نے اِس امر پر کہ وتر تین رکعتیں ہیں سلام نہ پھیرا جائے مگر اُنکے آخر میں۔ اور کرخی نے کہا کہ اجماع کیا ہے مسلمانوں نے الخ۔ پھر کہا کہ سعد بن ابی وقاص نے وتر صرف ایک رکعت پڑھی۔ پس ابن مسعود نے اِسے ناپسند فرمایا اور کہا۔ یہہ ناتمام نماز کیسی ہے جسے ہم رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے زمانے میں نہیں جانتے تھے۔ اور عبد اللہ بن قیس سے روایت ہے۔ کہا کہ میں نے حضرت عائشہ رضہ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کتنے وتر پڑھا کرتے تھے۔ فرمایا آپ وتر پڑھا کرتے تھے چار اور تین۔ چھ اور تین۔ آٹھ اور تین اور دس اور تین ۔ سات سے کم نہ پڑھتے تھے اور نہ تیرہ سے زیادہ۔ اِسے ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔ پس حضرت عائشہ رضہ نے تین وتر کی تصریح فرمادی اور ایک وتر کو ذکر نفرمایا۔ پس معلوم ہوا کہ ایک رکعت کا کوئی اعتبار نہیں۔ انتہےٰ۔

خلاصہ کلام یہہ کہ مذہب حنفیہ مسئلہ وتر میں مخالف حدیث نہیں۔ جسے تفصیل منظور ہو۔ وہ بنایہ شرح ہدایہ اور فتح القدیر اور شرح معانی الآثار وغیرہ کا مطالعہ کرے۔

قال البنارسی

غرض میں کہانتک لکھوں۔ یہہ خاص امام صاحب کے مسائل تھے۔ ورنہ مذہب حنفیہ کے مسائل اور بھی بڑے مزیدار ہیں جس کو مفصل دیکھنا ہو وہ رسالہ التنقید کے آخر میں مطالعہ کرے۔ حاصل یہہ کہ امام ابو حنیفہ کے مسائل بالکل قرآن و حدیث کے مخالف ہیں۔ صفحہ ۳۰ ٭

اقول

بنارسی کے اِن دس اعتراضوں کے جوابات سے ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ مذہب حنفی کے مخالفین کے اعتراضات کیسے رذل اور بے اصل ہوا کرتے ہیں۔ رسالۂ التنقید کو

بھی اسی پر قیاس کرلیں - بنارسی کی اس واقفیت کو دیکھئے کہ مسائل امام کو مسائل مذہب حنفیہ میں شمار ہی نہیں کرتا - اُسے چاہیئے کہ پہلے کتب حنفیہ کا مطالعہ کرے بلکہ کسی اُستاد سے پڑھے - اور اس طرح کی دریدہ دہنی سے اپنی عاقبت خراب نہ کرے ورنہ اُسے یہہ سمجھ لینا چاہیئے کہ اُس کے اعتراضات سے مذہب حنفی کا کچھ نہیں بگڑتا - مذہب حنفی کو تو علے رغم انف اعداء روز افزون ترقی ہے - کیوں نہ ہو اس کا کوئی مسئلہ قرآن و حدیث کے مخالف نہیں - بلکہ اقوی المذاہب یہی ہے - جنہوں نے مذہب حنفی کی تخریب میں کوشش کی - نتیجہ یہہ ہوا کہ خود اُن کے مذہب مٹ گئے - پس اس سے مخالفین کو عبرت پکڑنی چاہیئے ؎

ترسم آں قوم کہ بر دُردکشاں میخندند ❊ در سر کار خرابات کنند ایماں را

اگر مجھے کسی وقت فرصت ملی - تو انشاء اللہ غیر مقلدین کے مزیدار مسائل سناؤں گا ❊

قال البنارسی

اور قرآن و حدیث کی امام صاحب کے نزدیک کچھ قدر نہیں - ایکدفعہ کا واقعہ یہہ ہے جس کو خطیب نے نقل کیاہے بہ سند ابی اسحق الفزاری - انه قال کنت آتی ابا حنیفة واسئله عن الشئ من امر الغزو فسالته عن مسئلة فاجاب فیہا فقلت له انه یروی عن النبی کذا وکذا قال دعنا من هذا - قال سالته یوما آخر عن مسئلة فاجاب فیہا فقیل له انه یروی عن النبی فیه کذا وکذا فقال حسبك هذا بذنب خنزیر انتهی - یعنی ابو اسحاق فزاری کہتے ہیں کہ میں ابو حنیفہ کے پاس آکر اکثر مسئلہ مسائل پوچھا کرتا تھا - ایک روز میں نے ایک مسئلہ پوچھا - اور انہوں نے اُس کا جواب دیا (جو حدیث کے مخالف تھا) میں نے کہا کہ اس بارے میں آنحضرت صلعم سے اس طور سے روایت آئی ہے - ابو حنیفہ بولے ہم کو اُس سے کیا مطلب (اللہ اکبر) اور کہا انہیں ابو اسحاق نے کہ میں نے ایک روز ایک مسئلہ اور پوچھا اُس کا جواب ابو حنیفہ صاحب نے دیا (وہ بھی حدیث کے خلاف تھا) پس ابو حنیفہ سے کہا گیا کہ اس بارے میں یوں روایت آنحضرت صلعم سے آئی ہے - ابو حنیفہ نے کہا کہ کافی ہے تجھکو یہہ (یعنی میرا بتایا ہوا) بدلے میں دم سور (یعنی حدیث نبوی) کے -

استغفر اللہ لاحول ولا قوۃ پھر ایسے شخص کے مذہب پر کب محققین قائم رہ سکتے ہیں۔ اسی لئے بہت سے لوگوں نے اسے خیر باد کہا۔ چنانچہ ہم ذیل میں مختصر تحریر اس بارے میں مع حوالہ نقل کرتے ہیں فتدبروا صفحہ ۲۰-۲۱ ۰

قال الرافضی

و ماجرائے حیرت افزا و سانحہ جانگزا بل داہیۂ عظمےٰ بلکہ قیامت کبرے اینست کہ جناب امام اعظم با ایں ہمہ فضائل و مناقب کہ مذکور شد در حق احادیث حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر کسے ذکرش بمقابلہ ارشاد او مے سازد کلمہ حسبك هذا بذنب خنزیر مے فرماید وہمچنیں کفر صریح زبان گوہر فشاں را مے آلاید خطیب بغدادی ایں ہمہ را از جنابش بواسطہ ابی اسحاق نقل مے نماید و بخاک فضیحت و رسوائی انوف شامخہ اینحضرات مے ساید چنانچہ ابوعلی یحیے مے گوید۔ ومن ظریف ما سطرہ ای الخطیب فی هذا الباب انه اسند الی ابی اسحاق الفزاری انه قال کنت آتی ابا حنیفة و اسئله عن الشیٔ من امر الغزو فسالته عن مسئلة فاجاب فیها فقیل له انه یروی عن النبی فیه کذا وکذا فقال حسبك هذا بذنب خنزیر انتهٰی۔ استقصاء الافحام۔ صفحہ ۲۲۵ ۰

اقول

یہہ سب افترا ہے۔ امام صاحب حافظ حدیث و مجتہد فی الحدیث تھے۔ اُن سے بڑھکر حدیث کی پرکھ اور قدر کون کرسکتا ہے۔ شیخ ابن حجر مکی خیرات الحسان صفحہ ۳۰ میں لکھتے ہیں۔

قال ابن حزم جمیع الحنفیة مجمعون علی ان مذهب ابی حنیفة ان ضعیف الحدیث عندہ اولیٰ من الرأی	ابن حزم نے کہا کہ تمام حنفیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ امام صاحب کے نزدیک ضعیف حدیث قیاس سے بہتر ہے

فتأمل هذا الاعتناء بالاحادیث وعظیم جلالتها وموقعها عنده انتہیٰ۔	پس غور کرکہ امام صاحب کو احادیث کی طرف ایسی توجہ ہے اور آپ کے نزدیک احادیث کی اتنی بڑی جلالت و وقعت ہے۔

امام عبدالوہاب شعرانی کتاب المیزان (جزء اول۔ صفحہ ۵۱) میں لکھتے ہیں۔

ودخل علیہ مرۃً رجل من اھل الکوفۃ والحدیث یقرأ عندہ فقال الرجل دعونا من ھذہ الاحادیث فزجرہ الامام اشد الزجر وقال لہ لولا السنۃ ما فہم احد منا القرآن ثم قال للرجل ما تقول فی لحم القرد واین دلیلہ من القرآن فأفحم فقال للامام فما تقول انت فیہ فقال لیس ھو من بھیمۃ الانعام فانظر یا اخی الی مناضلۃ الامام عن السنۃ وزجرہ من عرض لہ بترک النظر فی احادیثہا فکیف ینبغی لاحد ان ینسب الامام الی القول فی دین اللہ	ایک دفعہ اہل کوفہ میں سے ایک شخص امام صاحب کے پاس آیا اور آپ کے پاس حدیث پڑھی جارہی تھی۔ اس شخص نے کہا۔ ان احادیث کو جانے دیجئے۔ اس پر امام صاحب نے غصے سخت ڈانٹا اور فرمایا۔ اگر حدیث نہ ہوتی۔ ہم میں سے کوئی قرآن کو نہ سمجھتا۔ پھر آپ نے اس شخص سے پوچھا کہ تو بندر کے گوشت کے بارے میں کیا کہتا ہے اور قرآن میں اس کی دلیل کہاں ہے۔ پس وہ ساکت ہوگیا اور اُسنے امام صاحب سے پوچھا کہ آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ آپنے فرمایا کہ بندر بہیمۃ الانعام میں سے نہیں ہے۔ پس اے بھائی دیکھ کہ امام صاحب نے حدیث کی کیسی حمایت کی اور اُس شخص کو کیسے ڈانٹا جس نے آپ سے کہا کہ ان احادیث کو جانے دیجئے۔ پس کسی کے لئے یہہ کیونکر زیبا ہے کہ امام صاحب کی نسبت کہے کہ انہوں نے اللہ کے دین میں

بالرائی الذی لایشھد لہ ظاہر کتاب وسنة ودخل شخص الکوفة بکتاب دانیال فکاد ابو حنیفة ان یقتلہ وقال لہ اکتاب ثمّ غیر القراٰن والحدیث وکان یقول لم تزل الناس فی صلاح مادام فیھم من یطلب الحدیث فاذا طلبوا العلم بلا حدیث فسدوا انتھیٰ

ایسی رائے سے کلام کی کہ جس پر ظاہر قرآن و حدیث شاہد نہیں ۔ ایک شخص کتاب دانیال لے کر کوفہ میں داخل ہوا ۔ قریب تھا کہ امام صاحب اُسے قتل کر ڈالیں ۔ آپ نے اُس سے فرمایا ۔ کیا یہاں قرآن و حدیث کے سوا کوئی کتاب ہے ۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ لوگ درست رہے جب تک اُن میں طالب حدیث رہے ۔ مگر جب اونہوں نے علم کو بغیر حدیث کے طلب کیا ۔ تو بگڑ گئے ۔

عبارتِ بالا سے ناظرین اندازہ لگا سکتے ہیں کہ امام صاحب کے دل میں حدیث کی کیسی وقعت ہے ۔ چونکہ مذہب حنفی کے تمام مسائل قرآن و حدیث کے عین مطابق ہیں اور کہیں سرمو فرق نہیں ۔ اِس لئے امام صاحب کے مقلدین کی تعداد ہر زمانے میں بڑھتی رہی ہے اور قیامت تک انشاء اللہ بڑھتی رہے گی ۔ چنانچہ امام شعرانی فرماتے ہیں ۔

ومذھبہ اول المذاھب تدوینًا واٰخرھا انقراضًا کما قال بعض اھل الکشف قد اختارہ اللہ تعالےٰ اماماً لدینہ وعبادہ و لم یزل اتباعہ فی زیادة فی کل عصر الی یوم القیامة لو حبس احدھم وضرب علی ان یخرج عن طریقہ ما اجاب

امام صاحب کا مذہب سب مذہبوں سے پہلے جمع کیا گیا اور سب سے اخیر میں ختم ہوگا جیسا کہ بعض اہلِ کشف نے فرمایا ہے ۔ اللہ تعالےٰ نے امام صاحب کو اپنے دین اور بندوں کے لئے امام پسند فرمایا آپ کے مقلدین ہر زمانے میں بڑھتے رہے ہیں اور قیامت تک بڑھتے رہیں گے ۔ اُن میں سے کوئی اگر قید کیا گیا اور مارا گیا تاکہ اپنے مذہب کو چھوڑ دے ۔ تو اُس نے نہیں چھوڑا ۔

فرضی اللہ عنہ وعن اتباعہ و
عن کل من لزم الادب
معہ ومع سائر الائمۃ
(کتاب المیزان-جزء اوّل- ص۵۵-

پس اللہ تعالے راضی ہو امام صاحب سے
اور امام صاحب کے مقلدین سے اور
ہر ایک شخص سے جو امام صاحب اور دیگر
ائمہ کے ساتھ ادب کو ملحوظ رکھے۔

مولانا علی القاری مرقات شرح مشکوٰۃ (جزء اول- ص۲۴) میں فرماتے ہیں۔

بالجملة فاتباعه اكثر
من اتباع جميع الائمة
من علماء الامة كما
ان اتباع النبي صلى الله
عليه وسلم اكثر من اتباع
سائر الانبياء وقد
ورد انهم ثلثا اهل الجنة والحنفية
ايضاً تجئ ثلثي المؤمنين والله اعلم

حاصل کلام یہہ کہ امام صاحب کے اتباع
یعنی مقلدین علماے امت میں سے تمام
ائمہ کے مقلدین سے زیادہ ہیں جیسا کہ
نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اتباع باقی انبیائ
کے اتباع سے زیادہ ہیں۔ اور ایک روایت
میں آیا ہے کہ وہ اہل جنت کی دو تہائی
ہونگے اور حنفیہ بھی تمام مومنین کی
دو تہائی ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم

علامہ سید محمد مرتضٰے عقود الجواہر المنیفہ (جزء اول- ص۱۱) میں فرماتے ہیں

وقد رأينا مذاهب جماعة
ممن تكلم في ابي حنيفة
قد ذهبت واضمحلت و
مذهب ابي حنيفة باق
الى يوم القيامة وكلما
قدم ازداد نوراً وبركةً
والناس الان مطبقون
على ان اصحاب السنة
والجماعة هم اهل المذاهب
الاربعة مثل ابي حنيفة
ومالك والشافعي واحمد

البتہ ہم نے دیکھا کہ جن لوگوں نے امام
ابو حنیفہ رض کے بارے میں تکلم کیا۔
اُن کے مذاہب جاتے رہے اور پراگندہ
ہوگئے اور امام صاحب کا مذہب
قیامت کے دن تک باقی ہے۔
جوں جوں یہہ مذہب پرانا ہوتا جاتا
ہے اس کی برکت اور اس کا نور
بڑھتا جاتا ہے۔ اور اب لوگ
اِس بات پر متفق ہیں کہ اہل سنت و
جماعت صرف حنفیہ و مالکیہ و
شافعیہ و حنبلیہ ہیں۔

جس شخص نے امام ابو حنیفہ رضؓ کے مذہب میں تکلم کیا۔ اس کا مذہب ایسا مٹا کہ نام تک باقی نہ رہا۔ اور امام صاحب کا مذہب باقی ہے اور روے زمین کا شرق و غرب اس سے پُر ہے اور اکثر لوگ اس کے پیرو ہیں	وکلّ من تکلم فی مذهب ابی حنیفة درس مذهبه حتیٰ لا یعرف و مذهب ابی حنیفة باق ملئ الارض شرقها و غربها و اکثر النّاس علیه

پس اگر اِس تعداد کثیر میں سے چار پانچ نے کسی خاص وجہ سے مذہب شافعی اختیار کرلیا تو کیا ہوا۔ شافعیہ بھی تو اہل سنت وجماعت ہیں۔ ہاں اگر کوئی حنفی غیر مقلد بن جائے۔ تو نہایت بُرا ہے نعوذ باللّٰہ من ذلك الف الف مرّة ؞

قال البنارسی

امام صاحب کے طریقہ (مذہب) سے بہتوں نے رجوع کیا

(۱) ایک تو وہی جو اوپر گذرا کہ ابو جعفر محمد بن احمد نے اس مذہب کو ترک کیا

(۲) ابو سعید عبد الکریم الفقیہ کی بابت تاریخ ابن خلکان جلد اول صـ۳۳ میں ہے۔ وکان حنفی المذهب فحج وظهر له بالحجاز مقتضی انتقاله الی مذهب الامام الشافعی وصار امام الشافعية انتهٰی ملخصاً۔ یعنی عبد الکریم پہلے حنفی المذہب تھا۔ جب حج کو گیا۔ حجاز میں امام شافعی کے مذہب کو اختیار کیا۔ اور پھر شافعیوں کا امام ہوا۔ اور اسی طریقہ پر کتب تصنیف کیں۔

(۳) مبارک بن ابی طالب الوجیہ النحوی کی بابت ابن خلکان جلد اول صـ۴۴ میں ہے۔ و تفقه علی مذهب ابی حنیفة فانتقل الی مذهب الشافعی و تولاه انتهٰی۔ یعنی مبارک نے فقہ حاصل کیا تھا اوپر مذہب ابو حنیفہ کے پھر منتقل ہوگیا طرف مذہب شافعی کے اور اس مذہب کا والی ہوا ؞

(۴) ابو حامد محمد بن یونس فقیہ کی بابت ابن خلکان جلد اول ص۴۷۶ میں ہے انتقل عن مذهب ابی حنیفۃ الی مذهب الشافعی انتهی یعنی محمد ابو حامد منتقل ہوگیا ابو حنیفہ کے مذہب سے طرف مذہب شافعی کے۔

(۵) سیف الدولہ ابو القاسم محمود سبکتگین کی بابت ابن خلکان جلد دوم ص۸۶ میں ہے ان السلطان المحمود المذکور کان علی مذهب ابی حنیفۃ (الی قولہ) فاعرض السلطان عن مذهب ابی حنیفۃ و تمسک بمذهب الشافعی رض انتهی۔ یعنی محمود غزنوی پہلے ابو حنیفہ کے مذہب پر تھا۔ پھر اعراض کرکے ابو حنیفہ کے مذہب سے شافعی کے مذہب کو اختیار کیا ؎

غرض کہاں تک لکھوں۔ اسی پانچ کو پچاس کیا بلکہ پانچسو سمجھیں (بلکہ جہانتک زیادہ ہوسکے)۔ ص۲۱-۲۲ ؎

اقول

بنارسی نے تو صرف ایک قسم کے انتقال کی مثالیں دی ہیں۔ ذیل میں دوسری اقسام کی مثالیں بھی پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی (متوفی ۳۲۱ھ) نے مذہب شافعی کو چھوڑ کر مذہب حنفی اختیار کیا۔ چنانچہ شیخ ابن حجر مکی خیرات الحسان ص۲۹ میں لکھتے ہیں۔ ولدقۃ قیاسات مذهبهم کان المزنی یکثر من النظر فی کلامهم حتی حمل ذلک ابن اختہ الامام الطحاوی علی انہ انتقل من مذهب الشافعی الی مذهب ابی حنیفۃ کما صرح بذلک الطحاوی بنفسہ۔ یعنی مذہب حنفیہ کے قیاسات کی دقت کے سبب امام مزنی انکے کلام میں اکثر نظر ڈالا کرتے تھے یہانتک کہ اس امر نے امام مزنی کے بھانجے امام طحاوی کو اس بات پر برانگیختہ کیا کہ مذہب شافعی کو چھوڑ کر مذہب ابی حنیفہ اختیار کیا جیسا کہ خود طحاوی نے اس کی تصریح کی ہے۔ انتہی

(۲) ملک معظم شرف الدین عیسیٰ بن سیف الدین حاکم دمشق (متوفی ۶۲۴ھ)

نے مذہب شافعی کو چھوڑ کر مذہب حنفی اختیار کیا۔ چنانچہ مولانا مولوی عبد الحی رح الفوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ (مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ۔ صلـ۲۶ـ) میں بحوالہ طبقات القاری لکھتے ہیں۔ قال له والده یوما کیف اخترت مذهب ابی حنیفة واهلك کلهم شافعیة فقال اترغبون عن ان یکون فیکم رجل واحد مسلم۔ یعنی ایک روز شرف الدین عیسےٰ سے اُن کے والد سیف الدین نے پوچھا کہ تو نے مذہب حنفی کیونکر اختیار کر لیا۔ حالانکہ تیرے اہل سب کے سب شافعی ہیں۔ پس شرف الدین نے جواب دیا کہ کیا آپ نہیں چاہتے کہ آپ کے کنبہ میں ایک شخص مسلمان ہو۔ انتہےٰ۔

(۳) سبط ابن جوزی یعنی یوسف بن فرغلی بن عبد اللہ البغدادی (متوفی سنہ ۶۵۴ھ) نے مذہب حنبلی کو ترک کر کے مذہب حنفی اختیار کیا۔ چنانچہ الفوائد البہیہ صلـ۹۶ـ میں ہے۔ وکان بتربیة فی صغره حنبلیا ثم رحل الی الموصل و دمشق و تفقه علی جمال الدین محمود الحصیری فصار حنفیا۔ یعنی سبط ابن جوزی تربیت کے لحاظ سے بچپن میں حنبلی تھا۔ پھر اُس نے موصل و دمشق کی طرف سفر کیا اور جمال الدین محمود حصیری سے فقہ پڑھی۔ پس حنفی ہو گیا۔ انتہےٰ

(۴) امام عبد الواحد بن علی بن برہان الدین ابو القاسم العکبری (متوفی سنہ ۴۵۶ھ) نے مذہب حنبلی سے مذہب حنفی اختیار کیا۔ چنانچہ الفوائد البہیہ صـ۴۷ـ میں ہے۔ وکان حنبلیا فصار حنفیا۔ یعنی امام عبد الواحد حنبلی تھے۔ پھر حنفی ہو گئے۔ انتہےٰ

(۵) امام محمد بن عبد اللہ بن عبد الحکم (متوفی سنہ ۲۶۸ھ) نے مذہب شافعی سے مذہب مالکی اختیار کیا۔ چنانچہ شیخ الاسلام تاج سبکی طبقات الشافعیة الکبرےٰ (جزء اول۔ صـ۲۲۴ـ) میں لکھتے ہیں۔ فالرجل مالکی رجع عن مذهب الشافعی۔ یعنی امام محمد بن عبد اللہ مالکی ہیں۔ جنہوں نے مذہب شافعی سے رجوع کیا۔ انتہےٰ۔

(۶) امام احمد بن علی محمد بن برہان الاصولی (متوفی سنہ ۵۱۸ھ) نے مذہب حنبلی سے

مذہب شافعی اختیار کیا۔ چنانچہ طبقات الشافعیۃ الکبرٰے (جزء رابع صـ۴۲ـ) میں انکے ترجمہ میں ہے۔ کان اوّلاً حنبلی المذھب ثم انتقل۔ یعنی امام احمد بن علی پہلے حنبلی المذہب تھے۔ پھر شافعی بن گئے۔ انتہٰے ؎

(۷) امام ابوالحسن سیف الدین آمدی (متوفی سـ۶۳۱ـنہ ھ) حنبلی سے شافعی بن گئے۔ چنانچہ طبقات الشافعیۃ الکبرے (جزء خامس صـ۱۲۹ـ) میں ہے۔

وحفظ کتابا فی مذھب احمد بن حنبل (الی ان قال) ثم انتقل الی مذھب الشّافعی۔ یعنی امام ابوالحسن سیف الدین نے مذہب احمد بن حنبل کی ایک کتاب حفظ کی۔ پھر اس مذہب کو چھوڑ کر مذہب شافعی اختیار کیا۔ انتہٰے ؎

تلاش کرنے سے چند اور مثالیں بھی مل سکتی ہیں۔ غرض بنارسی کا یہ خیال کہ چونکہ پانچ حنفی شافعی ہوگئے اس سے مذہب حنفی باطل ہے بالکل غلط ہے۔ ورنہ مذاہب اربعہ جن میں اب اہل سنت وجماعت کا انحصار ہے اُن میں سے کوئی بھی حق ثابت نہ ہوگا۔ وہذا کما ترے۔

بنارسی نے کروڑہا حنفیۂ کرام میں سے پانچ مثالیں انتقال مذہب کی پیش کی ہیں اور لکھ دیا کہ امام صاحب کے مذہب سے بہتوں نے رجوع کیا۔ کیا کروڑہا کے مقابلے میں پانچ بہت ہیں ؎

قال البنارسی

اور ایسے ہی مسائل کیوجہ سے والی کوفہ نے امام ابو حنیفہ کو فتوے دینے سے منع کر دیا تھا۔ دیکھو ابن خلکان جلد اول صـ۴۹۲ـ ؎

اقول

میں نے ابن خلکان جلد اول صـ۴۹۲ـ کا مطالعہ کیا۔ اُس میں محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلے کے ترجمہ میں یہ لکھا ہے۔ وکانت بینہ وبین ابی حنیفۃ وحشۃ یسیرۃ وکان یجلس للحکم فی مسجد الکوفۃ فیعرانہ انصرف یوما من مجلسہ

فسمع امرأۃ تقول لرجل یا ابن الزانیین فامر بها فاخذت ورجع الی مجلسہ وامر بها فضربت حدین وھی قائمۃ فبلغ ذلک اباحنیفۃ فقال اخطأ القاضی فی ھذہ الواقعۃ فی ستۃ اشیاء فی رجوعہ الی مجلسہ بعد قیامہ منہ ولا ینبغی لہ ان یرجع بعد ان قام منہ فی الحال وفی ضربہ الحد فی المسجد وقد نھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عن اقامۃ الحدود فی المساجد وفی ضربہ المرأۃ قائمۃ وانما تضرب النساء قاعدات کاسیات وفی ضربہ ایاھا حدین وانما یجب علی القاذف اذا قذف جماعۃ بکلمۃ واحدۃ حد واحد ولو وجب ایضًا حدان لا یوالی بینھما بل یضرب اولا ثم یترک حتی یبرأ الم الضرب الاول وفی اقامۃ الحد علیھا بغیر طالب فبلغ ذٰلک محمد بن ابی لیلے فسار الی والی الکوفۃ وقال ھٰھنا شاب یقال لہ ابوحنیفۃ یعارضنی فی احکامی ویفتی بخلاف حکمی ویشنع علی بالخطا فارید ان تزجرہ عن ذٰلک فبعث الیہ الوالی ومنعہ عن الفتیا فیقال انہ کان فی بیتہ وعندہ زوجتہ وابنہ حماد وابنتہ فقالت لہ ابنتہ انی صائمۃ وقد خرج من بین اسنانی دم وبصقتہ حتی عاد الریق ابیض لا یظھر علیہ اثر الدم فھل افطر اذا بلعت الآن الریق فقال لھا سلی اخاک حمادا فان الامیر منعنی من الفتیا وھذہ الحکایۃ معدودۃ فی مناقب ابی حنیفۃ وحسن تمسکہ بامتثال اشارۃ رب الامر فان اجابتہ طاعۃ حتی اتہ اطاعہ فی السر ولم یرد علی بنتہ جوابًا وھذہ غایۃ ما یکون من امتثال الامر۔ ترجمہ۔ محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلے اور امام ابوحنیفہ کے درمیان کچھ وحشت تھی۔ اور قاضی ابن ابی لیلے مقدمات فیصل کرنے کے لئے کوفہ کی مسجد میں بیٹھا کرتا تھا۔ حکایت ہے کہ ایک روز اُس نے مجلس سے واپس آتے ہوئے ایک عورت کو سُنا کہ کسی مرد سے کہہ رہی تھی۔ اے زانی مرد و عورت کے بیٹے پس حکم دیا اور وہ عورت پکڑی گئی۔ اور قاضی صاحب اپنی مجلس میں لوٹ آئے اور اُس عورت کے لئے حکم صادر فرمایا پس اس پر دو حدیں ماری گئیں حالانکہ وہ کھڑی تھی۔ یہ خبر امام ابوحنیفہ کو پہنچی۔ امام صاحب نے فرمایا کہ اس واقعہ میں قاضی صاحب

نے چھ جگہ غلطی کی۔ اول تو مجلس قضاء سے اُٹھنے کے بعد پھر لوٹ آئے حالانکہ جائز نہیں کہ اُٹھنے کے بعد فوراً واپس آجائیں۔ دوسرے اُس نے مسجد میں حد ماری۔ حالانکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مسجدوں میں حدود قائم کرنے سے منع فرمایا ہے۔ تیسرے اس عورت کو حالت قیام میں حد ماری حالانکہ عورتوں پر حد قائم کیجاتی ہے جس حالت میں کہ وہ بیٹھی ہوں اور کپڑے پہنے ہوئی ہوں۔ چوتھے اُس نے اُس عورت پر دو حدیں قائم کیں حالانکہ قاذف جب ایک کلمہ سے ایک جماعت پر قذف کرے تو اُس پر ایک حد واجب ہوتی ہے۔ پانچویں اگر دو حدیں واجب بھی ہوں۔ تو وہ پے درپے قائم نہ کی جائیں۔ بلکہ پہلے ایک قائم کیجائے پھر مہلت دی جائے یہانتک کہ پہلی ضرب کا دُکھ دُور ہو جائے۔ چھٹے اُس نے بغیر طالب کے اُس عورت پر حد قائم کی۔ جب یہہ خبر محمد بن ابی لیلے کو پہنچی۔ تو حاکم کوفہ کے پاس گیا اور کہا کہ یہاں ایک جوان ہے جسے ابو حنیفہ کہتے ہیں۔ وہ میرے احکام میں میری مخالفت کرتا ہے اور میرے حکم کے برخلاف فتوٰے دیتا ہے اور مجھ پر خطا کا عیب لگاتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ اُسے اِس سے روک دیں۔ اس پر خلیفہ نے امام صاحب کے پاس کسی کو بھیجا اور فتوے دینے سے منع کر دیا۔ کہتے ہیں کہ امام صاحب ایک دن اپنے گھر میں تھے اور آپ کے پاس آپ کی اہلیہ اور آپ کا بیٹا حماد اور آپکی بیٹی حاضر تھی۔ آپ کی صاحبزادی نے آپ سے کہا کہ میں روزہ دار ہوں۔ میرے دانتوں میں سے خون نکلا اور میں نے اُسے تھوک دیا۔ یہانتک کہ سفید ہو گیا اور اُس میں خون کا اثر ظاہر نہیں ہوتا۔ اگر میں اب تھوک کو نکل جاؤں۔ تو کیا میرا روزہ ٹوٹ جائیگا۔ امام صاحب نے فرمایا کہ اپنے بھائی حماد سے پوچھ لے کیونکہ خلیفہ نے مجھے فتوٰے دینے سے منع کر دیا ہے۔ یہہ حکایت امام ابو حنیفہ رحمہ کے مناقب میں اور آپ کی خلیفہ وقت کی فرمانبرداری کی خوبی میں شمار ہوتی ہے کیونکہ اُس کی فرمانبرداری طاعت ہے حتےٰ کہ آپ نے غیبت میں اس کی اطاعت کی اور اپنی صاحبزادی کو مسئلہ کا جواب نہ دیا۔ اور یہہ غایت درجے کی فرمانبرداری ہے۔ انتہٰے۔ امام عبدالوہاب شعرانی

نے بھی اس حکایت کو امام صاحب کے کمال ورع وتقوٰے پر محمول کر کے اخیر میں لکھا ہے۔ وکان ھذا المنع للامام رضی اللہ عنہ قبل اجتماعہ بہ ومعرفتہ بمقام الامام فی العلم (کتاب المیزان۔ جزء اول۔ صـ۶۲)۔ یعنی خلیفہ ابو جعفر منصور کا امام صاحب کو فتوٰے دینے سے منع کرنا آپ کی ملاقات اور آپ کے پایۂ علمی کی معرفت سے پیشتر تھا۔ انتہے۔ امام شعرانی نے جو عذر بیان کیا ہے وہ بالکل درست ہے۔ کیونکہ جب خلیفہ مذکور کو امام صاحب کا پایۂ علمی معلوم ہوگیا۔ تو پکار اُٹھا۔ ھذا عالم الدنیا الیوم (تبییض الصحیفہ۔ صـ۲)۔ یعنی یہہ آج دنیا کے عالم ہیں۔ انتہے۔

اب ہم بنارسی سے پوچھتے ہیں کہ جو حوالہ آپ نے ابن خلکان کا دیا ہے۔ اُس میں تو یہہ مذکور نہیں کہ خلاف قرآن وحدیث مسائل کی وجہ سے والئے کوفہ نے امام صاحب کو فتوے دینے سے منع کر دیا تھا۔ بلکہ اُس میں تو یہہ مذکور ہے کہ ایک ہی مسئلے میں امام صاحب نے قاضی ابن ابی لیلے کی چھ غلطیاں نکالیں۔ چونکہ قاضی موصوف کو امام صاحب کے آگے دم مارنے کا یارا نہ تھا۔ اس لئے خلیفہ منصور کو سمجھا بجھا کر امام صاحب کو فتوٰے دینے سے منع کروادیا۔ بنارسی کو خوف خدا نہیں۔ ورنہ ایسا افترا نہ کرتا۔

قاضی ابن خلکان کی عبارت سے علاوہ دیگر امور کے ناظرین اندازہ لگا سکتے ہیں کہ فقہ میں امام صاحب کا کیا پایہ ہے۔ مگر حسّاد تو اسے آپ کے عیوب میں شمار کرتے ہیں ؎

عیب خود را بہ ہنر باز نمایند وگر ؛ ہنرے ہست ترا عیب عظیمش خوانند

اللہ تعالٰے ایسے حاسدوں کو چشم بینا عطا کرے ؛

قال البنارسی

افسوس! ایسے ہی مسائل کی بابت یوں شعر کہا جاتا ہے ؎

فلعنۃ ربنا اعداد رمل ؛ علی من رد قول ابی حنیفہ

سچ تو یہی ہے کہ ؎
فکم من فرج محصنۃ عفیف ∴ احل حرام بابی حنیفۃ۔ صلا۲۲

اقول

جسے بنارسی سچ بتا رہا ہے۔ اُس کا جواب پہلے آچکا ہے۔ فقہ حنفی کا کوئی مسئلہ خلاف قرآن و حدیث نہیں۔ لھذا فلعنۃ ربنا الخ بالکل درست ہے۔

قال البنارسی

اب ہم اس بحث کے متعلق اپنی تحریر کو ختم کرتے ہیں۔ اور اب ہم اجتہاد ابو حنیفہ کے متعلق کچھ لکھنا چاہتے ہیں کیونکہ مسائل کی بنا اجتہاد پر ہے۔ اور جس شخص میں اجتہاد کے شرائط مفقود ہوں گے اُس کے مسائل بالکل غلط ہوں گے۔ ہر چند اختصار کا خیال کیا جاتا ہے۔ لیکن مثل مشہور ہے کہ بات پر بات نکلتی ہے۔ اس لئے ناظرین مجھے معذور متصور کریں گے۔ میں تو خود لکھتا ہوں ؎
براہو سعد کا ایک خط بھی لکھنا ہوگیا مشکل۔ ذراسی بات تھی دفتر کے دفتر ہو جاتے ہیں۔ صلا۲۲

اقول

میں بھی بفضلہ تعالےٰ بنارسی کے اعتراضات کی قلعی کھولنے کے لئے تیار ہوں۔ بنارسی نے جو کچھ لکھا ہے۔ اُسے دیکھ کر ناظرین خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ اوسنے کس قدر لکھا ہے اور اُس میں سے کتنا درست ہے ∴

قال البنارسی

امام ابو حنیفہ مجتہد نہ تھے

یہہ ایک دعوےٰ ہے جس پر یہہ سوال ہو سکتا ہے کہ کیوں؟ جواب یہہ ہے کہ اجتہاد کے شروط جس قدر ہیں وہ امام صاحب میں ہرگز ہرگز نہ تھے۔ من یدعی فعلیہ البیان بالبرھان۔ ہم اس کے متعلق طول نہ کریں گے۔ بلکہ صرف شرائط

اجتہاد بیان کرکے اسی قدر عرض کریں گے کہ یہہ امام صاحب میں مفقود تھے اور اسکو سابق کے حوالوں پر اکتفا کرینگے۔ ملل ونحل میں لکھا ہے کہ شرائط اجتہاد کے پانچ ہیں۔ (۱) جاننا لغت صدر صالح کا جس سے لغت عرب کو سمجھ لے۔ (۲) پہچاننا تفسیر قرآن کا خصوصًا اُن ایات کا جن کا تعلق احکام سے ہو۔ اور اُن احادیث کا جنکو معنے آیات میں دخل ہو۔ اور آثار صحابہ کا۔ (۳) معلوم کرنا متون اسانید و احادیث کا اور احاطہ کرنا ساتھ احوال ناقلین و رواۃ کے اور وقائع خاصہ کا محیط ہونا۔ (۴) مواقع اجماع صحابہ کا سلف صالحین سے دریافت کرنا تاکہ اس کا اجتہاد مخالف انکے اجماع کے نہو۔ (۵) مواقع قیاسات کا جاننا کہ بعد نظر و تردد کے کس طرح اصل اُس کی طلب کی جاوے۔ پس یہہ پانچ شرائط ہیں جنکے اعتبار سے شخص مجتہد ہوسکتا ہے و الافلا۔ صـ۲۲ـ۲۳ ؞

اقول

امام شافعی۔ یحییٰ بن معین۔ یزید بن ہارون۔ عبد اللہ بن مبارک۔ یحییٰ بن سعید قطان۔ خلیفہ منصور عباسی۔ حسن بن عمارہ۔ سفیان ثوری۔ مکی بن ابراہیم۔ وکیع بن الجراح اور خارجہ بن مصعب وغیرہ کی شہادات سے امام صاحب کا افقہ و اعلم ہونا پہلے مذکور ہوچکا ہے۔ ایسی معتبر شہادتوں کے مقابلہ میں مخالفین کا اعتراض کیا وقعت رکھہ سکتا ہے۔ بنارسی نے شہرستانی شافعی کی کتاب ملل ونحل سے جو شرائط اجتہاد نقل کئے ہیں۔ ہم اُنہیں تسلیم کرتے ہیں۔ مگر پوچھتے ہیں کہ کیا شہرستانی کے نزدیک امام صاحب مجتہد نہیں۔ امام صاحب کا رئیس المجتہدین ہونا ایک مسلم و متفق علیہ امر ہے۔ موافقین تو درکنار مخالفین نے بھی اس بات کا اعتراف کیا ہے۔ چنانچہ نواب صدیق حسن بھوپالی ابجد العلوم میں ائمہ مجتہدین کے بیان میں سب سے پہلے امام صاحب کا ذکر کرتے ہیں سچ ہے ؎

شہد الانام بفضلہ حتی العدا ؞ والفضل ما شہدت بہ الاعداء

قال البنارسی

اب یہہ دیکھو کہ امام صاحب میں ان شرائط سے کون پائے جاتے تھے اور کون مفقود تھے۔

(۱) اول درجہ لغت عرب جاننے کا ہے امام صاحب کی عربیت میں جو کچھ قصور و فتور تھا اُس کو ہم بالتفصیل پہلے لکھ آئے ہیں کہ امام ابو حنیفہ نے نہ علم صرف سیکھا نہ نحو نہ عربیت وغیرہ تلفظ میں نحوی غلطی بھی پہلے منقول ہو چکی۔ ابن خلکان نے صراحۃً لکھا ہے کہ امام صاحب میں قلت عربیت تھی۔ نامۂ دانشوران ناصری میں ہے۔ ابن خلکان و یافعی آوردہ اند کہ ابو حنیفہ در علوم عربیہ رتبہ بلند نداشتہ است گاہے سخنانش بہ لحن و غلط آمیختہ مے باشد انتہیٰ۔
غرض یہہ شرط امام صاحب میں بالکل مفقود تھی۔ ص۲۳ ۔

اقول

بنارسی نے حکایت طحطاوی سے جو بزعم خود امام صاحب کی عربیت میں قصور و فتور سمجھا۔ وہ اُسی کی سمجھ کا قصور و فتور ہے جیسا کہ ہم پہلے لکھ آئے ہیں۔ جسے وہ تلفظ میں نحوی غلطی بتاتا ہے۔ بحوالہ ابن خلکان اُس کا بھی جواب لکھا جا چکا ہے۔ چونکہ امام صاحب کا مجتہد بلکہ رئیس المجتہدین ہونا ایک امر متفق علیہ ہے اس لئے آپکو عربیت کا کم سے کم اتنا علم ضرور تھا جتنا کہ مجتہد کے لئے درکار ہے۔ ابن خلکان و یافعی جو امام صاحب میں قلت عربیت کا ذکر کرتے ہیں۔ اُنہیں سے پوچھ لو کہ امام صاحب مجتہد تھے یا نہیں۔
شیخ ابن حجر مکی خیرات الحسان ص۲۷ میں لکھتے ہیں۔ وان له من النظم البليغ ما يعجز عنه كثير من نظرائه وقد انفرد بها بالتاليف الزمخشرى وغيره على ما يأتى۔ یعنی امام صاحب کی تصنیف سے ایسی نظم بلیغ ہے کہ جس سے آپ کے بہت سے اقران عاجز ہیں۔ اور علامہ زمخشری وغیرہ نے آپ کی نظم کو علیحدہ جمع کیا ہے جیسا کہ بیان ہو گا۔ انتہیٰ۔

قال البنارسی

(۲) دوسری شرط علم قرآن ہے سو علاوہ اسکے کہ امام صاحب سے کوئی تفسیر آیات احکام وغیرہ کی منقول نہیں امام صاحب نے علم قرآن سیکھا ہی نہیں جیسا کہ پہلے لکھا گیا

کہ جب ایام طلب علم میں امام صاحب کو قرآن کی بابت مشورہ دیا گیا تو اُس کا انجام وغیرہ پوچھکر اُس کے تعلم سے اعراض کیا کما مر۔ پس یہہ شرط بھی امام صاحب میں عنقا تھی ص۲۳

اقول

حکایت طحطاوی کی تشریح میں پہلے آچکا ہے کہ بنارسی امام طحطاوی کی عبارت کا مطلب ہی نہیں سمجھا۔ لہذا اُس کا یہہ کہنا کہ امام صاحب نے علم قرآن وصرف ونحو وغیرہ سیکھا ہی نہیں ایک دیوانہ کی بڑ سے زیادہ وقعت نہیں رکھ سکتا ؎

وکم من عائب قولا صحیحا ٭ وآفتہ من الفہم السقیم

قال البنارسی

(۳) تیسری شرط علم حدیث ہے۔ سو علاوہ بریں کہ امام صاحب کی بضاعت حدیث میں مزجاۃ تھی اور نسائی نے اپنے رسالہ کتاب الضعفاء میں اور امام بخاری نے اپنے رسالہ کتاب الضعفاء میں انکو ذکر کیا ہے اور ابن خلدون نے صرف ۱۷ حدیث کی پونجی بتائی ہے۔ امام صاحب ایک حدیث بھی ازروئے تحقیق وانصاف نہیں جانتے تھے۔ کیونکہ امام صاحب نے علم حدیث پڑھا ہی نہیں جیساکہ پہلے گذرا کہ امام صاحب سے جب طلب حدیث کے لئے کہا گیا تو فرمایا لاحاجۃ لی فی ھذا یعنی اس کی مجکو حاجت نہیں ہے۔ پس یہہ شرط بھی امام صاحب میں سنگ پارس کی طرح کالعدم تھی۔ ص۲۴ ٭

اقول

ان سب باتوں کا جواب باصواب پہلے آچکا ہے۔ لہذا اُس کے اعادہ کی یہاں ضرورت نہیں۔ اگر کوئی منصف مزاج اصول فقہ کی کسی کتاب کا مطالعہ کریگا۔ تو اُسے معلوم ہو جائیگا کہ حنفیہ کرام سے بڑھکر کوئی عامل بالحدیث نہیں۔ چنانچہ امام ابوالبرکات عبداللہ

ع علامہ نسفی کے الفاظ یہہ ہیں وھم اولی بالحدیث ایضا فانہم جوزوا نسخ الکتاب بالسنۃ وقدموا المرسل وھو ان یقول قال رسول اللہ علیہ السلام من لم یعاصرہ

بن احمد نسفی حنفی (متوفی ؁ھ) نے لکھا ہے کہ ہمارے اصحاب اولے بالحدیث ہیں کیونکہ وہ قرآن کا نسخ حدیث کے ساتھ جائز سمجھتے ہیں۔ اور حدیث مرسل کو رائے پر مقدم مانتے ہیں۔ اور مجہول راوی کی روایت اور صحابی کے قول کو قیاس پر مقدم مانتے ہیں اور امام شافعی ان سب میں ہمارے خلاف کرتے ہیں۔ علامۂ نسفی کی یہ تقریر بالکل درست ہے مگر غیر مقلدین کو تو حنفیہ کرام ہی سے عناد ہے۔

نیش عقرب نہ از پے کین است ٭ مقتضائے طبیعتش این است

قال البنارسی

(۴) چوتھی شرط معلوم ہونا مواقع اجماع صحابہ کا ہے۔ سو اس کا جاننا غالباً موقوف ہے۔ صحبت صحابہ پر۔ اور امام صاحب کی نہایت کم سنی میں اگرچہ بعض صحابہ موجود تھے مگر امام صاحب کو کسی صحابہ سے ملاقات تک نہیں ہے۔ چہ جائیکہ ان سے روایت کی ہو اور جو بعض حنفیوں نے اس میں غلو کیا ہے اور لقاء وسماع کا دعوٰے کیا ہے اُس کی تکذیب تصریحات محدثین نے کر دی ہے۔ جس کی تفصیل مختصر طور سے ہم آگے بیان کریں گے انشاء اللہ۔ غرض یہ شرط بھی امام صاحب میں گوگرد احمر کی طرح لاپتہ تھی۔ صـ۲۴ ٭

اقول

امام صاحب کے تابعی ہونے میں کوئی شک نہیں جیسا کہ انشاء اللہ عنقریب بیان ہوگا۔ اگر بفرض محال بنارسی کی تقریر کو تسلیم کر لیا جائے تو اُس سے امام صاحب

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰۴) علی الرأی لقوۃ منزلۃ السنۃ عندھم ومن رد المراسیل فقد رد کثیرا من السنۃ وعمل بالفرع ای بالقیاس تعطیل الاصل ای السنۃ والعمل بہ علی وجہ یخیرھا باطل کما ظنک فی ھذا وقدموا روایۃ المجھول وھو من لم یعرف الا بحدیث او حدیثین علی القیاس لاحتمال السماع والتوقیف وخالفنا الشافعی فی الکل انتہی (کشف الاسرار شرح منار الانوار۔ مطبوعہ بولاق مصر۔ جزء اول۔ صـ۵) ٭

میں اس شرط کا فقدان لازم نہیں آتا کیونکہ معرفت اجماع کا موقوف علیہ صحبت صحابہ میں منحصر نہیں۔ ورنہ ائمہ ثلاثہ امام مالک وشافعی واحمد رحمہم اللہ میں اس شرط کا فقدان بطریق اولے ثابت ہوگا۔

ملل ونحل (مطبوعہ مطبع عثمانیہ۔ جزء اول۔ صـ۱۱) میں یہہ شرط بدیں الفاظ مذکور ہے۔ ثم معرفۃ مواقع اجماع الصحابۃ والتابعین من السلف الصالحین حتی لا یقع اجتہادہ فی مخالفۃ الاجماع۔ انتہیٰ۔ بنارسی نے اس عبارت میں سے لفظ تابعین اڑادیا ہے۔ جس کی وجہ ناظرین خود سمجھ سکتے ہیں ٭

قال البنارسی

(۵) پانچویں شرط مواقع قیاسات کو جاننا ہے تو امام صاحب کو صرف اسی میں دستگاہ تھی اور کیوں نہ ہو اس لئے کہ امام صاحب نے زمانۂ طالب علمی میں اسی کو توپسند کیا تھا جیساکہ پہلے گذرا۔ اور امام صاحب نے خود فرمایا ہے قولنا ھذا رأی (تاریخ خمیس جلد دوم صـ۳۲۵) ۔ یعنی ہمارا قول یہہ صرف رائے ہی رائے ہے۔ پس اس سے زیادہ اور کیا نا انصافی ہوگی کہ جس کے مذہب کی بنیاد رائے پر ہو۔ اُس کے پاس علم حدیث ولغت کم ہو اور اُس کو خود اقرار ہو کہ ہمارا علم رائے ہے نہ روایت۔ اُسکو باوجود فقدان آلات ونقصان شرائط اجتہاد کے مجتہد کہا جاتا ہے الی اللہ المشتکی۔ صـ۲۴ ٭

اقول

منہاج الکرامہ کے مصنف نے جو رافضی تھا یہی اعتراض حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ پر کیا ہے۔ ابن تیمیہ (متوفی ۷۲۸ھ) اس کا جواب یوں دیتے ہیں۔ والجواب ان القول بالرأی لم یختص بہ عمر رضی اللہ عنہ بل علی کان من اقولہم بالرأی وکذلک ابو بکر وعثمان وزید وابن مسعود وغیرھم من الصحابۃ رضی اللہ عنہم کانوا یقولون بالرأی (منہاج السنۃ جزء ثالث صـ۱۵۶) ۔ یعنی اُس رافضی کے اعتراض کا جواب یہہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ قول بالرائ

کے ساتھ خاص نہ تھے بلکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سب صحابہ سے بڑھکر قائل بالرأی تھے۔ اور اسی طرح حضرت ابوبکر و عثمان و زید و ابن مسعود وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم رائے کے ساتھ کلام کرتے تھے۔ انتہٰی۔ اسی طرح کا جواب امام صاحب کی طرف سے دیا جاسکتا ہے۔ امام صاحب کا یہہ فرمانا قولنا ھذا رأی آپ کے کمال تقوے پر دلالت کرتا ہے۔ امام عبدالوہاب شعرانی لکھتے ہیں۔

وقد تبرأ المجتہدون کلہم من القول فی دین اللہ بالرأی کما اوضحنا ذلک فی مقدمة کتابنا المسمیٰ بالمنہج المبین فی بیان ادلة المجتہدین و ھو کتاب ما صنف فی الاسلام مثلہ فراجعہ۔ و ملخص اقوالہم فی ذلک ان البیہقی روی بسندہ عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ انہ کان یقول اذا افتی الناس ھذا رأی عمر فان کان صوابا فمن اللہ وان کان خطا فمن عمر و یقول استغفر اللہ و روی البیہقی ایضاً عن عبد اللہ بن عباس و عطاء و مجاھد و مالک بن انس رضی اللہ عنہم انہم کانوا یقولون ما من احد الا و ماخوذ من کلامہ

تمام مجتہدین نے اللہ کے دین میں رائے کے ساتھ کلام کرنے سے بیزاری ظاہر کی ہے جیساکہ ہم نے اپنی کتاب المنہج المبین فی بیان ادلة المجتہدین کے مقدمہ میں واضح کردیا ہے۔ اور وہ ایسی کتاب ہے کہ اس کی مثل اسلام میں تصنیف نہیں ہوئی۔ پس اُس کو دیکھ۔ اس امر میں اُن کے اقوال کا خلاصہ یہہ ہے کہ بیہقی نے بالاسناد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ جب وہ لوگوں کو فتوے دیتے تھے۔ تو فرمایا کرتے تھے۔ یہہ عمرؓ کی رائے ہے۔ اگر یہہ درست ہے۔ تو اللہ کی طرف سے ہے اور اگر خطا ہے۔ تو عمرؓ کی طرف سے ہے۔ اور کہا کرتے تھے میں اللہ سے بخشش مانگتا ہوں۔ اور بیہقی ہی نے حضرت عبداللہ بن عباس اور عطا اور مجاہد اور مالک بن انس رضی اللہ عنہم سے نقل کیا ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ سوائے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی ایسا نہیں کہ جس کے کلام میں سے بعض پر گرفت نہ کی گئی ہو

ومردود علیہ الا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وروی عن ابی حنیفۃ رضی اللہ عنہ انہ کان یقول لاینبغی لمن لم یعرف دلیلی ان یفتی بکلامی وکان رضی اللہ عنہ اذا افتی یقول ھذا رأی النعمان بن ثابت یعنی نفسہ وھو احسن ما قدرنا علیہ فمن جاء باحسن منہ فھو اولی بالصواب وکان الامام مالک یقول ما من احد الا وما خوذ من کلامہ ومردود علیہ الا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کتاب الیواقیت والجواہر - جزء ثانی - صفحہ ۸۵-۸۶) ؂

اور ردّ نہ کیا گیا ہو - اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص میری دلیل کو نہیں جانتا اُسے لائق نہیں کہ میرے قول پر فتوے دے - اور جب آپ فتوے دیا کرتے تھے - تو فرمایا کرتے - یہہ نعمان بن ثابت کی یعنی میری رائے ہے - اور یہہ اچھی سے اچھی ہے - جس پر میں قادر ہوا - پس جو اس سے اچھی لائے - وہ اولے بالصواب ہے - اور امام مالک فرمایا کرتے تھے کہ سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی ایسا نہیں کہ جس کے کلام میں سے بعض پر گرفت نہ کی گئی ہو اور ردّ نہ کیا گیا ہو

ہم ابن تیمیہ و ابن قیم کے حوالہ سے پہلے لکھ آئے ہیں کہ رائے مذموم وہ ہوا کرتی ہے جو خلاف شریعت ہو - ایسی رائے سے امام صاحب کمال نفرت کرتے تھے - چنانچہ امام عبد الوہاب شعرانی کتاب المیزان (جزء اول - صفحہ ۵) میں لکھتے ہیں ؂

واما ما نقل عن الائمۃ الاربعۃ رضی اللہ عنہم اجمعین فی ذم الرأی فاولھم تبریا من کل رأی یخالف ظاھر الشریعۃ الامام الاعظم ابو حنیفۃ النعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ خلاف ما اضافہ الیہ بعض المتعصبین ویا فضیحتہ یوم القیامۃ

لیکن وہ جو ائمہ اربعہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے رائے کی مذمت میں نقل کیا گیا ہے - سو اُن میں سے پہلے ہر ایک خلاف شریعت رائے سے بیزار ہونے والے امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ ہیں جن کی طرف بعض متعصبین نے خلاف واقع ایسی رائے کی نسبت کر دی ہے - وہ قیامت کے دن

من الامام اذا وقع الوجه فی الوجہ فان من کان فی قلبہ نور لایتجرأ ان یذکر احدا من الائمۃ بسوء۔

جب امام صاحب کے روبرو ہونگے تو کیسے ذلیل ہوں گے۔ کیونکہ جس شخص کے دل میں نور ہو وہ ائمہ میں سے کسی کو برائی کے ساتھ یاد کرنے کی جرأت نہیں کرتا۔

بنارسی تو یہہ سمجھے بیٹھا ہے کہ امام صاحب کا مذہب رائے ہی رائے ہے۔ حالانکہ یہہ بالکل غلط ہے۔ امام صاحب قیاس و رائے سے صرف اُس وقت کام لیتے ہیں جب کوئی نص یا اجماع صحابہ نہ ہو۔ آپ کو حدیث کا اتنا خیال ہے کہ تقدیم الاثر علی القیاس والحدیث الضعیف علے الرأی آپکا مذہب ہے بخلاف دیگر ائمہ کے (عقود الجواہر المنیفہ۔ صـ۶)۔ حافظ ابن حجر عسقلانی تہذیب التہذیب (جزء عاشر۔ صـ۴۵۱) میں تحریر فرماتے ہیں

وقال الصغانی عن ابن معین سمعت عبید بن ابی قرۃ یقول سمعت یحیٰی بن الضریس یقول شہدت سفیان واتاہ رجل فقال ما تنقم علی ابی حنیفۃ قال وما لہ قال سمعتہ یقول اٰخذ بکتاب اللہ فان لم اجد فبسنۃ رسول اللہ فان لم اجد فبقول الصحابۃ اٰخذ بقول من شئت منہم ولا اخرج عن قولہم الی قول غیرہم فاما اذا انتہیٰ

کہا صغانی نے۔ ابن معین سے روایت ہے کہ سنا میں نے عبید بن ابی قرہ کو کہ کہتے تھے۔ سنا میں نے یحیے ابن ضریس کو کہ کہتے تھے میں سفیان کے پاس حاضر تھا کہ ایک شخص اُنکے پاس آیا اُس نے سفیان سے پوچھا کہ آپ امام ابوحنیفہ کی کون سی بات ناپسند کرتے ہیں۔ سفیان نے کہا کہ امام صاحب کی کیا دلیل ہے۔ اُس نے کہا کہ میں نے سُنا امام ابوحنیفہ کو کہ فرماتے تھے۔ میں کتاب اللہ کو لیتا ہوں۔ اگر میں کوئی مسئلہ اس میں نہیں پاتا۔ تو رسول اللہ کی سنت کو لیتا ہوں۔ اگر حدیث میں وہ مسئلہ نہیں ملتا۔ تو صحابہ کے قول کو لیتا ہوں۔ اُن میں سے جس کے قول کو چاہتا ہوں لے لیتا ہوں۔ اور اُن کے قول کو چھوڑ کر کسی اور کے قول کو نہیں لیتا

الامر الی ابراھیم والشعبی وابن سیرین وعطاء فقوم اجتھدوا فاجتھد کما اجتھدوا۔

لیکن جب معاملہ ابراہیم و شعبی وابن سیرین وعطاء تک پہنچ جائے۔ تو وہ بھی لوگ ہیں جنہوں نے اجتہاد کیا۔ پس میں اجتہاد کرتا ہوں جس طرح اُنہوں نے اجتہاد کیا ٭

٭ ٭ ٭

علامہ عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری (جزء رابع۔ صـ۱۲ـ) میں لکھتے ہیں:

ان ابا حنیفۃ قال لا اتبع الرأی والقیاس الا اذا لم اظفر بشیٔ من الکتاب او السنۃ او الصحابۃ رضی اللہ عنہم۔ یعنی امام ابو حنیفہ نے فرمایا۔ میں رائے اور قیاس کی پیروی نہیں کرتا مگر اُس وقت جبکہ مجھے قرآن یا حدیث یا صحابہ رضی اللہ عنہم سے کچھ نہ ملے۔ انتہیٰ۔

شیخ ابن حجر مکی خیرات الحسان صـ۲۹ میں لکھتے ہیں۔

فقد جاء عن ابی حنیفۃ من طرق کثیرۃ ما ملخصہ انہ اولا یاخذ بما فی القران فان لم یجد فبالسنۃ فان لم یجد فبقول الصحابۃ فان اختلفوا اخذ بما کان اقرب الی القران او السنۃ من اقوالھم ولم یخرج عنھم فان لم یجد لاحد منھم قولا لم یاخذ بقول احد من التابعین بل یجتھد کما اجتھدوا۔

امام ابو حنیفہ سے بہت سے طریقوں سے منقول ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ پہلے قرآن کو لیتے ہیں۔ اگر وہ مسئلہ قرآن میں نہ ملے۔ تو حدیث کو لیتے ہیں۔ اگر حدیث میں نہ ملے تو صحابہ کے قول کو لیتے ہیں۔ اگر صحابہ کا اختلاف ہے۔ تو اُن کے اقوال میں سے وہ قول لیتے ہیں جو قرآن یا حدیث کے زیادہ قریب ہو۔ اور صحابہ کے اقوال سے باہر نہیں نکلتے۔ اگر کسی صحابی کا قول نہ ملے تو تابعین میں سے کسی کا قول نہیں لیتے بلکہ اجتہاد کرتے ہیں جیسا اُنہوں نے اجتہاد کیا۔

امام عبدالوہاب شعرانی کتاب المیزان (جزء اول۔ صـ۶۵ـ) میں لکھتے ہیں ٭

وکان رضی اللہ عنہ یقول نحن لا نقیس الا عند الضرورۃ الشدیدۃ وذلک اننا ننظر اولا فی دلیل تلک المسئلۃ من الکتاب والسنۃ او اقضیۃ الصحابۃ فان لم نجد دلیلا قسنا حینئذ مسکوتا عنہ علی منطوق بہ بجامع اتحاد العلۃ بینہما ؎

اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ ہم قیاس نہیں کرتے مگر وقت سخت ضرورت کے۔ اور وہ یہہ ہے کہ ہم پہلے اُس مسئلے کی دلیل قرآن وحدیث یا قضایا ے صحابہ میں دیکھتے ہیں۔ پس اگر کوئی دلیل نہ پاویں۔ تو اُس وقت مسکوت عنہ کو منطوق بہ پر دونوں کے درمیان اتحاد علت کے سبب سے قیاس کر لیتے ہیں۔

امام صاحب کی طرح دیگر ائمہ مجتہدین نے بھی نص واجماع کی عدم موجودگی میں قیاس کیا ہے بلکہ سب نے قیاس کو ادلہ اربعہ میں شمار کیا ہے۔ مگر خطیب وغیرہ حاسد متعصبین امام صاحب ہی پر اعتراض کرتے ہیں۔ چنانچہ حافظ خوارزمی اپنی مسند میں اِس اعتراض کے جواب میں قیاس کے انواع اربعہ بیان کرکے یوں لکھتے ہیں ؎

ثم العجب ان اباحنیفۃ لا یستعمل الا نوعا او نوعین من القیاس والشافعی یستعمل الانواع الاربعۃ ویراھا حجۃ ویقول الخطیب وامثالہ بان اباحنیفۃ کان یستعمل القیاس دون الاخبار وھذا لغلبۃ الھواء وقلۃ الوقوف علی الفقہ (رسالہ بعض الناس فی دفع الوسواس۔ صـ۲۰)

پھر تعجب ہے کہ امام ابو حنیفہ قیاس کی ایک یا دو قسمیں ہی استعمال کرتے ہیں اور امام شافعی قیاس کی چاروں قسمیں استعمال کرتے ہیں اور انہیں حجت سمجھتے ہیں۔ مگر باینہمہ خطیب اور اِس کی مانند اور اشخاص یہہ کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ احادیث کو چھوڑ کر قیاس استعمال کرتے ہیں۔ اُنکا یہہ قول خواہش نفسانی کے غلبہ اور فقہ میں واقفیت کی کمی کے سبب سے ہے۔

جناب غوث صمدانی حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ مکتوبات شریف (مطبوعہ نولکشور۔ جلد ثالث۔ مکتوب ۵۵۔ صـ۱۰۰تا۱۰۱) میں یوں تحریر فرماتے ہیں۔ عجب معاملہ است۔ امام ابو حنیفہ در تقلید سنت از ہمہ پیش قدم است واحادیث مرسل را در رنگ احادیث مسند شایان متابعت میداند۔ وبر رائے خود مقدم میدارد وہمچنیں

قول صحابہ را بواسطہ شرف صحبت خیر البشر علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات برراۓ خود مقدم دارد و دیگران نہ چنیں اند مع ذلك مخالفان اورا صاحب رائے میدانند والفاظیکہ مبنی از سوء ادب اند باو منسوب میسازند باوجود آنکہ ہمہ بکمال علم و وفور ورع و تقوےٰ او معترف اند۔ حضرت حق سبحانہ تعالےٰ ایشانرا دہاد کہ ازراس دین ورئیس اسلام سوء ادب نمایند وسواد اعظم اسلام را ایذا نکنند۔ یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواھھم جماعہ کہ ایں اکابر دین را اصحاب رائے میدانند اگر ایں اعتقاد دارند کہ ایشاں برائے خود حکم مے کردند و متابعت کتاب و سنت نمے نمودند پس سواد اعظم از اہل اسلام بزعم فاسد ایشاں ضال و مبتدع باشند بلکہ از جرگۂ اہل اسلام بیروں بوند۔ ایں اعتقاد نکند مگر جاہلے کہ از جہل خود بیخبر است یا زندیقے کہ مقصودش ابطال شطر دین است۔ ناقصے چند احادیث چند را یاد گرفتہ اند و احکام شریعت را منحصر دراں ساختہ ماوراے معلوم خود را نفی مینمایند و آنچہ نزد ایشاں ثابت نشدہ منتفی مے سازند ؎

چو آں کرمے کہ در سنگے نہاں است ❊ زمین و آسمان او ہمان است

واے ہزار واے از تعصبہاے بارد ایشاں واز نظرہاے فاسد ایشاں۔ بانی فقہ ابو حنیفہ است و سہ حصہ آں اورا مسلّم داشتہ اند و در ربع باقی ہمہ شرکت دارند۔ در فقہ صاحب خانہ اوست و دیگراں ہمہ عیال وے اند۔ باوجود التزام این مذہب مرا با امام شافعی گویا محبت ذاتی است و بزرگ میدانم لہذا در بعضے اعمال نافلہ تقلید مذہب او مینمایم۔ اما چہ کنم کہ دیگرانرا باوجود وفور علم و کمال درجنب امام ابو حنیفہ در رنگ طفلان مے یابم۔ والامر الی اللہ سبحانہ۔ انتہےٰ ❊

امام عبد الوہاب شعرانی اِس بارے میں کتاب المیزان میں یوں لکھتے ہیں۔

فمن اعترض علی الامام ابی حنیفۃ فی عملہ بالقیاس لزمہ الاعتراض علی الائمۃ کلھم لانھم کلھم یشارکونہ	جس شخص نے قیاس پر عمل کرنے میں امام ابو حنیفہ پر اعتراض کیا۔ اُس کو تمام ائمہ پر اعتراض لازم آیا کیونکہ نصوص و اجماع کے نہ پائے جانے کے وقت

فی العمل بالقیاس عند فقدھم النصوص والاجماع

قیاس پر عمل کرنے میں وہ سب امام صاحب کے ساتھ شریک ہیں۔

اگر غور سے دیکھا جائے۔ تو قیاس و اجتہاد کے بغیر کام نہیں چل سکتا۔ کیونکہ نصوص متناہیہ اور وقائع غیر متناہیہ ہیں۔ علامہ شہرستانی کتاب ملل و نحل (جزء اول۔ صفحہ ۱۱) میں لکھتے ہیں۔

وبالجملة نعلم قطعا و یقینا ان الحوادث والوقائع فی العبادات والتصرفات مما لا یقبل الحصر والعد و نعلم قطعا ایضا انه لم یرد فی کل حادثة نص ولا یتصور ذلك ایضا والنصوص اذا کانت متناهیة والوقائع غیر متناهیة وما لا یتناهی لا یضبطه ما یتناهی علم قطعا ان الاجتهاد والقیاس من واجب الاعتبار حتی یکون بصدد کل حادثة اجتهاد

حاصل کلام ہم قطعی اور یقینی طور پر جانتے ہیں کہ عبادات و تصرفات میں حوادث و وقائع بے حد و بے شمار ہیں اور یہ بھی ہم قطعی طور پر جانتے ہیں کہ ہر ایک حادثہ میں نص وارد نہیں ہوئی اور یہ متصور بھی نہیں۔ نصوص جب محدود ہوئے اور وقائع غیر محدود۔ اور محدود غیر محدود کو ضبط نہیں کر سکتا۔ تو قطعی طور پر معلوم ہو گیا کہ اجتہاد و قیاس کو معتبر سمجھنا واجب ہے یہاں تک کہ ہر ایک حادثہ کے مقابلہ میں اجتہاد ہو۔

اس مقام پر بنارسی اور اُس کے ہم مشرب اصحابہ کے اطمینان کے لئے قیاس کو دلائل شرعیہ سے ثابت کیا جاتا ہے۔ القیاس فی اللغة التقدیر و فی الشرع تقدیر الفرع بالاصل فی الحکم والعلة (نور الانوار)۔ یعنی قیاس لغت میں اندازہ کرنے کو کہتے ہیں اور شرع میں فرع (مقیس) کو اصل (مقیس علیہ) کے ساتھ حکم اور علت میں لاحق کرنے کو کہتے ہیں۔ انتہی۔

اس تعریف میں حکم سے مراد مقیس علیہ کا حکم ہے جو ادلۂ ثلاثہ قرآن و حدیث و اجماع میں سے کسی ایک سے ثابت ہو۔ اور علت سے مراد علت شرعیہ جامعہ مشترکہ ہے جس سے حکم مذکور متعلق ہو۔ مثلاً لواطت کی حرمت کو وطی فی حالة الحیض کی حرمت پر قیاس کرتے ہیں جو آیہ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰی یَطْهُرْنَ سے معلوم ہے۔ علت شرعیہ مشترکہ اس صورت میں اذی یعنی ناپاکی ہے۔ گچ (جص) اور چونہ قلعی (نورہ) میں تفاضل کی حرمت کو

اُن اشیاء ستہ پر قیاس کرتے ہیں جن میں تفاضل حرام ہے بحکم الحنطۃ بالحنطۃ الحدیث
علت شرعیہ مشترکہ یہاں قدر و جنس ہے۔ اسی طرح مزنیہ کی ماں کی حرمت کو امۃ
موطوءۃ بہا کی ماں کی حرمت پر جو اجماع سے ثابت ہے قیاس کرتے ہیں۔ علت
شرعیہ اس صورت میں جزئیتہ و بعضیتہ ہے۔ غرض قیاس ادلہ ثلاثہ سے مستنبط ہوا کرتا
قیاس کا حجت شرعی ہونا قرآن و حدیث و اجماع سے ثابت ہے۔ قرآن کریم میں آیا ہے
فاعتبروا یا اولی الابصار (پ ۲۸۔ سورۃ الحشر۔ ع)۔ منتہے الارب میں ہے۔
اعتبار شگفت نمود و پند گرفت و نیز یکے را بدیگرے قیاس کرد۔ یقال اعتبر الصاحب
بالصاحب ومنہ حدیث ابن سیرین انی اعتبر الحدیث یعنی یعبر الرؤیا
علی الحدیث و یعتبر بہ کما یعتبرہا بالقرآن فی تاویلہا مثل ان یعبر الغراب
بالفاسق والضلع بالمرأۃ انتہی۔ لہذا آیت کے معنے یہ ہوئے۔ پس اے آنکھ والو
قیاس کرو۔ اگرچہ اس آیت میں قیاس سے مراد خاص ہے۔ یعنی قیاس عقوبت خود بر
عقوبت سابقین۔ مگر اصول کا یہ ایک قاعدہ ہے۔ العبرۃ لعموم اللفظ لا لخصوص
السبب۔ لہذا فاعتبروا ہر قیاس کو شامل ہے خواہ وہ عذاب کا قیاس عذاب پر ہو۔
یا فروع شرعیہ کا قیاس اصول پر۔ پس حجیت قیاس اشارۃ نص سے ثابت ہوئی۔

قیاس کے حجت ہونے پر دوسری دلیل حدیث ہے۔ عن عمرو بن العاصی رضی اللہ عنہ
قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اجتہد الحاکم فاصاب فلہ اجران
وان اجتہد فاخطا فلہ اجر اخرجہ الشیخان و ابوداؤد (تیسیر الوصول الی
جامع الاصول۔ جلد ثانی صفحہ ۲۱۵) یعنی عمرو بن العاصی سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب حاکم اجتہاد کرے اور صواب کو پالے تو اُس کے لئے
دو اجر ہیں اور اگر اجتہاد کرے اور اُس میں خطا کرے تو اس کے لئے ایک اجر ہے۔
اس حدیث کو شیخین اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ انتہے۔

عن معاذ بن جبل ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما بعثہ الی الیمن قال
کیف تقضی اذا عرض لک قضاء قال اقضی بکتاب اللہ قال فان لم تجد
فی کتاب اللہ قال فبسنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فان لم تجد
فی سنۃ رسول صلی اللہ علیہ وسلم قال اجتہد برائی ولا آلو فضرب رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم فی صدرہ قال الحمد للہ الذی وفق رسول رسولہ لما یرضی
بہ رسول اللہ رواہ الترمذی وابو داؤد والدارمی (مشکوٰۃ - باب العمل
فی القضاء والخوف منہ) ترجمہ - معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے جب اُسے یمن کی طرف (حاکم بنا کر) بھیجا - تو فرمایا - تو کیونکر حکم کرے گا جب
تجھے کوئی قضیہ پیش آئیگا - حضرت معاذ نے عرض کی - کتاب اللہ کی روسے حکم کرونگا
فرمایا اگر تو کتاب اللہ میں نہ پائے - عرض کی - پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی
سنت کے ساتھ فیصلہ کرونگا - فرمایا اگر تو رسول اللہ کی سنت میں نہ پائے - عرض کی میں
اپنی عقل و فکر کو کام میں لاؤں گا - اور (اجتہاد میں) کوتاہی نہ کروں گا - پس رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے (ثبات و زیادت علم عطا کرنے کے لئے) اپنا ہاتھ مبارک اُس کے
سینہ میں مارا اور فرمایا سب ستائش اُس اللہ کو ہے جس نے اپنے رسول کے قاصد
(معاذ رضی) کو اُس امر کی توفیق دی جس کو اللہ کا رسول پسند کرتا ہے - اس حدیث کو ترمذی
ابو داؤد اور دارمی نے روایت کیا ہے انتہٰی - اس حدیث کی نسبت علامہ سید مرتضٰی
نے یوں لکھا ہے - وھذا الحدیث صحیح ثابت فی الکتب فمن طعن علی الامام
ابی حنیفۃ فی استعمال الرائ والقیاس فقد طعن علی معاذ بل علی النبی
صلی اللہ علیہ وسلم (عقود الجواہر المنیفہ - صـ) شیخ عبد الحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات
میں اسی حدیث کے تحت میں تحریر فرماتے ہیں - و دریں حدیث دلیل است بر شرعیت قیاس
و اجتہاد بر خلاف اصحاب ظواہر کہ منکر قیاس اند انتہٰی ۔

سنن دارمی صـ میں ہے - اخبرنا یحیی بن حماد ثنا شعبۃ عن سلیمان
بن عمارۃ بن عمیر عن حریث بن ظہیر قال احسبہ ان عبد اللہ قال اتی
علینا زمان وما نسأل وما نحن ھنالک وان اللہ قدر ان بلغنا ما ترون
فاذا سألتم عن شیئ فانظروا فی کتاب اللہ فان لم تجدوہ فی کتاب اللہ
ففی سنۃ رسول اللہ ؐ فان لم تجدوہ فی سنۃ رسول اللہ ؐ فما اجمع

ترجمہ اور یہ حدیث صحیح ثابت ہے کتب احادیث میں - پس جس نے طعن کیا امام ابو حنیفہ
پر کہ انہوں نے رائے اور قیاس سے کام لیا ہے - اُس نے بیشک طعن کیا حضرت معاذ بلکہ نبی
صلے اللہ علیہ وسلم پر - انتہٰی ۔

علیہ المسلمون فان لم یکن فیما اجتمع علیہ المسلمون فاجتہد رأیک ولا تقل انّی اخاف واخشی فانّ الحلال بین والحرام بین وبین ذٰلک امور مشتبہۃ فدع ما یریبک الی ما لا یریبک۔ ترجمہ بحذف اسناد حضرت عبداللہ (ابن مسعود) نے کہا تحقیق ہم پر ایک وقت آیا کہ لوگ ہم سے سوال نہ کرتے تھے اور ہم اس قابل نہ تھے الّا اللہ نے مقدر کر دیا تھا کہ میں اس حالت کو پہنچگیا جو تم دیکھ رہے ہو۔ اگر تم سے کسی شئے کی نسبت سوال کیا جائے۔ پس کتاب اللہ میں دیکھو۔ اگر اُسے کتاب اللہ میں نہ پاؤ۔ تو رسول اللہ کی سنت میں دیکھو۔ اگر رسول اللہ کی سنت میں نہ پاؤ۔ تو مسلمانوں کے اجماع میں دیکھو۔ اگر مسلمانوں کے اجماع میں نہ پاؤ۔ تو اپنی عقل و فکر کو کام میں لاؤ۔ اور یوں نہ کہہ کہ میں خوف کرتا ہوں اور ڈرتا ہوں۔ کیونکہ حلال ظاہر ہے اور حرام ظاہر ہے۔ اور ان دونوں کے درمیان شتبہات ہیں۔ پس شک میں ڈالنے والی بات کو چھوڑ کر وہ امر اختیار کر جو تجھے شک و شبہ میں نہ ڈالے انتہٰی۔

نیز سنن دارمی صـ۳۲ میں ہے۔ اخبرنا عبداللہ بن محمد ثنا ابن عیینۃ عن عبداللہ بن ابی یزید قال کان ابن عباس اذا سئل عن الامر فکان فی القرآن اخبر بہ وان لم یکن فی القرآن وکان عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اخبر بہ فان لم یکن فمن ابی بکر وعمر فان لم یکن قال فیہ برایہ۔ ترجمہ (بحذف اسناد)۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جب کوئی مسئلہ پوچھا جاتا جو قرآن میں ہوتا۔ تو قرآن کے ساتھ خبر دیتے۔ اور اگر قرآن میں نہ ہوتا اور رسول اللہ صلّے اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں ہوتا تو حدیث کے ساتھ بتاتے۔ اگر حدیث میں نہ ہوتا۔ تو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے قول کے ساتھ بتاتے۔ اگر اُس مسئلے میں شیخین رضی اللہ عنہما کا بھی کوئی قول نہ ہوتا۔ تو اپنی رائے کے ساتھ بتاتے۔ انتہٰی۔

تیسری دلیل قیاس کے حجت ہونے پر اجماع ہے۔ جس کا بیان یوں ہے۔ حضرت ابوبکر رضؓ سے کلالہ کے بارے میں دریافت کیا گیا۔ آپ نے فرمایا۔ اقول فیہا برأیی فان

عـہ ان مثالوں کے لئے دیکھو نہایۃ السؤال للامام جمال الدین الاسنوی المتوفی ۷۷۲ھ فی شرح منہاج الوصول الی علم الاصول للقاضی البیضاوی المتوفی ۶۸۵ھ بہامش التقریر والتحبیر للمحقق ابن امیر الحاج مطبوعہ مصر۔ جزء ثانی۔ صـ۲۲۳ ٭

یکن صوابا فمن اللہ وان یکن خطاء فمنی ومن الشیطان۔ یعنی میں اس میں اپنی رائے و قیاس سے کہتا ہوں۔ اگر صواب ہو تو اللہ کی طرف سے ہے اور اگر خطا ہو تو مجھ سے اور شیطان سے ہے انتہٰی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب ابو موسے اشعری کو بصرہ کا حاکم بنا کر بھیجا تو اُسے عہد لکھ دیا جس میں قیاس کرنے کا حکم تھا۔ فرمایا۔ اعرف الاشباء والنظائر وقس الامور برأیك یعنی اشیاء کو اور اُنکی نظائر کو پہچان اور امور کو اپنی رائے سے قیاس کر انتہٰی۔ حضرت عمرؓ نے حضرت عثمان رضؓ سے فرمایا۔ انی قد رأیت فی الجد رأیا فان رأیتم ان تتبعوہ فاتبعوہ (البتہ میں نے جدّ کے بارے میں رائے دی ہے۔ پس اگر تم اُس رائے کا اتباع پسند کرتے ہو۔ تو اُس کا اتباع کرو)۔ اِس پر حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔ ان نتبع رأیك فانه رشد وان نتبع رأی الشیخ قبلك فنعم الرأی (سنن دارمی۔ صفحہ) یعنی اگر ہم تیری رائے کا اتباع کریں۔ تو یہہ صواب ہے اور اگر ہم تجھ سے پہلے شیخ (ابو بکرؓ) کی رائے کا اتباع کریں۔ پس وہ اچھی رائے ہے انتہٰی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ اجتمع رائی ورأی عمر علی المنع من بیع امہات الاولاد والان فقد رأیت ان یبعن (منہاج السنہ لابن تیمیہ جزء ثالث۔ صفحہ ۱۹۶) یعنی میری اور حضرت عمرؓ کی رائے اس امر پر متفق ہوئی۔ کہ امہات الاولاد بیع نہیں ہوسکتیں۔ مگر اب میری رائے ہے کہ وہ بیع ہوسکتی ہیں۔ انتہٰی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھائیوں کے محجوب ہونے میں جدّ کو ابن الابن پر قیاس کیا اور فرمایا۔ الا یتقی اللہ زید بن ثابت یجعل ابن الابن ابنا ولا یجعل اب الاب ابًا یعنی کیا زید بن ثابت اللہ سے نہیں ڈرتا کہ ابن الابن کو بمنزلہ ابن قرار دیتا ہے۔ اور اب الاب کو بمنزلہ ابؔ قرار نہیں دیتا انتہٰی۔ پس قیاس کا صدور اکابر صحابہ سے ثابت ہوا۔ اور کسی نے اُن پر انکار نہ کیا۔ لہذا قیاس پر اجماع ثابت ہوگیا۔ وھو المقصود۔ چونکہ قیاس کی حجیت قرآن و حدیث و اجماع سے ثابت ہے۔ اس لئے جو شخص اسکا منکر ہے وہ حقیقت میں قرآن و حدیث و اجماع کا منکر ہے۔ فافھم۔

بیان مذکورۂ بالا سے بخوبی واضح ہو گیا کہ قیاس شرعی بغیر علم قرآن وحدیث و اجماع کے ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ منطوق بہا دلہ ثلاثہ میں سے کسی نہ کسی سے ضرور مستنبط ہو گا۔ تا وقتیکہ یہ معلوم نہ ہو مسکوت عنہ کو اس پر کیسے حمل کر سکتے ہیں۔ لہذا امام صاحب کا بنا بر قول بنارسی اس میں ماہر ہونا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ آپ کو قرآن و حدیث و اجماع کا پورا علم تھا۔ والفضل ما شهدت به الاعداء

مذاہب اربعہ جن میں اہل السنت والجماعۃ کا انحصار ہے قیاس کی حجیت کے قائل ہیں اور اُسے ادلہ اربعہ میں شمار کرتے ہیں۔ مگر اہل ظاہر اس کے منکر ہیں۔ جیساکہ گذرا علامہ شہرستانی ملل ونحل (جزء اول۔ صـ۱۲۱) میں لکھتے ہیں۔ ومن اصحاب الظاہر مثل داؤد الاصفہانی (متوفی ۲۷۰ھ) وغیرہ ممن لم یجوز القیاس و الاجتہاد فی الاحکام۔ وقال الاصول ھو الکتاب والسنۃ والاجماع فقط ومنع ان یکون القیاس اصلاً من الاصول وقال اول من قاس ابلیس وظنوا ان القیاس امر خارج عن مضمون الکتاب والسنۃ ولم یدر انہ طلب حکم الشرع من مناھج الشرع ولم ینضبط قط شریعۃ من الشرائع الا باقتران الاجتہاد بھا لان من ضرورۃ الانتشار فی العالم الحکم بان الاجتہاد معتبر وقد رأینا الصحابۃ کیف اجتہدوا وکم قاسوا خصوصاً فی مسائل المیراث من توریث الاخوۃ مع الجد وکیفیۃ توریث الکلالۃ وذلک مما لا یخفی علی المتدبر لاحوالھم۔ انتہی۔ ترجمہ۔ اور اصحاب ظاہر میں سے مثل داؤد اصفہانی وغیرہ کے ایسے ہیں جو احکام میں قیاس واجتہاد کو جائز نہیں سمجھتے۔ اور کہتے ہیں کہ اصول صرف قرآن وحدیث و اجماع ہیں اور منع کرتے ہیں کہ قیاس اصول میں سے ایک اصل ہو۔ اور کہتے ہیں کہ پہلے جس نے قیاس کیا وہ شیطان ہے اور گمان کرتے ہیں کہ قیاس قرآن وحدیث کے مضمون سے ایک خارج امر ہے۔ اور وہ نہیں جانتے کہ قیاس شرع کے طریقوں سے شرع کا حکم طلب کرنا ہے۔ اور شریعتوں میں سے کوئی شریعت کبھی منضبط نہیں ہوئی جب تک کہ اجتہاد کا اقتران اُس کے ساتھ نہ ہوا کیونکہ دُنیا میں پھیلنے کی ضرورت کے سبب اجتہاد کو معتبر ماننا پڑتا ہے۔ اور ہم نے صحابہ کو دیکھا کہ اُنہوں نے کیونکر اجتہاد کیا اور کس قدر قیاس کیا خصوصاً میراث کے مسئلوں میں یعنی جد

کے ساتھ بھائیوں کے وارث بنانے اور کلالہ کے وارث بنانے کی کیفیت میں۔ اور یہہ امر اُس شخص سے پوشیدہ نہیں جو صحابہ کرام کے حالات میں تدبر کرنے والا ہو۔ انتہےٰ۔
اگر اصحاب ظاہر قیاس کے منکر ہیں۔ تو کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ اُن کا اختلاف معتبر نہیں چنانچہ شیخ الاسلام تاج سبکی ذکر اختلاف العلماء فی ان داؤد واصحابہ هل یعتد بخلافهم فی الفروع کے تحت میں قول ثانی کو بدیں الفاظ تحریر فرماتے ہیں۔ (والثانی عدم اعتبارہ مطلقا وھو رأی الاستاد ابی اسحاق الاسفرایني ونقله عن الجمهور حیث قال قال الجمهور انهم یعنی نفاۃ القیاس لا یبلغون رتبۃ الاجتهاد ولا یجوز تقلیدهم القضاء وان ابن ابی هریرۃ وغیرہ من الشافعیین لا یعتدون بخلافهم فی الفروع وهذا هو اختیار امام الحرمین وعزاہ الی اهل التحقیق فقال والمحققون من علماء الشافعیۃ لا یقیمون لاهل الظاهر وزنًا وقال فی کتاب ادب القضاء من النهایۃ کل مسلك یختص به اصحاب الظاهر عن القیاسیین فالحکم بحسبه منقوض قال و بحق قال حبر الاصول القاضی ابوبکر انی لا اعدهم من علماء الامۃ ولا ابالی بخلافهم ولا وفاقهم وقال فی باب قطع الید والرجل فی السرقۃ کررنا فی مواضع من الاصول والفروع ان اصحاب الظاهر لیسوا من علماء الشریعۃ وانما هم نقلۃ ان ظهرت الثقۃ انتہی (طبقات الشافعیۃ الکبریٰ۔جزء ثانی۔ ص۴۵) ترجمہ۔ اور دوسرا قول یہہ ہے کہ داؤد اور دیگر اصحاب ظاہر کے اختلاف کا مطلقاً اعتبار نہیں۔ یہی رائے ہے استاد ابو اسحاق اسفراینی کی۔ اور اُس نے اس رائے کو جمہور سے نقل کیا ہے کیونکہ اُس نے کہا کہ جمہور کا یہہ قول ہے کہ جو لوگ قیاس کو معتبر نہیں سمجھتے وہ اجتہاد کے رتبہ پر نہیں پہنچتے۔ اور نہ اُنہیں قاضی بنانا جائز ہے اور کہا کہ ابن ابی ہریرہ وغیرہ شافعیہ فروع میں اُن کے اختلاف کو معتبر نہیں سمجھتے۔ اسی قول کو امام الحرمین نے اختیار کیا ہے اور اس کو اہل تحقیق کی طرف منسوب کرکے کہا ہے کہ علمائے شافعیہ میں سے محققین اہل ظاہر کی کوئی وقعت نہیں سمجھتے۔ اور نہایہ کی کتاب ادب القضاء میں کہا ہے کہ ہر ایک مسلک جس کے ساتھ مختص ہیں اہل ظاہر بخلاف اہل قیاس کے۔ اس کے مطابق حکم مردود ہے۔ کہا (امام الحرمین نے) کہ عالم اصول قاضی ابو بکر نے سچ کہا ہے کہ میں اصحاب ظاہر کو علمائے امت میں شمار نہیں کرتا۔

اور نہ اُن کے اختلاف اور نہ اتفاق کی پرواہ کرتا ہوں۔ اور باب قطع الید والرجل فی السرقہ میں کہا کہ ہم نے اصول و فروع کے کئی مقامات میں بار بار کہا ہے کہ اصحاب ظاہر علماء شریعت میں سے نہیں ہیں۔ وہ تو صرف ناقلین ہیں اگر اُنکی ثقاہت ظاہر ہو۔ انتہٰے

قال البنارسی

نیز حنفیہ نے خود جو شرائط اجتہاد مقرر کیئے ہیں جیساکہ توضیح اور تلویح اور نورالانوار اور فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت وغیرہ میں ہے کہ شرائط اجتہاد تین ہیں۔ اُن کا وجود کامل طور سے امام صاحب میں پایا نہیں جاتا۔ اگر طوالت کا خوف نہ ہوتا میں سب نقل کرتا۔ منصف ناظرین کے لیئے اتنا ہی کافی ہے۔ پس جب امام صاحب میں شرائط اجتہاد مفقود تھے تو مجتہد نہ ہوئے۔ اور جب مجتہد نہ ہوئے تو اُن کے مسائل کیونکر حیز تسلیم میں آسکتے ہیں۔ اسی لئے محققین نے اس مذہب کو خیرباد کہا۔ جزاہم اللہ خیرا ے

جب نہووے آشنا کوئی حقیقت آشنا ٭ فی الحقیقت بے حقیقت ہم نہوں تو کون ہو

صـ ۲۴-۲۵ ٭

اقول

توضیح میں ہے۔ باب الاجتہاد۔ شرطہ ان یحوی علم الکتاب بمعانیہ لغۃ وشرعا واقسامہ المذکورۃ وعلم السنۃ متنا وسندا ووجوہ القیاس کما ذکرنا۔ (توضیح وتلویح مطبوعہ مطبع احمدی۔ صـ ۳۳۳) ترجمہ۔ اجتہاد کا باب۔ اجتہاد کی شرط یہہ ہے کہ جامع ہو کتاب یعنی قرآن کے علم کا ساتھ اُس کے لغوی اور شرعی معانی کے اور ساتھ اُس کے اقسام (خاص و عام و مشترک و مجمل و مفسر وغیرہ) کے جو مذکور ہوچکے۔ اور سنت کے علم کا بلحاظ متن اور سند کے۔ اور وجوہ قیاس کا جیساکہ ہم نے ذکر کیا۔ انتہٰے

تلویح میں علامہ تفتازانی نے صدر الشریعۃ کے قول کی کسی قدر تشریح کردی ہے اور یہہ بھی بتادیا ہے کہ کتاب سے مراد اُسی قدر قرآن ہے کہ جس کا تعلق احکام سے ہے اور سنت سے مراد اُسیقدر احادیث ہیں کہ جن کا تعلق احکام سے ہے۔ یہہ کہنا کہ یہہ شرائط امام صاحب میں کامل طور پر موجود تھے۔ نہایت درجے کی نادانی ہے۔ کیونکہ فقہ اجتہاد ہی کا ثمرہ ہے۔ میاں بنارسی۔ آپ یہہ کہہ کیا رہے ہیں۔ اور کس کی نسبت

ذرا ہوش میں آؤ۔ خدا سے ڈرو۔ قیامت کے روز کیا منہ دکھاؤگے۔ کیا آپ یہ سمجھ رہے ہیں کہ آپ کے ان اعتراضات سے امام صاحب کی قدر و منزلت کچھ کم ہو جائیگی۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ برعکس اس کے لوگ اس جواب کو پڑھکر امام صاحب کو اور وقعت کی نظر سے دیکھیں گے۔ امام صاحب مجتہد کیا بلکہ رئیس المجتہدین بلکہ مجتہد گر یعنی اوروں کو مجتہد بنانے والے تھے۔ امام مالک و شافعی و احمد رحمہم اللہ بالواسطہ یا بلاواسطہ آپ ہی کے خوشہ چین ہیں۔ بنارسی کی بقیہ خامہ فرسائی کا جواب پہلے آچکا ہے۔

قال البنارسی

امام ابو حنیفہ تابعی بھی نہ تھے

اجی اوروں کو جانے دو۔ خود حنفیہ نے اس بات کی صاف لفظوں میں تصریح کر دی ہے کہ امام صاحب تابعی نہ تھے۔ دیکھو شیخ عبدالحق دہلوی حنفی جو بڑے مداح امام صاحب کے تھے اپنی کتاب اکمال فی اسماء الرجال میں لکھتے ہیں۔ حیث قال بعد ذکر الصحابۃ الذین ادرک ابوحنیفۃ زمانھم مانصہ ولم یلق ابوحنیفۃ احدا منھم ولا اخذ عنھم انتہی۔ یعنی ابو حنیفہ نے کسی صحابی سے روایت نہیں کی اور انکو ملاقات کسی صحابی سے نہیں ہوئی۔ اور ملا علی قاری حنفی شرح مسند ابو حنیفہ میں لکھتے ہیں قال الکردی جماعۃ من المحدثین انکروا ملاقاتہ مع الصحابۃ و اصحابہ اثبتوہ انتہی۔ یعنی امام ابوحنیفہ کی ملاقات کو صحابہ سے محدثین کی جماعت انکار کرتی ہے۔ اور اُن کے اصحاب اسکو ثابت کرتے ہیں لیکن بے سند۔ اور علامہ محمد طاہر حنفی تذکرہ میں فرماتے ہیں۔ وکان فی ایامہ ابی حنیفۃ اربعۃ من الصحابۃ (ثم عدھم وقال) ولم یلق واحدا منھم ولا اخذ عنھم واصحابہ یقولون انہ لقی جماعۃ من الصحابۃ وروی عنھم ولم یثبت ذلک عند اھل النقل انتہی۔ یعنی ابوحنیفہ کے زمانہ میں چار صحابہ تھے (پھر انکو شمار کرکے کہا ہے کہ) ابو حنیفہ نے اُن میں سے کسی کے ساتھ ملاقات نہیں کی اور نہ اُنسے روایت کیا۔ اور اصحاب اُنکے

کہتے ہیں کہ ابو حنیفہ نے ایک جماعت صحابہ سے ملاقات کی ہے اور اُنسے روایت کیا ہے حالانکہ یہہ اہل نقل کے نزدیک ثابت نہیں ہوا- ایسا ہی علامہ ممدوح فخر الحنفیہ نے مجمع البحار میں بھی تصریح کی ہے- اور خطیب اسماء رجال المشکوۃ میں فرماتے ہیں- وکان فی ایامہ اربعۃ من الصحابۃ انس بن مالک بالبصرۃ وعبد اللہ بن ابی اوفی بالکوفۃ وسہل بن سعد الساعدی بالمدینۃ وابو الطفیل عامر بن واثلۃ بمکۃ ولم یلق احدا منہم ولا اخذ عنہم انتہی- یعنے ابو حنیفہ کے زمانہ میں چار شخص صحابہ سے زندہ تھے- (۱) انس بن مالک بصرہ میں (۲) عبد اللہ بن ابی اوفی کوفہ میں (۳) سہل بن سعد مدینہ میں- (۴) عامر بن واثلہ مکہ میں- لیکن ابو حنیفہ نے کسی ایک سے ان میں سے ملاقات نہیں کی اور نہ اُن سے روایت کی- اور امام دارقطنی محدث جلیل فرماتے ہیں- ولا یصح لابی حنیفۃ سماع من انس ولا رویتہ ولم یلق احدا من الصحابۃ کذا نقلہ العلامۃ ابن الجوزی فی العلل المتناھیۃ انتہی یعنی نہیں صحیح ہوا سننا ابو حنیفہ کا انس سے اور نہ دیکھنا اُنکا اور نہ ملاقات کی ابو حنیفہ نے کسی صحابی سے- ایسا ہی علامہ ابن الجوزی نے علل متناہیہ میں نقل کیا ہے- اور نامہ دانشوران میں ہے- پیروان دعوے کنند چنانکہ درک صحبت تابعین نمودہ اند از خدمت اصحاب نیز کامیاب شدہ است ولے رائے صواب و قول صحیح آنست کہ با ایشان معاصر و ہمعہد بودہ لکن بہ سعادت استفادت و توفیق ملاقات ایشان موفق نگشت انتہے- اور علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی تقریب التہذیب میں فرماتے ہیں- النعمان بن ثابت الکوفی ابو حنیفۃ الامام فقیہ مشہور من السادسۃ انتہی ملخصًا- یعنی امام ابو حنیفہ طبقہ سادسہ سے ہیں اور مقدمہ تقریب میں فرماتے ہیں- والطبقۃ السادسۃ عاصروا الخمسۃ لکن لم یثبت لہم لقاء احد من الصحابۃ کابن جریج انتہی- یعنی چھٹا طبقہ اُن لوگوں کا ہے جن کی ملاقات کسی صحابہ سے نہیں ہوئی- معلوم ہوا کہ امام ابو حنیفہ نے کسی صحابہ سے ملاقات نہیں کی- علیٰ ھذا القیاس تاریخ ابن خلکان و جامع الاصول میں ہے اور یہی مذہب جمہور اہل حدیث وغیرہ کا ہے (کثر اللہ سوادھم) معلوم ہوا کہ حنفیوں کی جیسی اور گپیں ہوا کرتی ہیں ایک یہہ بھی ہے کہ ابو حنیفہ تابعی تھے-

ورنہ حقیقت میں صرف دور کے ڈھول سہاؤنے ہیں۔ باقی اللہ اللہ خیر صلاح صفحہ ۲۵-۲۷۔

اقول

شرح نخبۃ الفکر میں صحابی کی تعریف یوں لکھی ہے۔ وھو من لقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مومنًا بہ ومات علی الاسلام ولو تخللت ردۃ فی الاصح والمراد باللقاء ما ھو اعم من المجالسۃ والمماشاۃ ووصول احدھما الی الاخر وان لم یکالمہ ویدخل فیہ رؤیۃ احدھما الاخر سواء کان ذلك بنفسہ او بغیرہ۔ یعنی صحابی وہ ہے جس نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے مومن ہونے کی حالت میں لقاء کی ہو اور اسلام پر مرا ہو اگرچہ درمیان میں مرتد ہوگیا ہو بنابر قول اصح۔ اور لقاء سے مراد وہ ہے جو اعم ہو باہم بیٹھنے اور باہم پیدل چلنے اور ایک کے دوسرے کے پاس پہنچنے سے اگرچہ اُس سے کلام نہ کرے۔ اور لقاء میں داخل ہے ایک کا دوسرے کو دیکھنا خواہ بنفسہ ہو یا غیر۔ انتہے۔ اور تابعی کی تعریف یوں لکھی ہے۔ وھو من لقی الصحابی کذلك و ھذا ھو المختار۔ یعنی تابعی وہ ہے جس نے صحابی سے لقاء کی ہو اُسی طرح جیسا کہ مذکور ہوا (صحابی کی تعریف میں)۔ اور تابعی کی یہی تعریف مختار ہے۔ انتہے۔ صحابی و تابعی کی یہہ تعریف احادیثِ ذیل سے ماخوذ ہے۔

(۱) حدثنا یحیی بن حبیب بن عربی البصری نا موسی بن ابراھیم بن کثیر الانصاری قال سمعت طلحۃ بن خراش یقول سمعت جابر بن عبد اللہ یقول سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا تمس النار مسلمًا رانی او رأی من رانی (ترمذی۔ مطبوعہ مطبع احمدی میرٹھ۔ جلد ثانی۔ باب ماجاء فی فضل من رأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وصحبہ صفحہ ۲۲۴)۔

ترجمہ بحذف اسناد۔ حضرت جابر بن عبد اللہ کہتے تھے کہ میں نے سنا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو کہ فرماتے تھے۔ نہ چھوئے گی آگ اُس مسلمان کو جس نے دیکھا مجھکو یا دیکھا اُس کو جس نے دیکھا مجھکو۔ انتہے۔

(۲) حدثنی سعید بن یحیی بن سعید الاموی حدثنا ابی حدثنا ابن جریج عن ابی الزبیر عن جابر قال زعم ابو سعید الخدری قال قال رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم یاتی علی الناس زمان یبعث منہم البعث فیقولون انظروا ھل تجدون فیکم احدا من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیوجد الرجل فیفتح لہم بہ ثم یبعث البعث الثانی فیقولون ھل فیہم من رأی اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیفتح لہم ثم یبعث البعث الثالث فیقال انظروا ھل ترون فیہم من رأی من رأی اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم یکون البعث الرابع فیقال انظروا ھل ترون فیہم احدا رأی من رأی احدا رأی اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیوجد الرجل فیفتح لہ (مسلم مع النووی بہامش القسطلانی جزء تاسع ص۴۲۴) ترجمہ بحذف اسناد۔ حضرت ابو سعید خدری نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ اُن میں سے لشکر بھیجا جائیگا۔ پس وہ کہیں گے۔ دیکھو۔کیا تم اپنے درمیان نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی کو پاتے ہو۔ پس ایک شخص پایا جائیگا۔ اوراس کی برکت سے اُنکو فتح ہوگی۔ پھر دوسرا لشکر بھیجا جائے گا۔ پس وہ کہیں گے۔کیا اُن کے درمیان ایسا شخص ہے جس نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو دیکھا ہے۔ پس اونکو فتح ہوگی۔ پھر تیسرا لشکر بھیجا جائیگا۔ پس کہا جائیگا۔ دیکھو۔کیا تم اُن کے درمیان دیکھتے ہو اُسکو جسنے دیکھا اُسکو جس نے دیکھا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو۔ پھر چوتھا لشکر ہوگا۔ پس کہا جائیگا۔ دیکھو کیا تم اُنکے درمیان دیکھتے ہو کسی کو جس نے دیکھا اُسکو جس نے دیکھا کسی کو جس نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو دیکھا۔ پس اونکو فتح ہوگی انتہے۔ پس اگر ہم امام صاحب کا کسی صحابی کو صرف دیکھنا ثابت کردیں۔ تو آپ تابعی ہوں گے۔ اب ذرا کان کھول کر تفصیل سُن لیجئے۔

اوّل۔ قاضی ابن خلکان شافعی وفیات الاعیان (جزء ثانی۔ ص۱۶۳) میں امام صاحب کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔ وذکر الخطیب فی تاریخ بغداد انہ رأی انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ یعنی خطیب نے تاریخ بغداد میں ذکر کیا ہے کہ امام صاحب نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔ انتہے۔

دوم۔ علامہ ذہبی شافعی تذکرۃ الحفاظ (مجلد اول ص۱۵۱) میں امام صاحب کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔ رأی انس بن مالک غیر مرۃ لما قدم علیہم الکوفۃ

رواہ ابن سعد عن سیف بن جابر انہ سمع ابا حنیفۃ یقول۔ یعنی امام صاحب نے حضرت انس بن مالک کو کئی مرتبہ دیکھا جب وہ کوفہ والوں کے پاس کوفہ میں آئے۔ ابن سعد نے اسے سیف بن جابر سے روایت کیا ہے کہ اُس نے امام ابو حنیفہ کو ایسا کہتے سُنا ہے۔ انتہے۔

سوم۔ حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی تہذیب التہذیب (جزء عاشر۔ ص۴۴۹) میں تحریر فرماتے ہیں۔ النعمان بن ثابت التیمی ابو حنیفۃ الکوفی مولی بنی تیم اللہ ابن ثعلبۃ وقیل انہ من ابناء فارس۔ رأی انسًا۔ یعنی نعمان بن ثابت تیمی ابو حنیفہ کوفی بنی تیم اللہ ابن ثعلبہ کا آزاد کردہ غلام اور کہا گیا ہے کہ وہ اہل فارس سے ہیں۔ امام صاحب نے حضرت انس رضؓ کو دیکھا ہے۔ انتہے۔

چہارم۔ علامہ سیوطی شافعی تبییض الصحیفہ ص۲ میں لکھتے ہیں۔ قد الف الامام ابو معشر عبد الکریم بن عبد الصمد الطبری المقری الشافعی جزءً فیما رواہ الامام ابو حنیفۃ عن الصحابۃ (الی ان قال) لکن قال حمزۃ السہمی سمعت الدارقطنی یقول لم یلق ابو حنیفۃ احدًا من الصحابۃ الا انہ رأی انسًا بعینہ ولم یسمع منہ۔ یعنی امام ابو معشر عبد الکریم بن عبد الصمد طبری مقری شافعی نے ایک رسالہ ان احادیث میں تالیف کیا ہے جو امام ابو حنیفہ نے صحابہ سے روایت کی ہیں۔ مگر حمزہ سہمی نے کہا۔ میں نے سنا دارقطنی کو کہ کہتے تھے۔ ابو حنیفہ صحابہ میں سے کسی سے نہیں ملے مگر آپ نے حضرت انس رضؓ کو اپنی آنکھ سے دیکھا ہے اور اُن سے سماع نہیں کیا۔ انتہے۔ مجمع البحار (جلد ثالث۔ خاتمہ۔ ص۵۱۵) میں ہے۔ الدارقطنی لم یلق ابو حنیفہ احدا من الصحابۃ انما رای انسًا بعینہ ولم یسمع منہ۔ یعنی دارقطنی نے کہا کہ ابو حنیفہ کسی صحابی سے نہیں ملے۔ اُنہوں نے حضرت انس رضؓ کو صرف اپنی آنکھ سے دیکھا ہے اور اُن سے سماع نہیں کیا۔ انتہے۔ اسی طرح ابو الحسنات مولانا عبد الحیؒ اقامۃ الحجہ میں لکھتے ہیں۔ وفی العلل المتناھیۃ فی الاحادیث الواھیۃ لابن الجوزی فی باب الکفالۃ برزق المتفقہ قال الدارقطنی ابو حنیفۃ لم یسمع من احد من الصحابۃ وانما رأی انس بن مالک بعینہ۔ یعنی ابن جوزی کی کتاب العلل المتناہیہ

فی الاحادیث الواہیہ میں باب الکفالۃ برزق المتفقہ میں ہے کہ دارقطنی نے کہا کہ ابوحنیفہ نے کسی صحابی سے سماع نہیں کیا۔ حضرت انس بن مالک کو صرف اپنی آنکھ سے دیکھا ہے انتہیٰ۔
ان نقول سے ظاہر ہے کہ بنارسی نے امام دارقطنی کے قول میں تصرف کیا ہے کیونکہ امام موصوف سے سماع کی نفی منقول ہے نہ رویت کی۔
پنجم۔ قاضی حسین بن محمد مالکی تاریخ خمیس (جزء ثانی۔ صفحہ ۳۶۴) میں امام صاحب کے حال میں لکھتے ہیں۔ وفی تذنیب الرافعی یقال انه ادرك انس بن مالك حین نزل الکوفة وسمع عطاء بن ابی رباح وزهری وقتادة۔ وفی تاریخ الیافعی رأی انسا وروی عن عطاء بن ابی رباح وتفقه علی حماد بن ابی سلیمان وفی تاریخ الیافعی وکان قد ادرك اربعة من الصحابة انس بن مالك بالبصرة وعبد الله بن ابی اوفی بالکوفة وسهل بن سعد الساعدی بالمدینة وابا الطفیل عامر بن واثلة بمکة انتهی۔ ترجمہ۔ اور امام رافعی کی کتاب تذنیب میں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ امام صاحب نے انس بن مالک کو پایا جب وہ کوفہ میں اترے۔ اور عطاء بن ابی رباح اور زہری و قتادہ سے سماع کیا اور امام یافعی کی تاریخ میں ہے کہ امام صاحب نے حضرت انس کو دیکھا ہے اور عطاء بن ابی رباح سے حدیثیں روایت کی ہیں اور حماد بن ابی سلیمان سے فقہ پڑھی۔ اور تاریخ یافعی میں ہے کہ امام صاحب نے صحابہ میں سے چار کو پایا۔ بصرہ میں انس بن مالک کو۔ کوفہ میں عبداللہ بن ابی اوفی کو۔ مدینہ میں سہل بن سعد ساعدی کو اور مکہ میں ابوالطفیل عامر بن واثلہ کو۔ انتہیٰ۔
ششم۔ شیخ ابن حجر مکی خیرات الحسان (الفصل السادس فیمن ادرکه من الصحابة رضی الله عنهم۔ صفحہ ۲۲) میں لکھتے ہیں صح کما قال الذهبی انه رأی انس بن مالك وهو صغیر وفی روایة رأیته مرارا انتهی۔ یعنی ثابت ہے جیسا کہ امام ذہبی نے کہا کہ امام صاحب نے بچپن میں حضرت انس بن مالک کو دیکھا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ کئی مرتبہ دیکھا ہے۔ انتہیٰ۔
امام صاحب نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی طرح کئی اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی دیکھا ہے۔ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی وفات کے بعد مدینہ سے کوفہ میں آرہے تھے اور ۸۷ھ میں وفات پائی۔ (تقریب التہذیب للعسقلانی واستیعاب لابن عبد البر)۔ امام صاحب کی پیدائش کوفہ میں ۸۰ھ میں ہوئی۔ اس حساب سے حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی کی وفات کے وقت امام صاحب کی عمر سات سال کی تھی۔ یہ بعید از عقل ہے کہ امام صاحب نے اس عرصے میں حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی کو نہ دیکھا ہو۔ علامہ بدر الدین عینی نے عمدۃ القاری (جزء اول۔ صفحہ ۹) میں کیا اچھا لکھا ہے۔ ابن ابی اوفی اسمہ عبد اللہ وابو اوفی اسمہ علقمۃ بن الحارث الصحابی بن الصحابی شہد بیعۃ الرضوان وما بعدہا من المشاہد وہو اخر من مات من الصحابۃ بالکوفۃ سنۃ سبع وثمانین وقد کف بصرہ وہو احد من رآہ ابو حنیفۃ من الصحابۃ روی عنہ ولا یلتفت الی قول المنکر المتعصب وکان عمر ابی حنیفۃ حینئذ سبع سنین وہو سن التمییز ہذا علی الصحیح ان مولد ابی حنیفۃ سنۃ ثمانین وعلی قول من قال سنۃ سبعین یکون عمرہ حینئذ سبعۃ عشر سنۃ ویستبعد جدا ان یکون صحابی مقیما ببلدۃ وفی اہلہا من لا راہ واصحابہ اخبر بحالہ وہم ثقات فی انفسہم انتہٰی۔ ابن ابی اوفی کا نام عبد اللہ ہے اور ابو اوفی کا نام علقمہ بن حارث ہے۔ عبد اللہ صحابی ہیں اور اُنکے والد بھی صحابی ہیں۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیعۃ الرضوان اور اس کے بعد دیگر غزوات میں حاضر تھے۔ جن صحابہ نے کوفہ میں وفات پائی اُن سب سے اخیر میں حضرت عبد اللہ نے ۸۷ھ میں انتقال فرمایا اور اُنکی بینائی جاتی رہی تھی۔ یہ ایک صحابی ہیں اُن صحابہ میں سے جن کو امام ابو حنیفہ نے دیکھا ہے اور اُن سے روایت کی ہے۔ اور کسی منکر و متعصب کے قول کی طرف التفات نہ کی جائے گی۔ اور امام ابو حنیفہ کی عمر اُسوقت سات

عـه بعض مخالفین اعتراض کیا کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی کی وفات کے وقت حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی عمر سن سماع حدیث کو نہ پہنچی تھی۔ مگر یہہ اُنکی نادانی ہے۔ امام بخاری رحؒ نے ایک باب متی یصح سماع الصغیر باندھا ہے اور اُس کے تحت میں یہ اثر لائے ہیں۔ حدثنا محمد بن یوسف قال حدثنا ابو مسہر قال حدثنی محمد بن حرب قال حدثنی الزبیدی عن الزہری۔ (بقیہ حاشیہ بصفحہ ۳۲۸)

سال کی تھی اور یہہ سن تمیز ہے - اور یہہ اس قول صحیح کے موافق ہے کہ امام ابو حنیفہ کی پیدائش ۸۰؁ھ میں ہوئی اور اُس شخص کے قول کے موافق جو قائل ہے کہ امام صاحب کی پیدائش ۶۱؁ھ میں ہوئی آپ کی عمر اُس وقت سترہ سال کی ہوگی - اور یہہ نہایت بعید امر ہے کہ ایک صحابی شہر میں مقیم ہو اور شہر کے رہنے والوں میں سے ایسا شخص ہو جس نے اُسے نہ دیکھا ہو - اور امام صاحب کے اصحاب آپ کے حال سے زیادہ آگاہ ہیں اور وہ بذاتِ خود ثقہ ہیں - انتہٰے - کوفہ ہی میں امام صاحب نے حضرت عمرو بن حریث کو دیکھا جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد یہاں آرہے تھے اور یہیں کے حاکم مقرر ہوئے اور ۸۵؁ھ میں کوفہ ہی میں وفات پائی (استیعاب لابن عبد البر) - حضرت ابو الطفیل عامر بن واثلہ مکہ مشرفہ میں رہا کرتے تھے - اُنکی وفات بنا بر قول صحیح ۱۱۰؁ھ میں ہوئی (تقریب التہذیب) - پس امام صاحب کی عمر بنا بر قول صحیح حضرت ابو الطفیل کی وفات کے وقت تیس سال کی تھی - امام صاحب نے ۵۵ حج کئے جیسا کہ مناقب امام میں مذکور ہے اور پہلا حج آپ نے اپنے والد ماجد کے ساتھ ۹۶؁ھ میں کیا تھا (مناقب الامام الاعظم للموفق و للکردری) - اس حساب سے امام صاحب نے حضرت ابو الطفیل کی حیات میں چودہ یا پندرہ حج کئے ہونگے - یہہ کسی طرح سمجھ میں نہیں آتا کہ امام صاحب اتنی دفعہ مکہ مشرفہ میں حاضر ہوئے ہوں اور وہاں جناب رسالتمآب علیہ افضل الصلوات و اکمل التحیات کے اس جلیل القدر صحابی کی زیارت سے مشرف نہ ہوئے ہوں - غرض امام

عن محمود بن الربیع قال عقلت من النبی صلی اللہ علیہ وسلم مجۃ مجہا فی وجہی وانا ابن خمس سنین من دلو - ترجمہ - حدیث کی ہم سے محمد بن یوسف نے کہا حدیث کی ہم سے ابو مسہر نے - کہا حدیث کی مجھ سے محمد بن حرب نے - کہا حدیث کی مجھ سے زبیدی نے - اُس نے زہری سے - اُسنے محمود بن ربیع سے - کہا مجھے یاد ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک کلی پانی کے ڈول سے جو پھنکی آپنے میرے چہرے میں اور میں پانچ سال کا تھا - انتہٰے - اس سے معلوم ہوا کہ اقل سن سماع و تحمل حدیث پانچ سال ہے - بعض نے پانچ سال سے بھی کم بتایا ہے - فافہم *

صاحب نے صحابہ کرام میں سے کئی ایک کو اپنی آنکھ سے دیکھا بلکہ اُن سے حدیثیں سُنیں اور روایت کیں۔ چونکہ تابعیت کے ثابت کرنے کے لئے صرف رؤیت کافی ہے۔ لہٰذا ہم اُن احادیث کی بحث سے کتاب کو طویل بنانا نہیں چاہتے جو امام صاحب نے صحابہ کرام سے روایت کی ہیں۔ اگر تفصیل مقصود ہو تو تبییض الصحیفہ اور خیرات الحسان کا مطالعہ کیجئے۔

وجوہ مذکورۂ بالا کے سبب فقہاء و محدثین نے امام صاحب کی تابعیت کی تصریح کر دی ہے۔ دیکھو تصریحات ذیل۔

اوّل۔ امام ابو البرکات عبداللہ بن احمد نسفی کشف الاسرار شرح منار الانوار (جزء اول۔ صث) میں فقہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ واصحابنا رحمہم اللہ هم السابقون فی هذا الباب فاول من فرع سراج الامة ابوحنیفة رحمه الله فانه ولد فی عهد الصحابة رضی الله عنهم ولقی ستة منهم کانس بن مالك وعبد الله بن الحارث بن جزء و عبد الله بن انیس وعبد الله بن ابی اوفی وواثلة بن الاسقع ومعقل بن یسار وفی جابر بن عبد الله اختلاف۔ ترجمہ۔ ہمارے اصحاب رحمہم اللہ اس باب میں سبقت لیجانے والے ہیں پہلے جنہوں نے اجتہاد کیا سراج الامہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ ہیں۔ کیونکہ وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے عہد میں پیدا ہوئے اور ان میں سے چھ سے ملاقات کی جیسا انس بن مالک اور عبداللہ بن حارث بن جزء اور عبداللہ بن انیس اور عبداللہ بن ابی اوفی اور واثلہ بن اسقع اور معقل بن یسار اور صرف جابر بن عبداللہ میں اختلاف ہے۔ انتہٰی۔

دوم۔ ہدایہ کے قول ولا تقبل شهادة من یظهر سب السلف کے تحت میں علامہ اکمل الدین نے عنایہ میں اور علامہ بدر الدین عینی نے بنایہ میں اور علامہ ابن الہمام نے فتح القدیر میں سلف کی تشریح صحابہ و تابعین کر کے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ رضؓ تابعین میں سے ہیں۔

سوم۔ علامہ سیوطی تبییض الصحیفہ صث میں تحریر فرماتے ہیں۔ قد الف الامام ابو معشر عبد الکریم بن عبد الصمد الطبری المقری الشافعی جزءً قیماً

رواه الامام ابوحنیفۃ عن الصحابۃ ذکر فیہ قال ابوحنیفۃ لقیت من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سبعۃ انتہی - ترجمہ - امام ابومعشر عبدالکریم بن عبدالصمد طبری مقری شافعی نے ایک رسالہ اُن احادیث میں تالیف کیا جو امام ابوحنیفہ نے صحابہ کرام سے روایت کی ہیں۔ اُس میں مذکور ہے کہ امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے سات سے ملا ہوں انتہی

علامہ ممدوح آگے چل کر لکھتے ہیں - ووقفت علی فتیا رفعت الی الشیخ ولی الدین العراقی (صورتہا) ہل روی ابوحنیفۃ عن احد من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وہل یعد ہو فی التابعین ام لا - (فاجاب بما نصہ) الامام ابوحنیفۃ لم یصح لہ روایۃ عن احد من الصحابۃ وقد رأی انس بن مالک فمن یکتف فی التابعی بمجرد رؤیۃ الصحابی یجعلہ تابعیا ومن لایکتف بذلک لا یعدہ تابعیا ورفع ہذا السوال الی الحافظ ابن حجر - (فاجاب بما نصہ) ادرک الامام ابوحنیفۃ جماعۃ من الصحابۃ لانہ ولد بکوفۃ سنۃ ثمانین من الہجرۃ وبہا یومئذ من الصحابۃ عبداللہ بن ابی اوفی فانہ مات بعد ذلک بالاتفاق وبالبصرۃ یومئذ انس بن مالک ومات سنۃ تسعین اوبعدہا وقد اورد ابن سعد بسند لاباس ان اباحنیفۃ رأی انسا وکان غیر ہذین من الصحابۃ بعدۃ من البلاد احیاء وقد جمع بعضہم جزءً فیما ورد من روایۃ ابی حنیفۃ عن الصحابۃ لکن لایخلو اسنادہا من ضعف والمعتمد علی ادراکہ ما تقدم وعلی رؤیتہ لبعض الصحابۃ ما اوردہ ابن سعد فی الطبقات فہو بہذا الاعتبار من طبقۃ التابعین ولم یثبت ذلک لاحد من ائمۃ الامصار المعاصرین لہ کالاوزاعی بالشام والحمادین بالبصرۃ والثوری بالکوفۃ ومالک بالمدینۃ ومسلم بن خالد الزنجی بمکۃ واللیث بن سعد بمصر واللہ اعلم انتہی - ترجمہ مجھے ایک فتوے معلوم ہوا جو شیخ ولی الدین عراقی سے طلب کیا گیا۔ اس کی صورت یہ ہے - کیا امام ابو حنیفہ رضؓ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی سے روایت کی ہے اور آیا آپ تابعین میں شمار ہوتے ہیں یا

نہیں۔ پس شیخ ولی الدین نے بدیں الفاظ جواب دیا۔ امام ابو حنیفہ کی روایت صحابۂ کرام
میں سے کسی سے ثابت نہیں۔ البتہ آپ نے حضرت انس بن مالک کو دیکھا ہے۔ پس جو
شخص تابعی ہونے کے لئے صحابی کی مجرد رؤیت کو کافی سمجھتا ہے وہ امام ابو حنیفہ کو
تابعی قرار دیتا ہے۔ اور جو مجرد رؤیت کو کافی نہیں جانتا وہ آپ کو تابعی نہیں سمجھتا۔
اور یہ سوال حافظ ابن حجر (عسقلانی) سے بھی پوچھا گیا۔ پس آپنے بدیں الفاظ
جواب دیا۔ امام ابو حنیفہ نے صحابہ کی ایک جماعت کو پایا کیونکہ آپ کوفہ میں سنہ ۸۰ھ
میں پیدا ہوئے۔ اور کوفہ میں اُسوقت صحابہ میں سے حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی
تھے کیونکہ اُنہوں نے بالاتفاق اِس کے بعد وفات پائی ہے۔ اور بصرہ میں اُس وقت
حضرت انس بن مالک تھے جن کی وفات سنہ ۹۰ھ میں یا اُس کے بعد ہوئی۔ اور ابن سعد
نے سنداً لا باس بہ کے ساتھ روایت کی کہ امام ابو حنیفہ نے حضرت انس کو دیکھا ہے۔
اور ان دو کے سوا صحابہ کرام میں سے کئی اور شہروں میں صحابی زندہ تھے۔ بعض نے
ایک رسالہ اُن احادیث میں تالیف کیا ہے جو امام ابو حنیفہ نے صحابہ کرام سے روایت
کیں۔ مگر اُنکی سندیں ضعف سے خالی نہیں۔ امام صاحب کے ادراک صحابہ میں معتمد
وہ ہے جو پہلے آچکا۔ اور آپ کے رؤیتہ بعض صحابہ میں جسکو ابن سعد نے
طبقات میں روایت کیا ہے۔ پس امام صاحب اس اعتبار سے طبقہ تابعین میں سے
ہیں اور یہ فضیلت امام صاحب کے ہمعصر ائمہ (مثلاً اوزاعی شام میں اور دو
حماد بصرہ میں اور ثوری کوفہ میں اور مالک مدینہ میں اور مسلم بن خالد زنجی مکہ میں اور لیث
بن سعد مصر میں) میں سے کسی کے لئے ثابت نہیں۔ واللہ اعلم۔ انتہیٰ۔

حافظ ابن حجر نے جو تہذیب التہذیب (جزء عاشر۔ صفحہ ۴۵۰) میں لکھا ہے وقال
الصغانی عن ابن معین سمعت عبید بن ابی قرۃ یقول سمعت یحیی بن
الضریس یقول شہدت سفیان واتاہ رجل فقال ما تنقم علی ابی حنیفۃ
قال وما لہ قال سمعتہ یقول آخذ بکتاب اللہ فان لم اجد فبسنۃ رسول اللہ
فان لم اجد فبقول الصحابۃ آخذ بقول من شئت منہم ولا اخرج عن
قولہم الی قول غیرہم فاما اذا انتہی الامر الی ابراہیم والشعبی وابن سیرین
وعطاء فقوم اجتہدوا فاجتہد کما اجتہدوا۔ اس میں بھی امام صاحب کے

بعی ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ بنارسی نے صرف تقریب التہذیب سے حافظ ابن حجر کا یہ
ول نقل کیا ہے کہ امام صاحب طبقہ سادسہ سے ہیں۔ جنکی ملاقات کسی صحابی سے
یں ہوئی۔ ہم نے حافظ ممدوح کی کتاب شرح نخبۃ الفکر سے تابعی کی تعریف نقل کی
ہے جس سے پایا جاتا ہے کہ تابعیت کے ثبوت کے لئے صرف رؤیتہ صحابی کافی ہے۔ پھر اُنکی
دوسری کتاب تہذیب التہذیب سے امام صاحب کا حضرت انسؓ کو دیکھنا نقل کیا
ہے۔ پھر اُن کا فتوےٰ بجواز علامۂ سیوطی نقل کیا ہے جس میں اُنہوں نے امام صاحب کی
تابعیت کی تصریح فرما دی ہے۔ علاوہ ازیں دیگر ائمۂ اعلام کی تصریحات بھی اوپر مذکور
ہوئیں۔ ان تمام کو پس انداز کرنا اور صرف تقریب کی عبارت کو پیش کرنا بعید از انصاف ہے
تقریب التہذیب تہذیب التہذیب کا خلاصہ ہے جیسا کہ کشف الظنون سے ظاہر ہے
اور تہذیب التہذیب سے ثابت ہے کہ امام صاحبؒ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ
کو دیکھا ہے۔ لہذا تقریب سے نفی رؤیت ثابت نہ ہونی چاہئے۔ اگر ہم عبارت تقریب
کو صحیح تسلیم کرلیں۔ تو امام صاحب کی "تابعیت کے بارے میں حافظ ابن حجر کے دو قول
ہوں گے۔ مگر اس صورت میں موافق قاعدہ تہذیب التہذیب کے قول ہی کو ترجیح
ہوگی۔ جو مفتی بہ بھی ہے۔ کیونکہ اس میں دیگر اجلۂ علماء کی موافقت ہے۔ فافہم ولا تعجل
چہارم۔ حافظ ابو الفضل العراقی نے امام صاحب کو اُن تابعین میں شمار کیا ہے جنہوں نے
عمرو بن شعیب سے روایت کی۔ چنانچہ علامہ سیوطی تدریب الراوی ص۲۶ا میں روایۃ
الاکابر عن الاصاغر کے تحت میں یوں لکھتے ہیں۔ وعدھم الحافظ ابو الفضل[۱]
العراقی نیفا وخمسین ابراھیم بن میسرہ وایوب السختیانی وبکیر

---

[۱] حافظ العصر زین الدین ابو الفضل عبدالرحیم بن الحسین بن عبدالرحمٰن شافعی ۷۲۵ھ
میں پیدا ہوئے۔ فن حدیث میں ماہر تھے۔ علامہ سبکی و علائی و ابن کثیر وغیرہ ہمعصروں نے اُنکی بڑی تعریف
کی ہے۔ الفیہ اور اس کی شرح تخریج احادیث الاحیاء۔ تکملہ شرح الترمذی لابن سید الناس وغیرہ
اُن کی تصنیف سے ہیں۔ ۸ شعبان ۸۰۶ھ میں وفات پائی۔ انکے بیٹے حافظ فقیہ ولی الدین
احمد عراقی ماہ ذی الحجہ ۷۶۲ھ میں پیدا ہوئے۔ وہ فقہ میں امام بلقینی کے شاگرد ہیں۔
شرح البہجہ۔ مختصر المہمات۔ شرح جمع الجوامع وغیرہ اُنکی تصنیف سے ہیں۔ ۲۷ شعبان ۸۲۶ھ
میں وفات پائی (دیکھو حسن المحاضرہ للسیوطی۔ مطبوعہ مصر۔ جزء اوّل۔ ص۱۶۸و۱۷۰)

بن الاشج وثابت بن عجلان وثابت البنانی وجریر بن حازم وحبان ابن
عطیۃ وحبیب بن ابی موسیٰ وجریر بن عثمان الرحبی والحکم بن عتیبۃ
وحمید الطویل وداؤد بن قیس وداؤد بن ابی ھند والزبیر بن عدی
وسعید بن ابی ھلال وسلمۃ بن دینار وابو اسحٰق سلیمان الشیبانی و
سلیمان الاعمش وعاصم الاحول وعبد اللہ بن عبد الرحمٰن ابن یعلی
الطائفی وعبد اللہ بن عون وعبد اللہ بن ابی ملیکۃ وعبد الرحمن بن
حرملۃ وعبد العزیز بن رفیع وعبد الملک بن جریج وعبد اللہ بن عمر العمری
وعطاء بن ابی رباح وعطاء بن السائب وعطاء الخراسانی والعلاء بن الحرث
الشامی وعلی بن الحکم البنانی وعمرو بن دینار وابو اسحٰق عمرو السبیعی
وقتادۃ ومحمد بن اسحٰق بن یسار ومحمد بن جحادۃ ومحمد بن عجلان
وابو الزبیر محمد بن مسلم ومحمد بن مسلم الزھری ومطر الوراق و
مکحول وموسی ابن عائشۃ **وابو حنیفۃ النعمان بن ثابت**
وھشام بن عروۃ وھشام بن الغاز ووھب بن منبہ ویحیی بن
ابی کثیر ویزید بن ابی حبیب ویزید بن ابی الزناد ویعقوب
بن عطاء بن ابی رباح۔ انتھی۔

پنجم۔ علامہ قسطلانی نے امام صاحب کو تابعین کے زمرہ میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ
ارشاد الساری شرح صحیح بخاری (مطبوعۂ مصر۔ جزء اول۔ صفحہ ۲۸۲) میں باب
الصلاۃ فی الثوب الواحد میں لکھتے ہیں۔ وھذا مذھب الجمھور من
الصحابۃ کابن عباس وعلی ومعاویۃ وانس بن مالک وخالد بن الولید
وابی ھریرۃ وعائشۃ وام ھانی ومن التابعین الحسن البصری وابن سیرین
والشعبی وابن المسیب وعطاء وابی حنیفۃ ومن الفقھاء ابو یوسف
ومحمد والشافعی ومالک واحمد فی روایۃ واسحاق بن راھویہ انتھی۔

ششم۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی دیباچہ شرح سفر السعادت صفحہ ۲ میں ائمہ اربعہ
کے ذکر میں یوں لکھتے ہیں۔ اقدم واسبق ایشاں امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت
کوفی ست ولادت وے در سنہ ثمانین وو فاتش در مائۃ وخمسین۔ وجماعۂ را

اختلاف ست درآنکہ وے از تابعین است یا تبع تابعین باتفاق برآنکہ در روزگار وے چندیں از صحابہ بودہ اند انس بن مالک بصرہ وعبداللہ بن ابی اوفی در کوفہ و سہل بن سعد الساعدی بمدینہ وابوالطفیل عامر بن واثلہ کہ آخر صحابہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم است در وفات بمکہ و بعضے جزایں چہار تن را نیز شمردہ اند۔ صاحب جامع الاصول گوید کہ ملاقات ابوحنیفہ باینہا واخذ حدیث از ایشاں نزد ارباب نقل بہ ثبوت نرسیدہ۔ واصحاب وسے مے گویند کہ وے جماعہ از صحابہ را دریافتہ واز ایشاں روایت کردہ است انتہے۔ و ویرا مسندے است کہ احادیث را در وے از صحابہ مذکورین روایت کردہ است گفت بندہ مسکین عبدالحق بن سیف الدین خصہ اللہ بمزید العلم والیقین و در واقع از حساب عقل بسے دور نماید کہ صحابۂ رسول در روزگار وے باشند و وے قصد ملاقات ایشاں نکند و ایشاں را در نیابد باآنکہ وجود قدوم او دریں بلاد کہ ایشاں بودہ اند ثابت شدہ و مدت بیست سال زندگانی کردہ چہ وجود صحابہ تا آخر زمانہ بصحت رسیدہ است ماناکہ حق باصحاب اوست کہ گویند جماعۂ صحابہ را دریافتہ است واللہ اعلم۔ انتہے۔

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ بنارسی نے جو اکمال فی اسماء الرجال کی عبارت لکھی۔ وہ محدث دہلوی نے جامع الاصول سے نقل کی ہے۔ یہ کہنا کہ شیخ نے اس کو تسلیم کرلیا ہے سراسر غلط ہے۔ کیونکہ شیخ تو صاحب جامع الاصول کے اس قول کی تردید کرتے ہیں۔ اور ایک جماعت صحابہ سے ملاقات و روایت کو ثابت کرتے ہیں۔

ہفتم۔ شرح نخبۃ الفکر میں تابعی کی تعریف کے تحت میں جو لکھا ہے۔ وھذا ھوالمختار۔ اُس پر علامہ علی القاری یوں لکھتے ہیں۔ قولہ وھذا ای التعریف للتابعی ھوالمختار قال العراقی وعلیہ عمل الاکثرین وقد اشار النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی الصحابۃ والتابعین بقولہ طوبی لمن رآنی وآمن بی وطوبی لمن رأی من رآنی الحدیث فاکتفی فیھما بمجرد الرؤیۃ قلت وبہ یندرج الامام الاعظم فی سلک التابعین فانہ قد رأی انس بن مالک وغیرہ من الصحابۃ علی ما ذکرہ الشیخ الجزری فی اسماء رجال القراء والامام التورپشتی فی تحفۃ المسترشدین وصاحب کشف الکشاف فی

سورة المومنين وصاحب مرأة الجنان وغيرهم من العلماء المتبحرين فمن نفى انه تابعى فاما من التتبع القاصر او التحصب الفاتر (حاشیہ شرح نخبة الفکر مطبوعہ مطبع سعادت استنبول ۔ صـ۶۳) ۔ یعنی عراقی نے کہا کہ اس تعریف تابعی پر اکثر کا عمل ہے ۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابی و تابعی کی تعریف کی طرف اپنے اس ارشاد میں اشارہ فرمایا ہے کہ خوشی ہو اُس کو جس نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا اور خوشی ہو اُس کو جس نے دیکھا اُسکو جس نے مجھے دیکھا ۔ پس آپ نے صحابہ و تابعین ہر دو میں مجرد رؤیتہ پر اکتفا فرمایا ۔ میں کہتا ہوں کہ اس سے امام اعظم رضؓ تابعین کے زمرہ میں شامل ہو جاتے ہیں کیونکہ آپ نے حضرت انس بن مالک وغیرہ صحابہ کو دیکھا ہے ۔ جیسا کہ شیخ جزری نے اسماء رجال القراء میں اور امام توربشتی نے تحفة المسترشدین میں اور صاحب کشف الکشاف نے سورہ مومنین میں اور صاحب مرأة الجنان وغیرہ علماے متبحرین نے ذکر کیا ہے ۔ پس جس شخص نے امام صاحب کی تابعیت کی نفی کی ۔ اس کی وجہ اس کی تلاش کا قصور یا تعصب شدید ہے ۔ انتہےٰ ۔

مولانا عبد الحی مرحوم اقامة الحجہ میں لکھتے ہیں ۔ وفی طبقات الحنفیۃ لعلی القاری قد ثبتت رؤیته لبعض الصحابة واختلف فی روایته عنهم والمعتمد ثبوتها كما بينته فی سند الانام شرح مسند الامام انتہیٰ ۔ یعنی ملا علی القاری کی کتاب طبقات الحنفیہ میں ہے کہ امام صاحب کا بعض صحابہ کو دیکھنا ثابت ہے ۔ اور ان سے روایت کرنے میں اختلاف ہے ۔ اور معتمد ثبوت ہے روایت کا جیسا کہ میں نے سند الانام شرح مسند الامام میں بیان کیا ہے انتہےٰ ۔

بنارسی نے شرح مسند امام سے امام کردری کا پورا قول نقل نہیں کیا ۔ اور وہ یہ ہے ۔ وقال قال الكردری رحمه الله تعالٰی جماعة من المحدثين انكروا ملاقاته مع الصحابة واصحابه اثبتوه بالاسانيد الصحاح الحسان وهم اعرف باحواله منهم والمثبت العدل العالم اولى من النافی (شرح مسند الامام لعلی القاری مطبوعہ مجتبائی دہلی صـ۲۸۵) ۔ ترجمہ ۔ اور کہا (سخاوی نے) کہ کہا کردری رحمہ اللہ تعالےٰ نے ۔ محدثین کی ایک جماعت نے انکار کیا امام صاحب کی ملاقات سے ساتھ صحابہ کے

اور امام صاحب کے اصحاب نے اسے ثابت کیا ہے ساتھ صحیح حسن اسنادوں کے اور وہ محدثین
کی نسبت امام صاحب کے حالات سے زیادہ واقف ہیں اور مثبت عادل عالم بہتر ہے نفی
کرنے والے سے۔ انتہے۔ بنارسی نے واصحابہ اثبتوہ کے بعد کی عبارت بالاسانید الصحاح
الخ عمداً چھوڑ دی ہے۔ واصحابہ اثبتوہ کا اُردو ترجمہ یوں کیا ہے اور اُنکے اصحاب اسکو
ثابت کرتے ہیں لیکن بے سند۔ اس ترجمہ میں الفاظ لیکن بے سند بنارسی نے اپنی طرف سے
بڑھادئے ہیں۔ بنارسی نے جو عبارت تذکرہ سے نقل کی ہے وہ جامع الاصول سے
لی گئی ہے۔ جیساکہ محدث دہلوی نے مقدمہ شرح سفر السعادت میں تصریح کردی ہے
علامہ محمد طاہر نے تذکرہ کے علاوہ مجمع البحار اور مغنی میں بھی یہی عبارت نقل کی ہے۔
اس سے یہہ نہیں پایا جاتا کہ علامۂ موصوف تابعیت امام کے نافی ہیں۔ کیونکہ عدم لقاء سے
نفی رویت لازم نہیں آتی جیساکہ امام دارقطنی کے قول سے جو مجمع البحار میں مذکور ہے
ظاہر ہے۔ کتاب تذکرہ ہمارے پاس موجود نہیں۔ لہذا ہم علامۂ ممدوح کی دوسری
کتاب مغنی سے امام صاحب کا تمام حال نقل کرکے اِس امر کو اور واضح کردیتے ہیں کہ نہ
صرف قول مذکور بلکہ یہہ تمام حال جامع الاصول سے لفظ بلفظ لیا گیا ہے اور وہ یہہ ہے

النعمان بن ثابت ابن زوطا بن ماہ الامام الکوفی مولی تیم اللہ بن ثعلبة۔
وهو من رهط حمزة الزيات وكان خزازًا يبيع الخز وكان جده
من اهل كابل وقيل بابل وقيل من الانبار وكان مملوكا لبني تيم الله
فاعتق قال اسمعيل ابن حماد بن ابي حنيفة نحن من ابناء فارس من الاحرار
والله ما وقع علينا رق قط ولد جدي سنة ثمانين ذهب به الى علي
بن طالب وهو صغير فدعا له بالبركة فيه وفي ذريته ومات ببغداد
سنة خمسين ومائة على الاصح وكان في ايامه اربعة من الصحابة
انس بن مالك بالبصرة وعبد الله بن ابي اوفى بالكوفة وسهل بن سعد
بالمدينة وابو الطفيل بمكة ولم يلق احدًا منهم ولا اخذ عنه واصحابه يقولون
انه لقي جماعة من الصحابة وروى عنهم ولا يثبت عند اهل النقل۔ اخذ
الفقه عن حماد بن ابي سليمان وسمع عطاء بن ابي رباح وابا اسحق السبيعي
ومحارب بن دثار والهيثم بن حبيب ومحمد بن المنكدر ونافعا مولى ابن عمر

وهشام بن عروۃ وسماک بن حرب وروی عنہ عبداللہ بن المبارک ووکیع بن الجراح ویزید بن ہارون وعلی بن عاصم ویوسف ومحمد بن الحسن وغیرہم نقلہ المنصور من الکوفہ الی بغداد فاقام بہا الی ان مات وکان اکرھہ ابن ھبیرۃ ایام مروان علی القضاء بالکوفۃ فابی فضربہ مائۃ سوط فی عشرۃ ایام فلما رأی ذلک خلی سبیلہ واکرھہ المنصور علیہ بعد اشخاصہ الی العراق فابی وحلف وحلف المنصور فحبسہ ومات فی السجن وقیل اقدم نفسہ قال الشافعی قیل لمالک ھل رأیت اباحنیفۃ قال نعم رأیت رجلاً لو کلم فی ھذہ الساریۃ ان یجعلہا ذہبا لقام بحجتہ وقال من اراد الحدیث فعلیہ بمالک ومن اراد الجدل فعلیہ بابی حنیفۃ وقال من اراد ان یتحری فی الفقہ فھو عولہ علی ابی حنیفۃ ولو ذہبنا الی شرح مناقبہ لاطلنا الخطب ولم نصل الی الغرض فانہ کان عالما عاملاً عابداً ورعا تقیا اماما فی علوم الشریعۃ وقد نسب الیہ من الاقاویل ما یجل قدرہ عنہا من خلق القرآن والقدر والارجاء وغیر ذلک ولاحاجۃ الی ذکر قائلہا والظاہر انہ کان منزھًا عنہا ویدل علیہ ما یسر اللہ لہ من الذکر المنتشر فی الآفاق وعلم طبق الارض والاخذ بمذہبہ وفقہہ فلو لم یکن للہ سرخفی فیہ لما جمع لہ شطر الاسلام او ما یقاربہ علی تقلیدہ حتی عبداللہ بفقہہ وعمل برأیہ الی یومنا ما یقارب اربعمائۃ وخمسین سنۃ وفیہ ادل دلیل علی صحتہ وقد جمع ابوجعفر الطحاوی وھو اکثر الاخذین بمذہبہ کتابا سماہ عقیدۃ ابی حنیفۃ وھی عقیدۃ اھل السنۃ ولیس فیہ شیٔ مما نسب الیہ واصحابہ اخبر بحالہ وقد ذکر ایضا سبب قول من قال عنہ ولاحاجۃ لنا الی ذکرہ فان مثل ابی حنیفۃ ومحلہ فی الاسلام لا یحتاج الی دلیل الاعتذار انتہی۔ ترجمہ۔ نعمان بن ثابت بن زوطا بن ماہ امام کوفی آزاد کئے ہوئے غلام تیم اللہ بن ثعلبہ کے اور وہ حمزہ زیات کے گروہ سے ہیں اور وہ خزاز تھے کہ جامہ پشمین و پوستین بیچا کرتے تھے۔ آپ کے دادا اہل کابل سے تھے۔ کہا گیا ہے کہ اہل بابل سے تھے اور کہا گیا ہے کہ اہل انبار سے تھے اور بنی تیم اللہ کے غلام تھے۔ پس آزاد کئے گئے۔ کہا اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہؒ نے کہ ہم ابنائے فارس سے احرار میں سے ہیں۔ اللہ کی قسم

ہم پر کبھی غلامی کا داغ نہیں لگا۔ میرے دادا سنہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور بچپن میں حضرت علی بن ابی طالب کے پاس لائے گئے۔ پس آپ نے اُن کے حق میں اور اُن کی اولاد کے حق میں دُعاے برکت دی۔ اور بغداد میں بنابر قول اصح سنہ ۱۵۰ھ میں وفات پائی۔ اُن کے زمانے میں چار صحابی موجود تھے۔ حضرت انس بن مالک بصرہ میں اور حضرت عبداللہ بن ابی اوفی کوفہ میں اور سہل بن سعد مدینہ میں اور ابو الطفیل مکہ میں۔ آپ ان میں سے کسی سے نہیں ملے اور نہ کسی سے اخذ کیا۔ مگر آپ کے اصحاب کہتے ہیں کہ آپ صحابہ کی ایک جماعت سے ملے ہیں اور اُن سے روایت کی ہے۔ اور یہہ ملاقات و روایت اہل نقل کے نزدیک ثابت نہیں۔ آپ نے فقہ حماد بن ابی سلیمان سے پڑھی اور عطاء بن ابی رباح و ابو اسحاق سبیعی و محارب دثار و ہیثم بن جبیب و محمد بن منکدر و نافع مولے ابن عمر و ہشام بن عروہ و سماک بن حرب سے حدیثیں سنیں۔ اور عبداللہ بن مبارک و وکیع بن جراح و یزید بن ہارون و علی بن عاصم و یوسف و محمد بن الحسن وغیرہ نے آپ سے حدیثیں روایت کی ہیں۔ خلیفہ منصور آپ کو کوفہ سے بغداد میں لے گیا۔ پس آپ بغداد میں مقیم ہوئے یہانتک کہ وہیں وفات پائی۔ ابن ہبیرہ نے مروان کے عہد میں آپ کو کوفہ کی قضاء کے لئے مجبور کیا۔ مگر آپ نے انکار کر دیا۔ اس لیئے اُس نے دس دن میں آپ کے سو کوڑے مارے۔ پس جب اُس نے یہہ حال دیکھا تو آپ کو چھوڑ دیا۔ اور منصور نے عراق میں لانے کے بعد آپ کو قضاء پر مجبور کیا۔ مگر آپ نے انکار کیا اور قسم کھائی اور منصور نے بھی قسم کھائی۔ پس آپ کو قید کر دیا اور قید خانہ ہی میں آپ نے وفات پائی۔ اور کہا گیا ہے کہ فدیہ دیکر آپ نے اپنے تئیں آزاد کروالیا۔ امام شافعی نے کہا کہ امام مالک سے پوچھا گیا کہ کیا آپ نے امام ابو حنیفہ کو دیکھا۔ فرمایا۔ ہاں میں نے ایسا شخص دیکھا کہ اگر وہ اِس ستون میں کلام کرے تاکہ اسے سونے کا بنادے تو بے شک اپنی حجت سے کر دے۔ اور امام شافعی نے کہا کہ جو شخص حدیث کا طالب ہو۔ اُسے امام مالک کی خدمت میں جانا چاہیئے اور

یہ امام صاحب کے والد حضرت ثابت حضرت علی کرم اللہ وجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے نہ کہ امام ابو حنیفہ رح فافہم ؛

جو علم کلام کا طالب ہو اُسے امام ابو حنیفہ کی خدمت میں جانا چاہیئے اور کہا جو شخص فقہ کا
طالب ہو وہ امام ابو حنیفہ کا عیال ہے۔ اور اگر ہم امام صاحب کے مناقب کی شرح
کرنے لگیں۔ تو اس کار بزرگ کو ہم طویل کر دیں گے اور پھر بھی مقصود کو نہ پہنچیں گے۔
کیونکہ امام صاحب عالم عامل عابد پرہیزگار خدا ترس اور علوم شریعت کے امام تھے۔
آپ کی طرف ایسے اقوال منسوب ہیں جن سے آپ کی قدر و منزلت ارفع و اعلےٰ ہے۔
یعنی خلق قرآن و قدر و ارجاء وغیرہ۔ ایسے اقوال کے قائل کا ذکر کرنے کی کوئی حاجت
نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ آپ ایسے اقوال سے پاک و منزہ تھے۔ اور اس پر دلالت
کرتے ہیں وہ فضائل جو اللہ نے آپ کو عطا کئے۔ یعنی آفاق میں آپ کا ذکر خیر اور علم
طبق الارض اور آپ کے مذہب و فقہ کی تقلید۔ اگر اس میں اللہ تعالےٰ کا کوئی راز
خفی نہ ہوتا۔ تو اللہ تعالےٰ اسلام کے نصف یا قریب نصف کو آپ کی تقلید پر جمع نہ
کرتا حتےٰ کہ آپ کی فقہ سے اللہ کی عبادت کی گئی اور آپ کے اجتہاد پر عمل کیا گیا اس
دن تک کہ قریباً چار سو پچاس سال ہوتے ہیں۔ اس میں آپ کے مذہب کی صحت
پر بہت بڑی دلیل ہے۔ امام ابو جعفر طحاوی نے جو امام صاحب کے مذہب پر اکثر
عمل کرنے والوں میں سے ہیں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام عقیدہ ابی حنیفہ رکھا
ہے اور وہی اہل سنت کا عقیدہ ہے اور اس میں کوئی ایسی شے نہیں جو آپ کی
طرف منسوب کی گئی ہے۔ اور امام صاحب کے اصحاب۔ آپ کے حال سے غیروں کی
نسبت زیادہ واقف ہیں۔ امام طحاوی نے ایسے اتہامات کا سبب بھی بتایا ہے۔
مگر ہمیں اُس کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ ابو حنیفہ جیسا امام اور اسلام میں جو پکا
پایہ عذر خواہی کی دلیل کا محتاج نہیں۔ انتہےٰ۔ یہ ترجمہ زبان حال سے پکار پکار کر
کہہ رہا ہے کہ میرا مصنف علامہ ابو السعادت مبارک بن محمد بن محمد بن عبد الکریم
بن عبد الواحد الشیبانی الجزری صاحب جامع الاصول (متوفی ۱۱- جمادی الاخرےٰ
سنہ ۶۰۶ھ) ہے جیسا کہ الفاظ و عمل بہ الیٰ یومنا ما یقارب اربعمائۃ
وخمسین سنۃ سے ظاہر ہے۔ کیونکہ امام صاحب کی وفات سنہ ۱۵۰ھ میں ہوئی اور
قریباً سنہ ۶۰۰ھ تک جو جامع الاصول کی تصنیف کا وقت ہے قریب ساڑھے چار سو سال
کے ہوتے ہیں۔ مزید برین یہ کہ مصنف حنفی اصحاب ابو حنیفہ کی نسبت کبھی یوں نہ کہیگا۔

واصحابہ یقولون بلکہ وہ کہیگا واصحابنا یقولون علاوہ ازیں مغنی کے شروع میں رموز کے ذکر میں لکھاہے۔ فان عدم شئ او وجد ج فمن الجامع۔ یعنی اگر کوئی رمز نہ ہو یا ج پایا جائے۔ تو وہ جامع الاصول سے ہوگا انتہٰی۔ اب غور کیجئے کہ امام صاحب کے ترجمہ کے شروع میں کوئی رمز نہیں۔ لہذا موافق تصریح علامہ محمد طاہر یہہ تمام عبارت صاحب جامع الاصول کی ہے۔ بنارسی نے جو عبارت زیر بحث اسماء رجال المشکوۃ للخطیب سے نقل کی ہے۔ وہ بھی جامع الاصول ہی سے ماخوذ ہے چنانچہ خود خطیب نے اسی اسماء الرجال کے خاتمہ پر جامع الاصول کو منجملہ ماخذ کتاب لکھاہے اس عبارت جامع الاصول کا جواب تو بحوالہ شرح سفر السعادت اوپر آچکاہے۔ مگر علامہ محمد طاہر یا خطیب نے جو اس کو اپنی کتابوں میں بغیر تصدیق یا تردید کے لفظ بلفظ نقل کیا اس سے یہہ نتیجہ نکالنا کہ یہہ امام صاحب کی تابعیت کے نافی ہیں سراسر زیادتی ہے کیونکہ اس عبارت سے تابعیت امام کی نفی نہیں پائی جاتی بوجوہ ذیل۔

اوّل۔ اس عبارت میں لقاء سے مراد طول صحبت واستفادہ ہے۔ اسی محاورے کے موافق امام دارقطنی نے امام صاحب کے حق میں فرمایاہے۔ لم یلق ابو حنیفۃ احداً من الصحابۃ الا انہ رأی انساً بعینہ جیساکہ مجمع البحار سے پہلے نقل ہوچکا۔ یعنی امام ابو حنیفہ نے کسی صحابی سے ملاقات نہیں کی۔ مگر حضرت انس کو اپنی آنکھ سے دیکھاہے۔ پس عبارت زیر بحث سے اگر ثابت ہوتاہے تو اسیقدر کہ امام صاحب نے کسی صحابی سے ملاقات نہیں کی اور نہ روایت کی۔ اس سے یہہ لازم نہیں آتا کہ مطلق رؤیت بھی ثابت نہ ہو۔ اور مدار تابعیت بنابر مذہب مختار رؤیت پر ہے جیساکہ اوپر مذکور ہوا۔ لہذا نفی تابعیت کی اس عبارت سے ہرگز ثابت نہیں ہوتی۔

دوم۔ عبارت زیر بحث میں لفظ ذٰلک کا اشارہ مجموع ملاقات وروایت ہے۔ پس اہل نقل کے نزدیک یہہ مجموع ثابت نہیں۔ اس سے یہہ لازم نہیں آتا کہ فقط ملاقات بھی ثابت نہ ہو۔

سوم۔ اس عبارت سے ظاہر ہے کہ اہل نقل کے نزدیک امام صاحب کا صحابہ کی ایک جماعت سے ملاقات وروایت کرنا ثابت نہیں۔ اس سے یہہ کہاں لازم آتاہے

کہ اُن کے نزدیک ایک صحابی سے بھی ملاقات و روایت ثابت نہیں۔ لہذا اس عبارت کو نفی تابعیت کے لئے بطور سند پیش کرنا درست نہیں۔

مخالفین اس بحث میں علامہ محمد طاہر کی عبارت پر بڑا زور دیا کرتے ہیں مگر انہیں یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ وہ اس سے علامۂ موصوف کو کبھی تابعیت امام کا نافی ثابت نہیں کر سکتے۔ کیونکہ مجمع البحار میں قول صاحب جامع الاصول اور قول امام دارقطنی ہر دو بغیر کسی ترجیح یا تردید کے موجود ہیں۔ لہذا علامۂ موصوف کو مطلق رؤیت کا نافی ہرگز نہیں کہا جا سکتا۔ جب رؤیت ثابت ہوگئی۔ تو تابعیت امام برغم انف مخالف ثابت ہوئی۔ اگر بفرض محال یہہ تسلیم کر لیا جائے کہ علامہ محمد طاہر تابعیت امام کے نافی ہیں۔ تو انکا یہہ قول تصریحات مذکورۂ بالا کے مقابلہ میں کیا وقعت رکھ سکتا ہے فافہم ولا تعجل۔

خلاصہ کلام یہہ کہ خطیب بغدادی و علامہ ذہبی و ابن سعد و قاضی ابن خلکان و حافظ ابن حجر عسقلانی و امام دارقطنی و امام یافعی و شیخ ابن حجر مکی۔ و شیخ جزری و امام تورپشتی و صاحب کشف الکشاف کی شہادتوں سے ثابت ہے کہ امام صاحب نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔ اور امام ابو البرکات عبد اللہ نسفی و حافظ بدر الدین عینی و علامہ ابن الہمام و حافظ ولی الدین عراقی و حافظ العصر زین الدین عراقی و ابو معشر عبد الکریم شافعی و امام الحفاظ ابن حجر عسقلانی و خاتمۃ الحفاظ جلال الدین سیوطی و شیخ ابن حجر مکی و علامہ قسطلانی و شیخ عبد الحق محدث دہلوی۔ و امام کردری و علامہ علی القاری نے تصریح فرمادی ہے کہ امام صاحب زمرۂ تابعین میں شامل ہیں رضی اللہ تعالے عنہم۔ اب ہم بنارسی سے پوچھتے ہیں کہ کیا امام صاحب کو تابعی کہنا گپ ہے۔

قال البنارسی

امام صاحب کا شہر کوفہ

کوفہ جو امام صاحب کا مولد و مسکن تھا یہہ ملک عراق کی ایک بستی ہے اور ملک عراق اونچی زمین پر مدینہ سے پورب کی جانب واقع ہے۔ اس کے بارے میں

رسول اللہ صلعم نے فرمایا جسوقت کہ یمن و شام کے لئے دعا کرتے تھے (بجواب عرض صحابہ) قالوا و فی نجدنا قال ھناک الزلازل والفتن وبہا یطلع قرن الشیطان (صحیح بخاری پ۲۹) یعنی نجد (اونچی زمین) کی بابت آپ نے فرمایا کہ وہاں زلزلہ اور فتنہ ہوں گے اور وہاں سے سینگ شیطان کا طلوع ہوگا (جس سے...... کی طرف اشارہ ہے) اگر آپ کو نجد کے معنے اونچی زمین ہونے کے متعلق شک ہو تو علامہ طاہر حنفی کی مجمع البحار جلد دوم کا ملاحظہ فرماویں۔ والنجد ماارتفع من الارض یعنی بلند زمین کو کہا کرتے ہیں۔ اور صراح میں ہے "نجد زمین بلند" اور بلند زمین نجد کا ترجمہ ہونے سے پہاڑ وغیرہ اِس میں نہیں آسکتے کیونکہ پہاڑ اور زمین میں مفارقت ہے۔ نیز انہیں کوفہ والوں نے آل بیت نبی حضرت حسینؓ کا سر مبارک تن سے جدا کیا۔ جس سے وہ اِس شعر کے مستحق ہوئے سے

اترجوامۃ قتلت حسینا ٭ شفاعۃ جدہ یوم الحساب

اسیوجہ سے مثل مشہور ہے الکوفی لا یوفی۔ ص۲۷

اقول

مجمع البحار میں ہے۔ والنجد ما ارتفع من الارض وھو اسم خاص لما دون الحجاز مما یلی العراق۔ یعنی نجد کے معنے اونچی زمین کے ہیں اور وہ خاص نام ہے اُس حصۂ ملک کا جو حجاز و عراق کے درمیان ہے۔ انتہٰی۔ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری (جزء ثانی۔ ص۴۲۵) میں ہے۔ ونجد بفتح النون وسکون الجیم وھو فی جزیرۃ العرب قال المدائنی جزیرۃ العرب خمسۃ اقسام تھامہ ونجد وحجاز وعروض ویمن اما تھامہ فھی الناحیۃ الجنوبیۃ من الحجاز واما نجد فھی الناحیۃ التی بین الحجاز والعراق واما الحجاز فھو جبل یقبل من الیمن حتٰی یتصل بالشام وفیہ المدینۃ وعمان واما العروض فھی الیمامۃ الی البحرین۔ یعنی نجد بفتح نون وسکون جیم جزیرۂ عرب میں ہے۔ مدائنی نے کہا کہ جزیرۂ عرب کے پانچ حصے ہیں۔ تہامہ ونجد وحجاز وعروض ویمن۔ تہامہ حجاز سے جنوبی حصہ ہے۔ اور نجد وہ حصہ ہے جو حجاز وعراق کے درمیان ہے۔ اور حجاز وہ پہاڑ ہے جو یمن سے

شروع ہوکر شام سے جاملتا ہے اور اِس میں مدینہ و عمان ہیں اور عروض یمامہ ہے بحرین تک۔ انتہٰی۔ اس سے ظاہر ہے کہ نجد ملک عرب کا ایک حصہ ہے۔ پس عراق جو حدود عرب سے خارج ہے نجد کا ماصدق علیہ کیونکر بن سکتا ہے نجد تو وہی جگہ ہے جہاں محمد بن عبد الوہاب بانئ فرقۂ وہابیہ نجدیہ گذرا ہے

بنارسی اہل کوفہ کو بُرا کہہ رہا ہے۔ حالانکہ صحیح بخاری کے صدہا راوی کوفہ ہی کے رہنے والے ہیں۔ اہل کوفہ میں سے جنہوں نے نقض عہد کرکے سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو شہید کرایا وہ روافض تھے۔ چنانچہ کتاب الفرق بین الفرق مؤلفہ امام ابومنصور عبد القاہر بغدادی (مطبوعہ مصر۔ ص۲۶) میں ہے:۔

قال عبد القاهر روافض الكوفة موصوفون بالغدر والبخل وقد سار المثل بهم فيهما حتى قيل ابخل من كوفي واغدر من كوفي والمشهور من غدرهم ثلاثة اشياء۔ احدها انهم بعد قتل علي رضي الله عنه بايعوا ابنه الحسن فلما توجه لقتال معاوية غدروا به في ساباط المدائن فطعنه سنان الجعفي في جنبه فصرعه عن فرسه وكان ذلك احد اسباب صلحه معاوية۔ والثاني انهم كاتبوا الحسين بن علي رضي الله عنه ودعوه الى الكوفة لينصروه على يزيد بن معاوية فاغتروا بهم وخرج اليهم فلما بلغ كربلا

امام ابومنصور عبد القاہر (متوفی سنہ ۴۲۹ھ) کا قول ہے کہ کوفہ کے روافض غدر و بخل سے متصف اور اُن میں ضرب المثل ہیں۔ چنانچہ کہا جاتا ہے۔ ابخل من کوفی۔ اغدر من کوفی۔ اور اُن کے تین غدر مشہور ہیں۔ ان میں سے ایک یہہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے شہید ہونے کے بعد اُنہوں نے آپکے صاحبزادے امام حسن رضی اللہ عنہ سے بیعت کی۔ جب امام موصوف جنگ معاویہ کے لئے نکلے۔ تو روافض نے ساباط مدائن میں آپ سے غدر کیا۔ اور سنان جعفی نے آپکے پہلو میں نیزہ مارا اور آپ کو گھوڑے سے گرادیا۔ امیر معاویہؓ کے ساتھ صلح کرنے کا ایک سبب یہہ بھی تھا۔ دوسرا غدر یہہ ہے کہ روافض کوفہ نے امام حسین بن علی رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے خط وکتابت کی اور آپ کو کوفہ میں بُلایا۔ تاکہ یزید بن معاویہ کے مقابلہ میں آپ کی مدد کریں۔ امام موصوف دھوکے میں آگئے اور اُن کی طرف نکلے۔ جب آپ کربلا میں پہنچے۔

غدروا به وصاروا مع عبید اللہ بن زیاد یداً واحدۃ علیہ حتی قتل الحسین واکثر عشیرتہ بکربلاء - والثالث غدرہم زید بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب بعد ان خرجوا معہ علی یوسف بن عمر ثم نکثوا بیعتہ واسلموہ عند اشتداد القتال حتی قتل و کان من امرہ ما کان	تو اُنہوں نے آپ سے غدر کیا - اور سب کے سب عبید اللہ بن زیاد سے جا ملے یہانتک کہ امام حسین رض اور آپ کا اکثر قبیلہ کربلا میں شہید ہوا - تیسرا غدر یہہ ہے کہ وہ امام زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب کے ساتھ یوسف بن عمر والئے عراق کے مقابلہ کے لئے نکلے - پھر بیعت توڑ دی - اور لڑائی کی شدت میں امام کا ساتھ چھوڑ دیا - یہانتک کہ آپ شہید ہوگئے اور آپ کا حال ہوا جو ہوا -

کتب شیعہ سے بھی یہی امر ثابت ہوتا ہے - اگر تفصیل مطلوب ہو - تو تحفہ شیعہ حصہ دوم کا مطالعہ کیجئے - جو انشاء اللہ عنقریب شائع ہونے والا ہے - اب یہاں مختصر طور پر کوفہ و اہل کوفہ کا کچھ حال ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے :-

(۱) طبقات ابن سعد (مطبوعہ جرمنی - جزو سادس) میں ہے -

اخبرنا وکیع بن الجراح قال حدثنا سفیان عن حبیب بن ابی ثابت عن نافع بن جبیر قال قال عمر بن الخطاب بالکوفۃ وجوہ الناس + اخبرنا وکیع بن الجراح قال وزاد یونس بن ابی اسحاق سمعہ من الشعبی قال کتب عمر بن الخطاب الی اہل الکوفۃ الی رأس اہل الاسلام + اخبرنا وکیع بن الجراح عن اسرائیل عن جابر عن عامر قال کتب عمر بن الخطاب الی اہل الکوفۃ الی رأس العرب +	خبر دی ہم کو وکیع بن جراح نے کہ حدیث کی ہم سے سفیان نے - اُس نے حبیب بن ابی ثابت سے حبیب نے نافع بن جبیر سے کہ حضرت عمر بن خطاب نے فرمایا کہ کوفہ میں لوگوں کے سردار ہیں + خبر دی ہم کو وکیع بن جراح نے اور یونس بن ابی اسحاق نے یہہ زیادہ کر دیا کہ اُس نے اسے شعبی سے سنا کہ حضرت عمر بن خطاب نے اہل کوفہ کی طرف یوں لکھا - الی رأس اہل الاسلام - خبر دی ہم کو وکیع بن جراح نے اسرائیل سے اُس نے جابر سے - جابر نے عامر سے کہ حضرت عمر بن خطاب نے اہل کوفہ کو راس العرب لکھا +

اخبرنا وكيع بن الجراح عن
قيس عن شمر بن عطية عن شيخ
من بني عامر قال قال عمر بن
الخطاب وذكر اهل الكوفة
رمح الله وكنز الايمان وجمجمة
العرب يحرزون ثغورهم
ويمدون الامصار + اخبرنا
عبيد الله بن موسى قال اخبرنا
سعد بن طريف عن الاصبغ
بن نباته عن علىؓ قال الكوفة
جمجمة الاسلام وكنز الايمان
وسيف الله ورمحه يضعه
حيث يشاء وايم الله لينصرن الله
باهلها في مشارق الارض ومغاربها
كما انتصر بالحجاز - صـ +
اخبرنا الفضل بن دكين قال حدثنا
شريك عن عمار الدهني عن سالم
عن سلمان قال الكوفة قبة الاسلام
واهل الاسلام - صـ اخبرنا احمد
بن عبد الله بن يونس قال حدثنا
الحسن بن صالح عن عبيدة عن
ابراهيم قال هبط الكوفة ثلاثمائة
من اصحاب الشجرة وسبعون
من اهل بدر لا نعلم احدا
منهم ولا صلى الركعتين قبل المغرب - صـ

خبر دی ہم کو وکیع بن جراح نے قیس سے - قیس
نے شمر بن عطیہ سے - اُس نے بنو عامر کے
ایک شیخ سے - کہ حضرت عمر بن خطاب نے
اہل کوفہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ اللہ
کا نیزہ - ایمان کا خزانہ اور عرب کے سردار
ہیں جو اپنی حدود کی حفاظت کرتے ہیں
اور شہروں کی توسیع کرتے ہیں + خبر دی
ہم کو عبید اللہ بن موسٰی نے کہ خبر دی ہم
کو سعد بن طریف نے اصبغ بن نباتہ سے -
کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ کوفہ اسلام کا سردار
ایمان کا خزانہ - اللہ کی تلوار اور اُس کا
نیزہ ہے - رکھتا ہے اُسے جہاں چاہتا ہے
خدا کی قسم اللہ تعالےٰ دنیا کے شرق و غرب
میں اہل کوفہ کے ساتھ مدد کرے گا - جیسا کہ
اُس نے حجاز کے ساتھ مدد کی صـ +
خبر دی ہم کو فضل بن دکین نے کہ حدیث کی
ہم کو شریک نے عمار دہنی سے - اُس نے
سالم سے کہ حضرت سلمانؓ نے فرمایا کہ کوفہ اسلام
و اہل اسلام کا قبہ ہے صـ + خبر دی ہم کو احمد
بن عبد اللہ بن یونس نے کہ حدیث کی ہم کو
حسن بن صالح نے عبیدہ سے کہ ابراہیم نخعی
نے فرمایا - کہ اصحاب شجرہ میں سے تین سو اور اہل بدر
میں سے ستر صحابی کوفہ میں آکر آباد ہوئے - ان میں سے
ہم کسی کو نہیں جانتے کہ قصر کیا ہو یا مغرب سے
پہلے دو رکعتیں پڑھی ہوں صـ +

اخبرنا الفضل بن دکین و
اسحاق بن یوسف الازرق
عن مالک ابن المغول عن
القاسم قال قال علی اصحاب
عبد اللہ سرج هذہ القریة ص۲
اخبرنا عبید اللہ بن موسی
قال اخبرنا عبد الجبار بن عباس
عن ابیه قال جالست عطاء فجعلت
اسائله فقال لی ممن انت قلت من
اهل الکوفة فقال عطاء ما یاتینا
العلم الا من عندکم ص۵+

خبر دی ہم کو فضل بن دکین اور اسحاق بن یوسف
ازرق نے مالک ابن مغول سے۔ اُس نے قاسم
سے۔ کہ حضرت علی رضؓ نے فرمایا کہ عبد اللہ بن
مسعود کے اصحاب شہر کوفہ کے چراغ ہیں ص۲+
خبر دی ہم کو عبید اللہ بن موسےٰ نے کہ خبر
دی ہم کو عبد الجبار بن عباس نے کہ اس کے
باپ نے بیان کیا کہ میں عطاء کی خدمت میں
بیٹھ گیا اور اُن سے مسائل دریافت کرنے
لگا۔ آپ نے پوچھا۔ تو کن میں سے ہے۔
میں نے کہا اہل کوفہ میں سے اس پر عطاء نے
فرمایا۔ علم ہمارے پاس نہیں آتا۔ مگر تمہارے ہاں سے ص۵

(۲) کتاب فتوح البلدان بلاذری (مطبوعہ مصر۔ صفحہ ۲۸۴ و ۲۹۷) میں ذکر تمصیر الکوفہ
کے تحت میں یوں لکھا ہے۔

حدثنی محمد بن سعید قال حدثنا
محمد بن عمر الواقدی
عن عبد الحمید ابن
جعفر وغیرہ ان عمر بن الخطاب
کتب الی سعد بن ابی وقاص
یامرہ ان یتخذ للمسلمین دار هجرة
وقیروانا وان لا یجعل بینه و
بینهم بحرا فاتی الانبار واراد
ان یتخذها منزلا فکثر علی الناس
الذباب فتحول الی موضع
آخر فلم یصلح فتحول
الی الکوفة

حدیث کی مجھ سے محمد بن سعید نے۔ کہا
حدیث کی ہم سے محمد بن عمر واقدی نے اُس نے
عبد الحمید بن جعفر وغیرہ سے کہ حضرت
عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد
بن وقاص کو یہ حکم لکھ بھیجا کہ مسلمانوں کے لئے
کوئی دار ہجرت و کاروانسرائے بنائے اور اُس
کے اور اُن کے درمیان کوئی سمندر نہ آنے پائے۔
لہٰذا سعد بن وقاص انبار میں آئے اور اُسے
منزل بنانا چاہا۔ پس لوگوں پر مکھیاں زیادہ
ہوگئیں۔ اس لئے دوسری جگہ کی طرف گئے۔ مگر
وہ اچھی ثابت نہ ہوئی۔ اِس لئے کوفہ کی طرف
آگئے۔

فاختطها و اقطع الناس المنازل وانزل القبائل منازلهم وبنی مسجدها و ذٰلك فی سنة ۱۷ء وحدثنا الحسین بن الاسود قال حدثنا وکیع عن اسرائیل عن جابر عن عامر قال کتب عمر الی اهل الکوفة رأس العرب وحدثنا الحسین قال حدثنا وکیع عن سفیان عن حبیب بن ابی ثابت عن نافع بن جبیر بن مطعم قال قال عمر بالکوفة وجوه الناس وحدثنا الحسین و ابراهیم بن مسلم الخوارزمی قالا حدثنا وکیع عن یونس بن ابی اسحاق عن الشعبی قال کتب عمر الی اهل الکوفة الی رأس اهل الاسلام۔ و حدثنا الحسین بن الاسود قال حدثنا وکیع عن قیس ابن الربیع عن شمر بن عطیة قال قال عمر وذکر اهل الکوفة فقال هم رمح الله وکنز الایمان و جمجمة العرب یحرزون ثغورهم ویمدون اهل الامصار۔ وحدثنا

پس اُس کی داغ بیل لگائی اور لوگوں کے لئے مکانات قطع کئے اور قبیلوں کو اپنے اپنے مکانات میں اُتارا اور وہاں کی مسجد بنائی اور یہ سنہ ۱۷ھ میں ہوا۔ اور حدیث کی ہم سے حسین بن اسود نے۔ کہا حدیث کی ہم سے وکیع نے۔ اُس نے اسرائیل سے۔ اُس نے جابر سے۔ اس نے عامر سے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کو رأس العرب لکھا۔ اور حدیث کی ہم سے حسین نے۔ کہا حدیث کی ہم سے وکیع نے۔ اُس نے سفیان سے۔ اُس نے حبیب بن ابی ثابت سے۔ اُس نے نافع بن جبیر بن مطعم سے۔ کہا کہ فرمایا حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کہ کوفہ میں لوگوں کے سردار ہیں۔ اور حدیث کی ہم سے حسین اور ابراہیم بن مسلم خوارزمی نے۔ کہا ان دونوں نے کہ حدیث کی ہم سے وکیع نے۔ اُس نے یونس بن ابی اسحاق سے۔ اُس نے شعبی سے۔ کہا کہ حضرت عمرؓ نے اہل کوفہ کی طرف یوں لکھا۔ الی رأس اهل الاسلام۔ اور حدیث کی ہم سے حسین بن اسود نے کہا حدیث کی ہم سے وکیع نے۔ اُس نے قیس بن ربیع سے۔ اُس نے شمر بن عطیہ سے۔ کہا کہ حضرت عمرؓ نے اہل کوفہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ اللہ کا نیزہ اور ایمان کا خزانہ اور عرب کے سردار ہیں وہ اپنی حدود کی حفاظت کرتے ہیں اور شہر والوں کی توسیع کرتے ہیں۔ اور حدیث کی

ابو نصر التمار قال حدثنا شریك بن عبد الله بن ابی شریك العامری عن جندب عن سلمان قال الکوفة قبة الاسلام یأتی علی الناس زمان لایبقی مؤمن الا وهو بها او یهوی قلبه الیها - انتهی -

ہم سے ابو نصر تمار نے کہا حدیث کی ہم سے شریک بن عبد اللہ بن ابی شریک عامری نے۔ اُس نے جندب سے کہ سلمان رض نے فرمایا۔ کوفہ قبۃ الاسلام ہے۔ لوگوں پر ایک زمانہ آئیگا کہ کوئی مومن باقی نہ رہیگا مگر یہ کہ وہ کوفہ میں ہوگا یا اُس کا دل کوفہ کا مشتاق ہوگا۔

(۳) امام ابوبکر احمد بن محمد الہمدانی المعروف بہ ابن الفقیہ مختصر کتاب البلدان (مطبوعہ لیدن۔ صفحہ ۱۶۳-۱۶۴ و ۱۶۶-۱۶۷) میں القول فی الکوفۃ کے تحت میں لکھتے ہیں۔

ویروی عن امیر المؤمنین انه قال الکوفة کنز الایمان وجمجمة الاسلام وسیف الله ورمحه یضعه حیث یشاء والذی نفسی بیده لینصرن الله جل وعز باهلها فی شرق الارض وغربها کما انتصر بالحجاز و کان علیه السلام یقول حبذا الکوفة ارض سهلة معروفة تعرفها جمالنا المعلوفة ویقال ان موضع الکوفة الیوم کانت سورستان - و کان سلمان یقول اهل الکوفة اهل الله وهی قبة الاسلام یحن الیه کل مسلم و قال امیر المؤمنین لیأتین علی الناس زمان وما من مؤمن

اور امیر المؤمنین (حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ کوفہ ایمان کا خزانہ اور اسلام کا سردار اور اللہ کی تلوار اور اللہ کا نیزہ ہے رکھتا ہے اُسے جہاں چاہتا ہے۔ وہ ذات جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بے شک اللہ عزوجل دنیا کے شرق و غرب میں اہل کوفہ کے ساتھ مدد کرے گا جیسا کہ اُس نے حجاز کے ساتھ مدد کی۔ اور حضرت علی علیہ السلام فرماتے تھے۔ کیا اچھا ہے کوفہ۔ وہ ریتلی زمین ہے جس کو ہمارے موٹے اونٹ پہچانتے ہیں۔ اور کہا جاتا ہے کہ جہاں اب کوفہ ہے وہاں پہلے سورستان تھا۔ اور حضرت سلمان رض فرماتے تھے کہ کوفہ کے رہنے والے اہل اللہ ہیں اور کوفہ قبۃ الاسلام ہے جس کا ہر ایک مسلمان مشتاق ہے۔ اور فرمایا امیر المومنین (حضرت علی رض) نے کہ لوگوں پر ایک وقت آئے گا کہ کوئی مومن مرد نہ ہوگا نہ عورت

ولا مومنة الا بها او قلبه يحن اليها كان عمر بن الخطاب يكتب الى سيد الامصار وجمجمة العرب يعني الكوفة وقال فطر بن خليفة نازعني قتادة في الكوفة والبصرة فقلت دخل الكوفة سبعون بدريًا و دخل البصرة عتبة بن غزوان فسكت ومن اسخياء الكوفة هلال بن عتاب واسماء بن خارجة وعكرمة بن ربعي الفياض۔ ومن فتيانها خالد بن عتاب و ابو سفيان بن عروة ابن المغيرة بن شعبة وعمرو بن محمد بن حمزة۔

مگر جو کوفہ میں ہو گا یا جس کا دل اس کا مشتاق ہو گا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کوفہ کو سید الامصار و جمجمۃ العرب لکھا کرتے تھے۔ فطر بن خلیفہ نے کہا کہ کوفہ و بصرہ کے بارے میں قتادہ نے مجھ سے بحث کی۔ میں نے کہا کہ اہل بدر میں سے ستر صحابی کوفہ میں داخل ہوئے اور بصرہ میں عتبہ بن غزوان داخل ہوا۔ اس پر قتادہ چپ ہو گیا۔ کوفہ کے سخیوں میں سے ہلال بن عتاب و اسماء بن خارجہ و عکرمہ بن ربعی الفیاض ہیں۔ اور کوفہ کے جوانوں میں سے خالد بن عتاب و ابو سفیان بن عروہ بن مغیرہ بن شعبہ و عمرو بن محمد بن حمزہ ہیں

(۴) عبد اللہ محمد بن نصر مروزی (متوفی ۲۹۴ھ) کی کتاب قیام اللیل صفحہ ۶۸ میں ہے :

عن النخعي قال كان بالكوفة من خيار اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم علي بن ابي طالب و عبد الله بن مسعود و حذيفة بن اليمان و ابو مسعود الانصاري و عمار بن ياسر والبراء بن عازب

امام نخعیؒ سے روایت ہے۔ کہا کہ کوفہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے افضل اصحاب میں سے حضرت علی بن ابی طالب و عبد اللہ بن مسعود و حذیفہ بن یمان و ابو مسعود انصاری و عمار بن یاسر و براء بن عازب تھے رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

(۵) حدیث نخعی پر علامہ نووی نے یہہ اعتراض کیا ہے کہ یہہ حدیث اہل مکہ کو تو معلوم نہیں۔ کوفہ میں کیونکر پہنچ گئی۔ اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے علامہ بدر الدین عینی بنایہ شرح ہدایہ (مجلد اول۔ جزء اول۔ صفحہ ۲۵۴) یوں لکھتے ہیں ۔

والذی یدل علی بطلان قولہ ان علیا واصحابہ وعبد اللہ بن مسعود و اصحابہ وابا موسی الاشعری واصحابہ وعبد اللہ بن عباس وجماعۃ من اصحابہ وسلمان الفارسی وعامۃ اصحابہ والتابعین انتقلوا الی الکوفۃ والبصرۃ ولم یبق بمکۃ الا القلیل وانتشروا فی البلاد للولایات والجہاد وسمع الناس منہم ونشر العلم علی ایدیہم فی جمیع البلاد الاسلامیۃ ولا ینکر ھذا الا مکابر وصاحب بدعۃ وعصبیۃ

امام نووی کے قول کے باطل ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حضرت علی اور اُن کے اصحاب اور عبد اللہ بن مسعود اور اُن کے اصحاب اور ابو موسے اشعری اور اُنکے اصحاب اور عبد اللہ بن عباس اور اُن کے اصحاب کی ایک جماعت اور سلمان فارسی اور اُنکے اکثر اصحاب اور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کوفہ اور بصرہ میں چلے گئے اور صرف تھوڑے سے کم میں باقی رہے۔ اور وہ ولایات و اجتہاد کے لئے شہروں میں پھیل گئے اور لوگوں نے اُن سے حدیثیں سُنیں اور تمام اسلامی شہروں میں اُنکے ہاتھوں علم پھیلا۔ سوائے مکابرہ کرنے والے اور بدعتی و متعصب کے کوئی اس سے انکار نہیں کرتا۔

(۶) امام نووی ہی کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے علامہ ابن الہمام فتح القدیر (جزء اول۔ صا۹) میں یوں لکھتے ہیں۔

الصحابۃ انتشرت فی البلاد خصوصًا العراق قال العجلی فی تاریخہ نزل الکوفۃ الف وخمسمائۃ من الصحابۃ ونزل قرقیسیا ستمائۃ

صحابہ رضی اللہ عنہم شہروں خصوصًا عراق میں پھیل گئے۔ عجلی نے اپنی تاریخ میں کہا کہ ایک ہزار پانسو صحابی کوفہ میں اور چھ سو قرقیسیا میں مقیم ہوئے۔

اب غور کیجئے کہ وہ کوفہ جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے عہد مبارک میں ۱۷ھ میں آباد ہوا۔ وہ کوفہ جسے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ سید الامصار و جمجمۃ العرب رکھا کرتے تھے وہ کوفہ جس کے باشندوں کی نسبت امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ

نے فرمایا۔ رأس العرب۔ وجوہ النّاس۔ رأس اهل الاسلام۔ رمح الله۔ کنز الایمان جمجمۃ العرب۔ وہ کوفہ جس کے بارے میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے فرمایا۔ جمجمۃ الاسلام وکنز الایمان وسیف الله ورمحہ۔ وہ کوفہ جس کے حق میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے قبۃ الاسلام فرمایا۔ وہ کوفہ جس میں ڈیڑھ ہزار صحابہ آباد ہوئے۔ جن میں تین سو اصحاب شجرہ اور ستر اصحاب بدر تھے رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ وہ کوفہ جس میں منجملہ تابعین امام الدنیا رئیس المجتہدین حضرت امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رونق افروز تھے۔ وہ کوفہ جو دار الحدیث و دار العلوم تھا۔ آج چودھویں صدی میں اُس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ یہ وہی جگہ ہے جس کے بارے میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وبہا یطلع قرن الشیطان الحدیث۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ کبرت کلمۃ تخرج من افواھہم ط ان یقولون الا کذبا ؎

قال البنارسی

امام ابو حنیفہ باغی تھے

اِس لئے کہ آپ نے باغیوں کی مدد کی۔ اور باغیوں کی جو سزا ہے وہ خود کتب فقہ میں مذکور ہے۔ پس ایسے امام کی فقہ بھی عیاں ہے۔ آپ کی بغاوت کا ذکر تاریخ خمیس جلد دوم صفحہ ۳۲۲ میں کشاف سے یوں منقول ہے۔ کان ابو حنیفہ یفتی سرا بوجوب نصرۃ زید بن علی وحمل المال الیہ والخروج علی اللص المتغلب المتسمی بالامام والخلیفۃ کالدوانیقی واشباھہ وقالت لہ امرأۃ اشرت الی ابنی بالخروج مع ابراھیم ومحمد ابنی عبد اللہ بن الحسن حتی قتل فقال لیتنی مکان ابنک وکان یقول فی المنصور واتباعہ لو ارادوا بناء مسجد وارادوا لی

علی عذا اجرۃ لما فعلت انتہیٰ - یعنی امام ابو حنیفہ پوشیدہ فتوئے دیتے تھے زید بن علی کی امداد کا (یہہ زید بن علی باغی تھا اور اس نے خلفاے عباسیہ سے بغاوت کی تھی اور خود خلافت کا خواہاں تھا - چنانچہ اُسوقت کے خلیفہ منصور جو خلفاء عباسیہ سے تھے انکے مقابل، وہ زید بن علی ہوا تھا اور منصور کوفہ وغیرہ کا حاکم تھا - امام ابو حنیفہ نے ایسی مخالفت حاکم وقت سے کی کہ باغی کی امداد کا فتوئے دیا) اور ابو حنیفہ فتوئے دیتے تھے ساتھ اُٹھانے مال کے طرف اُسی زید بن علی کے اور ساتھ حملہ کرنے کے اوپر چور کے جو زبردستی غلبہ سے خلیفہ بن کر اپنے کو امام اور خلیفہ کے نام سے منسوب کرتا ہے - (یعنی خلیفہ منصور را یہہ دیکھئے امام صاحب کی تہذیب یا بے خوفی کہ حاکم وقت کو ایسا کہتے ہیں آخر اسی کی سزا میں قید خانہ کی سیر کرنی پڑی - اب صاف لفظوں میں اُس کی تصریح کرتے ہیں) جیسے کہ دوانیقی (یہہ لقب تھا خلیفہ منصور کا) اور ہم مثل اُس کے (خلفاے عباسیہ سے) اور ایک عورت نے آکر امام صاحب سے کہا کہ میں نے اپنے بیٹے کو حکم دیا تھا نکلنے کا ساتھ ابراہیم اور محمد کے جو دونوں بیٹے ہیں عبداللہ بن حسن کے (مقابلہ میں خلیفہ منصور کے ساتھ زید بن علی باغی کے) یہانتک کہ وہ لڑکا قتل کیا گیا تو امام صاحب بولے کہ کاش میں تیرے بیٹے کی جگہ قتل کیا جاتا (تو بہتر ہوتا - دیکھئے اس قدر بغاوت امام صاحب میں سمائی ہوئی تھی - خدا کی پناہ) اور تھے امام صاحب کہتے (خلیفہ) منصور اور اُس کے ساتھیوں کے بارے میں کہ اگر یہہ لوگ کسی مسجد کے بنانے کا ارادہ کریں اور مجھ سے اُس کی اینٹ اُٹھوانا چاہیں تو ہرگز نہ اُٹھاؤں گا (اللہ اکبر! اس قدر بغاوت؟) انتہیٰ

دیکھئے یہہ تو حال تھا امام صاحب کی بغاوت کا - آخر منصور نے ایک مدت تک اُس کو اپنے دل میں رکھا اور خون کا گھونٹ پی پی کر رہتا تھا آخر قاضی بنانے اور امام صاحب کے نہ قبول کرنے (بوجہ اسی بغاوت و دلی بغض) کے بہانہ پر داخل قید خانہ کیا - خود کردہ را چہ علاج! - صـ ۲۸۰۲ *

اقول

امام صاحب اور بغاوت ؟- بغاوت تو امام حق پر ناحق خروج کرنے کو کہتے ہیں - اگر قول کشاف کو صحیح تسلیم کرلیا جائے - تو اُس کا جواب بھی کشاف ہی کی عبارت سے ظاہر ہے امام صاحب نے عباسیہ کی بے اعتدالیاں بچشم خود دیکھی تھیں - خلفاے بنی امیہ کی قبروں کو اُکھڑوا کر اُن کی ہڈیوں کو جلانا - اور خاندانِ سادات کی تباہی اور دیگر جوروستم آپ کے پیشِ نظر تھے - لہذا امام صاحب کے نزدیک منصور خلیفہ حق و شایانِ منصب امامت ہی نہ تھا - اس حالت میں اگر امام صاحب نے دیگر علماے وقت کی طرح خاندانِ سادات میں سے حضرت زید بن علی کی اعانت کا فتوے دیا - تو کیا قصور کیا - جب ۱۴۵ھ میں سید محمد نفس زکیہ نے مدینہ منورہ سے خروج کیا تھا تو علماے نامدار جیسے کہ امام مالکؓ نے بھی فتوے دیدیا تھا کہ نفس زکیہ کا دعوے خلافت حق ہے - سید محمد نفس زکیہ کے بعد اُنکے بھائی سید ابراہیم بن عبد اللہ بن حسن بن حسین بن علی ابن ابی طالب نے خلافت کا دعوے کیا - امام صاحب اور دیگر علمائے کرام اہل بیت کے اس دعوے کے موید تھے - اِس بنا پر اُنھیں باغی کہنا کمال نادانی ہے - کیا اظہار حق بغاوت ہے - کیا اعانت علے الظلم جائز ہے - حدیث مبارک میں آیا ہے - لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق - یعنی معصیت خالق میں کسی بندہ کی طاعت نہ چاہیئے انتہے - کتاب المیزان للشعرانی (جزء ثانی - صـ۱۳۲) میں ہے - اتفق الائمة علی ان الامام الکامل تجب طاعتہ فی کل ما یأمر بہ ما لم یکن معصیة یعنی اماموں کا اِس پر اتفاق ہے کہ امام کامل کی طاعت ہر حکم میں واجب ہے تاوقتیکہ وہ معصیت نہ ہو - انتہے -

بغاوت کرنا تو فرقہ وہابیہ کا شعار ہے جو خوارج کی ایک شاخ ہے جنھوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر خروج کیا تھا - ان خوارج کے اتباع ہر زمانے میں فتنہ و فساد برپا کرتے رہے ہیں یہانتک کہ تیرھویں صدی کے شروع میں اُنھوں نے بسرکردگی عبدالوہاب نجد سے خروج کیا - اور بنام نجدیہ مشہور ہوئے - رد المحتار (جزء ثالث - باب البغاة - صـ۳۰۷) میں در مختار کے قول ویکفرون اصحاب نبینا صلی اللہ علیہ وسلم

کے تحت میں ہے -

علمت ان هذا غير شرط في مسمى الخوارج بل بيان لمن خرجوا على سيدنا علي رضي الله تعالى والا فيكفي فيهم اعتقادهم كفر من خرجوا عليه كما وقع في زماننا في اتباع عبد الوهاب الذين خرجوا من نجد وتغلبوا على الحرمين وكانوا ينتحلون مذهب الحنابلة لكنهم اعتقدوا انهم هم المسلمون وان من خالف اعتقادهم مشركون واستباحوا بذلك قتل اهل السنة وقتل علمائهم حتى كسر الله تعالى شوكتهم وخرب بلادهم وظفر بهم عساكر المسلمين عام ثلاث وثلاثين ومائتين والف -

تونے جان لیا کہ یہہ یعنی تکفیر صحابہ شرط نہیں خوارج کے مسمے میں - بلکہ یہہ تو بیان ہے اُن کا جنہوں نے خروج کیا سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر - ورنہ کافی ہے خوارج میں یہہ اعتقاد کہ کافر ہے وہ جس پر یہہ خروج کریں جیسا کہ واقع ہوا ہمارے زمانے میں عبد الوہاب کے اتباع میں جنہوں نے خروج کیا نجد سے اور تغلب کیا حرمین پر - اور وہ اپنا انتساب کرتے تھے طرف مذہب حنابلہ کی - مگر وہ عقیدہ رکھتے تھے کہ ہم ہی مسلمان ہیں اور جو مخالف ہیں ہمارے اعتقاد کے وہ مشرک ہیں - اور مباح سمجھا اُنہوں نے اسوجہ سے اہل سنت اور اُنکے علماء کا قتل یہانتک کہ توڑدی اللہ تعالے نے شوکت اُنکی اور تباہ کردئے شہر اُنکے - اور فتح پائی اُنپر مسلمانوں کے لشکروں نے ۱۲۳۳ھ میں -

شفاے قاضی عیاض (فصل فی بیان ما ھو من المقالات کفر وما یتوقف او یختلف فیہ وما لیس بکفر) میں ہے - وکذلک نقطع بتکفیر کل قائل قال قولا یتوصل بہ الی تضلیل الامۃ انتہی - یعنی اسی طرح ہم ہر قائل کو یقینا کافر جانتے ہیں جو ایسا قول کہے کہ جس سے تمام امت گمراہ ٹھیرتی ہو انتہے - اسی طرح فتاوے بزازیہ (جزء ثالث - نوع فیما یتصل بھا مما یجب اکفارہ من اھل البدع) میں ہے ویجب اکفار الخوارج فی اکفارھم جمیع الامۃ سواھم انتہی یعنی خوارج جو اپنے سوا تمام امت کو کافر کہتے ہیں انکو کافر کہنا واجب ہے انتہے -

قال البنارسی

امام صاحب کی موت و حشر

آخر امام صاحب اُسی قید خانہ کی بریک میں کھلتے کھلتے عدم کے اسٹیشن پر پہنچ گئے۔ اور دنیا کو خیر باد ان لفظوں میں کہہ گئے۔ ؎

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے ہیں لیکن ٭ بہت بے آبرو ہو کر ترے کوچے سے ہم نکلے۔

ص ۲۹

اقول

اگر امام صاحب نے قید خانے میں اذیت اُٹھائی۔ تو اس سے بجائے تنقیص کے اُنکا علو مقام پایا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں انبیائے کرام کے حالات پر نظر ڈالئے کہ اُن میں سے بعض کو کیسی بے دردی سے ناحق قتل کیا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کے ہاتھ سے کیا کیا اذیتیں اُٹھائیں۔ آپ کے صحابہ عظام و آل نے راہ خدا میں کیا کیا تکلیفیں برداشت کیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ کے حال میں عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری (جزء اول۔ ص ۴۴) میں لکھا ہے۔ قال ابن الجوزی ضرب مالک بن انس سبعین سوطاً لاجل فتوی لم توافق غرض السلطان۔ وقال سعی به الی جعفر بن سلیمان بن علی بن عبد اللہ بن العباس وھو ابن عم ابی جعفر المنصور و قالوا له انه لا یری ایمان بیعتکم ھذه [illegible] فغضب جعفر و دعا به وجرده و ضربه بالسیاط ومدت یده حتی انخلعت کتفه وارتکب منه امراً عظیماً انتہی۔ یعنی ابن جوزی نے (شذور العقود میں) کہا کہ [illegible] سبب جو سلطان وقت کی غرض کے موافق نہ تھا امام مالک بن انس کو [illegible] لگائے گئے۔ اور کہا جاتا ہے کہ دشمنوں نے جعفر بن سلیمان بن علی بن عبد اللہ بن عباس کے پاس جو ابو جعفر منصور کے چچیرے بھائی ہیں امام مالک رحمۃ اللہ کی چغلی کھائی اور کہا کہ امام مالک تمہاری اس بیعت کے ایمان کو کچھ نہیں سمجھتے۔ پس جعفر خفا ہوا اور امام مالک کو بلایا اور

اونکو ننگا کیا اور کوڑے مارے اور آپ کا بازو اتنا کھینچا کہ آپ کا شانہ نکل گیا اور آپکو سخت اذیت دی انتھے۔ امام بخاری رح کو شاہ بخارا نے اسقدر تنگ کیا کہ بخارا کو خیرباد کہا۔ آخر غربت میں تنگ آکر سمرقند کے ایک گاؤں خرتنگ میں ایک روز صلاۃ اللیل کے بعد یہہ دعا مانگی۔ اللھم انی ضاقت علی الارض بما رحبت فاقبضنی الیک یعنی اے اللہ زمین باوجود اپنی کشادگی کے مجھ پر تنگ ہوگئی۔ تو مجھے اپنی طرف اٹھالے انتھے۔ اس دعا پر ایک ماہ بھی نہ گذرا تھا کہ انتقال فرمایا۔ (طبقات الشافعیۃ الکبرے۔ جزء ثانی صلا)۔ قاضی ابن خلکان (وفیات الاعیان۔ جزء اول۔ صلا) نے امام نسائی کے ترجمہ میں لکھا ہے۔ یدفعون فی خصییہ وداسوہ ثم حمل الی الرملۃ فمات بھا وقال الحافظ ابو الحسن الدارقطنی لما امتحن النسائی بدمشق قال احملونی الی مکۃ فحمل الیھا فتوفی بھا وھو مدفون بین الصفا والمروۃ وکانت وفاتہ فی شعبان من سنۃ ثلاث وثلثمائۃ وقال الحافظ ابو نعیم الاصفھانی لما داسوہ بدمشق مات بسبب ذلک الدوس انتھی۔ یعنی خوارج امام نسائی کے خصیتین پر مارتے تھے اور انہوں نے آپکے لاتیں ماریں۔ پھر اٹھاکر آپ رملہ میں لائے گئے اور وہیں آپنے وفات پائی۔ حافظ ابو الحسن دارقطنی نے کہا کہ جب امام نسائی دمشق میں خوارج کی ایذا میں مبتلا ہوئے۔ تو فرمایا مجھے اٹھاکر مکہ میں لے چلو۔ پس وہ مکہ میں لائے گئے اور وہیں وفات پائی اور صفا و مروہ کے درمیان مدفون ہیں آپکی وفات ماہ شعبان ۳۰۳ھ میں ہوئی۔ حافظ ابونعیم اصفہانی نے کہا کہ جب خوارج نے دمشق میں امام نسائی کے لاتیں ماریں۔ تو آپنے اُس صدمہ سے وفات پائی انتھے۔ امام احمد رح کی نسبت وفیات الاعیان (جزء اول۔ صلا) میں لکھا ہے۔ ودعی الی القول بخلق القرآن فلم یجب فضرب وحبس وھو مصر علی الامتناع۔ یعنی امام احمد رح کو خلق قرآن کے ساتھ قائل ہونے کی طرف بلایا گیا۔ مگر آپنے نہ مانا۔ اس لئے آپکو مارا اور قید کیا گیا اور وہ انکار پر اصرار کرتے رہے انتھے۔ اسی طرح کی اور بہت سی مثالیں ہیں۔ کیا ان تکالیف سے اِن بزرگوں کی شان میں کچھ فرق آگیا ہرگز نہیں۔ بلکہ اُن کے درجات میں ترقی ہوگئی۔

شیخ ابن حجر مکی خیرات الحسان صفحہ میں لکھتے ہیں۔ وصح انه لما احس بالموت سجد فخرجت نفسه وهو ساجد۔ یعنی ثابت ہے کہ جب امام ابو حنیفہ رضؓ نے موت کا احساس کیا تو سجدہ کیا اور سجدے کی حالت میں اُنکی روح نے پرواز کیا انتہے۔ اس طرح کی موت مقبولیت کی علامت ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں ہے ۔ عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اقرب ما یکون العبد من ربه وهو ساجد فاكثروا الدعاء رواه مسلم (مشکوۃ۔ باب السجود وفضله) ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ بندے کے احوال میں سے قریب تر اپنے رب کے حالت سجود ہے۔ پس (سجدہ میں) دُعا زیادہ مانگو۔ انتہے۔ حافظ ابن حجر تہذیب التہذیب (جزء عاشر۔ صفحہ) میں تحریر فرماتے ہیں۔ قال اسمٰعیل بن حماد بن ابی حنیفة عن ابیه قال لما مات ابی سألنا الحسن بن عمارة ان یتولی غسله ففعل فلما غسله قال رحمك الله تعالیٰ وغفر لك لم تفطر منذ ثلاثين سنة ولم تتوسد یمینك باللیل منذ اربعین سنة وقد اتعبت من بعدك وفضحت القراء انتهى۔ ترجمہ۔ اسمٰعیل بن حماد بن ابی حنیفہ نے اپنے باپ حماد سے روایت کی۔ حماد نے کہا کہ جب میرے والد (ابو حنیفہ رضؓ) نے وفات پائی۔ تو ہم نے حسن بن عمارہ سے درخواست کی کہ آپ کو غسل دیں۔ پس اُس نے قبول کیا۔ جب وہ آپ کو غسل دینے لگا۔ تو کہا اللہ تعالےٰ تجھ پر رحم کرے اور تیرے گناہ بخش دے۔ تونے تیس سال سے روزہ نہیں چھوڑا اور چالیس سال سے رات کیوقت اپنے دائیں ہاتھ کو تکیہ نہیں بنایا۔ تونے اپنے پچھلوں کو مشقت میں ڈال دیا اور قاریوں کو رسوا کر دیا۔ انتہے۔ علامہ سیوطی تبییض الصحیفہ صفحہ ۲۸ میں لکھتے ہیں۔ زاد الحافظ جمال الدین المزی فی التهذیب وصلی علیه ست مرات ولم یقدر علی دفنه الی العصر من کثرة الزحام انتهیٰ۔ یعنی حافظ جمال الدین مزی نے تہذیب میں یہہ اور لکھا ہے کہ امام صاحب کے جنازے کی نماز چھ مرتبہ پڑھی گئی اور لوگوں کے ہجوم کے سبب آپ کو عصر تک دفن نہ کر سکے۔ انتہے۔ قاضی ابن خلکان (وفیات الاعیان۔ جزء ثانی۔ صفحہ ۱۶۶ میں لکھتے ہیں ودفن

فی مقبرۃ الخیزران وقبرہ ھناك مشھو یزار انتھیٰ ۔یعنی امام صاحب م
خیزران میں دفن کئے گئے ۔آپ کی قبر وہاں مشہور ہے اور زیارت کی جاتی ہے انتھے
شیخ ابن حجر مکی خیرات الحسان ص۹۶ میں لکھتے ہیں ۔اعلم انّہ لم یزل العلماء
ذووالحاجات یزورون قبرہ ویتوسّلون عندہ فی قضاء حوائجھم و
نجح ذلك منھم الامام الشافعی رحمہ اللہ انتھیٰ ۔یعنی جان لے کہ علماء واص
حاجات امام صاحب کی قبر کی زیارت کرتے رہے ہیں اور قضاء حاجات کے لئے آپ
وسیلہ پکڑتے رہے ہیں اور ان حاجتوں کا پورا ہونا دیکھتے رہے ہیں ۔اُن عل
میں سے امام شافعی رحمہ اللہ بھی ہیں انتھے ۔

قال البنارسی

عام قاعدہ یہہ ہے کہ کسی کی موت پر لوگ اِنَّا لِلّٰہ پڑھا کرتے ہیں ۔بخلاف اس
جب ابو حنیفہ کا انتقال ہوا تو لوگوں نے کہا الحمد للّٰہ ۔چنانچہ تاریخ ص
للبخاری ص۱۷۴ میں ہے ۔حدثنا نعیم بن حماد قال حدثنا الفزاری قا
کنت عند سفیان فنعی النعمان فقال الحمد للّٰہ کان ینقض الاسلا
عروۃ عروۃ ما ولد فی الاسلام اشأم منہ انتھیٰ ۔یعنی امام بخاری ک
ہیں کہ ہم کو نعیم بن حماد نے حدیث بیان کیا اُنہوں نے کہا کہ ہم فزاری نے حد
بیان کیا کہا فزاری نے کہ میں تھا نزدیک سفیان کے کہ ابو حنیفہ کی موت کی خبر آ
سفیان نے کہا کہ الحمد للّٰہ (مرگیا) ۔تھا یہہ (ابو حنیفہ) توڑتا اسلام کو د
دستہ ۔نہیں پیدا ہوا اسلام میں کوئی زیادہ منحوس اُس (ابو حنیفہ) س
انتھے ۔ص ۲۹

قال الرّافضی

آنچہ حیرت بر حیرت مے افزاید وہوش از سر مے رباید دقاوب حضرات اہلسن

باب وعقول اینہارا قوبن انزعاج واضطراب مے سازد آنگست کہ جناب بخاری
[با] آں ہمہ دیانت و ورع وبناہت وتقدس وتزہد وتحقیق وتنقید بتفضیح
[آں] معدنِ کمالات مے گراید و در تاریخ صغیر شکر وسپاس سفیان برمردنِ امام
[ا]عظم نعمان ونہایت اساءت ادب درحق جنابش وتصریح بانیکہ او اسلام
نقض مے کرد عروۃً عروۃً و در اسلام ہیچ مولودے شوم تر ازو بوجود
[ن]یامدہ نقل مے فرماید حیث قال حدثنا نعیم بن حماد قال حدثنا الفزاری
[ق]ال کنت عند سفیان فنعی النعمان فقال الحمد للہ کان ینقض الاسلام
[ع]روۃ عروۃ ما ولد فی الاسلام اشأم منہ - استقصاء الافحام ص۲۳۰

اقول

[ا]مام بخاری رح نے اُس رنج کے باعث جس کا ذکر پہلے آچکا ہے امام صاحب کے حق میں ایسے سخت
[ال]فاظ استعمال کئے ہیں - علامہ عینی عمدۃ القاری (جزء رابع صفحہ ۱۵۳) میں وقال بعض الناس
[ا]لمعدن رکاز مثل دفن الجاھلیۃ کی شرح میں لکھتے ہیں - ولکن الظاھر ان ابن التین
[لم]ا وقف علی ما قالہ البخاری فی تاریخہ فی حق ابی حنیفۃ مما لا ینبغی ان یذکر فی
[ح]ق احد من اطراف الناس فضلا ان یقال فی حق امام ھو احد ارکان الدین
[ص]رح بان المراد ببعض الناس ابو حنیفۃ ولکن لا یرمی الا شجر فیہ ثمر انتھی -
[تر]جمہ - لیکن ظاہر ہے کہ ابن التین جب اُس پر واقف ہوا جو امام بخاری نے اپنی تاریخ میں
[اما]م ابو حنیفہ کے حق میں کہا جو لائق نہیں کہ کسی ادنے شخص کے حق میں کہا جائے چہ جائیکہ
[ا]یسے امام کے حق میں کہا جائے جو کہ دین کا ایک رکن ہے - تو اُس نے صراحت کردی کہ بعض
الناس سے مراد امام ابو حنیفہ ہیں - مگر اُسی درخت پر پتھر پھینکے جاتے ہیں جس پر پھل ہوا ہے
[ا]گر تاریخ صغیر کی روایت کو صحیح تسلیم کرلیا جائے - تو سفیان کا یہہ قول امام صاحب کے حق میں جو
[ا]یسے اقران میں سے ہیں مسموع نہ ہوگا جیسا کہ قاعدہ جرح وتعدیل میں مذکور ہوچکا ہے -
[ع]لامہ ابن حجر عسقلانی تہذیب التہذیب (جزء عاشر - صفحہ ۴۵۰) میں تحریر فرماتے ہیں - عن

ابن عیسی بن الطباع سمعت روح بن عبادۃ یقول کنت عند ابن جریج سنۃ خمسین ومائۃ فاتاہ موت ابی حنیفۃ فاسترجع وتوجع وقال ای علم ذھب یعنی ابن عیسے بن الطباع سے روایت ہے کہ میں نے روح بن عبادہ کو سُنا کہتے تھے کہ میں ۱۵۰ھ میں ابن جریج کے پاس تھا کہ امام ابوحنیفہ کی موت کی خبر آئی۔ پس اُس نے انّا للہ وانّا الیہ راجعون پڑھا۔ اور افسوس کیا اور کہا کہ کیسا علم چلا گیا انتہے۔ امام نووی تہذیب الاسماء صہ۰۵ میں لکھتے ہیں۔ عن روح بن عبادۃ قال کنت عند ابن جریج سنۃ خمسین ومائۃ فاتاہ موت ابی حنیفۃ فاسترجع وتوجع وقال ای علم ذھب۔ یعنی روح بن عبادہ سے روایت ہے کہ اُس نے کہا۔ میں ۱۵۰ھ میں ابن جریج کے پاس تھا کہ امام ابوحنیفہ کی موت کی خبر آئی۔ پس اُس نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور افسوس کیا اور کہا کہ کیسا علم چلا گیا۔ انتہے۔ قاضی حسین بن محمد دیاربکری مالکی تاریخ خمیس (جزء ثانی صہ۳۶) میں امام صاحب کے حال میں لکھتے ہیں۔ وفی ربیع الابرار نعی الی شعبۃ فقال بعد الاسترجاع قد طفی من اھل الکوفۃ اضوأ نور اھل العلم اما انّھم لا یرون مثلہ ابدا ویقال ان مسعرا لما بلغہ وفاۃ ابی حنیفۃ قال مات افقہ المسلمین وصلی علیہ قاضی القضاۃ الحسن بن عمارۃ فی جمع عظیم وعن عبد الحمید بن عبد الرحمٰن قال رأیت فی المنام کان نجما سقط من السماء فقیل ابو حنیفۃ ثم سقط اخر فقیل مسعر ثم سقط اخر فقیل سفیان فمات ابو حنیفۃ قبل مسعر ثم مسعر قبل سفیان ثمّ سفیان انتھیٰ۔ ترجمہ۔ ربیع الابرار میں ہے کہ جب شعبہ کو امام صاحب کی موت کی خبر پہنچی۔ تو انّا للہ وانّا الیہ راجعون پڑھنے کے بعد کہا کہ بے شک اہل کوفہ سے اہل علم کا بڑا روشن نور گل ہو گیا۔ خبردار رہو کہ وہ امام صاحب کا مثل کبھی نہ دیکھیں گے۔ اور کہا جاتا ہے کہ امام مسعر کو جب امام ابوحنیفہ کی موت کی خبر پہنچی۔ تو فرمایا۔ مسلمانوں کے سب سے بڑے فقیہ نے انتقال فرمایا۔ قاضی القضاۃ حسن بن عمارہ نے ایک بڑی جماعت میں آپ کے جنازے کی نماز پڑھائی۔ اور عبد الحمید بن عبد الرحمٰن سے روایت ہے کہ اُس نے کہا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا ایک ستارہ آسمان سے گرا ہے۔ پس کہا گیا کہ یہ امام ابوحنیفہ ہیں۔ پھر دوسرا ستارہ گرا۔ پس کہا گیا

کہ یہہ امام مسعر ہیں - پھر ایک اور ستارہ گرا - پس کہا گیا کہ یہہ امام سفیان ہیں - پس امام ابو حنیفہ نے امام مسعر سے پہلے پھر امام مسعر نے امام سفیان سے پہلے پھر امام سفیان نے وفات پائی انتہے - خیرات الحسان صلے میں ہے - قام شخص لمقاتل بن سلیمان فی حلقتہ فقال رأیت کان رجلا نزل من السماء وعلیہ ثیاب بیض فقام علی اطول منارۃ ببغداد ونادی ماذا فقد الناس فقال مقاتل لئن صدقت رؤیاک لیفقدن اعلم اہل الدنیا فلم یمت الا ابو حنیفۃ فاسترجع مقاتل ثم قال مات من کان یفرج عن امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم - یعنی ایک شخص مقاتل بن سلیمان کے حلقہ میں آپ کے آگے کھڑا ہوا اور کہا میں نے دیکھا کہ گویا ایک شخص آسمان سے سفید کپڑے پہنے ہوئے اُترا - پس وہ بغداد میں سب سے اونچے منارے پر کھڑا ہوا اور پکارا کیا کچھ گم کر دیا لوگوں نے - مقاتل نے کہا - اگر تیرا خواب سچا ہے - تو بے شک اہل دنیا میں سب سے بڑا عالم وفات پائیگا - پس امام ابو حنیفہ ہی نے وفات پائی - پس مقاتل نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا - پھر فرمایا - وفات پائی اُس شخص نے جو اُمّت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی مشکلات حل کیا کرتا تھا انتہے -

قال البنارسی

اور ایک لطف یہہ کہ جس سال ابو حنیفہ کا انتقال ہوا (یعنی ۱۵۰ھ ہجری میں اُسی سال میں امام شافعی کی پیدائش ہوئی - گویا امام صاحب امام شافعی کے آنے کی خبر معلوم کر کے تشریف لے گئے - صلا ۲۹ ٭

اقول

خاتمۃ الحفاظ ابن حجر عسقلانی توالی التاسیس بمعالی ابن ادریس (مطبوعہ لاق مصر - صلا ۴۹) میں امام شافعی رح کے تولد کے ذکر میں لکھتے ہیں - قال الحاکم لا اعلم

خلافاً انّه ولد سنة خمسين ومأئة وهو العام الّذی مات فیه ابوحنیفة ففیه اشارة الی انّه یخلفہ فی فنه - یعنی حاکم نے کہا کہ مجھے اس میں کوئی خلاف معلوم نہیں کہ امام شافعی رح سنہ ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے - اور یہ وہ سال ہے جس میں امام ابوحنیفہ رح نے وفات پائی - پس اس میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ امام شافعی رح فن فقہ میں امام ابوحنیفہ کے نائب ہوں گے انتہٰی -

حاکم کا یہ قول بالکل درست ہے - اگر تصدیق چاہو تو خود امام شافعی رح سے پوچھ لو -

قال البنارسی

اب امام صاحب کے مرنے کے بعد کی کیفیت سنئے کہ اللہ میاں کے یہاں اُن کا کیا حشر ہوا انوار قدسیہ للشعرانی مطبوعہ مصر صفحہ ۱ میں ہے - روی الامام ابوحنیفة بعد موته فقیل له ما فعل الله بك فقال هیهات ان للعلم شروطا و آفات قلّ من یتخلّص منها قیل فغفر الله لك بما ذا فقال بتسبیحة کنت اقولها بالغداة والعشی انتہٰی - یعنی ابوحنیفہ کو بعد مرنے اُن کے کسی نے خواب میں دیکھا پوچھا کہ خدا نے آپ کے ساتھ کیا کیا - ابوحنیفہ بولے افسوس کہ علم کے لئے ایسے شروط اور آفات ہیں کہ بہت کم لوگ اُس سے خلاصی پاتے ہوں گے - پوچھا گیا کہ خدا نے آپ کی مغفرت کیونکر فرمائی - امام صاحب بولے کہ چند تسبیح میں صبح و شام پڑھا کرتا تھا اُسی کی وجہ سے بخشائش ہوئی - (ورنہ فقہ نے تو کسی اور جگہ کا مستحق کر دیا تھا - اعاذنا اللہ منہ) - صفحہ ۲۹/۱۲

اقول

علامہ شعرانی انوار قدسیہ میں الباب الثانی فی طلب العلم النّافع کے تحت میں طالب العلم کے فرائض بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں - ومن شأنه ان لا یقتصر علی التعلم دائما بل یکون له عمل غیر العلم -

من قيام الليل والصدقات بما تيسر وترك الاذى لكل بر وفاجر۔
یعنی طالب علم کی شان سے یہہ ہے کہ وہ ہمیشہ علم سیکھنے پر ہی اقتصار نہ کرے بلکہ علم کے سوا اُس میں عمل ہونا چاہیئے یعنی قیام شب اور صدقات جو ہو سکیں اور ہر نیک و گنہگار کے لیئے ترک اذیت انتہےٰ۔ اسی کی تائید میں علامۂ موصوف نے مثال کے طور پر امام صاحب کی نسبت یہہ خواب بیان کیا ہے جسے بنارسی نے نقل کیا ہے مگر سمجھا نہیں۔ اس خواب کے ذکر کرنے سے تو یہہ بتانا مقصود ہے کہ امام صاحب صرف عالم ہی نہ تھے بلکہ عامل بھی تھے۔ بالغداة والعشی کے بعد انوار قدسیہ میں یہہ الفاظ ہیں۔ وکذلك ائمة الطریق کالجنید وغیرہ۔ اسی طرح ائمہ طریق جنید وغیرہ جامع علم وعمل تھے۔ پس بر تقدیر صحت رؤیا علم فقہ یا امام صاحب پر کوئی عیب عائد نہیں ہوتا بلکہ بالعکس ہر دو کی منقبت ظاہر ہوتی ہے۔ رہا نجات کا معاملہ۔ سو رحمت الٰہی کے لیئے بندہ کا کوئی عمل ایک ذریعہ یا بہانہ بن جاتا ہے۔ بنارسی کے اطمینان کے لئے ہم اسے کچھ اور واضح کر دیتے ہیں۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۲۹۸ھ) جو جامع حدیث و فقہ و تصوف تھے ان کے حال میں لکھا ہے۔ قال الخلدی رأيته في النوم فقلت ما فعل الله بك فقال طاحت تلك الاشارات وغابت تلك العبارات وفنيت تلك العلوم ونفدت تلك الرسوم وما نفعنا الا ركيعات كنا نركعها في السحر (طبقات الشافعیۃ الکبرےٰ للتاج السبکی جزء ثانی۔ ص۳۳)۔
یعنی خلدی نے کہا کہ میں نے حضرت جنیدؒ کو خواب میں دیکھا۔ میں نے پوچھا۔ اللہ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ پس آپ نے فرمایا۔ وہ اشارات جاتے رہے اور وہ عبارات غائب ہو گئیں۔ اور وہ علوم نیست ہو گئے۔ اور وہ رسوم نابود ہو گئیں۔ اور ہمیں کسی چیز نے نفع نہ دیا۔ سوائے چند رکعتوں کے جنہیں ہم سحر (تہجد) کے وقت پڑھا کرتے تھے انتہےٰ۔ شمس الاسلام ابو الطیب الصعلوکی رحمۂ اللہ (متوفی ۴۰۴ھ) جو امام ادب و فقہ و کلام و نحو تھے انکے حال میں

شیخ الاسلام تاج سبکی (طبقات الشافعیۃ الکبرے - جزء ثالث - صلا) نے
لکھا ہے - قال ابو سعد الشحام رأیتہ فی المنام فقلت ایھا الشیخ فقال
دع الشیخ فقلت وتلك الاحوال التی شاھدتھا فقال لم تغن عنا
فقلت ما فعل اللہ بك فقال غفرلی بمسائل کنت تسأل عنھا
العجیا - یعنی ابو سعد شحام نے کہا کہ میں نے امام ابوالطیب کو خواب میں دیکھا - میں نے
کہا اے شیخ - آپ نے فرمایا کہ شیخ کو چھوڑ - پس میں نے کہا - وہ احوال جو آپ نے
مشاہدہ کئے - فرمایا - اُن احوال نے ہم کو فائدہ نہ دیا - پس میں نے دریافت کیا
کہ اللہ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا - فرمایا کہ اُن مسائل کے سبب میری مغفرت
ہوئی - جو تو صبح کے وقت مجھ سے پوچھا کرتا تھا انتہے - اب دیکھئے بنارسی
کس کس علم سے اعوذ پڑھتا ہے -

قال البنارسی

امام صاحب کی پیدائش کی تاریخ میں کسی نے یوں کہا ہے س - گ سنہ ۸۰ھ
اور انتقال کی تاریخ یہہ ہے "بوکم جہاں پاک" فقط سنہ ۱۵۰ھ -
تمت - تمام شد - صنہ ۳۰

اقول

بتوفیق الہی میں نے بنارسی کے اصل اعتراضات کا جواب جیسا کہ مجھ سے ہوسکا لکھ دیا ہے -
اس میں شک نہیں کہ بنارسی کی اس تحریر سے ہماری کمال درجے کی دل آزاری
ہوئی ہے - مگر یہہ مناسب نہیں کہ گالی کا جواب گالی ہو - ایسے موقع پر نظر برحالات
انبیاء و اصفیاء وا - لیا صبر کرنا چاہیئے - وجعلنا بعضکم لبعض فتنۃ ط
اتصبرون ج وکان ربك بصیرا ہ وآخر دعوانا ان الحمد للہ
رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خاتم الانبیاء والمرسلین
وعلے آلہ واصحابہ اجمعین

ضمیمۂ اقوال صحیحہ

اقوال صحیحہ ۱۳۲۲ھ میں رسالۂ ماہواری انجمن نعمانیہ ہند لاہور کے کئی شیوع میں شائع ہوئی اور بنارسی کو بھیجی گئی۔ جب رسالہ مذکور کا یہہ نمبر جس میں یہہ جواب نکلنا شروع ہوا بنارسی کے پاس پہنچا۔ تو اُس نے جواب میں مجھے ایک پوسٹ کارڈ لکھا۔ جس کی عبارت بلفظہ یہہ ہے ۔

جناب من۔ بعد سلام مسنون واضح ہو کہ رسالہ آپ کا بابت ماہ ذی الحجہ بجواب رسالہ الجرح موصول ہوا۔ خدا کا شکر ہے کہ باسی کڑھی میں اُبال آیا اور آپ جواب لکھنے بیٹھے۔ لیکن یہہ کونسا انصاف ہے کہ آپ جواب میں امام صاحب کی بیجا تعلّی کو ذکر کرتے ہیں۔ اگر اس امر میں آپ بوجہ عقیدت کے مجبور ہیں۔ تو آپ ساتھ ساتھ امام بخاری کا ذکر مقابلۃً اور وہ بھی توہین آمیز الفاظ میں کیوں کرتے ہیں۔ آپ رسالہ الجرح کا جواب لکھئے اور بخوشی لکھئے۔ لیکن نفس رسالہ کا جواب ہو۔ خارجی باتوں کو نہ چھیڑئیے۔ امام بخاری کو بیفائدہ مت کوسئے۔ بلکہ اُن کا مطلق ذکر نہ کیجئے۔ ورنہ آپ کے حق میں خیر نہیں۔ آپ کے رسالہ کا ترکی بہ ترکی دندان شکن جواب دیا جاوے گا۔ اور جب تک آپ کا جواب تمام ہوگا اُس کا جواب الجواب شائع ہو جائے گا۔ خوب ملحوظ رہے۔ ہاں آپ نے اگر نفس رسالہ کا محض جواب دیا اور وہ معقول ہوا۔ تو خاموشی سے دیکھکر اُسے تسلیم کر لیا جاوے گا۔ علاوہ بریں میں رافضی کا ہم آہنگ نہیں نہ میں نے اُن کی کتب کا مطالعہ کیا ہے جو آپ نے جواب میں میرے ساتھ اُسے بھی ملا لیا۔ اُس کا جواب تو آپ کیا خاک دیں گے۔ پہلے میرے جواب سے تو سبکدوشی حاصل کر لیجئے۔ اپنے کل رسالوں کو جو الجرح کے

جواب میں شائع ہوں دفتر سعید المطابع پریس کی معرفت مجھے روانہ کرتے جاویں ۔ فقط

راقـــــــــــم

سعد بنارسی - یوم جمعہ

اقول

ناظرین پر روشن ہے کہ میں نے اقوال صحیحہ میں حضرت امام الائمہ رض کی بیجا تعلّی کو کہیں ذکر نہیں کیا اور نہ امام بخاری رح کو توہین آمیز الفاظ میں یاد کیا ہے - میرا یہہ مسلک نہیں کہ کسی بزرگ کی شان میں دریدہ دہنی سے کام لیا جائے - اقوال صحیحہ کو شائع ہوئے تین[1] سال ہو چکے - مگر جہاں تک مجھے معلوم ہے - اس عرصے میں بنارسی کی طرف سے اُس کا کوئی جواب (ترکی بہ ترکی دنداں شکن نو درکنار) شائع نہیں ہوا - اس خاموشی سے حسب تحریر بنارسی پایا جاتا ہے کہ اُس نے میرے جواب کو تسلیم کر لیا ہے - بنارسی کے یہہ الفاظ (ورنہ آپ کے حق میں خیر نہیں) تشریح طلب ہیں - اور اس کا یہہ لکھنا کہ میں نے روافض کی کتابوں کا مطالعہ نہیں کیا غلط ہے - کیونکہ الجرح علےٰ ابی حنیفہ رض کے صث سطر اخیر میں حامد حسین رافضی کی کتاب استقصاء الافحام کا حوالہ موجود ہے - سچ ہے - دروغگورا حافظہ نباشد - رافضی کو بنارسی کے ساتھ ملانا بیوجہ نہیں - اس سے ایک تو بنارسی کا ماخذ معلوم ہو گیا - اور دوسرے تحریر رافضی کا بھی جواب ہو گیا - چہ خوش بود کہ برآید بیک کرشمہ دو کار - اخیر میں یہہ دُعا ہے کہ میری یہہ تالیف خالصًا لوجہ اللہ اور توشۂ آخرت ثابت ہو - ھذا والحمد للہ رب العالمین و صلّی اللہ وسلّم وبارك افضل صلوٰۃ وافضل سلام وافضل برکۃ علیٰ افضل الخلق سیّدنا ومولانا محمّد وآلہ وصحبہ اجمعین ۔

---

[1] اب طبع ثانی کے وقت دس سال ہو چکے ہیں ۱۲ ۔

قطعاتِ تاریخ طبعِ ثانی کتاب مستطاب الاقوال الصحیحہ فی جواب الجرح علےٰ ابی حنیفہ رضہ

از نتیجہ طبع شاعر نکتہ شناس جناب ابوالقاسم میر کرامت اللہ صاحب متخلص بہ میر سابق پروفیسر میونسپل بورڈ و سکرٹری انجمن رفیق الاسلام امرتسر

چو جرح بو حنیفہ سعدِ دتابی طبع کردہ
پر از ہفوات و ہزلیات و توضیحات بے معنے
شفیق سقولوی - حاجی و صوفی نوربخش ایم-اے
رقم کردہ ز اقوال صحیحہ خوش جوابش را
مہر کم فہم کج گردید و گفتہ میر تاریخش
۱۳ ھ ۴۳
پئے رجم الشیاطین ہیں شہابِ نورِ ما زیبا

از نتیجۂ طبع پیرزادہ مولوی عبد العزیز صاحب عزیز مخدومی مدیر رسالہ "جماعت" جامع مسجی قاصداں امرتسر

جرح کیسی کی ہے شائع دشمنِ اسلام سے
کیا کہوں پڑھتے ہی جس کے دل دکھا احناف کا
نوربخش مدعٔ اعظم نے پھر اس کا جواب
خوب برجستہ مدلل با حقائق لکھدیا
بہر سالِ طبع ہاتف نے ندا دی اے عزیز
از سرِ انصاف لکھدو تحفۂ مردِ خدا
۱۳ ھ ۴۳

از نتیجۂ طبع منشی غلام رسول صاحب علیم امرتسری کارکن رسالہ "جماعت" جامع مسجد قاصداں امرتسر

سعد نے پر از ہزل جب اپنی چھپوائی جرح
یہ جواب اس کا چھپا پُر از فوائد نور بخش
طبع ثانی کے لئے جب فکر کی میں نے علیم
مُلہم غیبی پکار اُٹھا۔ عقائد نور بخش

۱۳ ھ ۴۴

(روز بازار پرنٹنگ ورکس لاہور میں باہتمام لالہ لبھا رام پروپرائٹر کے چھپا)